دینِ مصطفیٰ

علیہ التحیۃ والثناء

علامہ سید محمود احمد رضوی

دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

دینِ مُصطفٰے

علیہ التحیۃ والثناء

عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق
معاشرت سے متعلق قرآن و حدیث اور
فقہِ حنفی کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کا
قابلِ مطالعہ مجموعہ



حسبِ فرمائش

جناب محترم الحاج امیر بخش صاحب
مخدوم کارپوریشن میکلوڈ روڈ لاہور

تالیف

علامہ سید محمود احمد رضوی

وناظم شعبہ تبلیغ دار العلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الاحزاب

ابتدائیہ

اسلام دشمن طاقتیں ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت اسلام کے بنیادی امور کی نت نئی تاویلیں کر کے نوجوان طبقہ کے ذہن کو اسلام سے دور کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ فحش، عریاں اور مخرب اخلاق لٹریچر کی فراوانی نے عصمت و عفت، پاکیزگیِ اخلاق اور روحانی اقدار کو سخت مجروح کر رکھا ہے ـــــ بچوں کو ابتداء ہی سے لادینی سکولوں میں داخل کرا دیا جاتا ہے جس کے سبب وہ مذہب سے اور اس کے تقاضوں سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ جو تبلیغ کا ایک اہم ذریعہ تھا، مگر حاضری عین آذانِ خطبہ کے وقت ہوتی ہے۔ دنیوی امور میں ایسی مشغولیّت و مصروفیت ہے کہ اچھے خاصے دیندار مسلمان بھی مذہب کے معمولی مسائل سے بے خبر نظر آتے ہیں۔ (اِلاّ ماشاءاللہ)

پاکستان میں اہلسنّت و جماعت خالص حنفی مسلمانوں کی تعداد ۹۰ فیصد سے کم نہیں ہے۔

ان کے تبلیغی و تدریسی ادارے بھی ہیں۔ مگر وہ پریس کی طاقت اور تحریری تبلیغ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دے رہے ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دوسروں کا لٹریچر مارکیٹ میں عام ہے، مگر اہلسنت کا لٹریچر آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ دار العلوم حزب الاحناف کے معاونین کی یہ کوشش رہی ہے کہ عہدِ حاضر کے تقاضوں کے ماتحت تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ چنانچہ مختلف موضوعات پر متعدد کتابچے طبع ہو کر ملک میں ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہوتے ہیں۔ یہ جامع کتاب پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آ رہی ہے ____ مقصد صرف ایک ہی ہے کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے، کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے؟ خالص سُنی حنفی مسلمانوں کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے؟ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ نے چند ماہ کی شب و روز محنت سے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے جس میں عقائد و عبادات، اخلاق و معاشرت اور معاملات سے متعلق مسائل کو مختصر مگر جامع طور پر پیش کیا گیا ہے۔ عقائد و عبادات کے سلسلہ کے مسائل تو مکمل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اور اخلاق و معاشرت سے متعلق بنیادی امور کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اگرچہ یہ کتاب زندگی میں نت نئے مسائل کے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ تاہم معاملات، بیع و شراء، نکاح و طلاق، اخلاق و معاشرت سے متعلق تفصیلی احکامات کے بیان کی ابھی گنجائش باقی ہے ____ قارئین کرام نے اگر رائے دی اور اصرار کیا، تو انشاء اللہ دوسرے حصے میں انہیں بھی ترتیب دے کر شائع کر دیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم سب اسلامی تعلیمات کو عملی طور پر اپنا لیں۔ تو دل کا چین اور زندگی کے سکون کی نعمت کو پا سکتے ہیں۔ کالج و سکول کے نوجوان، عام مسلمان اور مستورات اس کتاب کے مطالعہ سے اسلام کے ضروری احکامات سے واقف ہو سکتے ہیں۔

بحضورِ ربّ العالمین جل جلالہ و بحضورِ سید المرسلین، خاتم النبیین علیہ السلام عاجزانہ التجا ہے، کہ وہ اس سعی خطیر کو شرفِ قبولیت سے نواز لیں۔ اور ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(آمین)

الحاج شیخ امیر بخش آف مخدوم کارپوریشن میکلوڈ روڈ لاہور، ناظم شعبہ تبلیغ دار العلوم حزب الاحناف لاہور

مضامینِ کتاب

ضروری گزارش

حتی المقدور کتابت کی غلطیوں کو درست کیا گیا ہے، تاہم غلطیوں کا باقی رہنا بہت ممکن ہے۔ قارئین کرام و علماء عظام سے التماس ہے کہ جہاں علمی ۔ فقہی یا کتابت کی غلطی محسوس کریں ضرور مطلع فرماویں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔ (سید محمود احمد رضوی)

• نام کتاب ـــ دینِ مصطفٰے علیہ السلام • مصنف ـــ سید محمود احمد رضوی
• مطبع ـــ پرنٹکس لاہور • بار اول ایک ہزار ستمبر ۱۹۷۶ء
• ناظم اشاعت ـــ الحاج شیخ امیر بخش • بار دوم دو ہزار دسمبر ۱۹۷۷ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

نظرِ اوّلین

موجودہ مشینی دور میں مسلمان حصولِ روزگار اور مختلف قسم کی مصروفیتوں میں ایسے منہمک ہو گئے ہیں کہ علماء کی صحبت حتیٰ کہ جمعہ کا وعظ سننے کے لئے بھی وقت نہیں نکال لیتے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمان چھوٹے چھوٹے دینی مسائل سے بھی بے خبر ہوتے جارہے ہیں ـــــ اس بنا پر جناب محترم الحاج شیخ امیر بخش صاحب آف مخدوم کارپوریشن میکلوڈ روڈ لاہور کا ایک عرصہ سے یہ اصرار تھا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں اسلامی احکام و مسائل سادہ و عام فہم زبان میں مختصر مگر جامع طور پر پیش کیے جائیں۔ اگرچہ اس موضوع پر متعدد کتب شائع ہوئی ہیں مگر وہ اسلوب بیان اور طول وطویل مباحث کی وجہ سے عام مسلمانوں کے لئے زیادہ مؤثر اور مفید نہیں ہیں ـــــ محترم حاجی صاحب کے اس جذبۂ خلوص سے متاثر ہو کر راقم نے یہ کتاب جس کا نام دینِ مصطفےٰ ہے ترتیب دی ہے توقع ہے کہ جو احباب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے وہ راقم اور محترمی حاجی صاحب کو اپنی خاص دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ عمل کی نعمت سے نوازے۔ آمین ـــــ مسائل و احکام کے بیان میں چونکہ اختصار کو مدِنظر رکھا گیا ہے اس لئے ممکن ہے کہیں آپ کو تشنگی محسوس ہو تو اس کے لئے اس موضوع پر مفصل کتب کا مطالعہ یا کسی معتبر عالمِ دین سے رجوع مناسب ہوگا۔ خیال تھا کہ تمام مسائل ایک ہی جلد میں شامل کر دیے جائیں گے مگر ایسا نہ ہو سکا اس لئے کتاب کے دو حصے کر دیے گئے۔ پہلا حصہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ دوسرے حصہ میں بقیہ مسائل درج ہوں گے۔

سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقصودِ کائنات

کلمہ طیبہ کے دو ہی جز ہیں۔ توحید اور رسالت۔ ظاہر ہے خداوند قدوس جل مجدہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہی ہے کہ خدا کی تمام صفات پر ایمان لایا جائے اور رسالت کو ماننے کا مطلب بھی یہی ہے کہ رسالت کے خصائص ولوازم کو بھی تسلیم کیا جائے۔

اگر کوئی شخص زبان سے خدا کی توحید اور انبیاء کرام کی رسالت کا تو اقرار کرے مگر توحید کے لوازم اور رسالت کے خصائص تسلیم نہ کرے تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے۔

بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر رسول کے منصب و مقام اور اس کی آئینی و تشریعی حیثیت کا اعتراف و اقرار نہیں کرتے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام انسان کی حیثیت سے دیکھتے ہیں اور رسول کے مرتبہ و مقام اور منصب کے متعلق قرآنی تصریحات اور توضیحات کا بھی خیال نہیں رکھتے اور حضور کے زمانہ کے کفار کی طرح مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (ھود ۳) ہم تو تم کو اپنے جیسا ہی بشر دیکھتے ہیں کا نعرہ باطل لگاتے ہیں اور جو ذرا مہذب ہیں وہ آیہ مبارکہ قل انما انا بشر مثلکم کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے نبی و غیر نبی میں صرف وحی کا فرق ہے۔ باقی تمام اوصاف میں وہ عام انسانوں کے برابر ہے حق یہ ہے کہ دونوں نظریے نہ صرف یہ کہ باطل محض ہیں بلکہ تمام گمراہیوں کی جڑ بھی ہیں۔

کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی و غیر نبی میں وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ نبی القائے ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف و کمالات میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے یا اس کی حیثیت صرف ایک ایلچی اور قاصد کی ہے؟ بلکہ وحی کے امر فارق ہونے کا

مطلب و مفہوم ہی یہ ہے کہ رسول اخلاقی ۔ روحانی ۔ دماغی ۔ قلبی ۔ علمی ۔ عملی حیثیت سے عبدہ ہو کر عام انسانوں سے بہت بلند تر اور علانیہ ممتاز ہوتا ہے وہ آمر ۔ ناہی ۔ مزکی ۔ حاکم ۔ نور ۔ ہادی ۔ شارع اور داعی الی اللہ ہوتا ہے ۔ اس کی ذات کو اللہ تعالیٰ کائنات کے لئے روشنی کا مینار بناتا ہے اور اس کا قول و عمل سیرت و کردار دین اور شریعت قرار پاتے ہیں ——— وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں خود وحی اور عدم وحی کے سینکڑوں لوازم و خصائص اور اوصاف کا فرق پیدا ہوتا ہے

۱ ۔ جب صحابہ کرام بھی حضور کے اتباع میں کئی کئی دن متصل نفلی روزہ رکھنے لگے تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا ایکم مثلی تم میں کون میرے مثل ہے یطعمنی و یسقینی (بخاری)، میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۔

تو کیا عام انسانوں کو بھی یہ روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسر آتی ہے ؟ اور کیا وحی کے علاوہ دوسری حیثیتوں سے بھی مثلیت کی اسمیں نفی نہیں ہے ؟

۲ ۔ نیند کی حالت میں نبی کے قلب اطہر اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ۔ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا ۔ کیا یہ ہی کیفیت عام انسانوں کے دل کی بھی ہے ؟

۳ ۔ لوگوں کو نماز کی صفوں کو درست رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں بخدا تمہارے رکوع و سجود اور خشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں کیا عام انسانوں کی قوت بصارت کا یہ ہی عالم ہے ؟

۴ ۔ کتاب مجید میں فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کیا اسی شان سے آیات الہی کا مشاہدہ کسی اور آنکھ کو حاصل ہوا ہے ؟

۵ ۔ حضور سرور انبیاء علیہ السلام کے انتساب نے امہات المؤمنین کو جو مرتبہ و مقام اور شرف حاصل ہوا اس کا اقتضاء یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے ازواج مطہرات کو خطاب کر کے فرمایا ۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ اے نبی کی بیویو تم ایسی نہیں ہو جیسی ہر عورت ۔ تو اگر حضور کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو خود رسول تو بدرجہا اس کا سزاوار ہے وہ کاحد من الرجال نہ ہو اور اپنے خصائص و کمالات میں عام انسانوں سے بدرجہا بلند تر اور ممتاز ہو ۔

اِسلام دین کامل ہے

دنیا کے مذاہب میں وہ کاملیت اور ابدیت نہیں ہے جو اسلام میں ہے، دیگر مذاہب کسی ایک شعبہ پر زور دیتے ہیں اور دوسرے شعبہ کو تشنۂ تکمیل چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے دینی دنیاوی مسائل کی تکمیل کے لئے مذہب سے باہر کسی تعلیم کو اپنانے اور اس سے ہدایت لینے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دینِ اسلام ایک کامل و مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا۔ لیکن قرآن سے پہلے اس ہستی مقدس کو مبعوث فرمایا جس کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد رسول اللہ صلعم ہے حضور ہی کا سینہ قرآن پاک کا متحمل ہوا۔

جو اگر پہاڑوں پر نازل ہوتا تو خشیّت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ آپ صرف پیامبر نہ تھے، بلکہ قرآنِ مجسم تھے، قرآن دیا تو اس پر چل کے بھی دکھایا۔ آپ حق و باطل کا معیارِ مطلق تھے جسے سندِ قبولیت عطا فرمائی وہ نیکی ہے۔ جسے ردّ فرما دیا۔ وہ بدی ٹھہری۔ جو کہا وہ قانون بنا۔ جو کیا وہ وہ معیار ہوا۔

حضور قرآن مجسم قرآن ناطق۔ دین و شریعت کا محور و مرکز اور قرآن کے معلم ہوئے اس لئے تمام معاملات میں خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو سب کا مرکز سب کا مقصود حضور ہی کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ قرآن کو سمجھانا۔ قرآن کے الفاظ کی تفسیر کرنا۔ قرآن کے احکام کی وضاحت فرمانا یہ تمام فرمانِ نبوت ہیں۔ اسی لئے رب العٰلمین جل مجدہ نے اعلان فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنا (احزاب) تمہارے لئے تمہارے نبی کی سیرت بہترین لائحہ عمل ہے: یہ حضور کا اعجاز ہے کہ آپ نے تھوڑے عرصہ میں دین سے متعلق تمام ہدایات دے دیں۔ اور ہمیں اس راہ پر چھوڑا جس کی رات بھی دن ہے۔ حضور نے اپنے قول و عمل سے دین اسلام کے تمام گوشوں کی تکمیل فرما دی اور یہ اس لئے کہ تمام انبیاء میں خاتم نبوت آخری معلم۔ آخری نبی آخری رسول ہونے کا منصب آپ کو ہی حاصل ہے اگر انسان کے عملی و اخلاقی دینی و دنیاوی ضرورتوں کا کوئی گوشہ آپ سے تشنہ محروم رہ جاتا تو پھر آپ کے بعد کسی آنے والے ہادی کی ضرورت باقی رہتی لیکن ارتقاء نے آپ کی ذات پر تمام نعمتوں کو پورا کر دیا۔ اور آپ کو پیغمبروں کا خاتم بنا کر مبعوث فرمایا ــــــ وہ آئے یعنی حضور آئے۔ تمام سچائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔

نیابت بھی ان پر ختم ہوئی۔ اور معرفت بھی۔ حکمت بھی ان پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ کیونکہ آپ نے نیابت معرفت اور علم و حکمت، اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔

یہ کتاب۔ اسی مجموعۂ زیبائی و رعنائی کی شریعت مطہرہ کے احکام و مسائل کا مجموعہ ہے کوشش کی گئی ہے کہ شریعتِ محمدیہ کی تعلیمات کو پیش کرنے میں غلطی نہ ہو تاہم بندہ کا قلم خطا کا حامل ہے نفسِ مسائل کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ حسبِ ضرورت کہیں کہیں دلائلِ شریعت قرآن و سنت اجماعِ امت اور فقہِ حنفی کی عبارات لکھ دی گئی ہیں اور کہیں بطورِ اختصار آیات و احادیث اور فقہی مواد کا حاصل مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ کتاب کو مکمل کرنے اور لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عقیدہ کی اہمیت اور ضرورت

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ عقیدہ اور خیال کے بغیر حیاتِ انسانی کی بقا ناممکن ہے۔ عقیدہ کے عام معنی غیر متزلزل اور پختہ اصولی خیالات کے ہیں۔ یہ ہی اصولی خیالات انسان کے ارادہ اور عمل کے محرک ہوتے ہیں۔ خیال کے بغیر ارادہ اور عمل کا ظہور ناممکن ہے۔ ایک معمار مکان بناتا ہے تو پہلے اس کے ذہن میں ایک خیال ہوتا ہے۔ وہ خیال اس کو ارادہ پر مجبور کرتا ہے اور ارادہ عمل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ عمل اور ارادہ کا دارو مدار عقیدہ پر ہے جسم انسانی میں دل ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام اقلیم بدن پر حکمرانی کرتا ہے۔ یہ ہی گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جس کو عقیدہ' خیال یا ضمیر سے موسوم کرتے ہیں۔ معلم کائنات نے بھی دل ہی کو تمام اعضاء انسانی میں نیکی و بدی کا مرکز قرار دیا ہے۔

اَلَا وَ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً	انسان کے بدن میں گوشت کا ایک
اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ	ٹکڑا ہے جو اگر درست ہے تو تمام
وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ	بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو

کُلُّہٗ اَلَا وَ ھِیَ الْقَلْبُ — تمام بدن بگڑ گیا۔ ہاں وہ ٹکڑا دل ہے

قرآنِ حکیم نے دِل کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں۔ (۱) قلبِ سلیم: جو ہر گناہ سے پاک رہ کر نجات کے راستہ پر چلتا ہے۔ (۲) قلبِ آثم: یہ وہ ہے جو گناہوں کی راہ اختیار کرتا ہے (فَاِنَّہٗ آثِمٌ قَلْبُہٗ)۔ (۳) قلبِ منیب: رجوع ہونے والا دل۔ جو اگر کبھی بھٹکتا ہے تو فوراً نیکی کی طرف پلٹ آتا ہے۔

غرضکہ انسانی مشین کا ہر پرزہ اسی دل کے ارادہ اور نیت کی طاقت سے چلتا ہے اسی لئے حضور اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

"تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے"

علم نفسیات نے بھی اس مسئلہ کو بداہتہً ثابت کر دیا ہے کہ انسان کے عمل و ارادہ پر کوئی چیز حکمران ہے تو وہ اس کا عقیدہ ہے۔ انسان کی عملی اصلاح کے لئے اس کی قلبی و دماغی اصلاح مقدم ہے لہٰذا صحیح اور صالح عمل کے لئے ضروری ہے کہ چند اصول اس طرح مان لئے جائیں کہ وہ دِل کا غیر متزلزل اور غیر مشکوک عقیدہ بن جائیں۔ اور اس عقیدہ کے تحت ہم اپنے تمام کام سرانجام دیں۔

ایمان کے بغیر عمل بے کار ہے

قرآن حکیم نے ایمان کو تمام اعمال کی اساس قرار دیا ہے اور ایمان سے محروم افراد کے کاموں کی مثال راکھ سے دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور ان کا کوئی وجود نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

(۱) مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۔ (ابراہیم)	جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثل اس راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی۔
(۲) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ	جنہوں نے خدا کا انکار کیا ان کے کام

كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ۔ (نور)

اس سراب کی طرح ہیں جو میدان میں ہو جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے۔ تو وہاں کسی چیز کا وجود نظر نہ آئے۔

(۳) مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (نساء ۔ ۵)

اور جو نہ مانے اللہ ۔ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں ۔ اور رسولوں ۔ اور قیامت کو وہ ضرور کھلی گمراہی میں پڑا۔

ایمان کے معنیٰ

ایمان کے اصل معنیٰ کسی کے اعتبار و اعتماد پر کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔ کمافی القرآن :۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۔ (سورۃ یوسف ع ۳) — لیکن اصطلاح شرع میں ایمان یہ ہے کہ جو علم اور ہدایت اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائیں اس کی تصدیق کرنا اور ان کو حق جان کر قبول کرنا پیغمبر کی اس قسم کی کسی بات کو نہ ماننا ہی اس کی تکذیب ہے جو انسان کو کافر کر دیتی ہے لہٰذا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے كُلُّ مَاجَآءَ بِهِ الرَّسُوْلُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ان تمام چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے تصدیق کی جائے لیکن ان سب چیزوں کی پوری تفصیل جاننی ضروری نہیں ہے۔ یعنی ایمانیات سے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر تشریح خود فرمادی ہے اس کو اسی قدر تشریح کے ساتھ ماننا ضروری ہے اور ایمان کی جن باتوں کی حضور علیہ السلام نے مجمل رکھا ہے ان کو اسی اجمال کے ساتھ ماننا کافی ہے۔ غرض کہ جن امور کا ثبوت حضور علیہ السلام سے ایسے قطعی و بدیہی طریقہ سے ہو جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو دین کی ایسی باتوں کو اصطلاح شرع میں ضروریات دین کہتے ہیں۔ ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے اگر ان میں سے کسی کا انکار کرے مومن نہیں رہے گا۔ مختصر یہ کہ ایمان نام ہے حضور علیہ السلام کی تصدیق کا۔ ہر اس چیز میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور ضروری طور پر ہوا ہو۔ جو بات حضور سے تواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچی اس کا ثبوت قطعی جیسے قرآن۔ نمازوں کی تعداد۔ رکعات کی تعداد رکوع و سجدہ کی کیفیات۔ اذان۔ زکوٰۃ۔ حج۔ حضور کی ذات پر نبوت کا ختم ہونا۔ بایں معنی کہ حضور

آخری نبی ہیں۔ اور ضروری کے معنیٰ یہ ہیں۔ کہ اس بات کی شہرت مسلمانوں میں اس درجہ کی ہو کہ عوام تک اس سے واقف ہوں جیسے اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا، حضور کا نبی ہونا، جنت، دوزخ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت۔

ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے

حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اصل ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے مگر احکام شرعیہ کے نفاذ کے لئے زبانی اقرار بھی ضروری ہے جب کہ کوئی عذر مانع نہ ہو۔ کمی و زیادتی نہیں ہوتی جن آیات و احادیث میں بظاہر ایمان کے کم یا زیادہ ہونے کا بیان ہے اس سے ایمان کی قوت اور ضعف مراد ہے کیونکہ کم یا زیادہ وہ چیز ہوتی ہے جو لمبائی، چوڑائی، موٹائی رکھے اور ایمان کیف ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل بحث کے لئے فیوض الباری شرح بخاری کا حصہ اوّل مطالعہ کیجئے۔

مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے

اہلسنّت وجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ جبکہ وہ گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام عقیدہ رکھتا ہو ایسا شخص بالآخر جنت میں جائے گا خواہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اسے معاف فرما دے یا حضور شفاعت فرمادیں یا اپنے جرم کی سزا پاکر: اس کا آخری ٹھکانا بہرحال جنت ہی ہوگا خواہ کیسا ہی گنہگار ہو۔ مگر ہو مسلمان صحیح العقیدہ۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس کی بخشش کی دعا کی جائیگی اگر کسی نے بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔

اس ساری گفت گو کا خلاصہ یہ ہوا کہ

ایمان نام ہے ان تمام ضروری باتوں کا دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا جو حضور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے۔ قرآن وحدیث نے ایمان کی باتوں کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس کو اسی کیفیت ونوعیت سے ماننا ضروری ہے اور اپنی طرف سے اس کا کوئی نیا مفہوم ومعنی گھڑنا گمراہی ہے۔

کفر: جن باتوں کی تصدیق واقرار مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے ان کا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر ماننا ضروری ہے۔

مشرک کے معنیٰ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا۔ یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا جیسے مجوسی نیکی کے خالق کو یزداں اور برائی کے خالق کو اہرمن۔ یا جیسے مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے۔ شرک کفر کی بدترین قسم ہے۔ مشرک کی بخشش نہیں ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

منافق جو زبان سے اسلام کا اقرار کرے اور دل میں کفر کو چھپائے وہ منافق ہے۔ منافق کی سزا جہنم کا بدترین گوشہ ہے۔

مُرتد وہ ہے جو اسلام کو ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرے مثلاً عیسائیت یا یہودیت یا مرزائیت کو قبول کر لے۔ مرتد وہ بھی ہے جو اسلام کی کسی ایک ضروری[1] بات کی تکذیب و انکار کرے خواہ باقی باتوں پر اعتقاد رکھتا ہو مرتد اگر توبہ نہ کرے تو اس کی سزا موت ہے۔

مُلحد وُہ ہے جو اسلام کے عقائد۔ یا قرآن کی آیتوں کا ایسا ترجمہ اور معنیٰ کرے جو اجماع[2] کے خلاف ہو۔ الحاد اور زندقہ در اصل نفاق کی بدترین قسم ہے۔

کافر و منافق و ملحد و زندیق کا حکم جو شخص کافر۔ منافق۔ یا ملحد و زندیق ہو جیسے مرزائی یا وہ گمراہ فرقے جن کے عقائد کفر تک پہنچ گئے ہوں) کو سلام کرنا۔ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونا۔ ان کے لئے مغفرت و بخشش کی دعا کرنا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا حرام و ناجائز گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح انکا ذبیحہ یعنی ان کے ہاتھ کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا بھی ممنوع ہے کیوں کہ وہ مردار کی طرح ہے۔

---

[1] مثلاً نماز کی فرضیت کا انکار کر دے یا حضور کی شان میں گستاخی کرے یا حضور علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی (خاتم النبیین) نہ مانے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا قرآن میں جن نبیوں کا ذکر ہے ان میں سے کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار کر دے تو ایسا شخص مرتد ہے۔ [2] مثلاً یہ کہے کہ دنیا کا عیش و آرام باغ باغیچے ہی جنت ہیں۔ یا یہ کہے کہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بس صرف دل میں خدا کو یاد کر لینا نماز ہے یا یہ کہے نیکی کی قوت کا نام فرشتہ ہے اور بدی کی قوت کا نام شیطان ہے تو ایسا شخص ملحد و زندیق ہے۔

اسلام کے معنیٰ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو کسی کے سپرد کردینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہوجانا۔ انبیاء کرام کے لائے ہوئے دین کو اسلام اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بندہ اپنے کو بالکل اللہ تعالےٰ کے سپرد کردیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنی زندگی کا دستور بنا لیتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:۔

۱۔ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا (حج ع ۵)	تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے لہٰذا تم اسی کے مطیع (مسلم) ہوجاؤ۔
۲۔ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ۔ (نساء ع ۱۷)	اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کردیا (یعنی وہ بندہ مسلم ہوگیا)
۳۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران ۹)	اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور وہ آدمی آخرت میں سخت نقصان میں رہیگا۔

غرضکہ اسلام کی اصل روح یہی ہے کہ آدمی اپنے کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور ہر پہلو سے اس کا مطیع ہوجائے۔ انبیاء کرام جو شریعتیں لائے اس میں اس سلام کے لئے انہوں نے چند ارکان کی نشان دہی فرمائی۔ جن کی حیثیت اس حقیقتِ اسلام کے لئے پیکرِ محسوس کی سی ہے اور اس حقیقت کا نشو و نما اور اس کی تازگی انہیں ارکان سے ہوتی ہے جو تعبدی امور ہوتے ہیں اور ظاہری نظر انہیں ارکان کے ذریعہ ان لوگوں میں فرق و امتیاز کرتی ہے جنہوں نے اپنا دستورِ حیات اسلام کو بنایا ہے اور جنہوں نے نہیں بنایا۔ بہر حال حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آخری اور مکمل دستورِ حیات ہمارے سامنے رکھا۔ اس میں آپ نے عبادت الٰہی، نماز، روزہ، اور زکوٰۃ کو قرار دیا۔ اور مفصل حدیث میں توحیدِ خداوندی اور رسالت محمدی کی شہادت نماز، زکوٰۃ روزہ اور حج بیت اللہ کو ارکان اسلام قرار دیا (مسلم شریف) اور فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) کلمہ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج

بُنیادِ اسلام

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ — دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

اسلام دین کامل ہے ضابطۂ حیات ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

کلمہ شہادت — اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

ترجمہ: گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

دوم پانچوں وقت کی نماز پڑھنا۔ سوم رمضان شریف کے پورے روزے رکھنا۔ چہارم صاحبِ نصاب[1] کو زکوٰۃ دینا۔ پانچویں صاحبِ استطاعت[2] کو عمر میں ایک بار حج کرنا۔ ان پانچ باتوں میں سے کسی کا انکار کرنا کفر ہے۔

کلمہ طیبہ — لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ترجمہ: نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

ایمانِ مجمل — اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ — ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور

---

[1] یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا اتنی ہی مالیت کا سامانِ تجارت ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہے۔ اس کو سال گزرنے پر اپنے مال کا چالیسواں حصہ (ڈھائی روپیہ سیکڑہ) زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

[2] صاحبِ استطاعت وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کا سفر خرچ نکال کے واپس آنے تک اپنے بال بچوں کے روٹی کپڑے کا انتظام کر سکے۔ حج عمر میں ایک بار فرض ہے۔ بلا عذرِ شرعی تاخیر کرنا گناہ ہے۔

وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ۔ | مَیں نے اس کے تمام احکام قبول کئے

ایمانِ مفصّل

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

ایمان لایا مَیں اللہ پر۔ اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر۔

سید و سرور محمد نورِ جاں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں

شاد باش اے چشمِ مستِ مصطفےٰ
شد اسیر ایں قضا میرِ قضا

گر جُدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کُنی تو متن وہم دیباچہ را

—— مولانا روم

بلغ العلٰی بکمالہٖ
کشف الدجٰی بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

آمَنتُ بِاللہ۔ توحید صفاتِ الٰہی جل جلالہٗ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔ اے رسول تم فرمادو اللہ ایک ہے

اللہ تعالیٰ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ۔ نہ ذات وصفات میں نہ افعال واحکام میں ۔ اسکا وجود ضروری ہے وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا وہ خود بھی اور اس کی تمام صفات بھی ازلی ہیں ۔ ابدی قدیم ہیں ۔ وہی مستحق عبادت ہے ۔ اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں ۔ وہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں ۔ تمام جہان اس کا محتاج ہے وہ خالق ۔ رازق ۔ مالک ۔ تمام خوبیوں کا جامع ۔ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے ۔ ظاہر اور چھپی ہوئی چیز کو جانتا ہے زندہ ہے سونے اور اونگھنے سے پاک ہے ۔ وہ زمان ۔ مکان ۔ حرکت ۔ سکون شکل وصورت سے پاک ہے ۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا نہ اس کے لئے بیوی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید بدلتے نہیں ۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے ۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں وہ مالک حقیقی ہے جو چاہے کرے اس نے اپنے کرم سے مسلمانوں کے لے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور کافروں کو (بمقتضا عدل) جہنم میں داخل کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں تمام جہاں ساری کائنات کے انسانوں ۔ تمام انبیاء واولیاء کا علم اس کے علم کے آگے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا ۔ اس کو پکارنے کے لئے شریعت نے اس کے نام مقرر کردیے ہیں انہی ناموں سے پکارا جائے ۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ کائنات کی کوئی چیز قدیم ہے ۔ یا اللہ کی صفت مخلوق ہے یا وہ کسی کا باپ ہے یا کوئی اس کا بیٹا ہے یا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہے مگر جھوٹ بولتا نہیں یا یہ کہنا کسی چیز کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا علم نہیں ہوتا ۔ اس قسم کے تمام نظریات گمراہی وبے دینی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں ۔

اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ محال اس کی قدرت کے نیچے آئے ۔ اللہ تعالیٰ جہت ۔ مکان زمان شکل وصورت سے پاک ہے ۔

تصریح

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے موجود وحدہٗ لاشریک خالق کائنات متصرف موجودات اور رب العالمین ہونے پر یقین کیا جائے۔ عیب و نقص کی ہر بات سے پاک اور ہر صفت کمال سے اس کو متصف سمجھا جائے۔ اور اس کی تمام صفات علم و قدرت، ارادہ کلام، سمع و بصر و حیات پر ایمان لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے۔ عبادت میں یہ شرط ہے کہ جس کی عبادت کی جائے اس کی الوہیت کا اعتقاد بھی ہو۔ اللہ رب العزت جل مجدہٗ کا نام علم ہے جس میں شرکت نہیں ہوتی۔ اللہ وہ ذاتِ مقدس ہے جو واجب الوجود ہے متصرف بالذات ہے۔ تمام خوبیوں کا جامع اور عیبوں سے پاک ہے اور ساری کائنات کا خالق و رازق ہے۔ خدا کی اطاعت کو عبادت کہتے ہیں۔

لقاء الٰہی پر ایمان

لقاء الٰہی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جائے کہ آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار ہوگا۔ چنانچہ قرآن حکیم نے لقاءِ الٰہی کو مومن کے لئے بہترین نعمت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔ کہ جو شخص آخرت میں دیدار باری تعالیٰ کی تمنا رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ عمل صالح کو اختیار کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ حضور علیہ السلام نے سمجھانے کے لئے فرمایا قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کا چاند دکھائی دیتا ہے

کیا دُنیا میں دیدار الٰہی ممکن ہے

حدیث کے الفاظ کانك تراہ کا بعض لوگ یہ مفہوم لیتے ہیں کہ دنیا میں اللہ عزوجل کا دیدار ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں تعبد اللہ کانك تراہ اشارہ ہے مقام فنا کی طرف کہ جب بندہ اپنی ذات کو فراموش کر دے گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں ہے تو اس منزل پر پہنچ کر وہ خدا کو دیکھ لے گا۔

لیکن یہ معنی کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ	جان لو تم اس دنیا میں خدا کو نہیں
حَتّٰى تَمُوْتُوْا (مسلم شریف)	دیکھ سکتے حتیٰ کہ تم مرجاؤ۔

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممکن نہیں البتہ آخرت میں ہر

مومن کو اس کے دیدار کا شرف حاصل ہوگا جیسا کہ اہل سُنّت وجماعت کا مذہب ہے (۲)،
اس کے علاوہ قرآن پاک میں ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ط — اپنے رب کی موت آنے تک عبادت کرو۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک مکلف ہے جب تک کہ زندہ ہے اور مرجانے کے بعد اس پر کچھ فرض نہیں رہتا۔ تو اگر عبادت میں کسی کو اللہ تعالےٰ کا دیدار ہو جاتا ہے تو پھر تو دیدار باری کے بعد اس پر نماز فرض ہی نہیں رہیگی کیونکہ دیدار باری موت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ تو چاہیئے کہ جس کو خدا کا دیدار ہو جائے وہ عبادت ہی ترک کر دے حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ حدیث کے الفاظ کَاَنَّكَ تَرَاهُ کا مطلب یہ ہے کہ تم عبادت میں اتنا خلوص خشوع اور خضوع پیدا کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ۔ تو اگرچہ تم اس کو دیکھتے نہیں تو وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے اور جب وہ تم کو دیکھ رہا ہے تو پھر عبادت وبندگی ایسی ہونی چاہیئے جیسی کہ مالک کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

دنیا میں دیدار الٰہی حضور کے ساتھ خاص ہے

دنیا میں بحالتِ بیداری اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف صرف حضور علیہ السّلام کے ساتھ خاص ہے۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام کا یہی مسلک ہے۔ اولیاء اللہ کو بھی بحالت بیداری اللہ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے دل کی آنکھوں (خواب) میں اللہ کو دیکھا غلط کہتے ہیں کیونکہ خواب میں تو ہر مومن کیلئے خدا کا دیکھنا جائز بلکہ واقع ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں ایک سو بار دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے اور جس مسلمان کے بھی نصیب جاگیں خواب میں اسے دیدارِ الٰہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی کیفیت الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتی۔ قیامت کے روز جو دیدار ہوگا اس کی کیفیت ونوعیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ فرشتوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوگا۔ مستورات بھی آخرت میں دیدارِ باری سے مشرف ہوں گی۔

وَمَلٰئِکَتِہٖ ـــــــ فرشتوں پر ایمان

فرشتے نوری جسم رکھتے ہیں۔ نہ مرد ہیں نہ عورت ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ فرشتوں کے وجود کا انکار یا ان کی ادنیٰ گستاخی کفر ہے وہ اللہ تعالےٰ کے معصوم بندے ہیں ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں وہ اللہ کے حکم کے خلاف قصداً سہواً خطاءً بھی کچھ نہیں کرتے ہمیشہ اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام کو دنیا میں نافذ و جاری کرتے ہیں۔ روح قبض کرنا۔ وحی لانا۔ انسانوں کے اعمال کی نگرانی۔ ان کے ثواب اور گناہ کے کاموں کو لکھنا۔ بدکاروں پر عذاب لانا لعنت کرنا اور نیکوں پر خدا کی رحمت نازل کرنا وغیرہ ان کے سپرد ہے جنت و دوزخ کا کاروبار بھی انہیں کے اہتمام میں ہے۔ یہ اللہ کی بارگاہ قدس کے حاضر باش ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے جو شکل چاہیں بن جائیں۔ فرشتے خدا کی نافرمانی نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جو اس کا حکم ہو۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات میں ایک مستقل نوع کی حیثیت سے ان کے وجود کو حق مانا جائے اور یہ یقین کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ و محترم مخلوق ہیں۔ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ۔ جن میں شر، شرارت، عصیان اور بغاوت کا مادہ ہی نہیں ہے۔ وہ چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ ان کا کام صرف اللہ کی عبادت ہے۔ فرشتے نہ مرد ہیں نہ عورت۔ ان کے وجود کا انکار کرنا یا نیکی کی قوت کو فرشتہ کہنا کفر ہے۔

ملائکہ کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

جو لوگ وجودِ ملائکہ کے منکر ہیں یا اس کو وہمی یا خیالی چیز سمجھتے ہیں۔ وہ ان کے عدم وجود پر سب سے اہم دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو نظر آتے لیکن یہ سخت جاہلانہ شبہ ہے دنیا میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جن کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن وہ نظر نہیں آتیں آج سے کچھ عرصہ پہلے جبکہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ ہوا، پانی، خون کے قطرہ میں جراثیم، کیا کسی نے دیکھے تھے؟ لیکن آج خوردبین کے ذریعہ ہر آنکھ والا ان جراثیم کو دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح روح کو لیجئے۔ کیا یہ نظر آتی ہے اور کیا اقلیم بدن میں جو چیز جان کے نام سے موسوم ہے اور جس کے وجود کو

ایک دہریہ بھی تسلیم کرتا ہے کسی آلہ سے دیکھی جاسکتی ہے؟ تو جیسے ہماری آنکھیں خود اپنی روح یا جان کو دیکھنے سے عاجز ہیں اسی طرح وہ فرشتوں کے دیکھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ جو چیز نظر نہ آسکے اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے یہ استدلال و دلیل غلط ہے ــــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا فرشتے نور سے جن آگ کی لپیٹ سے جس میں دھواں ملا ہو اور آدم سیاہ و سپید سُرخ مٹی سے بنائے گئے۔

رسل ملائکہ تمام فرشتوں میں چار فرشتے زیادہ مقرب ہیں۔ حضرت جبرائیل۔ علوم ربانی و وحیِ الٰہی کا لے جانا ان کے سپرد ہے۔ میکائیل تمام مخلوقات کو رزق تقسیم کرتے ہیں اِسرافیل صور پھونکنے کے ذمہ دار ہیں۔ آپ پہلی بار تمام کائنات کی ہلاکت کے لئے صور پھونکیں گے۔ فرشتے جنت، دوزخ، لوح و قلم، عرش و کرسی غرضکہ تمام مخلوقات فنا ہو جائے گی خواہ فنا ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو مگر آئے گی سب پر۔ پھر اللہ تعالیٰ دوامی و ابدی زندگی عطا فرمائے گا یہ اس کا کرم اور قدرت ہے ــــــ دوسری بار اس کے پھونکنے سے مردے قبروں سے اٹھیں گے۔ اور میدانِ حشر میں حاضر ہوں گے۔ عزرائیل تمام عالم کی ارواح قبض کرنے کے مختار و مجاز ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ آٹھ وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ بھی بڑی عظمت والے ہیں۔

فرشتوں کے اجسام نوری ہیں۔ ان کی قوت و عظمت کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ایک کان کی لو سے لے کر کندھوں تک کا درمیانی حصے کا فاصلہ دو سو برس اور سات سو برس کے برابر ہے اور یہ بھی اللہ کی قدرت ہے۔ ہر فرشتہ کا ایک مخصوص مقام اور درجہ ہے اور وہ اس ــــــ مقام اور درجہ سے تجاوز نہیں کر سکتے۔

فائدہ فرشتے جب سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان پر موت طاری نہیں ہوئی۔ قیامت تک زندہ رہیں گے بلکہ نزول آیہ مبارکہ کل نفس ذائقۃ الموت تک فرشتے اپنی موت سے واقف ہی نہ تھے۔ فرشتے اس وقت مریں گے جب پہلا صور پھونکا جائیگا حضرت عزرائیل ان کی روح قبض کریں گے۔ جس کے بعد حضرت عزرائیل پر موت طاری ہوگی یعنی

جب سب فنا ہو جائیں گے تو صرف جبرائیل و میکائیل زندہ رہ جائیں گے حکم ہوگا میکائیل کی روح قبض کرو۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل امین پر موت طاری ہوگی۔ سب کے بعد عزرائیل سے اللہ فرمائے گا تو بھی مرجا وہ بھی مر جائیں گے جب سب فنا ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا لمن الملک الیوم جواب کہاں سے اور کون دیگا؟ اسپر اللہ تعالیٰ فرمائیگا للہ الواحد القھار بس پھر اللہ ہی واحد قہار باقی رہ جائے گا۔ اسی کی بادشاہی اور وہی غالب یہ الفاظ و حروف زمان و مکان جن و انس و ملائکہ سب ہی فنا ہو جائے گا۔ اسی کا وجہہ کریم ہمیشہ رہے گا۔

قرآن مجید میں فرشتوں کے متعلق فرمایا۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ قدر۔	ہر کام کو لے کر نیچے اترتے ہیں (فرشتے)
بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ	(فرشتے) وہ بزرگ بندے ہیں۔
انبیاء ۔ ۲	
يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ	خدا جو انہیں حکم دیتا ہے وہی کرتے ہیں۔
تحریم ۔ ۱	
يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۔ رعد ۔ ۲	بجلی کی کڑک اور فرشتے خدا کے ڈر سے اس کی حمد و تسبیح کرتے ہیں۔
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۔ ق ۔ ۲	کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان ہے۔
كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۔ انفطار ۔ ۱	جو کچھ تم کرتے ہو فرشتے اس کو لکھنے اور جاننے والے ہیں۔
وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	جو ایمان لاتے ان کے لئے فرشتے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔
مومن ۔ ۱	

جن اللہ تعالےٰ کی ایک مخلوق جن بھی ہے جن کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے۔ یہ انسان کی طرح عقل جسم اور روح رکھتے ہیں۔ کھاتے پیتے۔ شادی بیاہ کرتے ہیں ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ انسانوں کی طرح مختلف مذاہب سے تعلق

رکھتے ہیں۔ مسلمان جن جنت میں کافر جن دوزخ میں جائیں گے۔ انہیں یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ کافر جن زیادہ ہیں یہی بعض اوقات ستاتے ہیں سخت شریر ہوتے ہیں ـــــ جنوں کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کو جن قرار دینا کفر ہے۔ ابلیس (شیطان لعین) بھی جن ہی ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا۔

وَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ۔ بنی اسرائیل۔ ۱۵	اور (ابلیس شیطان) قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔
يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ ۔ رحمٰن ۔ ۳	اے گروہ جنات ؟۔
خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنَ النَّارِ ۔ رحمٰن ۔ ۳	جن کو پیدا فرمایا آگ کے شعلہ سے (بے دھواں آگ)

اسی لئے شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا۔ فرشتہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا۔

جنوں کیلئے ثواب اور جنت نہیں ہے

(جن قیامت کے دن دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے۔ صحیح یہ ہے کہ انہیں نہ ثواب ملتا ہے اور نہ جنت میں جائیں گے۔ ان کی نیکیوں کا بدلہ صرف یہی ہے کہ دوزخ کی آگ سے نجات پائیں البتہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ جن بھی جنت میں جائیں گے۔

جنوں کے اسلام لانے کا مختصر واقعہ

عکاظ زمانۂ جاہلیت کا ایک بازار تھا جس میں ہر سال عرب مجتمع ہوتے اور اشعار کے ذریعہ ایک دوسرے کی ہجو کرتے اور مجلس عیش و نشاط قائم کرتے تھے۔ تہامہ مکہ مکرمہ کی زمین کو کہتے ہیں اور نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر ہے (۴) اسلام سے پہلے عرب میں جنوں کا تسلط تھا۔ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ بت خانے کے عاملوں اور کاہنوں سے ان کی دوستی ہوتی تھی۔ اور یہ ان کو غیب کی خبریں بتایا کرتے تھے۔ جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے۔ ملاءِ اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتوں کو اس کا علم ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ

بات وہاں پہنچتی۔ جہاں سے نیچے دنیا کی سرحد شروع ہوتی ہے۔

اسی آخری آسمان سے جن چھپ چھپا کر فرشتوں کی باتیں سن کر اور سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں اور اضافہ کر کے انسانوں میں مشتہر کر دیتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہائے آسمانی میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہوا اور جن اور شیاطین اوپر چڑھنے سے روک دیے گئے۔ کیونکہ جب شیاطین اپنی سرحد سے بڑھ کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہتے تو فوراً ایک چمکتا ہوا ستارہ شہابِ ثاقب ٹوٹ کر ان پر گرتا اور جن کوئی آسمانی بات نہ سن سکتے۔

جب ٹوٹنے والے ستاروں کی بھرمار ہو گئی اور کاہنوں کے خبر رسائی کے ذرائع مسدود ہو گئے۔ تو آسمان کے اس انقلاب نے جنوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ سب نے کہا کہ یقیناً روئے زمین میں کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔ آخر جنوں کی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ساری رات دنیا کا گشت لگانا چاہیئے اور اس اہم واقعہ کو معلوم کرنا چاہیئے چنانچہ جنوں کے ایک وفد نے یہ کام شروع کر دیا اور روئے زمین کو چھان ڈالا۔

ادھر حضور علیہ السلام قبائل میں دورہ کر کے تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں رات کے وقت نخلہ میں قیام ہوا اور صبح کے وقت حضور اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ نماز فجر میں مصروف تھے اور قرآن کی آیتیں جہر کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے۔ اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو تفتیش حال کے لئے تہامہ کی طرف آئی تھی۔ اس کا اس مقام پر گزر ہوا۔ جب جنوں کی اس جماعت نے حضور کی زبان مبارک سے قرآن کی آیتیں سنیں تو یکبار پکار اٹھی۔

هٰذَا وَالَّذِی حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ (بخاری)

کہ یہ ہی وہ نورِ حق ہے جو درخشاں ستاروں میں ہمیں نظر آتا ہے اور جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں سکتے۔

قرآن کی آیتیں سن کر جنوں کی ایک جماعت اپنی قوم کی طرف واپس لوٹی اور ان کو خاتم نبوت کے ظہور کی بشارت سنائی اور کہا کہ

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا وَّ لَنۡ یُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۔
(قرآن شریف)

ہم نے عجیب وغریب کتاب الٰہی سُنی جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہرگز خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے ۔

اس واقعہ کے بعد سے جنوں کے اسلام لانے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور فوج در فوج جنات دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے ۔ جن کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے ۔ امام مسلم و احمد ترمذی حضرت علقمہ سے راوی ہیں ۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے لیلۃ الجن کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ۔ کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے حضور کو نہ پایا اور حضور کے اس طرح غائب ہو جاتے سے ہم کو اضطراب و قلق میں مبتلا کر دیا اور یہ رات بڑی بے چینی سے بسر ہوئی صبح کو ہم نے دیکھا کہ حضور غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں ۔ ہمارے استفسار پر حضور نے فرمایا ۔

اتانی داعی الجن فاتیتھم فقرات علیھم فانطلق فاراناآثار نیرانھم ۔
خصائص ج ۲ صـ ۱۳۰

رات جنوں کا قاصد آیا اس کے ساتھ گیا ۔ مَیں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا ۔ اس کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات دکھلائے ۔

(۵) یہ جن جو قرآن سُن کر ایمان لائے اور انہوں نے جو کچھ اپنی قوم سے جا کر کہا سورۃ جن میں اسی کا تذکرہ ہے ۔

★

وکتبہ ـــــــ کتب الٰہی اور قرآن پر ایمان

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ — اے رسول ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن حق کے ساتھ نازل کیا۔

آمنوا بما نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ — ایمان لائے اس پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

سورہ محمد - ۱

وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ — اور جو ایمان لائے اس پر جو آپ سے پہلے (رسولوں پر) نازل ہوا۔

بقرہ - ۱

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ — ہم نے یہ ذکر قرآن اتارا اور بیشک ہم اس کے ضرور نگہبان ہیں۔

حجر - ۱

قرآن مجید سنہ ۶۱۰ء میں حضور پر نازل ہوا۔ رہتی دنیا تک کے لئے نسخۂ کیمیا ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کا لب لباب ہے۔ تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے تیرہ لاکھ اور باقی مجتہدین نے ایک کروڑ مسائل اخذ کیئے۔ حضرت ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اب تک جس قدر علوم قرآن مجید سے انسان معلوم کر سکا ہے ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔ مدتِ نزول ۲۲ سال ۵ ماہ ہے۔ جملہ کاتبانِ وحی کی تعداد ۴۰ ہے۔ دس ہزار صحابہ اس کے حافظ ہوئے حضور نے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کو قرآن پڑھایا۔ قرآن مجید ایک بے مثل کتاب ہے اس کی فصاحت و بلاغت، چاشنی، رعب اور حسن کی نظیر ناممکن ہے۔ قرآن جیسی ایک سورت بھی کوئی نہیں بنا سکتا۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ۔ — اس کی مثل کوئی چھوٹی سی سورۃ کہہ لاؤ

یہ قرآن کا چیلنج ہے اور یہ بات بھی قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن مجید ایک محفوظ کتاب ہے۔ اس کی نگہبانی کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس لئے اس میں کمی زیادتی، تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس دوسری آسمانی کتابوں کی نگہبانی کا

ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا اس لئے توریت و انجیل وغیرہ میں عیسائیوں اور یہودیوں نے کمی و بیشی تغیر و تبدل کر دیا ــــــ اس لئے موجودہ توریت و انجیل محرف ہے۔ ان آسمانی کتابوں کی جو بات قرآن مجید کے مطابق ہوگی مانی جائے گی ورنہ نہیں۔

قرآن مجید دستور کی کتاب ہے۔ اسلامی نظام کے تمام اصول قرآن میں ہیں اور سنتِ رسول قرآنی اصولوں کی شرح ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حضور علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ قرآن شریف کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے وہ آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہے قرآن شریف میں سارے علوم ہیں وہ بے مثل کتاب ہے۔ تمام انسان، جن اور فرشتے مل کر بھی قرآن شریف کی ایک آیت کی مثل نہیں بنا سکتے۔

قرآن کو وحیِ جلی اور وحی متلو بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی سورۃ یا آیت سناتے تو وہ حضور کو حفظ ہو جاتی اور آپ صحابہ کو لکھوا دیتے۔ قرآن مجید کی ترتیب وہی ہے جو حضور نے صحابہ کرام کو لکھوائی اور بتائی۔ قرآن کی بیان کردہ ہر بات پر ایمان لانا ضروری ہے اور کسی ایک بات کا انکار کفر ہے۔ انبیاء کرام پر اللہ تعالیٰ نے جو صحیفے اور کتابیں نازل کیں ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے البتہ ان میں چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ (۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ (۲) انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر (۳) زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور سب سے افضل اور کامل کتاب قرآن جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، نازل ہوئی جیسے قرآن مجید پر ایمان لانا ضروری ہے ایسے ہی اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے اور قرآن اب تک محفوظ ہے۔ محفوظ رہے گا ــــــ یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن مجید کی کچھ آیاتِ قرآن سے نکال دی گئیں یا قرآن میں کمی بیشی ہوگئی ہے کفر صریح ہے۔

تمام آسمانی کتابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ کرام و اہلبیت اطہار کا ذکر ان کے حالات و اوصاف سابقہ انبیاء کرام کے احوال اور حضور کے فضائل و مناقب درج تھے، پہلی امتیں حضور کے نام پاک کا وسیلہ دے کر اللہ تعالےٰ سے مشکلات کے حل ہونے

کے لئے دعائیں کرتے تھے۔

قرآن مجید

۶۱۰ء میں حضور پر نازل ہوا۔ جو کہ تمام دنیا کے لئے قیامت تک نسخہ حیات ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جو حضور پر نازل ہوئی مصحف میں لکھی ہوئی ہے۔ نقل متواتر سے جس میں شبہ بالکل نہیں ہے۔ قرآن نظم و معنی دونوں کو کہیں گے۔

جمع قرآن

حقیقتاً قرآن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے انا علینا جمعہ و قرآنہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے صورت حال یہ ہے۔ سب سے پہلے جامع قرآن حضور اکرم ہیں۔ پھر حضرت امیر المومنین صدیق اکبر پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے قرآن مجید بذریعہ جبرائیل نازل ہوا جبرائیل کی زبان سے حضور نے سُنا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حضور کے سینہ اقدس میں جمع فرما دیا ——— قرآن مجید کے نزول کی کیفیت یہ تھی۔ کہ وہ متفرق آیتیں ہو کر اترا کسی صورت کی کچھ آیات اتریں۔ پھر دوسری سورۃ کی آیتیں نازل ہوئیں۔ پھر سورۃ اول کی نازل ہوئیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے بار بار فرماتے۔ یہ آیات فلاں سورۃ کی ہیں۔ فلاں آیت کے بعد فلاں آیت کے پہلے رکھی جائیں اسی طرح قرآن کی سورتیں منظم ہو گئیں اور صحابہ کرام حضور سے سن کر اسی ترتیب سے یاد کر لیتے۔ نمازوں اور تلاوتوں میں پڑھتے تھے۔ تو قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور تکمیل۔ سورتوں کی تفصیل جیسی کہ اب ہے بزمانہ نبوی اللہ کے حکم۔ جبرائیل امین کے بیان اور حضور کے ارشاد کے مطابق ہوئی لیکن اس وقت صورت یہ تھی کہ صدہا صحابہ کرام کے سینہ میں قرآن مجید محفوظ تھا یا متفرق کاغذوں پتھر کی تختیوں بکری دنبہ کے کھال۔ اور ان کی پسلیوں کی ہڈیوں میں لکھا ہوا تھا یکجا کتابی شکل میں نہ تھا ——— جب جنگ یمامہ مسیلمہ کذاب سے ہوئی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اس جنگ میں جو کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔ صدہا حافظ قرآن شہید ہو گئے اس وقت فاروق اعظم نے خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر سے عرض کی کہ بہت صحابہ جو قرآن کے حافظ تھے شہید ہو گئے۔ جہاد میں یہ سلسلہ جاری ہے قرآن مجید اگر اسی طرح متفرق رہا تو یہ مناسب نہیں ہے۔ بہتر ہے قرآن مجید کی سب سورتیں یکجا کر لی جائیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ کو حکم دیا اور اس طرح جو قرآن مجید مختلف اوراق پہ تھا

یکجا جمع ہوگیا ہر سورت ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں مرتب ہوگئی۔ اور یہ صحیفے حضرت صدیق اکبر ان کے بعد فاروق اعظم ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس رہے۔

دوسرا دور

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے حضور چونکہ قریشی تھے اس لئے قرآن مجید لغتِ قریش میں اترا تھا ——— عرب کے مختلف قبائل کا لہجہ قرأت۔ طرز تلفظ علیحدہ علیحدہ تھا اور ہر قوم اور قبیلہ اپنے لغت لہجہ تلفظ اور طرز پر قرآن پڑھتا تھا۔ جب حضرت عثمان کا دور آیا تو انہوں نے یہ ضروری سمجھا جو سہولت ابتدائی دور میں ہر قوم و قبیلہ کو دی گئی تھی کو وہ اپنے لغت لہجہ و طرز میں قرآن مجید پڑھ سکتے ہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ قرأت کے اختلاف سے فتنہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ آپ نے حسب مشورہ حضرت علی قرآن مجید کو ایک لغت قریش پر مرتب کرنے کا عزم کیا اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں جو مصحف مرتب ہوئے تھے جو زوجۂ رسول حضرت حفصہ کے پاس رہے ان سے لے کر من و عن ان کی نقلیں لے کر تمام سورتیں ایک جگہ کتابی شکل میں جمع کر کے تمام اسلامی شہروں مکہ، شام، یمن۔ بحرین۔ بصرہ، کو فرارسال کر دیں اور ایک مدینہ طیبہ میں رہی اور اصل صحیفے۔ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے جمع کئے تھے وہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیے چنانچہ یہ صحیفے خلافتِ امیر معاویہ تک محفوظ رہے تاآنکہ مروان نے لے کر چاک کر دیے ——— بہرحال امیر المومنین عثمان غنی نے سارا قرآن مجید کتابی صورت میں جمع کر کے تمام امت کو اسی لغتِ قریش پر مجتمع کر کے اسی ایک لغت پر پڑھنے کا حکم دیا

چنانچہ آج جو قرآن مجید آج ہمارے پاس ہے یہ اسی لغتِ قریش پر ہے جو حضور کے زمانہ میں حفاظ صحابہ کے سینہ میں تھا۔ یا متفرق طور پر مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں ہر صورت مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ جمع تھی اور حضرت حفصہ ام المومنین کے پاس محفوظ تھی۔ اسی بنا پر حضرت عثمان غنی کو جامع القرآن کہا جاتا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

★

قرآن مجید کے فضائل و آدابِ تلاوت

(۱) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (۲) فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔

(۱) قرآن سے جو میسر آئے پڑھو۔ جب قرآن پڑھا جائے (۲) تو اُسے سنو اور چپ رہو۔

قرآن مجید نہایت ہی مقدس و مطہر کتاب ہے۔ تمام برکات و حسنات اور علوم کا خزانہ ہے قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنا مستحب ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک حرف پڑھا اس کے لئے نیکی ہے۔ دس نیکیوں کے برابر (ترمذی) میری امت کی بہترین عبادت تلاوتِ قرآن ہے (بیہقی) اپنے مکانوں کو قرآن کی تلاوت اور نماز سے روشن و منور کرو قرآن مجید روزِ قیامت سفارش کرے گا (مسلم) جس کے سینہ میں قرآن نہیں وہ ویران مکان کی طرح ہے تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ حافظِ قرآن کے والد کو روزِ قیامت ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔ ——— تمام قرآن حفظ کرنا امت پر فرض کفایہ ہے اگر حفاظ کی تعداد کثرت و تواتر کو نہ پہنچے تو سب مسلمان گنہگار قرار پائیں گے

قرآن مجید کا دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ قرآن مجید کو دیکھنا اور ہاتھ سے چھونا بھی عبادت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قرآن مجید با وضو۔ قبلہ رو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب اور ابتدائے سورۃ میں بسم اللہ پڑھنا سنت و مستحب ہے تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مناسب نہیں۔ مجمع میں سب کا قرآن مجید کو بلند آواز سے پڑھنا ممنوع ہے۔ سب آہستہ پڑھیں۔ بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر خاموشی سے سننا فرض ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔ حضور نے فرمایا جو قرآن پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن کوڑھی ہو کر اٹھے گا۔ (ابو داؤد)

قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا سیکھنا لازمی ہے۔ ترجمہ بھی سیکھ لے تو نور علی نور ہے

قرآن مجید کی تلاوت بے وضو بھی جائز ہے مگر بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے اور جنبی جسے نہلانے کی ضرورت ہو۔ وہ مستورات جو حیض و نفاس والی ہوں انہیں قرآن مجید کو چھونا۔ زبانی یا دیکھ کر پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا ناجائز ہے۔ قرآن مجید کے اوراق بوسیدہ ہوجائیں تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغلی قبر بنا کر ادب و احترام سے دفن کر دینا چاہیئے۔ اگر بلا اختیار قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے یا پاؤں تلے آجائے تو اٹھا کر چوم لیجئے۔ استغفار کیجئے۔ قرآن کے ہم وزن آٹا خیرات کر دینا اچھا ہے۔ قرآن مجید یا دینی کتابوں کی طرف پیٹھ یا پاؤں کرنا بے ادبی ہے۔

قرآن مجید کا ادب و احترام لازم و واجب ہے۔ جان بوجھ کر قرآن مجید کی بے ادبی کرنا کفر ہے قسم کے طور پر قرآن پر ہاتھ رکھنا۔ یا سر پر رکھنا یا قرآن کی قسم کھانا مناسب نہیں اگرچہ قسم ہوجائیگی اور قسم توڑنے پہ کفارہ لازم ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص رشک کے قابل ہے جو صبح و شام قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ بوقت تلاوتِ قرآن ہنسنا، بے فائدہ بات کرنا، بے جا حرکت کرنا۔ ناجائز چیز کی طرف دیکھنا۔ کسی سے بات کرنے کے لئے تلاوت قطع کرنا۔ بہت ہی نامناسب ہے جس روز قرآن ختم ہو اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ جب آدمی سارا قرآن ختم کر لیتا ہے تو یہ وقت نزولِ رحمت کا ہے اس وقت ایک دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے اور سب مسلمانوں کے لئے خیر و برکت اور گناہوں کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیئے

علم تفسیر تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن کے احوال سے بحث کی جاتی ہے اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد پر دلالت کرے۔ تفسیر کے لئے نقل کی ضرورت ہے یعنی حضور کے ارشادات تفسیر کا موضوع قرآن ہے۔ اس کی غرض احکام الہٰیہ اصولِ دین حلال و حرام کی معرفت (پہچان) ہے۔

تاویل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کا علمی دلائل قرائن اور قواعد نحو و صرف کی بنیاد پر ایسے معنیٰ کرنا۔ جو اسلام کے بنیادی اصول کتاب و سنت اجماع امت کے خلاف نہ جائیں۔ تفسیر قرآن اس طرح کی جاتی ہے۔

قرآن کی تفسیر خود آیاتِ قرآن سے۔

تفسیر قرآن بالحدیث ۔

تفسیر قرآن ۔ باقوالِ صحابہ خصوصاً، فقہا صحابہ و خلفاء راشدین

تفسیر قرآن ۔ تابعین و تبع تابعین کے اقوال سے ۔

تحریف مشتق ہے حرف سے ۔ حرف کے معنی علیحدگی ۔ کنارہ کشی کے ہیں ۔ تحریف یہ ہے کہ کلام کا مطلب و معنی ایسا بیان کیا جائے جو کلام کرنے والے کی مراد کے خلاف ہو تحریفِ لفظی ۔ الفاظ میں تبدیل کر دینا ۔ تحریف معنوی یہ ہے کہ قرآن مجید کا ایسا مفہوم بیان کرنا جو قرآن کی تشریحات یا حضور کی تشریحات یا جس معنیٰ پر امت کا اجماع ہے اس کے خلاف ہو ۔ دونو قسم کی تحریف کا مرتکب گمراہ بے دین ہے ۔

مفسّر کی شرائط قرآن مجید کا ترجمہ کا تفسیر کرنے والے کے لئے کم از کم ان اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے (۱) عربی زبان (جس میں قرآن نازل ہوا) سے اور اس کے قواعد صرف و نحو، بلاغت و لغت) سے بخوبی واقف ہو ۔

۲ ۔ قواعدِ شریعت و اصول دین اور اصطلاحات شرعیہ سے واقف ہو ۔

۳ ۔ علم قرآت سے واقف ہو ——— کیونکہ بعض اوقات ایک قرات دوسری قرأت کے لئے تفسیر ہوتی ہے

۴ ۔ اسبابِ نزول سے واقف ہو ۔ کہ آیت کس بارہ میں اور کس موقع پر نازل ہوئی ۔ کیونکہ موقع و محل کے معلوم ہونے سے مراد واضح ہوتی ہے ۔

۵ ۔ احادیث نبویہ و اقوالِ صحابہ سے واقف ہو کیونکہ آیت کا شان نزول اور موقع و محل احادیث نبویہ و اقوالِ صحابہ ہی سے واضح ہوتا ہے ۔

۶ ۔ ناسخ و منسوخ سے واقف ہو ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنی ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس نے کفر کیا جس نے اپنی ذاتی رائے سے قرآن کی تفسیر اگر صحیح بھی کی تو بھی خطار کی (ترمذی)، اس لئے محض اپنی ذاتی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرنا ممنوع و حرام ہے ۔

آیاتِ قرآن دو قسم پر ہیں

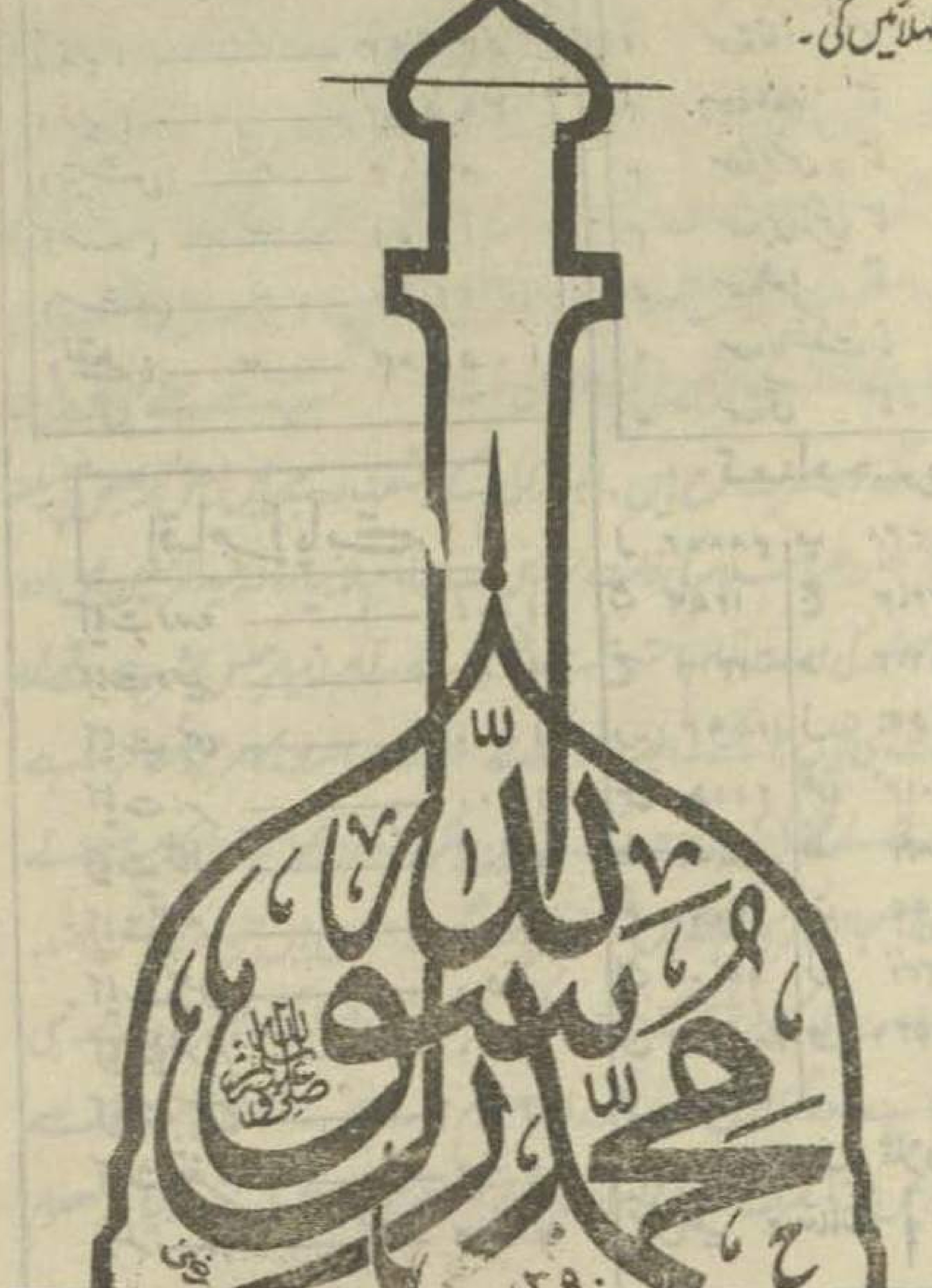
محکمات جن کا مطلب بالکل واضح ہے جن میں حکم۔ منع۔ بشارت۔ ڈرانا۔ قصص مثالیں ایسے امور بیان ہوتے ہیں۔
متشابہات۔ یہ حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اسرار و رموز ہیں ان کے معنی امرادی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے جیسے حروفِ مقطعات۔

نسخ کے معنی

حکم کی تبدیلی ہے۔ اور صاحب شرع (رسول) کے حق میں بیانِ محض (مدارک) قرآن کی آیاتِ منسوخہ تین قسم ہیں۔ حکم و تلاوت دونوں منسوخ۔ حکم منسوخ تلاوت منسوخ نہیں۔ تلاوت منسوخ حکم منسوخ نہیں۔

مکی مدنی آیات

وہ آیات جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اگرچہ مکہ میں یا کسی اور جگہ وہ مکی ہیں۔ اور جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں اگرچہ ان کا نزول مکہ ہی میں ہوا ہو وہ مدنی کہلائیں گی۔



قرآن	ایک نظر میں	کُل مدتِ نزول	۲۲ سال ۵ ماہ

کُل تعداد کلمات (چھیاسی ہزار چار سو تیس) ۸۶۴۳۰

کُل تعدادِ حروف ۳۲۳۷۶۰

پارے	۳۰
منزلیں	۷
سورتیں	۱۱۴
رکوع	۵۴۰
کل آیات	۶۶۶۶

حرکاتِ اعراب

(زبر)	َ	۵۳۲۲۳
(زیر)	ِ	۳۹۵۸۲
(پیش)	ُ	۸۸۰۴
(مد)	ٓ	۱۷۷۱
(شد)	ّ	۱۲۷۴
(نقطے)	..	۱۰۵۶۸۴

اقسامِ آیات

آیاتِ وعدہ	۱۰۰۰
آیاتِ وعید	۱۰۰۰
آیاتِ نہی	۱۰۰۰
آیات امر	۱۰۰۰
آیات مثال	۱۰۰۰
آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰
آیات تحریم	۲۵۰
آیات تسبیح	۱۰۰
آیات متفرقہ	۶۶
جملہ	۶۶۶۶

جملہ کاتبانِ وحی ۴۰ صحابہؓ

وحیِ اوّل

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ

سورۂ علق ــــــ آیت ۱ تا ۵

آخری وحی

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ (البقرہ آیت ۲۸۱)

یا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ ۳)

منازل کی تقسیم

۱	سورۂ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
۲	سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
۳	سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
۴	سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
۵	سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰسین
۶	سورہ والصّٰفّٰت	تا	سورۂ حجرات
۷	سورہ قٓ	تا	سورہ والناس

تعدادِ حروف

ا	۴۸۸۷۲	ب	۱۱۴۲۸	ت	۱۱۹۹
ث	۱۲۷۶	ج	۳۲۷۳	ح	۹۷۳
خ	۲۴۱۶	د	۵۶۰۲	ذ	۴۶۷۷
ر	۱۱۷۹۳	ز	۱۵۹۰	س	۵۹۹۱
ش	۲۱۱۵	ص	۲۰۱۲	ض	۱۳۰۷
ط	۱۲۷۷	ظ	۸۴۲	ع	۹۲۲۰
غ	۲۲۰۸	ف	۸۴۹۹	ق	۶۸۱۳
ک	۹۵۰۰	ل	۳۴۳۲	م	۲۶۵۳۵
ن	۴۰۱۹۰	و	۲۵۵۳۶	ہ	۱۹۰۷۰
لا	۳۷۲۰			ی	۲۵۹۱۹

سجدہ تلاوت

متفق علیہ ۱۴ مقامات | اختلافی ۱ مقام

وَ رُسُلِہٖ ـــــــ رسولوں پر ایمان

توحید الٰہی کے بعد اسلام کا دوسرا رکن نبوت ہے یعنی اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلًا (نحل - ۵)
اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا۔

اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ (نساء - ۲۱)
اور وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

قرآن مجید میں چند انبیار کرام کے نام مذکور ہوئے ہیں حضرت آدم۔ نوح۔ داؤد۔ سلیمان۔ یحیٰی۔ ذکریا۔ شعیب۔ یعقوب۔ یوسف۔ الیاس۔ ابراہیم۔ موسٰی اسحاق۔ لوط۔ اسماعیل۔ یونس۔ ہارون۔ عیسٰی۔ الیسع۔ ذالکفل۔ صالح اور آخری رسول خاتم النبیین حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انبیار کی کوئی تعداد مقرر کرنا جائز نہیں کہ خبریں اس باب میں مختلف ہیں۔ اس لئے یہ اعتقاد چاہیئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ سب سے پہلے نبی جو ہدایت کفار کے لئے بھیجے گئے وہ حضرت نوح ہیں۔ انبیار کرام کے مختلف درجے ہیں بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ سب میں افضل حضور علیہ السلام کی ذات مقدس ہے جو امام الانبیار اور سید المرسلین ہیں اور حضور کے صدقہ میں حضور کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ تمام انبیار جنس بشر سے تھے اور مرد تھے۔ جن اور عورت نبی نہیں ہو سکتے۔ البتہ اللہ تعالےٰ ملائکہ کو رسالت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے

نبوت اللہ تعالےٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے جن پاک بندوں کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا ان کو نبی کہتے ہیں۔ یعنی نبی وہ برگزیدہ انسان ہیں جن کے پاس اللہ تعالےٰ کی وحی آتی ہے۔ یہ وحی کبھی فرشتہ کے ذریعہ اور کبھی فرشتہ کے واسطہ کے بغیر آتی ہے۔ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ اعلان نبوت سے قبل بھی ان سے گناہ نہیں ہوتا۔ صرف انبیار کرام اور فرشتے معصوم ہیں۔ اماموں اور اولیار کو معصوم

ماننا گمراہی ہے۔ نبی کی عادتیں خصلتیں پاکیزہ اور ان کا نام ونسب، قول وفعل سب اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ ان کی عقل کامل ہوتی ہے۔ نبی کو اللہ تعالےٰ غیب کا علم عطا فرماتا ہے وہ اللہ تعالےٰ کا کوئی حکم چھپاتے نہیں۔ انھوں نے اللہ کے ہر حکم کی تبلیغ کردی۔ نبوت اللہ کا فضل ہے اُس نے جسے چاہا عطا فرمادی۔ کوئی شخص اپنی کوشش، عبادت، ریاضت اور نیک اعمال سے نبوت کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ہر نبی مستقل نبی ہے۔ نبوت کی کوئی قسم نہیں یعنی نفسِ نبوت میں تمام انبیاء برابر ہیں، مگر مرتبہ، مقام، اور درجہ میں فرق ہے۔ انبیاء کی صحیح تعداد اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے عقیدہ یہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے جس قدر انبیاء و مرسلین مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے ہم سب کی تصدیق کرتے ہیں۔ نبی کی تعظیم وتکریم، اطاعت وفرمانبرداری فرض ہے۔ ان کی ادنیٰ توہین یا انکار کفر ہے۔ ان سے محبت رکھنا عین ایمان ہے جو نبی نئی شریعت لائے تھے ان کو رسول کہتے ہیں۔ سب انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جس طرح دنیا میں تھے۔ ایک آن کے لئے ان پر موت طاری ہوئی اور پھر زندہ ہوگئے۔ اسی لئے ان کا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ان کی بیویاں نکاح ثانی نہیں کرسکتیں۔ انبیاء کی زندگی شہیدوں کی زندگی سے بڑھ کر ہے۔ نبی تمام مخلوق سے افضل ہوتا ہے۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا پھر ان سے حضرت حوّا کو پیدا کیا۔ آپ سے پہلے انسان کا وجود نہ تھا۔ حضرت آدم سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے ناموں کا علم عطا فرمایا اور فرشتوں کو ان کے لئے سجدہ کا حکم دیا ——— سب سے آخر میں ہمارے رسول حضور سید المرسلین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے جو خاتم النّبیین ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا۔ جو شخص حضور کو آخری نبی نہ مانے وہ کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نبی کی تعظیم وتوقیر اور اس کی اطاعت فرض ہے نبی کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے۔ اشارۃً کنایۃً قصداً غرضیکہ کسی طرح بھی ادنیٰ توہین کرنے والا بھی کافر ہے۔

مؤمن ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام انبیاء کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی جائے اس کے برعکس دنیا کے کسی مذہب میں یہ بات نہیں ہے چنانچہ ایک یہودی کے لئے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں ہے۔ ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار

کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے۔ ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ، شودر، چنڈال، ناپاک وغیرہ کہہ کر بھی ہندو رہ سکتا ہے لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناممکن کر دیا کہ کوئی ان کی پیروی کے دعویٰ کے ساتھ ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے۔ غرضکہ اسلام میں تمام پیغمبروں کی نبوت کی تصدیق کرنا اور ان کا پورا احترام کرنا ایمانیات میں داخل ہے۔

انبیاء کرام چھوٹے بڑے گناہ سے قبل نبوت بھی و بعد نبوت پاک ہیں اور تمام انبیاء معصوم ہیں انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ایک آن کے لئے ان پر وعدۂ الٰہی کے مطابق موت آئی اور پھر زندہ ہو گئے۔ ان کی زندگی شہیدوں کی زندگی سے بڑھ کر ہے۔ (تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو غیوب پر مطلع کیا، خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب کثیرہ وافرہ کا عالم بنایا اور زمین و آسمان کا ہر ذرہ آپ کے سامنے پیش کر دیا (حدیث طبرانی)

ہمارے حضور علیہ السلام تمام انبیاء کے سردار امام المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اور آپ کا درجہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بلند و بالا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور حضور اکرم آخری نبی ہیں۔ آپ پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور دین کامل ہو گیا۔ اب قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے لئے نجات و فلاح صرف آپ ہی کے اتباع اور آپ ہی کی ہدایات کی پیروی میں ہے۔

نبوتِ محمدی

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور ساری خدائی کے لئے رحمت ہیں۔ آپ کی نبوت عالمگیر ہے۔ انسان، جن، فرشتے، حیوانات و جمادات غرضکہ کل کائنات کے لئے آپ نبی ہیں۔ آپ تمام نبیوں کے سردار اور تمام انبیاء کرام سے افضل و برتر ہیں۔ اللہ کے محبوب اور سب کے مطلوب ہیں تمام مخلوق حتیٰ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی آپ کے نیازمند ہیں۔ تمام انبیاء کو جو کمالات و معجزات جدا جدا ملے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ مقدس میں جمع فرما دیئے۔

حضور اللہ تعالیٰ کے نائب اکبر خلیفہ اعظم اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم اور اس کے محبوب مطلق ہیں۔ آپ کا درجہ و رتبہ تمام انبیاء کے درجہ سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ آپ کو اس وقت نبوت مل چکی تھی جبکہ آدم علیہ السلام پانی و مٹی

کے درمیان تھے۔

حضور مالکِ شریعت ہیں۔ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں، ساری کائنات آپ کی محکوم ہے۔ آپ کا قول و فعل شریعت ہے۔ دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے حضور کی مثل محال ہے۔ تمام مخلوق اللہ کی رضا چاہتی ہے اور اللہ تعالیٰ حضور کی رضا چاہتے ہیں۔ آپ کو منصبِ شفاعت کبریٰ حاصل ہے۔ ہر قسم کی شفاعت آپ کے لئے ثابت ہے۔

اللہ تعالےٰ نے حضور کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ یعنی روز اول سے لے کر آخر تک دنیا میں جو کچھ ہوا، ہوگیا، ہوگا، سب کا علم عطا فرمایا، ساری دنیا حضور کے پیش نظر ہے۔

حضور انبیاء کے معجزات کے جامع ہیں۔ کوئی کمال اور کوئی خوبی ایسی نہیں جو اللہ تعالےٰ نے حضور کو نہ عطا فرمائی ہو۔ آپ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کے تقسیم فرمانے والے ہیں جس کو جو ملا جو کچھ ملا حضور ہی کے وسیلہ سے ملا اور ملتا ہے۔ آپ کی بشریت مقدسہ فرشتوں کی نورانیت سے افضل و اکمل ہے، ہزاروں جبریل بھی حضور کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ حضور کو بے شمار معجزات عطا ہوئے آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کئے۔ ڈوبے ہوئے سورج کو واپس کیا، کنکریوں کو کلمہ پڑھایا، درختوں اور پتھروں نے آپ کی تعظیم کی۔ یہ اور اس طرح کے بے شمار معجزات حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے حضور کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جو ساری کائنات کے لئے ضابطۂ حیات ہے اور جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

ہمارے حضور افضل الخلق اور اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں اور تمام جہان میں کوئی کسی خوبی میں حضور علیہ السلام کے برابر نہیں ہو سکتا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قاسم ہیں۔ آپ کو مرتبۂ معراج عطا ہوا۔ حضور علیہ السلام نے بچشم خود رب العزت جل مجدہ کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور عرش و فرش کے تمام عجائب و غرائب کا شب معراج مشاہدہ کیا۔

معجزہ و کرامت جو کام عادتاً ناممکن ہو اگر نبی سے ظاہر ہو اسکے دعویٔ نبوت کی تائید میں تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر اللہ کے ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں جن معجزات کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان کا انکار کفر ہے جن کا ذکر احادیث میں ہے ان کا انکار گمراہی ہے اور عام طور پر بزرگوں کی سوانح حیات میں جو کرامتیں درج ہوتی ہیں اگر وہ قرآن و حدیث اور شریعتِ اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں تو ان کو تسلیم کرنے میں حرج نہیں۔

حضور سے محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل

حضور نورِ مجسم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ جانے

• نیز فرمایا جن میں یہ تین خوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اوّل یہ کہ اللہ و رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر و شرک کو اتنا برا جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ (بخاری)

• مسلم شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ ایک شخص حضورِ نبوی حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا تُو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے عرض کی

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَعْدَدْتُّ لَھَا کَثِیْرَ صَلٰوۃٍ وَّلَا صَدَقَۃٍ اِلَّا اَنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ

یا رسول اللہ میں نے اس کے لئے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ وغیرہ زیادہ کیا ہے۔ ہاں

قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (مسلم) یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں ۔۔۔۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ حب رسول مدار ایمان ہے جس مومن کے دل میں حضور کی محبت کامل ہوگی اس کا ایمان کامل ہوگا ورنہ ناقص اگر کسی کے دل میں حضور کی محبت مطلقاً نہیں ہے تو وہ قطعاً ایمان سے محروم ہے۔

حضور سے محبت کا معیار

محبت کا معیار محبوب کا اتباع اور اس کی پیروی ہے محب محبوب کا مطیع و تابع ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ اے رسول محترم آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری ۔۔۔۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اتباع کرو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اپنا

فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ محبوب بنالے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبت کی شرط اتباع و اطاعت ہے جو گروہ سنت کا متبع اور شریعت کا پابند ہے وہی حضور کا محب اور صحیح معنوں میں مومن ہے ۔۔۔۔ لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ صرف شریعت کی پابندی اور مطلقاً حضور کا اتباع معیار محبت ہے یا اس میں کوئی قید بھی ہے؟ اگر مطلقاً اتباع رسول کو معیار محبت قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق بھی جو حضور کا بظاہر اتباع کرتے تھے۔ اللہ کے محبوب قرار پائیں گے کیونکہ قرآن سے واضح ہے منافقین کلمہ پڑھتے تھے، نمازیں ادا کرتے۔ زکوٰۃ دیتے، جہاد میں شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ بخاری کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ و بے دین قوم ہوگی۔ وہ قرآن پڑھے گی مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ سچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے۔ تو اگر حضور کے اتباع اور شریعت کی پابندی کو معیارِ حبِ خدا اور رسول مانا جائے تو پھر منافقین اور مذکورہ بالا حدیث میں جس بے دین قوم کا ذکر ہے باوجود بے دین اور منافق ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کی محبت کے نشہ میں مخمور اور آپ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت کے جذبات سے مجبور ہو کر بتقاضائے محبت رسول، رسول کی اطاعت و اتباع اور شریعت کی پابندی معیارِ حب خدا اور رسول ہے۔
اب سوال صرف یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص یا فلاں گروہ حضور کی محبت والفت میں سرشار ہو کر حضور کی اطاعت و اتباع کر رہے ہیں اور فلاں بغیر محبت کے محض نقالی کر رہے ہیں۔ اور حب رسول کے بغیر منافقوں کی طرح شریعت کی پابندی کر رہے ہیں تو اس سوال کے جواب کے لئے محبت کے صحیح معیار کے تلاش کی ضرورت ہے اور صحیح معیار محبت کی رہنمائی بھی حضور ہی کے ارشاد سے واضح ہو جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا جب کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ محبت

حبك الشي يعمي — اس کو (محبوب کا عیب دیکھنے سے)
و يصم — اندھا (اور محبوب کا عیب سننے سے)
(بخاری ادب المفرد بسند صحیح) — بہرہ کر دیتی۔

اس حدیث مقدس سے محبت کا معیارِ صحیح یہ معلوم ہوا کہ مدعی محبت کی آنکھ اور کان محبوب کا عیب دیکھنے اور سننے سے پاک ہو۔ عقل سلیم کے نزدیک بھی محبت کا معیار یہ ہی ہے کیونکہ محبت کا مرکز حسن و جمال ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ محبت والی آنکھ کو محبوب کی ذات میں کوئی عیب نظر آئے۔ اگر کسی کو محبوب میں عیب نظر آتے ہوں تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے اس معیار پر جس قدر فرقے اب پیدا ہو گئے ہیں انہیں پرکھ لیجئے:۔
ایک گروہ حضور کے دوست اور محبوب خلفاء راشدین و صحابہ کرام کو کافر و منافق کہہ کر ذاتِ رسول پر کافروں اور منافقوں سے محبت کرنے کا عیب لگا رہا ہے۔ کوئی آلِ پاک نبی کی شان میں گستاخی کر کے حضور کی شان گھٹا رہا ہے۔ ایک ٹولہ حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کر کے شانِ خاتمیتِ رسالت کی توہین کر رہا ہے۔ ایک جماعت حضور کی تشریعی حیثیت منصب رسالت اور حضور کی احادیث کا انکار کر کے آپ کی توہین میں مصروف ہے۔ کوئی کہتا ہے معاذ اللہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے۔ وہ تو ہمارے جیسے انسان اور ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے کسی کا قول یہ ہے کہ حضور کا علم شیطان سے بھی کم ہے کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ حضور سے بے شمار غلطیاں ہوئی ہیں اس لئے اللہ نے ان پر عتاب کیا۔ کوئی کہتا ہے

نماز میں حضور کا خیال کرنا گدھے کے خیال سے بدتر ہے کوئی کہتا ہے کہ حضور کے روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا شرک ہے (معاذاللہ) ——— ایسا کہنے اور حضور کی شان میں ایسا عقیدہ رکھنے والے فرقے نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ حج و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تقویٰ و طہارت کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے ادارے بھی قائم کرتے ہیں مگر انصاف و دیانت کے ساتھ غور کر لیجئے۔ یہ کس صحیح معیارِ محبت پر پورے اترتے ہیں۔ محبت والی آنکھ کو تو محبوب میں کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا وہ تو اپنے محبوب کو ہر خوبی و شرف اور ہر فضل و کمال کا جامع دیکھتا ہے اور جنہیں خدا کے مقدس و مطہر معصوم رسول میں عیب نظر آئے جو بے عیب رسول کو عیب لگائیں ان کی شان کو گھٹائیں اور ان کی بے ادبی کریں وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ محبت میں (باوجود شریعت کی پابندی کے) کیونکر صادق اور سچے ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا آیت فاتبعونی یحببکم اللہ کا مفہوم صحیح یہ ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ایسا محبوب بناؤ کہ ہر لحہ و ہر آن آنکھیں ان کے جمال و کمال ہی کے دیکھنے میں اور زبان ان کے فضل و کمال کے بیان کرنے ہی میں مصروف رہیں۔ ہر قسم کی محبتوں کو حضور کی محبت پر غالب کر دو اور اس بے عیب طیب و طاہر سراج منیر روشنی کے مینار۔ مقدس و مطہر رسول کے عشق و محبت میں مخمور ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور شریعت کی پابندی تب اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا ورنہ ہرگز نہیں۔

قرآن میں حضور کے خصائص و فضائل

قرآن مجید میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل و خصائص بیان ہوئے ان میں سے چند یہاں لکھے جا رہے ہیں۔ بغرض اختصار سورہ اور رکوع کا حوالہ دیا ہے اس کے مطالعہ سے یقیناً مومن کا ایمان تازہ ہوگا۔

محمد سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمد

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا (نساء۔ ۱۴)، ۲۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا (نساء۔ ۸)، ۳۔ حضور کے فعل کو اپنا فعل بتایا (انفعال۔) ۴۔ حضور کو معراج کی سعادت عطا فرمائی۔ (بنی اسرائیل۔ ۱) حضور کا شرح صدر بے مانگے فرمایا علم و حکمت سے قلب اطہر کو بھر دیا (انشراح ع ۱) حضور کو علم و حکمت عطا فرمایا (نساء ۱۴) ۸۔ حضور کے شہر کی قسم یاد فرمائی (البلد) ۹۔ حضور کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی (بقرہ۔ ۱) ۱۰۔ حضور کا نام لے کر مدانہ فرمائی (یٰسین۔ ۱) ۱۱۔ حضور کے دین کو کامل مکمل دین اور ابدی شریعت قرار دیا (مائدہ۔ ۱) ۱۲۔ حضور کے طفیل امت کے گناہوں کو بخش دیا (فتح۔ ۱) ۱۳۔ حضور کو ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا (انبیاء۔ ۷) ۱۴۔ حضور کی حاکمیت تسلیم نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا (فتح۔ ۹) ۱۵۔ حضور کو شاہد مبشر نذیر سراج منیر بنا کر مبعوث فرمائے (احزاب۔ ۶) ۱۶۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نور فرمایا (مائدہ۔) ۱۷۔ حضور کے اسوۂ حسنہ کو ابدی طور پر اپنانے کا حکم دیا (احزاب۔ ۳) ۱۸۔ حضور کی توہین کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود جواب دیا (لہب۔ ۱) ۱۹۔ حضور کی ازواج مطہرات کو مومنین کی ماں قرار دیا (احزاب۔ ۱) ۲۰۔ حضور کی ازواج کو دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل قرار دیا (احزاب۔ ۱) ۲۱۔ حضور کو مقام محمود عطا فرمایا۔ (بنی اسرائیل۔ ۹) ۲۲۔ حضور کو کوثر (خیر کثیر) مرحمت فرمایا (سورہ کوثر) ۲۳۔ حضور کو خاتم النبیین بنایا۔ نبوت و رسالت حضور پر ختم فرما دی (احزاب۔ ۵) حضور کے ذکر کو بلند و بالا فرمایا (کلمہ نماز اذان ہر مقام پر ذکرِ خدا کے ساتھ ذکر رسول ہے (انشراح۔ ۱) ۲۵۔ حضور نے چادر اوڑھی تو فرمایا اے چادر اوڑھنے والے رسول (مزمل۔ ۱) ۲۶۔ ہر حالت میں حتیٰ نماز میں حضور کی آواز پر لبیک کہنے کا حکم دیا (انفال۔ ۳)، ۲۷۔ حضور کو قرآن کا مفسر اور قرآنی احکام کا شارح قرار دیا (نحل۔ ۱۲)، ۲۸۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول ہم تم کو اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ (انشراح ع ۱) ۲۹۔ حضور پر ایمان لانے کا تمام انبیاء کرام سے عہد و پیمان لیا (آل عمران ۱۷)، ۳۰۔ حضور کو ساری کائنات کے لئے قیامت تک کے لئے نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا (انبیاء۔ ۲) ۳۱۔ حضور کی نبوت کو عالمگیر نبوت قرار دیا (سبا۔ ۳) ۳۲۔ حضور کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمایا (فتح۔ ۴) ۳۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی جان کی قسم یاد فرمائی۔ (حجر۔ ۵) ۳۴۔ حضور کا نام محمد رسول اللہ قرآن میں ذکر کیا یعنی حضور اللہ کے ہاں مجمع ملائکہ میں۔ زمرۂ انبیاء میں اہل زمین و زمان میں۔ محمد۔ تعریف کئے ہوئے

ہیں۔ (فتح ع ۵) ۳۴۔ حضور سے بیعت کو اپنی بیعت فرمایا (فتح۔۱) حضور سے بیعت کرنے والے صحابہ سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا (فتح ع ۳) ۳۶۔ حضور کو نبی امی قرار دیا یعنی حضور کسی انسان کے شاگرد نہیں اللہ تعالیٰ نے ہی آپکو تعلیم دی ہے (اعراف۔۹) ۳۷۔ حضور کو رؤف و رحیم بنا کر بھیجا (سورہ توبہ۔۵) ۳۸۔ حضور کو اللہ نے تعلیم دی ایسی کہ حضور بھولیں گے نہیں (اعلیٰ۔۱) ۳۹۔ حضور کو تمام انبیاء کے معجزات و کمالات کا جامع بنایا (انعام۔۹) ۴۰۔ حضور کے خواب کو اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا۔ (فتح۔۴) ۴۱۔ حضور کو ہادی صراط مستقیم کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا (شوریٰ۔۶) ۴۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رسول سے میری گفت گو کا نام قرآن ہے (معارج۔۲) ۴۳۔ حضور کے معجزہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا (مائدہ۔۹) حضور کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی جگہ کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر فرمایا (بقرہ۔۱) ۴۷۔ حضور کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنے کی ممانعت فرمائی (حجرات۔۱) ۴۸۔ سراج منیر قرآن میں صرف حضور ہی کو قرار دیا (احزاب۶) ۴۹۔ حضور کا ادب و احترام رکن اسلام ہے (فتح۔۲) ۵۰۔ حضور کی گستاخی حضور کی شان میں بے ادبی حضور کے متعلق ادنیٰ بے ادبی کے الفاظ کا استعمال حرام (فتح حجرات نور) ۵۱۔ حضور کو ایذا پہنچانے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے (توبہ۔۱۴) ۵۲۔ حضور کو علم غیب عطا فرمایا (آل عمران۔۹ نساء۔۱۴۔ جن۔۱) ۵۳۔ حضور غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں۔ ۵۴۔ حضور اللہ کی دلیل و برہان ہیں (نساء۔۴) ۵۵۔ حضور اللہ کا ذکر ہیں (طلاق۔۱۰) ۵۶۔ جو فیصلہ حضور فرما دیں اس سے کسی مسلمان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ (احزاب۔۵)

خاتم النبیین | الیوم اکملت لکم دینکم — آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا (سورہ مائدہ) یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی۔ اس بشارت میں یہ اشارہ تھا کہ دین کی عمارت میں کسی نہ کسی اینٹ کی ضرورت تھی جو حضور کے وجود سے کامل و مکمل ہوگئی۔ ایسی کہ اب اس میں کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ قرآن نے اعلان کیا۔

ولٰکن رسول اللہ وخاتم — محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور تمام

النَّبِیّٖن ۔ (احزاب)　　نبیوں کے خاتم ہیں

حضور علیہ السلام نے خاتم کے معنی خود متعدد احادیث میں بیان فرما دیے۔

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔　　میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تکمیلِ دین اور ختم نبوت کو بطور تمثیل بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنوایا ہو جسے دیکھ کر لوگ اس کی عمدگی خوبصورتی کی تعریف کریں لیکن اس محل کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو جسے دیکھ کر لوگ یہ کہیں اگر اس جگہ کو بھی پورا کر دیا جاتا۔ تو خوب ہوتا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔

فَاَنَا تِلْکَ اللَّبِنَۃُ ۔　　تو میں وہی آخری اینٹ ہوں۔

وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ۔　　میں پیغمبروں کا خاتم ہوں۔

فَخُتِمَتِ الْاَنْبِیَاءُ ۔　　تو پیغمبری کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

(بخاری و مسلم)

حضور نے دیگر انبیاء کے مقابلہ میں اپنے مخصوص فضائل میں ختم نبوت کا ذکر نمایاں طور پر فرمایا ہے۔ نبوت مجھ سے ختم کر دی گئی (مسلم) میں پیغمبروں کا اس وقت بھی خاتم تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ (کنز العمال ص۱۱۲ ج ۶) لفظ خاتم کے معنی آپ نے خود فرما دیے۔ آخری نبی۔ اور حضور کے بعد نبی کے پیدا ہونے کے امکان کو خود حضور نے اس طرح ختم فرما دیا۔ اے علی تم اس بات پر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہو جو ہارون و موسیٰ میں تھی۔ اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (بخاری) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ بنو اسرائیل کی نگرانی اور سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی وصال فرماتا دوسرا نبی پیدا ہو جاتا اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ عمر ہو سکتے تھے۔ اس حدیث میں لَوْ کَانَ کا لفظ ہے۔ لَوْ امرِ محال کے لئے آتا ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔

میرے پانچ نام ہیں۔ محمد۔ احمد۔ ماحی خدا میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا۔ حاشر خدا میرے

جھنڈے تلے بروز حشر ساری مخلوق کو جمع فرمائے گا اور میں عاقب ہوں۔

اَلَّذِی لَیسَ بَعدَہٗ نَبِی ۔ (آخری) ہوں جس کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

۴۔ رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔ اس لئے جو شخص بھی حضور کے بعد کسی طرح اور کسی بھی تاویل سے نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے جیسے مرزا قادیانی۔ اور اس کو نبی ماننے والے جیسے احمدی اور اس کو مسیح بزرگ یا مسلمان ماننے والے جیسے لاہوری مرزائی یہ سب کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان سے میل جول سلام، کلام، محبت نکاح وغیرہ حرام سخت حرام ہے۔ ان کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے۔ معاذاللہ کسی مسلمان لڑکی کا مرزائی سے نکاح خالص زنا ہے۔ اسی طرح مرزائی لڑکی سے مسلمان کا نکاح بھی فاسد و باطل ہے۔ مرزائی احمدی ہوں یا لاہوری ان کے ہوٹلوں میں پکا ہوا گوشت مردار حرام و ناپاک ہے اور گوشت کے علاوہ دیگر اشیاء مکروہ ہیں۔

شفیع المذنبین

بعض لوگ کہتے ہیں جب قرآن نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو مصیبت آتی ہے وہ تمہاری کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ مکافاتِ عمل سے غافل مت ہو تو پھر معافی اور شفاعت کا تصور کیا معنیٰ؟

معافی اور شفاعت کا تصور حق ہے لیکن مکافاتِ عمل کی آڑ میں شفاعت کا انکار درست نہیں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی یہ تصور پایا جاتا ہے کہ گناہ ہو جانے کے بعد تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چنانچہ ہنود نے انسانی روح کو آواگون کے لامتناہی چکر میں پھنسا کر اصلاح سے مایوس کر دیا اور عیسائیوں نے کفارہ کا عقیدہ ایجاد کر کے ایک ایسا در کھول دیا۔ جس سے اصلاح و تلافی کا جذبہ ہی ختم ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے مجرم اور ظالم ظلم کی راہ پر اسی لئے آگے بڑھتے ہیں کہ سابقہ گناہوں کے چکر سے نجات پانے کی امید کھو بیٹھتے ہیں اور معاشرہ بھی انہیں یہ احساس دلا کر ہمیشہ کے لئے دھتکار دیتا ہے اور اور عدم تلافی کا یہ تصور جرم و ظلم کی راہ پر اور بھی زیادہ تیزی سے دوڑانے کا موجب بن جاتا ہے خود عربوں میں قبل اسلام یہی تصور کار فرما تھا۔ گناہ و معصیت میں ڈوبے ہوئے طبقے تلافی اور مغفرت

سے مایوس تھے ان میں بعض ایسے تھے جنھوں نے کثرت سے بے گناہوں کو قتل کیا تھا اور غریب و بیکس عورتوں کے سہاگ لوٹے تھے۔ ان کے سامنے تلافی کی کوئی شعاع امید نہ تھی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایسے کئی شخص آتے اور حیرانی کے ساتھ سوال کرتے کیا ہماری بھی مغفرت ممکن ہے۔ کیا ان بے پناہ سرکشیوں اور نافرمانیوں کے بعد بھی ہماری بخشش ہو سکتی ہے قرآن نے ایسے لوگوں کے جواب میں حضور سرور کائنات کی زبان مبارک سے اعلان کرایا

قُلْ یٰعِبَادِیَ الذی اَسْرَفوا عَلٰی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفرُو الذُّنوب جمیعًا

اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے بے شک وہ بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

سبحان اللہ! دربار خداوندی میں تو سوال کی ضرورت ہے، اور عجز و نیاز کی۔ رب سے سوال کرو، معافی مانگو۔ اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کا سچا وعدہ کرو۔ وہ غفور الرحیم اپنے سیاہ کار بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر گناہوں سے توبہ کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے تو پھر بھی اس کی رحمت سے ناامید مت ہونا، وہ اگر قہار ہے تو ستار بھی ہے، وہ اگر جبار ہے تو رحمٰن و رحیم بھی ہے وہ چاہے خود ہی تمہاری مغفرت فرما دے اور چاہے تو اپنے مقرب بندوں سے تمہارے لئے سفارش کرائے اور پھر ان کی سفارش سے تمہاری معافی ہو جائے۔

اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہ یُقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادہٖ (توبہ)

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نفسہ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہ یجد اللّٰہ غَفُوْرًا الرَّحِیْمًا۔

جو کوئی بُرا کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا پائے گا۔

بہرحال قرآن سے تو یہ بات واضح ہے کہ جرم خواہ کسی نوعیت کا ہو اگر آدمی نادم ہو توبہ کرے

تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اب جو شخص قرآن کی واضح بات کو تسلیم نہ کرے تو یہ اس کی مرضی ہے اسی طرح شفاعت بھی معافی کا ایک طریقہ ہے ——— رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کی بخشش کا یہ طریقہ (شفاعت) کیوں اختیار فرمایا؟ تو اول تو یہ اعتراض ہی باطل محض ہے۔ جب آپ خدا کو مانتے ہیں تو اس کے افعال پر اعتراض کیوں؟ اللہ عزوجل نے بچہ کی پیدائش کے لئے عورت و مرد کو وسیلہ قرار دیا۔ حالانکہ وہ اس کے بغیر بھی پیدا کر سکتا تھا۔ انبیاء کے ذریعہ وہ مخلوق کی ہدایت فرماتا ہے مگر انبیاء کے بغیر بھی راہنمائی فرما سکتا تھا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے بچہ کی پیدائش کے لئے عورت و مرد کو، مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو وسیلہ بنایا اور اپنے ارادہ و مرضی سے بنایا، اسی طرح اس نے مجرموں کی بخشش کے لئے شفاعت کا قانون بنایا۔ ہاں حکیم کے افعال حکمت سے لبریز ہوتے ہیں۔ خدا حکیم ہے اس کے ہر فعل میں حکمت ہے مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ حکیم کے ہر فعل کی حکمت بھی ہمیں معلوم ہو جائے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خدا خود یا اپنے رسولوں کے ذریعہ سے اپنے کسی فعل کی حکمت کو بیان فرما دیتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بندے خود اپنی فہم و بصیرت کی روشنی میں اس کے افعال کی حکمتوں کو تلاش کرتے ہیں اور بیان کر دیتے ہیں۔ مگر بندے خدا کے افعال کی جو بھی حکمتیں بیان کریں گے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہی حکمت، خدا کے ہاں بھی ہو۔ شفاعت میں یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ اس میں مقربانِ بارگاہ کی عزت افزائی ہے۔ ان کے تقرب اور مراتب کا اظہار ہے کہ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی اطاعت کی۔ اللہ نے ان کو یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ ان کی سفارش مجرموں کے حق میں قبول کی مجرموں پر اس امر کا اظہار ہے اور عملی اظہار ہے کہ تم مجرم تھے۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ مگر دیکھو تمہارا رب کیسا رحیم ہے، وہ تم پر رحم فرما رہا ہے اور تمہاری لغزشوں کو معاف فرما رہا ہے۔ اس نوع کی صدہا حکمتیں مسئلہ شفاعت میں موجود ہیں۔ الغرض شفاعت کا عقیدہ حق ہے۔ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے۔

"قرآن عزیز کی آیاتِ طیبہ میں اختلاف و تضاد ناممکن ہے لہٰذا شفاعت کے بارے میں بھی اس کی آیاتِ کریمہ میں کامل یگانگت و ہم آہنگی ہے، جن آیاتِ کریمہ میں شفاعت کی نفی فرمائی گئی ہے ان کا مطلب یہی ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے لئے شفاعت نہیں۔ کفار

مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں بحضور رب العالمین مقام قرب و رضا تک پہنچائیں گے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر ۳)

اللہ تعالےٰ نے مشرکین کے اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا:۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ط (المومن ۱۸)

(روز قیامت) ظالموں (کافروں اور مشرکوں) کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی سفارشی جس کی سفارش مانی جائے

اور کافر خود بھی قیامت کے دن اپنی اور اپنے بتوں کی بے بسی کا (اور ساتھ ہی اپنی گمراہی اور ضلالت کا) کھلے بندوں اعتراف کریں گے اور کہیں گے

فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ لا وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ہ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ (الشعراء ۱۰۰-۱۰۲)

(آج) ہمارے لئے نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی ہمدرد و غم گسار دوست۔ ہمارے لئے اگر دنیا میں واپسی کا موقع ہوتا تو ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوتے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں اس امر کا بیان ہے کہ کافروں اور مشرکوں کا کوئی شفیع نہ ہوگا اور یہ بت شفاعت نہیں کر سکتے اور ذیل کی آیات میں مقبولانِ بارگاہ کے لئے شفاعت کا اثبات ہے

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۔ (یونس پ۱۱ رکوع ۱)

کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی (اللہ کی) اجازت کے بعد۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (سبا پ۲۲ رکوع ۳)

اس کے حضور شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اجازت عطا فرمائے

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۔ (طٰہٰ پ۱۶ رکوع ۶)

قیامت کے دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اجازت دے دی اور اس کی بات

اس خصوص میں ہمارے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان نرالی اور نہایت ہی اجمل واحسن اکرم واعظم ہے ؎

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

اور خاص حضور علیہ السّلام کے متعلق

مندرجہ ذیل آیات وحدیث میں یہ تصریحات جمیلہ مسلمانوں کے لئے باعثِ سکونِ قلب ہیں۔

۱۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (والضحیٰ پ ۳۰۔ رکوع ۱)

بے شک قریب ہے آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

۲۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد پ ۲۶ رکوع ۲)

اے محبوب اپنے خاص اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کی شفاعت کیجئے

۳۔ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ ( )

قریب ہے آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب آپ کی حمد کریں

۴۔ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ۔ (مسند احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔

۵۔ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِهَا لَمْ يَكُنْ مِنْ اَهْلِهَا۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۳۳)

حضور نے فرمایا روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے جو اس پر ایمان نہ لایا وہ شفاعت کا اہل نہیں۔

۶۔ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ احمد)

حضور نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا میں انبیاء کا امام اور خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

۷۔ اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیَنِیْ رَبِّیْ اَرَضِیْتَ یَا مُحَمَّدُ فَاَقُوْلُ اِیْ یَا رَبِّ - (طبرانی - بزاز)

حضور نے فرمایا میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے فرمائے گا اے محمد کیا تم راضی ہو گئے۔ میں عرض کروں گا اے رب میں راضی ہو گیا۔

۸۔ حضور فرماتے ہیں بروزِ قیامت شفاعتِ امت کے لئے بحضورِ رب سجدہ کروں گا تو میرا رب فرمائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ اور مانگو تمہیں عطا کیا جائیگا

یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ۔

اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی تو میں عرض کروں گا الٰہی میری امت کی مغفرت فرما۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

علامہ صاوی تفسیر صاوی میں فرماتے ہیں۔

فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ کَاَحَدِ النَّاسِ لَا یَمْلِكُ شَیْئًا اَصْلًا وَلَا یَنْفَعُ بِهٖ ظَاهِرًا وَلَا بَاطِنًا فَهُوَ کَافِرٌ خَاسِرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (صاوی صـ۱۵۸ - ج ۱)

جس نے یہ گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کی طرح ہیں کسی چیز کے مالک نہیں نہ ان سے نفع پہنچتا ہے نہ ظاہر طور نہ باطن طور پر تو وہ کافر ہے اس کی دنیا و آخرت برباد ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:۔

شَفَاعَةُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَشَفَاعَةُ نَبِیِّنَا عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْهُمُ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ الْعِقَابَ حَقٌّ ثَابِتٌ۔ (فقہ اکبر صـ۳)

حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگار مسلمانوں اور بڑے گناہ والوں کے جو مستحقِ عتاب ہوں حق اور ثابت

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

علم غیب نبوی غیب کا ذاتی علم مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب بالذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم خود بخود ہے اسے کسی نے دیا نہیں۔ انبیاء کرام اور ان کے وسیلہ سے اولیاء عظام اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب جانتے ہیں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا قرآن مجید کی آیات صریحہ کا انکار ہے سورہ آل عمران پ۴ رکوع ۱۸ سورہ جن پ۲۹ رکوع ۲۔ سورہ ہود پ۱۲ رکوع ۴۔ سورہ نساء پ۵ رکوع ۱۷ اور دیگر آیات و احادیث سے یہ بات قطعی طور پر واضح و ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص نبیوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اور اولیاء کو انبیاء کرام کے وسیلہ کے بغیر علم غیب پر مطلع ماننا غلط ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم ماکان وما یکون عطا فرمایا ہے یعنی ابتداء دنیا سے لے کر دخول جنت و نار تک دنیا میں جو کچھ ہو گا سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا گیا ہے۔ قرآن کی متعدد آیات اور کثیر احادیث سے یہ ہی ثابت ہے۔ خوب یاد رکھیے اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ گو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم ماکان وما یکون عطا فرمایا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسا علم (یعنی ذاتی قدیم غیر محدود و لامتناہی) یا اللہ کے علم کے برابر علم مخلوقات میں سے کسی کے بھی لئے ماننا کھلی ہوئی گمراہی ہے نہ تو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر کسی کو علم ہو سکتا ہے نہ کوئی تمام معلومات الٰہیہ کا احاطہ کر سکتا ہے —— اہل سنت و جماعت حضور کے لئے جو کلی غیب کا لفظ استعمال کر دیتے ہیں تو معاذ اللہ خدا کے علم کے لئے نہیں بلکہ مخلوقات کے علم کے مقابل بولتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایسا عظیم و کثیر علم عطا فرمایا ہے کہ مخلوقات کا علم حضور کے علم کے مقابلہ میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور کے مشاہدات حضور کی یہ خصوصیت بھی بہت ہی اہمیت رکھتی ہے کہ آپ کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی تھیں وہ عام لوگ نہیں دیکھ سکتے تھے بخاری شریف کی حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَا مِنْ شَيْئٍ جو چیز بھی مجھے نہیں دکھائی گئی تھی وہ میں نے آج اس جگہ کھڑے کھڑے دیکھ لی۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہاں رویت

سے یا تو آنکھ سے دیکھنا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حجابات اٹھا دیے ہیں اور حضور علیہ السلام نے مشاہدہ فرمالیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ رویت سے رویت علم مراد ہو۔ یعنی اللہ عزوجل نے ان تمام امور کی اطلاع بذریعہ وحی تفصیلی طور پر آپ کو دے دی جن کو آج سے پہلے حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے۔ عینی ج ۱ ص ۴۸۹۔

اس کے بعد علامہ عینی سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس مقام پر کھڑے کھڑے ان تمام امور کا مشاہدہ کر لیا جو اس سے پہلے مجھے نہیں دکھائے گئے تھے۔ تو کیا اس میں ذات الٰہی کا مشاہدہ بھی شامل ہے فرماتے ہیں: ہاں! اس لئے کہ شئی میں ذات خدا بھی شامل ہے اور عقل اس کی مخالفت نہیں کرتی اور عرف بھی اس کے اخراج کا مقتضی نہیں ہے۔ (عینی ج ۱ ص ۴۹۱)

؎ عالم میں کیا ہے وہ تجھے جس کی خبر نہیں!
ذرہ ہے کون سا تری جس پر نظر نہیں

واضح ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف رکھتے ہوئے جن عجائب و غرائبِ قدرت کا مشاہدہ و معائنہ فرماتے تھے۔ صحاح میں اس کے متعلق کثیر حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کو اگر جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جاتی ہے۔ یہاں ہم چند احادیث بیان کیے دیتے ہیں۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

۱۔ اِنِّی رَاَیْتُ الْجَنَّةَ وَ اُرِیْتُ النَّارَ۔	مَیں نے جنت کو دیکھا اور دوزخ مجھے دکھائی گئی۔
لَقَدْ جِیْءَ بِالنَّارِ ثُمَّ جِیْءَ بِالْجَنَّةِ۔	میرے پاس جنت اور دوزخ لائی گئی (یعنی مجھے دکھائی گئی)

ایک بار سورج گرہن ہوا۔ آپ صحابہ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قرأت اور رکوع اور سجود میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام نے دیکھا کہ آپ نے نماز میں ایک بار ہاتھ کو آگے بڑھایا۔ پھر دیکھا کسی قدر پیچھے ہٹے۔ نماز کے بعد صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔

۴۔ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا لَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۲)

مَیں نے ابھی جنت کو دیکھا (جنت میں انگور کے خوشے لٹک رہے تھے) چاہا کہ توڑ لوں۔ اگر مَیں ان کو توڑ لیتا تو تاقیامت تم اس کو کھاتے۔

(بخاری کتاب الاذان۔ باب رفع الید)

پھر مَیں نے دوزخ کو دیکھا جس سے زیادہ بھیانک چیز مَیں نے آج تک نہیں دیکھی لیکن مَیں نے اس میں زیادہ تر عورتوں کو پایا۔ صحابہ نے عرض کی حضور اس کی وجہ؟

فرمایا: اپنے خاوندوں کی ناشکری کے سبب۔ اگر ایک عورت پر تم عمر بھر احسان کرو، پھر ایک دفعہ وہ تمہارے کسی فعل سے آزردہ ہو جائے تو وہ کہے گی۔ مَیں نے کبھی تمہارا اچھا برتاؤ نہیں دیکھا۔

مَیں نے دوزخ میں۔ اس چور کو دیکھا جو حاجیوں کا اسباب چرایا کرتا تھا۔ (ابوداؤد)

مَیں نے دوزخ میں اس یہودی عورت کو دیکھا جس پر اس لئے عذاب ہو رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا۔ اس کو کھانے کو کچھ نہ دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین پر گری پڑی چیزیں کھائے آخر اسی بھوک سے وہ مرگئی۔

ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا۔

۵۔ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِی الْجَنَّۃِ مَیں جنت میں جا نکلا (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶۹)

دیکھا کہ یہاں کے باشندوں کی بڑی تعداد ان کی ہے جو دنیا میں غریب تھے اور دوزخ میں جا کر دیکھا تو اس میں بڑی تعداد عورتوں کی پائی (بخاری باب صفۃ الجنۃ)

۶۔ عمر مبارک کے اخیر سال میں آپ شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس آکر آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں یہ بھی فرمایا —— "میں اپنے حوضِ کوثر کو یہیں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے حوالہ کی گئی ہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے لیکن مَیں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ اس دنیا کی دولت میں پڑکر آپس میں رشک و حسد کرنے لگو۔

ایک دن آپ باہر تشریف لے گئے۔ ایک ٹیلے پر چڑھے پھر فرمایا
(اے لوگو! جو کچھ مَیں دیکھ رہا ہوں) وہ تم بھی دیکھ رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔
فرمایا: مَیں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو بارش کی طرح برستے دیکھ رہا ہوں ہوں۔
(بخاری و مسلم)

۸۔ ایک جہاد میں مسلمانوں کی طرف سے ایک آدمی مارا گیا۔ لوگوں نے کہا وہ شہید ہوا۔ آپ نے فرمایا:۔
ہرگز نہیں مَیں نے اس کو دوزخ میں دیکھا ہے کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک عبا چرائی تھی (ترمذی)

۹۔ ایک دفعہ آپ دوپہر کو گھر سے نکلے تو آپ کے کانوں میں ایک آواز آئی۔ فرمایا:۔
یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (بخاری)
نیز آپ نے فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں جو عذاب ہو رہا ہے۔ اس کی آوازیں میرے کانوں میں آرہی ہیں۔ (قسطلانی)

۱۰۔ بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا
مَیں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں —— اور اس میں عمرو بن عامر کو دیکھا جو اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے۔

۱۱۔ حضرت ورقہ بن نوفل کے متعلق حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ حضور ورقہ جنت میں گئے یا دوزخ میں۔ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی مگر آپ کے اظہار نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔ فرمایا:
"مجھے ان کو خواب میں دکھایا کہ وہ سپید کپڑے پہنے ہیں۔ اگر وہ دوزخ میں ہوتے تو ان کے جسم پر یہ لباس نہ ہوتا" (مشکوٰۃ)

۱۲۔ رات مَیں نے دیکھا کہ مَیں جنت میں ہوں۔ سامنے ایک محل نظر آیا۔ اس میں ایک عورت بیٹھی وضو کر رہی تھی مَیں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ جواب دینے والے نے جواب دیا یہ عمرؓ کا مسکن ہے۔ مَیں نے چاہا کہ اندر جاؤں مگر عمر کی غیرت یاد آئی تو اُلٹا پھر گیا۔

حضرت عمر سُن کر رو پڑے۔ عرض کی حضور! مَیں آپ سے غیرت کرتا۔ (صحیح بخاری جلد اول ۴۶۵ و مسلم ترمذی کتاب الرویا۔ مناقب عمر)

۱۳۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال تم کون سا ایسا نیک عمل کرتے ہو کہ مَیں جب جنّت میں گیا تو تمہارے جوتوں کی چاپ کی آواز کی سُنی۔ عرض کی حضور علیہ السلام ہمیشہ باوضو رہتا ہوں اور جب نیا وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں۔ (بخاری مناقب بلال)

۱۴۔ ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا جس میں ابتدائے آفرینش سے قیامت تک کے احوال بیان فرما دیے۔ عمر بن اخطب کے یہ لفظ ہیں۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان تمام واقعات کی اطلاع دی جو قیامت تک ہونے والے تھے۔

۱۵۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ نے زمین کے تمام کناروں کو میرے سامنے کر دیا۔

فرایت مشارق الارض ومغاربھا

مَیں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا

۱۶۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: خدا نے میرے لئے دنیا کو پیش فرما دیا۔ تو مَیں دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں۔

كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ (مواہب۔ لدنیہ۔ زرقانی)

جیسے اپنے اس ہاتھ کو۔

۱۷۔ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو سوال کرو۔ بخدا جب تک مَیں اس منبر پر ہوں۔ تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ عرض کی حضور! میرا ٹھکانہ کہاں ہے

قَالَ النَّارُ

پھر عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عرض کی میرا باپ کون ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ حذافہ۔

ثُمَّ كَثُرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ سَلُوْنِيْ (بخاری۔ کتاب الاعتصام)

پھر آپ نے متعدد بار فرمایا: لوگو! پوچھو پوچھو!

۱۸۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ جس طرح آدم (علیہ السلام) پر ان کی اولاد اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں پیش کی گئی تھی۔ اسی طرح مجھ پر میری امت لوگوں کی پیدائش سے پہلے پیش کی گئی۔ مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون نہیں۔ حضور علیہ السلام کے ان جملوں کی اطلاع منافقین کو پہنچی وہ کہنے لگے یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اب یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں مومن و کافر کی خبر ہے۔ حالانکہ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ وہ ہم کو نہیں جانتے۔ جب منافقین کی یہ باتیں آپ تک پہنچیں تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ	اس قوم کا کیا حال ہے جو ہمارے علم
لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا	میں طعن کرتے ہیں (حالانکہ) اب سے
بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا	لے کر قیامت تک جس چیز کے متعلق
اَنْبَأْتُکُمْ بِہٖ (خازن۔ پارہ ۴)	تم پوچھو گے ہم اس کی تم کو خبر دیں گے

۱۹۔ حتیٰ کہ ایک بار جب آپ مصروف نماز تھے۔ جمالِ الٰہی بے نقاب ہو کر سامنے آگیا۔ میں نے دیکھا کہ جمالِ الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے۔ خطاب ہوا۔ تم جانتے ہو فرشتگانِ خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں۔ عرض کی! نہیں یا رب العالمین۔

پھر خدا نے اپنا ہاتھ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں میری پیٹھ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچ گئی۔

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں میری
(مشکوٰۃ شریف باب المساجد)	نگاہوں کے سامنے آگئیں۔

اب خطاب ہوا فرشتگانِ خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ان اعمال کی نسبت جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ خطاب ہوا وہ کیا ہیں؟ عرض کی نماز با جماعت کی شرکت کے لئے قدم اٹھانا۔ نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جانا اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا جو ایسا کرے گا۔ اس کی زندگی اور موت دونوں بخیر ہوں گی۔ وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسے اسی دن اس کی ماں نے اس کو جنا۔

پھر سوال ہوا یا محمد درجات کیا ہیں؟ عرض کی: کھانا کھلانا۔ جب دنیا سوتی ہو تو اٹھ کر نماز

پڑھنا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۳)

الغرض: اس نوع کے کثیر مشاہدات اور مسموعات ہیں۔ جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتاً فوقتاً پیش آیا کرتے تھے۔ اور یہ بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے تھی

قبر میں حضور کے متعلق سوال ہوگا

قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے؟ حضور علیہ السلام کے متعلق تو کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قبر میں حضور کی تشریف ہوتی ہے یا آپ کی تصویر پیش کی جاتی ہے جس کی طرف فرشتے اشارہ کرکے پوچھتے ہیں تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں جلوہ فرما ہوتے ہیں۔ حجاب اور پردہ مقبور کے لئے ہوتا ہے۔ بحکم خداوندی مقبور کے لئے وہ حجابات اٹھ جاتے ہیں اور مقبور کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آجاتے ہیں اور فرشتے آپ کی ذات اقدس کی طرف اشارہ کرکے پوچھتے ہیں کہ ان کے متعلق تیرا کیا اعتقاد ہے؟ تو مومن اس سوال کے جواب میں حضور علیہ السلام کی رسالت و نبوت کا اقرار کرے گا اور کافر اس امتحان میں فیل ہو جائے گا اور وہ کہے گا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ حضور کے متعلق قبر میں سوال کافر و مومن سب سے ہوگا۔ اور یہ بھی حضور کے خصوصیات سے ہے اور اس سے مقصود حضور کے فضل و شرف اور مرتبہ و مقام کی بلندی کا اظہار ہے کہ یہ ایسے رتبے کے نبی ہیں کہ قبر میں کامیابی بھی ان کے تصور اور ان سے حسن عقیدت و محبت رکھنے کے بغیر ناممکن ہے

★

حضور کے جسم مبارک کے بعض خصائص

حدیث کی روشنی میں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے جس گوشہ پر بھی نظر ڈالی جائے، شان بے مثالی کا ظہور ہوتا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں آپ کے رخسار ایسے تھے گویا کہ صفحہ رخسار پر سونے

کا پانی چھلک رہا ہے۔ دندانِ مبارک موتیوں سے زیادہ چمکدار تھے۔ ان سے نور چھنتا تھا۔ آپ جب تبسم فرماتے تو اندھیرے میں اجالا ہو جاتا تھا۔ لعابِ مبارک ہر مرض کے لئے شفا تھا حتیٰ کہ کھاری کنوئیں میٹھے ہو جاتے تھے۔ آواز کی تاثیر یہ تھی کہ مردے زندہ ہو جاتے تھے چشمانِ مقدس کے لئے اندھیرا حجاب نہ تھا۔ اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتے تھے۔ موئے مبارک باعثِ خیر و برکت تھے۔ صحابہ کرام بطور تبرک رکھتے تھے۔ گوشِ اقدس ساری کائنات کے فریادرس تھے دور و نزدیک کی آواز سُن لیتے تھے۔ دستِ مبارک اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا خزانہ تھا، جس کے چہرہ پر ہاتھ پھیر دیتے وہ چمکنے لگتا۔ بیمار شفا پاتے تھے۔ بدن مبارک قدرتی طور پر خوشبودار تھا جس راہ سے گذر جاتے وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا۔ انگلیوں کا اعجاز یہ تھا کہ ان سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے تھے۔ جسمِ اقدس بے سایہ تھا۔ مکھی بھی ادب کرتی تھی جسم پاک پر نہ بیٹھتی تھی۔ پسینہ مبارک خوشبودار تھا۔ صحابہ آپ کے پسینہ کو عطر میں ملاتے تھے تاکہ عطر میں خوشبو زیادہ ہو جائے حضور کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن قلبِ مبارک ہمیشہ بیدار رہتا تھا۔ بغل مبارک خوشبودار تھے۔ گردن چاندی کی صراحی تھی۔ پیشانی مبارک روشن چراغ کی طرح تھی۔ پیشانی کے ہر قطرہ سے نور کا فوارہ جاری ہوتا تھا۔ حضور کے تمام فضلات مبارک طیب و طاہر تھے۔ رفتار کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص حضور سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ پشت مبارک پر خاتم نبوت چاندی کی طرح سفید تھی۔ چہرہ اقدس جمال و جلال الٰہی کا مظہر اتم تھا۔ صحابہ حضور کے چہرہ اقدس کو چاند سورج بتاتے تھے۔ حضرت علی جب حضور کے حسن و جمال کے بیان سے عاجز آ گئے تو کہنے لگے حضور کی مثال نہ آپ سے قبل دیکھی گئی نہ حضور کے بعد دیکھی جائے گی[۱] (خصائص کبریٰ)

حضور کے خطبہ کی اثر انگیزی

حضور کا خطبہ و وعظ رقت انگیزی اور تاثیر میں درحقیقت معجزہ الٰہی تھا۔ پتھر سے پتھر دل آپ کا خطبہ سن کر نرم ہو جاتے۔ جمعہ کے خطبہ میں عموماً زہد۔ حسنِ اخلاق۔ خوفِ قیامت۔ عذابِ قبر۔ توحید صفات الٰہی

نوٹ: حضور کے فضائل و مناقب معجزاتِ مرتبہ و مقام کی عظمت اور خصائص کی مدلل و مفصل معلومات کے لئے مصنف کتاب ہذا کی تصانیف روح ایمان۔ جامع الصفات۔ خصائص مصطفیٰ۔ شان مصطفیٰ کا مطالعہ کیجئے جو مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور سے قیمتاً مل سکتی ہیں۔

بیان فرماتے تھے۔ ہفتہ میں کوئی اہم واقعہ پیش آیا تو اس کے متعلق ہدایات فرماتے تھے۔ عید کے خطبہ میں صدقہ و خیرات و غرباء یتامیٰ کی امداد و اعانت پر خاص طور پر زور دیتے تھے حجۃ الوداع حضور کی عمر پاک کا آخری خطبہ تھا۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک لاکھ صحابہ کو قصواء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر خطاب فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ سپیکر تو تھے نہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعجاز تھا کہ پورے مجمع کو آواز برابر پہنچ رہی تھی حتیٰ کہ دوران خطبہ میں حضور علیہ السلام نے کسی صحابی سے فرمایا: بیٹھ جاؤ ــــ حضرت عبداللہ بن رواحہ کہتے ہیں۔ "بیٹھ جاؤ" ــــ کی آواز میں نے اپنے گھر پر سُنی اور وہیں حکم نبوی کی تعمیل میں تعظیماً بیٹھ گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس مضمون کی متعدد احادیث خصائص کبریٰ میں ذکر کیں کہ خطبہ مبارکہ کی آواز پردہ نشین مستورات کو گھروں میں بھی پہنچ رہی تھی۔

اخلاقِ نبوی کی ایک جھلک

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے حضور کو کبھی اس طرح ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کا سارا منہ کھل گیا ہو۔ آپ صرف مسکرا دیتے تھے۔ (بخاری)

آپ ایک ایک بات کو علیحدہ علیحدہ فرماتے۔ اگر کوئی شخص آپ کے جملوں کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور گفتگو فرماتے تو ایک ایک جملہ علیحدہ علیحدہ ادا فرماتے اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے (ابو داؤد) حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضور جب گفتگو فرماتے تو آپ کی نگاہ اکثر آسمان کی طرف رہتی۔ (ابو داؤد)

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو اپنا ہاتھ اس وقت تک اس سے علیحدہ نہ کرتے، جب تک وہ شخص خود آپ کا ہاتھ نہ چھوڑ دیتا نیز آپ اس کی جانب سے منہ نہ پھیرتے، جب تک وہ منہ موڑ کر نہ چل دیتا۔ آنجناب کو کسی نے کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا کہ آپ لوگوں کے سامنے (یعنی مجلس میں) پاؤں پھیلا کے بیٹھے

ہوں۔ (ترمذی)

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضور کسی واقعہ یا بات سے خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک اس طرح کھل اٹھتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے۔ حضور ذکر الٰہی زیادہ کرتے۔ غیر ضروری باتیں نہ کرتے۔ نماز طویل پڑھتے۔ خطبہ مختصر دیتے۔ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ کرتے اور ان میں سے ہر ایک کا کام کر دیتے (نسائی۔ دارمی)

حضرت عبداللہ بن اوفیٰ فرماتے ہیں: بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھی۔ (دارمی)

صحاح میں ہے کہ آپ دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ شرم و حیا کا اثر آپ کی ایک ایک مقدس و دلنواز ادا سے واضح تھا۔

حضرت ام سلمیٰ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مکان پر تشریف لائے۔ چہرۂ اقدس مغموم تھا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ کل جو سات دینار آئے تھے شام آگئی مگر ابھی تک بستر پر پڑے ہیں (مسندِ امام احمد حنبل)

ایک دفعہ آپ نماز کے لئے تیار ہوئے ' ایک بدو آیا ' دامنِ اقدس تھام کر بولا ' میرا ذرہ سا کام رہ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤں پہلے اسے کر دیجئے ساتھ تشریف لے گئے اس کا کام سر انجام فرما کر پھر نماز ادا فرمائی۔

اظہارِ نبوت سے قبل ——— عبداللہ بن ابی العمسا نے آپ سے کچھ معاملہ کیا اور آپ کو بٹھا کر چلے گئے کہ آ کر حساب کر دیتا ہوں ——— اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا تین دن کے بعد آئے تو دیکھا کہ نبی علیہ السلام اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ (ابو داؤد)

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا۔ برائی کے بدلہ درگذر اور معاف فرما دیتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ حضرت علی کہتے ہیں حضور نرم خُو۔ مہربان طبع، خندہ جبیں تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ حضرت انس آپ کے خادم خاص

کہتے ہیں۔ میں نے دس برس آپ کی خدمت کی مگر آپ نے کبھی کسی معاملہ میں مجھ سے باز پرس نہ فرمائی۔ (شمائل ترمذی)

ایک بدو نے نہایت سختی سے حضور سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کیا صحابہ نے اسے ڈانٹا اور کہا تجھے معلوم ہے تو کس سے ہمکلام ہے؟ حضور نے فرمایا تم کو بدو کا ساتھ دینا چاہیئے تھا کیونکہ اس کا حق ہے پھر آپ نے قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ ابن ماجہ

ایک دفعہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کی بکریوں کا ریوڑ دور تک پھیلا ہوا اس نے درخواست کی۔ آپ نے تمام بکریاں اس کو عطا فرمادیں۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا۔ اسلام قبول کر لو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔ (بخاری)

مکہ میں روسائے قریش جب ہر قسم کی تدبیروں سے تھک گئے تو انہوں نے حضور کے سامنے حکومت کا تخت، زر و جواہر کا خزانہ، حسن کی دولت پیش کی۔ ان میں ہر ایک چیز بڑے سے بڑے بہادروں کے قدم ڈگمگا دینے کے لئے کافی تھی لیکن آپ نے نہایت ذلت کے ساتھ ان کی اس درخواست کو ٹھکرا دیا۔ بالآخر آخری مونس و ہمدم ابوطالب نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا تو یہ غور و فکر کا آخری لمحہ اور عزم و استقلال کا آخری امتحان تھا۔ اس وقت آپ نے جو کلمات فرمائے عالم کائنات میں ثبات و پامردی کے اظہار کا سب سے آخری طریقہ تعبیر تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"چچا اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤں گا۔ (ابن ہشام)

اکثر خدام خدمتِ اقدس میں پانی لے کر آتے کہ آپ ہاتھ ڈال دیں تاکہ متبرک ہو جائے۔ جاڑوں کا موسم اور صبح کا وقت ہوتا مگر حضور پھر بھی انکار نہ فرماتے۔ (ابوداؤد)

زہد و قناعت اور فقرِ اختیاری کا یہ عالم تھا کہ بوقتِ وصال آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ جن مقدس کپڑوں میں وصال فرمایا ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے۔ بستر اقدس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی (بخاری) حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور کے لئے کبھی کپڑا طے کر کے نہیں رکھا گیا۔ الغرض عزم و استقلال شجاعت، امانت، راست گفتاری، عہد کی پابندی۔ زہد و قناعت عفو و حلم، دشمنوں سے درگزر اور درگذر اور حسن سلوک۔ غریبوں سے محبت و پیار۔ دشمنوں کے حق میں

دعاء خیر ۔ بچوں پر شفقت ۔ غلاموں سے اچھا سلوک مستورات سے نیک برتاؤ حیوانات پر رحم اولاد سے محبت حسن خلق حسن معاملہ جود و سخا، عدل و انصاف ۔ ایثار و قربانی ۔ مہمان نوازی ۔ صدقہ سے پرہیز ۔ غرضکہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ اوصاف کے پیکر جمیل تھے حضور کے خصائل و شمائل کے واقعات کو بیان کیا جائے تو اس کے لئے دفتر درکار ہے ۔

حضور کے بعض معجزات و خصائص

معجزہ

جو کام عادتاً ناممکن ہو اگر اسے اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہونے کی دلیل میں پیش کرے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں ۔ جیسے عصا کا اژدہا بن جانا ۔ ید بیضا ۔ سورج کا واپس آنا چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ ——— واضح رہے کہ اگر کوئی اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہو اور یہ کہے کہ میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اس لوہے کو سونا بنا دیتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ایسا نہیں کر سکتا ورنہ سچے اور جھوٹے کی تمیز ہی ختم ہو جائے گی ——— حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں بلکہ حضور کی ذاتِ اقدس خود معجزہ ہے

معراج شریف

معراج حضور کا نہایت ہی مشہور معجزہ ہے ۔ رات کے نہایت ہی تھوڑے حصہ میں آپ مکہ سے بیت المقدس لے جائے گئے وہاں آپ نے تمام انبیاء سابقین کی امامت فرمائی ۔ پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے ۔ اللہ تعالےٰ کے قرب خاص میں رسائی ہوئی ۔ جمالِ الٰہی سے مشرف ہوئے ۔ جنت و دوزخ عرش و کرسی لوح و قلم غرضکہ ساری خدائی کا آپ نے مشاہدہ فرمایا اور یہ عظیم و جلیل سفر اتنے عرصہ میں طے ہوا کہ ؎

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
ایک دم میں سرِ عرش گئے آئے محمد

حضور کو معراج جسم و روح کے ساتھ بحالتِ بیداری ہوا ۔ معراج جسمانی کا منکر گمراہ ہے ۔

حضور کے معجزات

کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔ چند معجزات یہ ہیں ۔ شق القمر حضور کا عظیم و جلیل معجزہ ہے ۔ اہل مکہ جب آپ سے معجزہ دکھاتے کا

مطالبہ کیا۔ تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس کے نیچے۔ قرآن مجید میں بھی فرمایا وانشق القمر۔ یہ معجزہ رات کے وقت مکہ میں بمقام منیٰ واقع ہوا۔ ترمذی میں ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے کہا حضور نے ہم پر جادو کر دیا ہے؟ لیکن جب ادھر ادھر سے مسافر آئے اور انہوں نے یہ ہی مشاہدہ بیان کیا تو حیران ہو کر کہنے لگے ہم پر تو جادو کر دیا مگر دیگر مقامات کے آدمیوں پر تو جادو نہیں کر سکتے؟

خیبر سے واپسی پر مقام سہبا پر حضرت علی کے لئے جبکہ ان کی نماز قضا ہو گئی۔ حضور کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آگیا (شامی ج ص) کھجور کا وہ تنہ جس سے حضور تکیہ لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب حضور نے خطبہ دینا شروع کیا تو اس خشک لکڑی سے رونے کی آواز نکلی اور یہ آواز جمعہ کے اجتماع کے صحابہ نے خود سُنی (بخاری) درختوں و پتھروں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز آتی تھی (ترمذی) خانہ کعبہ کے بت حضور کے دستِ مبارک کی چھڑی سے بے چھوئے صرف اشارہ سے گر پڑتے تھے (بخاری، طبرانی، ابونعیم) درخت حضور کے اشارہ سے چلتے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے۔ (مسلم) حضور کی سواری کی برکت سے سست رفتار جانور تیز ہو جاتے تھے (بخاری) جب صحابہ رات گئے اپنے گھروں کو واپس ہوتے تو ان کو راستہ دکھانے کے لئے کوئی چیز روشن ہو جاتی (بخاری) جانور آپ کو سجدہ کرتے تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا ہر مخلوق جانتی ہے کہ خدا کا رسول ہوں (دارمی) حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ کمزور تھا۔ حضور نے انہیں قوت حافظہ عطا فرمائی (بخاری) حضرت علی کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ آپ کے لعاب مبارک اور ہاتھ لگانے سے بیمار شفایاب ہو جاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۴ ص) حضور کی دعا سے نامرادوں کی حاجتیں پوری ہو جاتی تھیں (بخاری) حضور دعا اور ہاتھ لگانے لعابِ مبارک ملانے سے اشیاء میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوطلحہ کے ہاں تھوڑا سا کھانا تھا مگر ستر اسی آدمیوں کے لئے کافی ہو گیا (بخاری) دودھ کے ایک پیالہ سے ستر اصحاب صفہ سیراب ہو گئے (بخاری) حضور کی انگلیوں سے متعدد بار پانی جاری ہوا۔ (بخاری)

نور و بشر

حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کو قرآن نے نور فرمایا ہے۔ اس لئے اہلسنّت حضور کو نور کہتے اور مانتے ہیں مگر باایں ہمہ حضور کی بشریت کے منکر نہیں ہیں۔

حضور علیہ السلام اللہ کے بندے اس کی مخلوق اور اس کے مقدس رسول ہیں۔ لیکن حضور کی بشریت تمام انسانوں کی بشریت اور ملائکہ مقربین کی نورانیت سے افضل ہے۔ حضور کو عام انسانوں کی طرح سمجھنا یا حضور سے ہمسری کا دعویٰ کرنا۔ حضور کے متعلق یہ جملے استعمال کرنا آخر وہ بھی تو ہماری طرح ایک انسان تھے۔ ہماری طرح ہی کھاتے پیتے سوتے چلتے تھے۔ اور ——————

—————— حضور کو عام انسانوں کی طرح سمجھنا گمراہی بلکہ تمام گمراہیوں کی جڑ ہے۔ حضور کا کھانا پینا چلنا سونا سب کچھ بحیثیت ایک نبی و رسول کے ہے۔ آپ کا قول و فعل اللہ کا قانون بنتا ہے۔ عام انسانوں کا یہ درجہ کہاں ہے —————— حضور کی شخصیت طیبہ کی کیفیت تو یہ ہے کہ آپ افضل الانبیاء، سیدالانبیاء، خاتم الانبیاء ہیں جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کے پیغام کی تکمیل ہوئی ایسے ہی حضور کی ذاتِ بابرکات میں محاسنِ انسانیت کی تکمیل ہوئی ہے جیسے پہلی کوئی آسمانی کتاب جزوی یا کلی طور پر قرآن پاک کی عظمت و رفعت کا مقابلہ نہیں کرسکتی اسی طرح کوئی پہلا نبی یا رسول جزوی یا کلی لحاظ سے حضور کے فضائل و مناقب مرتبہ کی بلندی اور عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ عام انسان تو حضور کے سامنے چیز ہی کیا ہیں۔ علامہ اقبال حضور کی بشریت اور آپ کے مرتبہ کی بلندی و برتری کے متعلق کہتے ہیں ؎

طور موجے از غبارِ خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

کوہ طور کی حیثیت آپ کے غبار خانہ سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ کا گھر کعبہ کے لئے باعثِ احترام ہے۔

کس نہ سترِ عبدہ آگاہ نیست
عبدہ جز سرِ الا اللہ نیست

نسخہ کونین را دیباچہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست

نام اقدس کو سن کر انگوٹھے چومنا

جائز اور باعثِ برکت ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درد المختار ج اص ۲۹۳ میں ہے کہ پہلی شہادت کو سننے کے ساتھ ہی صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہنا دوسری شہادت کے وقت قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے پھر دونوں آنکھوں پر دونوں انگوٹھوں کے ناخن رکھنے کے بعد یہ کلمات کہنا جائیں۔ اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر تو ایسے کرنے والے کے لئے

حضور جنت کے قائد بنیں گے۔ اسی طرح طحاوی شرح مراقی الفلاح ص۱۱۱ و ص۱۱۲ میں لکھا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اذان میں حضور کا نام سن کر دونوں انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا تھا۔ حضور کے سوال پر عرض کی میں نے یہ فعل برکت کے لئے کیا ہے۔ حضور نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کی آنکھ دکھنے سے محفوظ رہے گی کہا جاتا ہے کہ اس مضمون کی تمام احادیث ضعیف ہیں۔ لیکن یہ اصول سب کو تسلیم ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مانی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ ہمیں حضور کا نام پیارا لگتا ہے اس لئے ہم چوم لیتے ہیں جس کو پیارا نہیں لگتا نہ چومے اور جو لوگ نہیں چومتے ہم ان پر کوئی فتویٰ نہیں لگاتے۔ اور نہ چومنے پر مجبور کرتے ہیں۔ البتہ نہ چومنے والے بدعت و شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں جو سخت زیادتی اور شریعت پر افتراء ہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں نام پاک سننے پر انگوٹھے چومنے کی ممانعت نہیں آئی ——— بلکہ حضور نے تو یہ فرمایا ہے کہ جس نے اپنی ماں کے قدموں کو چوما۔ اس نے جنت کی چوکھٹ کو چوم لیا۔ جب ماں کے قدموں کے چومنے کی یہ عظمت ہے تو حضور کے نام اقدس کو عقیدت و محبت و احترام کی بنیاد پر چومنے میں حرج کیا ہے؟

قیام تعظیمی اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ وہ حضور کی بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر ادب و احترام تعظیم و محبت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے جو لوگ قیام تعظیمی نہیں کرتے۔ اہل سنت ان پر کوئی فتویٰ نہیں دیتے البتہ حضور سے عشق و محبت رکھنے والوں کے لئے سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سینما میں جب ترانہ سنایا جاتا ہے تو قانوناً اس کے احترام میں کھڑا ہونا پڑتا ہے اور منکرین بھی ترانہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو ترانہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تو جائز ہو اور حضور کی تعظیم و احترام عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے کھڑا ہونا بدعت ہو جائے؟ یہ بات کیسے درست ہے؟۔

انبیاء اولیاء کا وسیلہ پکڑنا انبیاء کرام و اولیاء عظام کے وسیلہ سے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنا جائز ہے حتیٰ کہ انبیاء و اولیاء کے مزارات کے وسیلہ سے

دُعا کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر مبارک کے پاس جاکر دو نفل پڑھتا ہوں اور اللہ سے دعا مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ پوری فرما دیتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الرحمۃ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق مجرب ہے۔ انبیاء اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے۔ جبکہ عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے انبیاء اولیاء اس کی امداد کے مظہر اور وسیلہ ہیں ـــــ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ کے خلاف ایک پتہ بھی کوئی نہیں ہلا سکتا۔ کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کو خدا یا خدا کا شریک نہیں سمجھتا۔

ندائے یا رسول اللہ

اس عقیدہ کے ساتھ یا رسول اللہ کہنا۔ اور درود شریف پڑھنا کہ حضور ہمارے درود اور ندا کو سنتے ہیں جائز ہے۔ اس معاملہ میں مسلمانوں پر کفر و شرک کا فتویٰ دینا سخت زیادتی اور ظلم ہے کیونکہ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو سننے کی طاقت خود بخود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ متعدد احادیث سے یہ مسئلہ ثابت و واضح ہے

خواب میں حضور کا دیدار

اگر کسی کے نصیب جاگیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے خواب میں مشرف ہو تو یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ حضور نے فرمایا ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم شکل نہیں بن سکتا ـــــ اللہ تعالےٰ نے شیطان کو یہ طاقت نہیں دی ہے کہ وہ حضور کی صورت میں خواب میں نظر آئے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا (بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۳۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کو خواب میں دیکھنے والا بیداری میں دیکھنے کا مشتاق ہو جاتا ہے جب اس کا یہ شوق و ذوق انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اسے بیداری میں بھی دیدار نصیب ہو سکتا ہے۔ کچھ اولیاء کرام ایسے بھی ہیں جو بحالتِ بیداری حضور کی زیارت کرتے ہیں۔ جیسے شیخ ابوالعباس۔ حضرت ابراہیم بتولی۔ حضرت شیخ تیمی، حضرت شیخ برادی، حضرت شیخ خلیفہ بن موسیٰ۔ روح المعانی ج ۱۲ پ ۲۲ صفحہ ۳۲ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضور پر جھوٹ باندھنا سخت گناہ ہے

یوں تو ہر شخص پر جھوٹ باندھنا حرام ہے مگر حضور چونکہ مالکِ شریعت ہیں۔ حضور کی بات شریعت قرار پاتی ہے اس لئے کسی ایسی بات کی نسبت حضور کی طرف کرنا جو حضور نے نہ فرمائی ہو سخت و شدید گناہ ہے توبہ و استغفار لازم و واجب ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھ پر جھوٹ باندھنے والا جہنمی ہے (بخاری)

حضور پر درود و سلام

حضور سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے حد و حساب ہیں۔ آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ تبلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک ابدی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر امت دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے ایسے عظیم و جلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا، بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن امت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔	اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور پر درود بھیجنا۔ حضور کے احسانات عظیم کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اور نیاز مندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں حضور کی ذات ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے ہیں اور حضور پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور فقہا امت نے تصریح کی ہے کہ:۔

جب بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی
زبان پر آئے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

عمر میں ایک مرتبہ حضور پر درود پڑھنا فرض ہے۔ نماز میں واجب اور عام اوقات میں مستحب

اسلئے حضورِ اقدس کی ذاتِ پاک پر نہایت خلوص و محبت کے ساتھ درود پڑھیے اور جب آپ کا نامِ اقدس زبان پر

آئے تو درود وسلام عرض کرنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے بلکہ نہایت ذوق وشوق ادب واحترام کے ساتھ حضور کی ذات والاصفات پر درود بھیجا جائے ؎

تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

درود شریف کے فضائل و برکات

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ دس گناہ مٹاتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے (نسائی) جس نے مجھ پر درود پڑھا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت فرماؤں گا (جواہر البحار ج ۲ ص ۱۲۶) جس نے مجھ پر درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اس طرح نفاق سے پاک فرما دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو صاف کر دیتا ہے (جذب القلوب ص ۲۵۱) قیامت کے دن وہ لوگ میرے زیادہ قریب ہوں گے جو مجھ پر بکثرت درود پڑھتے ہیں (ترمذی) جو شخص جمعرات کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔ (جذب القلوب ص ۲۵۸) جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو مجھ پر سلام عرض کرے اور کہے اے اللہ میرے لئے رحمت کا دروازہ کھول دے اور جب باہر نکلے تو بھی مجھ پر سلام عرض کرے اور کہے الٰہی مجھے شیطان رجیم کے شر سے بچا (ترمذی۔ ابن ماجہ)

اس شخص کی ناک غبار آلود ہو جسکے سامنے میرا نام ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی) بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (شفا ج ۲ ص ۶۳)

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بہت بڑا بخیل ہے۔ (کشف الغمہ ص ۲۷۲)

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا۔ (شفا ص ۶۳)

مفسر شہیر علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہ العزیز نے تفسیر روح البیان میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک صاحب سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوئے کہنے لگے۔ مدت سے تمنا تھی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو تو اپنی زبوں حالی کی داستان خدمت اقدس میں پیش کروں۔ اللہ کے فضل سے گذشتہ روز دیدار پر انوار سے مشرف ہوا میں نے بحضور نبوی عرض کی

یارسول اللہ ایک ہزار روپے کا مقروض ہوں۔ ادائیگی پر قدرت نہیں۔ خوف دامنگیر ہے کہ اگر بے ادائیگی قرض موت آگئی تو یہ بارِ عظیم مری گردن پہ باقی رہ جائے گا۔ حضور نے فرمایا محمود سبکتگین کے پاس جا کر ان سے رقم طلب کرو۔ میں نے عرض کی حضور اگر سلطان نے نشانی طلب کی اور ثبوت مانگا تو کیا کروں گا۔ حضور نے فرمایا۔ سلطان سے کہہ دیں کہ تم سونے سے پہلے تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو اور بیدار ہو کر بھی تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو۔ یہ ہے اس بات کا ثبوت کہ مجھے تمہارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے چنانچہ انہوں نے بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر کہہ دیا۔

یہ سن کر سلطان پر گریہ طاری ہو گیا۔ ان کا قرضہ ادا کر کے ایک ہزار روپے مزید ان کی خدمت میں پیش کئے۔

ارکانِ دولت نے سلطان کی خدمت میں عرض کی عالیجاہ آپ نے ایسی بات کی تصدیق فرمادی جو ناممکن ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے ہیں ہم نے تو کبھی آپ کو اس تعداد میں درود پڑھنے میں کبھی مشغول نہیں دیکھا، پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی۔ اتنی قلیل مدت میں آپ ساٹھ ہزار مرتبہ درود شریف کس طرح پورا فرماتے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا۔

میں نے علماء کرام سے سنا تھا کہ جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف ایک مرتبہ پڑھے گا وہ دس ہزار بار پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں اس درود شریف کو تین مرتبہ سوتے وقت اور تین مرتبہ بیدار ہو کر پڑھ لیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ساٹھ ہزار بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہو گئی اور مجھ پہ گریہ اس خوشی میں طاری ہوا کہ علماء کے ارشاد کی تائید حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔

وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَكَرَّ الْجَدِيْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَهٗ وَاَرْوَاحَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَثِيْرًا۔

حیاتِ سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

حضور کے ظہور سے قبل دنیا کی حالت

حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کے ظہور سے قبل ساری دنیا پر گمراہی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور واحد قہار کی بجائے توہمات و مادیات کی پرستش ہوتی تھی۔ فارس میں آتش پرستی، ہندوستان میں چاند سورج سانپ حتیٰ کہ گوبر کی پوجا ہوتی تھی۔ چین میں بادشاہِ وقت کو خدا سمجھا جاتا تھا۔ عرب فسق و فجور، بے حیائی و زناکاری پر نازاں تھا۔ عورتیں بڑے آدمیوں کے ساتھ راتیں بسر کرنے پر فخر کرتی تھیں۔ خاوند کی اجازت سے بہادر مردوں کے ہاں رہتیں تاکہ بہادر اولاد پیدا ہو عرب کا ہر گھر شراب کا میخانہ تھا اور بچے اور بیویاں، ساقی، مے نوشی۔ عریانی اور فحاشی کا یہ عالم تھا کہ کعبہ ابراہیمی کے طواف کے وقت مرد اور عورت ننگے طواف کرتے تھے اور فحش اشعار پڑھتے تھے۔ جوئے بازی کی گرم بازاری میں اپنی ماں۔ بہن۔ بیوی کو فروخت اور گروی رکھ دیتے تھے عورت کی مظلومیت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماؤں کو جائیداد کی طرح تقسیم کیا جاتا۔ حتیٰ کہ بیٹا باپ کی منکوحہ سے زبردستی نکاح کر لیتا تھا۔ اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل کر دیتے۔ لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینا نشانِ شرافت سمجھا جاتا تھا۔ غرضکہ تہذیب و تمدن اخلاق و شرافت دم توڑ چکے تھے۔ توریت و انجیل میں تحریف ہو چکی تھی۔ موسیٰ و عیسیٰ کی تعلیمات مسخ ہو چکی تھیں۔ ایسے میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور رسولوں کی کارکردگی کا دائرہ محدود تھا ایک کے بعد دوسرا ہادی مبعوث ہو جاتا تھا۔ حضور آخری نبی ہیں۔ سب رسولوں کے سردار ہادی

کائنات آپ کے ذمہ ساری دنیا کی اصلاح تھی۔ عرب ابتری کے اعتبار سے دنیا بھر پر فائق تھے اس لئے عرب اصلاح وہدایت کا مرکز بنا۔ نور آیا تاریکی کے بادل چھٹ گئے۔ عدل وانصاف، خدا پرستی کا دور شروع ہوا۔ شک نہیں کہ عرب کے دل و دماغ کو بدل دینا حضور کا محیر العقول معجزہ ہے

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

ولادت باسعادت

جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر سے کعبہ پر چڑھائی کی۔ اس کے باون یا پچپن روز کے بعد ۱۲ ربیع الاوّل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو حضور کی ولادت ہوئی۔ حضور ابھی شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد (جناب عبداللہ) نے انتقال فرمایا۔ دادا (جناب عبد المطلب) گود میں لے کر خانہ کعبہ گئے اور وہاں حضور کے لئے دعا مانگی۔

والدہ حضور کو احمد کہہ کر پکارتی تھیں اور دادا نے محمد نام رکھا تھا۔ احمد کے معنی ہیں نہایت قابلِ ستائش اور محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ حضور کا ارشاد ہے۔ ان لی اسماءً انا محمدؐ وانا احمد۔ دادا نے ولادت کی خوشی میں ساتویں دن قبیلے کی دعوت کی۔ لوگوں نے پوچھا نام، خاندان کے مروجہ ناموں سے ملتا جلتا کیوں نہیں رکھا۔ جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں میرے پوتے پر اس نام کا اثر پڑے اور میرا پوتا تعریف وستائش حاصل کرے۔

اظہارِ نبوت سے قبل کی زندگی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے نہایت پاک باز راست باز۔ دیانت دار، عفت وعصمت صدق وامانت۔ اخلاقِ حمیدہ واوصافِ جمیلہ کے پیکر تھے۔ جاہلیت کی رسوم اور لہو ولعب سے ہمیشہ دور ونفور رہے۔ ہر طرح کی آلائش سے پاک وصاف تھے۔ گناہوں کے کبھی قریب نہ گئے آپ پیدا ہی نبوت کے لئے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ خون کے پیاسے اور جان کے دشمن بھی آپ کو الصادق الامین سچے اور امین کے نام سے پکارتے تھے۔ زندگی کے ابتدائی دور میں بھی آپ کے احباب نہایت پاکیزہ اخلاق اور بلند رتبہ تھے ان میں سب سے مقدم جناب ابوبکرؓ تھے۔ جو آپ کے بچپن وجوانی سفر وحضر قبر وحشر کے بھی ساتھی تھے۔

مختون پیدا ہوئے

حضور ختنہ کئے ہوئے اور نال کٹے ہوئے پیدا ہوئے۔ شب ولادت ستارے مائل بزمین ہوئے۔ آتشکدۂ فارس بجھ گیا۔ نوشیرواں کے محل کے چودہ کنگرے جھڑ گئے۔ روئے زمین کے بت اوندھے گر گئے۔ آمنہ پاک فرماتی ہیں کہ ولادت کے فوراً بعد آپ نے سجدہ کیا۔ پھر ایک سفید ابر نے آپ کو ڈھانپ لیا۔ میرے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے کہ ناگاہ سفید اونی کپڑے میں سبز ریشمیں بچھونے پر جلوہ فرما نظر آئے۔ گوہر شاداب کی کنجیاں مٹھی میں تھیں۔ ایک منادی پکار رہا تھا، نصرت اور نبوت کی کنجیوں پر محمد رسول اللہ نے قبضہ کر لیا۔

فطری عدل

امام شیر خوارگی میں حضور ایک طرف سے دودھ نوش فرماتے۔ دوسری طرف اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے لئے چھوڑ دیتے۔ یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ اللہ کے رسول ایسی ہی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن نے تصریح کی کہ حضرت عیسیٰ کو بچپن ہی میں حکمت دی گئی۔ وَ اٰتیناہ الحکم جناب موسیٰ پر دودھ پلانے والی حرام کر دیں۔ قصر فرعون میں آپ نے کسی دایہ کا دودھ قبول نہ کیا۔ جب آپ کی والدہ آئیں تو ان کا دودھ پیا۔

حلیۂ اقدس

اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکمل مردانہ حسن عطا فرمایا تھا۔ چہرہ کشادہ اور نہایت پاکیزہ۔ قد میانہ۔ جسم متناسب پیٹ نہ ابھرا ہوا نہ پچکا ہوا۔ سر کے بال سیاہ گھنے اور گھنگھریالے۔ آنکھیں سرمگیں اور بڑی۔ پتلیاں روشن ابرو باریک اور پیوستہ۔ آواز شاندار۔ کلام میں حلاوت۔ نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ اس طرح بولتے تھے کہ جیسے موتی کی لڑی پرو رہے ہیں۔ باوقار تھے۔ دیکھنے والے کا دل دور سے دیکھ کر کھنچنے لگتا تھا۔ باوجود نرم طبیعت اور منکسر مزاج ہونے کے لوگوں پر حضور کا رعب چھایا رہتا۔

علاماتِ نبوت

نبوت کے اعلان سے قبل بھی حضور کی ذاتِ پاک سے آثارِ نبوت نمایاں تھے۔ حضور علیہ السلام سے جب آپ کی ذات کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا میں ابراہیم خلیل کی دعا۔ عیسیٰ کی بشارت ہوں میری والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے بدن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ (ابن سعد ج ا ص ۹۶ مستدرک ج ۲ ص ۶۰۰) حضور نے فرمایا میں خاتم انبیا اس وقت سے ہوں جبکہ آدم آب و گل میں تھے (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷)

حضرت آمنہ پاک فرماتی ہیں ولادت کے وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے (مستدرک ج ۲ ص ۶۱۶) پتھروں سے عرض سلام کی آواز آتی تھی۔ حضور فرماتے ہیں کہ مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو قبل اظہار نبوت مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ (مسلم)

شقِ صدر

حضور کا متعدد بار شقِ صدر ہوا۔ اس میں جو حکمتیں ہیں وہ اللہ تعالٰے ہی خوب جانتا ہے۔ جبرئیل امین نے جب سینہ چاک کیا۔ قلبِ اطہر سینہ سے باہر نکالا کہ خون نکلا نہ حضور کو تکلیف ہوئی۔ بلکہ اس کیفیت میں بھی حضور زندہ تھے۔ اور آپ نے خود اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے میرے حجرہ کی چھت پھاڑی گئی۔ اس وقت میں مکہ میں تھا اور جبرئیل اترے انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔

ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ — اور ماء زمزم سے اس کو دھویا۔

اس کے بعد سونے کا ایک طشت حکمت و ایمان سے لبریز تھا۔ میرے سینہ میں بھر دیا۔ پھر شگاف برابر کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے آسمان پر لے گئے۔ (مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲ و بخاری)

مسلم شریف میں ہے کہ آپ بکریاں چرا رہے تھے کہ دو فرشتے اترے اور انہوں نے آپ کا سینہ اقدس چاک کیا ——— پھر ان فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کو کہا ان کو تولو۔

نبوت کا وزن

چنانچہ ترازو کے ایک پلہ میں حضور کو اور دوسرے میں امت کے دس افراد کو رکھا گیا۔ حضور کا وزن غالب رہا۔ پھر امت کے سو افراد کے ساتھ تولنے پر بھی حضور کا وزن غالب آیا۔ تب فرشتہ نے کہا رہنے دو۔ بخدا اگر ایک پلہ میں ان کو اور دوسرے میں ساری امت کے افراد کو رکھ کر بھی تولو گے تو جب بھی ان کا وزن غالب رہے گا۔

★

جسمِ پاک بے سایہ

جسم اقدس کا یہ معجزہ تھا کہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم فرماتے ہیں کہ حضور کا سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ حضور کے سایہ پر پاؤں رکھ کر کوئی اس کی بے ادبی نہ کر سکے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جسم کثیف ہوتا ہے اور سایہ لطیف۔ تو اگر حضور کا سایہ ہوتا تو آپ کے سایہ کے مقابل حضور کا جسم کثیف قرار پاتا اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور سے زیادہ

کسی کو لطیف پیدا نہیں کیا اس لئے حضور کا سایہ نہ تھا (مکتوبات)
حضور کے نسب نامہ کی اجمالی کیفیت یہ ہے۔

نسب شریف و رضاعت

حضرت محمد بن عبد اللہؓ بن عبد المطلبؓ بن ہاشمؓ ابن عبد منافؓ بن قصیؓ بن کلابؓ بن مرۃؓ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر فہر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی نسل سے تھے۔ بنی قریش عرب کا معزز ترین قبیلہ تھا خانہ کعبہ کی تولیت اسی قبیلہ کے پاس تھی۔ حضور کی مقدس والدہ ماجدہ جناب آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی قریش تھیں۔ سب سے پہلے آپ کی والدہ جناب آمنہ نے۔ اور تین دن بعد ثوبیہ نے اور ان کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

چھ برس کی عمر

ہوئی تو والدہ محترمہ حضرت آمنہ پاک کا وصال ہوا۔ اور آپ کی تربیت آپ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی۔ ۸ سال کی عمر ہوئی تو حضرت عبد المطلب ۸۲ برس کی عمر پاکر انتقال فرما گئے۔ جناب عبد المطلب نے رحلت کے وقت حضور کا ہاتھ آپ کے چچا ابوطالب کے ہاتھ میں دیا۔ جناب ابوطالب نے محبت و شفقت کا حق ادا کر دیا۔ حضور سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ آپ کے مقابلہ میں اپنے بچوں کی پرواہ نہ کرتے۔ سوتے تو حضور کو ساتھ سلاتے باہر جاتے تو حضور کو ساتھ لے کر جاتے۔ حضور کی وجہ سے تکلیفیں اٹھائیں۔ کفار کی مخالفت کی پرواہ نہ کی حضور کا ساتھ نہ چھوڑا اور کفالت کے فرض کو بحسن و خوبی ادا کیا۔

شام کا سفر

۱۲ برس کی عمر میں حضور نے ابوطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ جب آپ بصریٰ پہنچے تو وہاں کے راہب نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ تو سید المرسلین ہیں۔ جب تم لوگ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو تمام درخت اور پتھر سجدہ کے لئے جھک گئے تھے۔

تعمیر کعبہ

کعبہ میں حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو قریش میں سخت جھگڑا ہوا۔ تلواریں کھچ گئیں اس معاملہ کو طے کرنے کے لئے حضور منتخب ہو گئے۔ آپ نے چادر بچھا کر اپنے ہاتھ سے حجر اسود اس پر رکھ دیا اور قبائل کے سرداروں سے فرمایا۔ اب تم چادر اٹھاؤ۔ جب چادر موقع پر آ گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کعبہ میں نصب کر دیا۔ حضور کے حسن

تدبیر سے حجرِ اسود نصب کرنے کی سعادت بھی سب کو مل گئی۔ اور سخت لڑائی کا جھگڑا بھی ختم ہو گیا ـــــ حضور نے بغرض تجارت ابوطالب کے ساتھ شام، بصریٰ، یمن کے متعدد سفر کئے معاملہ میں امانت و دیانت کا یہ عالم دکھایا کہ عرب آپ کو تاجر امین کہنے لگے۔ ۲۵ برس کی عمر میں حضرت

صادق امین

خدیجہ کے مال تجارت کی فروختگی کو آپ نے منظور فرمالیا۔ وہ حضور کی دیانتداری صفائی معاملہ اور سیرت کی پاکیزگی سے متاثر ہوکر حضور سے عقد کی خواہش مند ہوئیں۔ اس وقت جناب خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ حضور نے ان سے نکاح فرمالیا۔ ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر ہوا۔ حضرت خدیجہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں حضور کے خاندان سے ملتا ہے۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہوچکی تھیں اور وہ بیوہ تھیں۔ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔ دولت مند تھیں جاہلیت میں بھی لوگ انہیں طاہرہ کے نام سے پکارتے تھے

غارِ حرا کا مجاہدہ

مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک غار تھا جس کو حرا کہتے ہیں آپ مہینوں وہاں جاکر قیام فرماتے اور مراقبہ کرتے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہ ختم ہوچکتا تو پھر واپس تشریف لاتے اور پھر واپس جاکر مصروفِ مراقبہ ہوجاتے غارِ حرا میں حضور علیہ السلام تحنث (عبادت) فرمایا کرتے۔ اس عبادت کا طریقہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو القا فرمایا تھا۔ آپ پر اسرارِ الٰہی منکشف ہونے لگے۔ آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے بعینہٖ وہی پیش آتا۔ آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں مصروفِ مراقبہ تھے کہ جبرئیل امین سورہ اقرا کی آیات لے کر نازل ہوئے۔ حضور گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔ اس وقت حضور کی عمر مبارک چالیس سال ایک دن کی تھی۔ غارِ حرا میں پہلی بار سورہ اقرا کی پانچ آئتیں نازل ہوئیں اس کے بعد کچھ دنوں تک سلسلۂ وحی رکا رہا۔ وحی کے رُک جانے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی آئتیں نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ	اے بادلہ پوش (محبوب) اُٹھ لوگوں
فَأَنذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ	کو خدا سے ڈرا اور اپنے رب کی کبریائی بیان فرما۔

وحی کے معنیٰ

وحی و الہام کے معنیٰ۔ خفیہ کلام، دل میں کسی بات کا آنا۔ لیکن شریعت میں وحی

ان مطالب و معانی کا نام ہے جو خدا کی طرف سے انبیاء کرام پر نازل ہوتے ہیں۔ خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہوں یا بلا واسطہ۔ وحیِ نبوت اب کسی پر نہیں آسکتی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی کا آغاز رویائے صادقہ (سچے خوابوں) سے ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے صبح کی روشنی کی طرح اس کا نتیجہ ظاہر ہوتا۔

وحی کی دو قسمیں متلو و غیر متلو

وحیِ متلو۔ جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جیسے قرآن کریم اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ایک ایک حرف تواتر روایت سے منقول ہے اور قرآن کے لفظ اور معنیٰ دونوں خدا کا کلام ہیں۔ وحیِ غیر متلو۔ جو تلاوت نہیں کی جاتی اور قرآن کریم کے علاوہ ہوتی ہے جیسے وہ احکام شرعیہ و نصائح دینیہ ہیں جو بروایتِ صحیح احادیث میں مذکور ہیں۔ یہ تواتر سے بہت کم مروی ہیں۔ وحیِ غیر متلو یعنی حدیث۔ یہ الفاظ کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں مگر معنیٰ مفہوم کے لحاظ سے یقیناً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرضیِ خداوندی کے ترجمان ہیں اور آپ کی زبانِ اقدس سے وہی کچھ خارج ہوتا ہے جو مرضیِ الٰہی ہوتی ہے۔

وحی کی شدت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو اس کی شدت و ثقالت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ جبینِ اقدس پسینہ سے تر ہو جاتی۔ چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ آپ اونٹنی پر جا رہے ہوتے اور وحی نازل ہوتی تو اونٹنی بوجھ سے بیٹھنے لگتی۔ حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام کا سر مبارک میری ران پر تھا کہ اسی حالت میں آیت کا صرف ایک ٹکڑا نازل ہوا۔ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ تو میری ران پر اتنا بوجھ پڑا کہ میرا خیال ہو گیا کہ ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ حضور علیہ السلام غارِ حرا سے تشریف لاتے تو قلبِ اقدس دھڑکتا ہوتا۔ سردی محسوس فرماتے تو چادر اوڑھا دینے کا حکم دیتے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ وحی کس قدر شدید و ثقیل ہے اور اس کے تحمل و برداشت کے لئے کیسے مطمئن قلب کی ضرورت ہے۔ قرآن پاک نے وحی کو قولاً ثقیلاً کہا جس کو خود رب العالمین قول ثقیل فرمائے۔ اس کے ثقل و شدت کا کیا ٹھکانہ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا	اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا۔ پاش پاش

مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ ہوتا اللہ کے خوف سے۔

اللہ اکبر! جس وحی سے پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں، جس کی شدت و ثقالت کو پہاڑ جیسی سخت چیز برداشت نہ کر سکے مگر یہ حضور ہی کا مرتبہ و مقام ہے کہ وحی جیسی پُر جلال چیز کو حضور کے قلب اقدس نے برداشت فرما لیا۔ معلوم ہوا کہ نبی و غیر نبی میں بڑا فرق ہے۔ نبی کے قوائے بشریت پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دینے والی چیز کو برداشت کر لیتے ہیں۔

نزولِ وحی کی مدت

تمام قرآن کریم یک دم نازل نہیں ہوا بلکہ حسبِ ضرورت اور وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ اول نزول شبِ قدر میں ہوا شب قدر رمضان المبارک کی آخری راتوں میں سے ایک طاق تاریخ کی رات ہے۔ غارِ حرا میں سب سے پہلی وحی سورۂ اقراء کی پانچ آیتیں ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید نجماً نجماً وصالِ اقدس سے کچھ دن پہلے تک نازل ہوتا رہا۔ باعتبارِ نزول کے قرآن مجید کی آخری آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللهِ ہے۔ اس حساب سے چالیس برس کے سن سے لے کر ترسیٹھ سال کے سن تک کل ۲۳ برس نزولِ وحی کے ہیں یعنی تکمیلِ قرآن کی کل مدت ۲۳ سال ہے۔

نزول ملائکہ و جبرئیل امین

حضور کی خدمت میں ملائکہ کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت جبرئیل امین عموماً انسانی شکل اختیار کر کے آتے تھے ایک صحابی حضرت دحیہ کی شکل میں اور کبھی کسی گاؤں کے دیہاتی کے روپ میں۔ (بخاری) حضرت جبرئیل کو

حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں بارہ مرتبہ

حضرت ادریس علیہ السلام کی خدمت میں چار مرتبہ

حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں پچاس مرتبہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بیالیس مرتبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں چار سو مرتبہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں دس مرتبہ

اور حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں چوبیس ہزار مرتبہ باریابی کا شرف حاصل ہوا۔

اعلانِ نبوت حضور نے اکتالیسویں سال کے پہلے دن اپنی نبوت کا اظہار فرمایا۔ اور اقرا باسم ربك الذی خلق کی تعمیل میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچتے ہی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ بن حارث بے تامل ایمان لے آئے۔ سننے کی دیر تھی۔ ایمان لانے میں دیر نہیں لگی۔ حضرت خدیجہؓ بیوی تھیں، حضرت علی چچازاد بھائی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بچپن کے دوست تھے حضرت زید بن حارثؓ خادم تھے۔ چاروں پل پل کے حالات سے باخبر۔ جس کی زندگی مثلِ آئینہ صاف وشفاف سامنے گزری تھی۔ اور جسے چالیس سال مسلسل سچ بولتے دیکھا تھا۔ اس سے بدگمانی کیونکر ہوسکتی تھی۔ وہ اکتالیسویں سال غلط بات کیسے کہہ سکتا تھا۔

سنا ۳ھ نبوت ابوبکر صدیق، علی مرتضیٰ، خدیجۃ الکبریٰ اور زید ایمان لائے۔ اس سال صدیق اکبر کی تبلیغ سے عثمان، عبدالرحمٰن، سعد، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ایمان لائے، پھر ارقم، بلال، صہیب اور سمیہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے، پھر ابوعبیدہ، سعید بن زید اور عبداللہ بن مسعود ایمان لائے۔ حضور نے انہیں غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا۔ یہ لوگ پہاڑ کی گھاٹی میں جاکر عبادت کرتے تھے۔

دینی تعلیم کا پہلا مرکز کوہِ صفا کے دامن میں حضرت ارقم بن ارقم کے گھر کو دینی تعلیم اور تبلیغ اسلام کے لئے منتخب کیا گیا۔ اعلانِ نبوت کے تین سال بعد تک یہاں خفیہ طور پر تبلیغ ہوتی رہی۔

تین سال تک حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا خاص خاص لوگوں کے سوا کسی سے تذکرہ نہیں فرمایا۔ تین سال بعد جب حکم پہنچا۔ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ یعنی اپنے رشتہ داروں کو اللہ کا خوف دلاؤ تو علی الاعلان تبلیغ کی نوبت آئی۔

حضور نے چالیس ہاشمیوں کو کھانے کی دعوت پر بلایا اور کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ابولہب نے بولنے نہ دیا ——— دوسرے روز انہیں پھر کھانے کے لئے بلایا اور توحید الٰہی کی دعوت دی فرمایا تم میں سے کون کون میرا ساتھ دے گا۔

صرف حضرت علی مرتضیٰؓ اٹھے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ باقی سارا

خاندان خاموش بیٹھا رہا۔ جذبۂ مخالفت پیدا ہونے کی ابھی کوئی صورت نہیں تھی۔ البتہ تھوڑے سے تمسخر کا اظہار کیا گیا۔

تبلیغ کی رفتار بہت دھیمی تھی جس کے کان میں بات پڑتی تھی وہ ایک کان سنتا تھا اور دوسرے کان اڑا دیتا تھا۔ حضورؐ بحکمِ الٰہی بہت دھیمے چل رہے تھے۔

گھر و احباب کے بعد پورے مکہ کو حضورؐ نے مخاطب بنایا۔ کوہ صفا پر جلوہ فرما ہو کر دعوتِ اسلام دی پھر کیا تھا۔ قریش کی طرف سے علی الاعلان مخالفت شروع ہو گئی۔

سنہ ۴ نبوت حق گوئی کی پاداش میں آزمائشوں کا دور شروع ہوا، آپ کو جادوگر، کاہن شاعر، دیوانہ کہا گیا۔ آپ کی چچی ابولہب کی بیوی نے راہ میں کانٹے بچھائے اونٹ کی اوجھ عین سجدہ کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھی گئی، گلے میں چادر ڈال کر گھسیٹا گیا، حضرت سُمَیّہ کی ران میں نیزہ مار کر شہید کیا گیا۔ حضرت زبیر کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر کمرہ میں بند کیا گیا، اور دھواں دیا گیا۔ بلالِ حبشی کو گرم ریت پر لٹایا گیا، سینہ پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ پیروں میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔

سنہ ۵ نبوت رجب کے مہینہ میں انفرادی طور پر حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ اسلام لائے تھے انہیں علانیہ طور پر آزادی کے ساتھ فرائضِ اسلام بجا لانا ناممکن تھا۔ دوسرے قریش کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ تیسرے اس ہجرت کا بڑا فائدہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام لے کر جہاں جاتا اسلام کی شعاعیں خود بخود پھیلتی تھیں۔ حضورؐ کے حکم پر اوّل اوّل گیارہ مرد چار عورتوں نے ہجرت کی۔ جن میں حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ رقیہؓ حضورؐ کی صاحبزادی بھی تھیں۔ پھر یہ تعداد ۸۳ مسلمانوں تک پہنچ گئی۔

سنہ ۶ نبوت حمزہؓ و عمرؓ کا اسلام لانا حضرت حمزہؓ جنہیں آپ سے خاص محبت تھی آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی، ایمان لائے۔ حضرت عمرؓ کے گھر میں ان کے بہنوئی سعید اور ان کی بیوی فاطمہ کی وجہ سے توحید کی روشنی پہنچ چکی تھی۔ حضرت عمرؓ حضورؐ کے قتل کے ارادہ سے چلے۔ بہن کو اتنا مارا کہ لہولہان ہو گئیں۔ بہن بولیں عمر جو بن آئے کرو۔ اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔ بالآخر حضرت عمرؓ متاثر ہوئے۔ قرآن

کی یہ آیت ان کے سامنے آئی ۔ اٰمِنوا باللہِ وَ رسولہٖ ۔ بے اختیار کلمہ پڑھ کر حضورِ نبوی حاضر ہوئے ۔ اسلام قبول کیا ۔ حضور نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ۔ حضرت عمر کے اسلام لانے سے اسلام کو بہت قوت ملی ۔ کعبہ میں مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن عمر کے اسلام لانے کے بعد پہلی بار کعبہ میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کا موقع ملا ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا شروع ہو گئی ۔ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے کفار قریش نے ان کو ہر طرح ستایا ۔ بلال کو جلتی ریت پر لٹاتے تھے ۔ خباب ، عمار ، سمیہ ، صہیب وغیرہ نے سخت مصیبتیں جھیلیں لیکن

حضرت ابوبکر نے مسلمانوں کو آزاد کرایا

یہ شرف حضرت ابوبکر ہی کو حاصل ہوا ۔ انہوں نے مسلمان مظلوموں کی جان بچائی ۔ حضرت بلالؓ ، عامرؓ ، لبنیہ ، وغیرہ کو ان کے کافر آقاؤں سے بھاری رقمیں دے کر آزاد کرایا ۔ کفار کی ایذا سے حضرت ابوبکر کا معزز و طاقتور قبیلہ بھی نہ بچا ۔ حضرت ابوبکر نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا ۔ برک الغماد تک چلے تھے کہ قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ نے روک لیا ۔ اس نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا ۔ قریش نے شرط لگا دی کہ ابوبکر نماز ون میں آواز سے قرآن نہ پڑھیں کیونکہ اس کا ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر پڑتا ہے ۔ حضرت ابوبکر نے اپنے گھر کے پاس مسجد بنالی ۔ بلند آواز سے قرآن پڑھنے لگے ۔ قریش نے شکایت کی ۔ ابن الدغنہ نے کہا ابوبکر اب میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا ۔ آپ نے فرمایا ۔ مجھے خدا کی حفاظت کافی ہے ۔

۷ھ نبوت

شعب ابی طالب میں نظر بند کئے گئے ۔ تمام قریش نے سوشل بائیکاٹ کر دیا ۔ چمڑا اور درختوں کے پتے کھا کر گذارا کرنے کی نوبت آئی ۱۰ھ نبوت تک یہی حال رہا ۔

وفاتِ خدیجہ و ابوطالب ۱۰ھ نبوت

شعب ابی طالب سے آزادی ملی تھی کہ ابوطالب جو حضور کے جاں نثار تھے اور اس کے چند دن بعد حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا ۔ ابوطالب عمر میں ۳۵ برس حضور سے بڑے تھے ۔ حضور سے بہت محبت کرتے تھے ۔ ایک دفعہ ابوطالب بیمار ہوئے تو انہوں نے کہا اللہ نے تجھے نبی بنایا ہے میرے لئے دعا کر حضور نے دعا کی وہ اچھے ہو گئے کہنے لگے خدا تیرا کہنا

مانتا ہے حضور نے فرمایا۔ آپ بھی خدا کا اگر کہا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے گا۔ (اصابہ)

طائف کو روانگی

حضور شعبِ ابی طالب سے آزاد ہو کر طائف روانہ ہوئے۔ یہاں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آپ کو لہولہان کر دیا گیا۔ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے، پھر آپ مکہ تشریف لائے۔ ایک ایک قبیلہ کے پاس جا کر تبلیغ فرمائی۔ مکہ میں کفار کے لیڈروں ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف جو قریش کے رؤسا تھے یہ ہی سب سے بڑھ کر آپ کے دشمن ہوئے۔ لیکن حضرت ابوبکر ان نازک لمحات میں بھی حضور کی حمایت کرتے۔ ایک دفعہ حرم کعبہ میں بحالت نماز عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچا۔ حضرت آگئے آپ کو عقبہ سے چھڑایا اور کہا اس شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ فرماتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس ظلم و ستم کے باوجود بھی حضور نے ان کے حق میں دعاء ہدایت ہی فرمائی۔

سنہ ۱۱ نبوت

مدینہ منورہ کے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان کی تعداد ۷۲ تک پہنچی جن باتوں پر مدینہ آ کر مشرف با سلام ہونے والوں سے حضور بیعت فرماتے تھے یہ تھیں۔ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتل کے مرتکب نہ ہوں گے۔ رسول اللہ کی اطاعت کریں گے۔ پھر حضور نے ان اطاعت کرنے والوں سے تبلیغ اسلام کیلئے مقرر فرمائے۔ ان میں نو قبیلہ خزرج کے اور تین قبیلہ اوس کے تھے۔ اس طرح مدینہ میں اسلام کو پناہ ملی۔ حضور نے صحابہ کو اجازت دی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ کفار نے روک ٹوک شروع کی۔ پھر بھی چوری چھپے اکثر صحابہ مدینہ ہجرت کر گئے۔ صرف حضرت ابوبکر و علی رہ گئے۔

سنہ ۱۲ ھ نبوت

۲۷ رجب المرجب بروز پیر حضور کو معراج جسمانی عطا ہوئی۔ مسجد حرام سے بیت المقدس وہاں سے آسمانوں اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری اور دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کے بھید حضور پر کھول دیئے۔ اس موقع پر پنج وقتہ نمازیں فرض ہوئیں۔

مکہ سے ہجرت سنہ ۱۲ نبوت
۲۷ صفر

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا۔ اکثر صحابہ مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے محسوس کیا کہ مدینہ جا کر مسلمان طاقت

پکڑتے جارہے ہیں۔ انہوں نے دار الندوہ قریش کے سرداروں کا اجلاس کیا اور مکمل غور وفکر و بحث کے بعد ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد منتخب کرو اور تمام مل کر حضور کا خاتمہ کردو۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔ اور قبیلہ بنی ہاشم اکیلا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے منہ اندھیرے ہی حضور کے آستانہ کا محاصرہ کرلیا گیا اور حضور باہر آئیں تو حملہ کیا جائے آپ کو کفار قریش کے ارادہ کی خبر تھی۔ حضرت علی کو بلایا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ حضور سے قریش کو اس درجہ عداوت مگر اعتماد اتنا تھا کہ اپنی امانت حضور کے پاس رکھتے تھے۔ رات زیادہ گزر گئی تو حضور ابوبکر کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے جو بوسہ گاہ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکر سے ہجرت کے متعلق تین روز قبل ہی مشورہ ہوچکا تھا۔ تین راتیں غار میں گزریں۔ حضرت ابوبکر کا غلام بکریاں لاتا۔ ابوبکر دودھ نکالتے۔ تین دن تک یہ ہی غذا تھی۔ صبح کو قریش کی آنکھ کھلی تو بستر رسول پر حضرت علی کو پایا۔ پھر حضور کی تلاش میں غار کے دھانہ تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی دشمن قریب آگئے۔ حضور نے فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا — گھبراؤ نہیں خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے

میزبان رسول ابو ایوب انصاری

مدینہ منورہ میں میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری کو حاصل ہوا۔ حضور کی سواری خود بخود انہیں کے گھر پر رکی۔ سات مہینہ حضرت ابو ایوب کے ہاں قیام فرمایا۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضور کا بچا ہوا کھانا۔ ان کی بیوی بطور تبرک کھاتی تھیں۔ اوپر کی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔ اندیشہ ہوا کہ نیچے کی منزل میں جہاں حضور جلوہ فرما ہیں پانی پہنچ جائے اور حضور کو تکلیف ہو۔ حضرت ابو ایوب کے پاس ایک ہی لحاف تھا اس کو ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے۔

آپ کا نام خالد بن زید انصاری ہے۔ کبار صحابہ سے ہیں۔ مدینہ میں حضور اکرم کے اولین میزبان ہیں۔ ہجرت کے موقع پر حضور علیہ السلام کی اونٹنی مدینہ میں انہی کے مکان پر ٹھہری تھی۔ بدر اور عقبۃ الثانیہ میں شریک ہوئے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ بھی تمام محاربات میں شریک رہے جبکہ حضرت معاویہ قسطنطنیہ میں جہاد کر رہے تھے تو آپ ان کے ساتھ شریک

جہاد ہونے کے لئے گئے مگر بیمار پڑ گئے۔ جب مرض بڑھ گیا تو آپ نے اصحاب کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کو اٹھا لینا اور جب تم صف بستہ ہو جاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کر دینا چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ کی قبر قسطنطنیہ کے قلعہ کی چار دیواری کے قریب ہے جو آج تک مشہور ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ لوگ آپ کی قبر کی تعظیم کرتے ہیں اور آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے (عینی جلد ا صفحہ) آپ سے ۱۵۰ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے بخاری و مسلم نے سات پر اتفاق کیا ہے۔ ایک اور حدیث امام بخاری نے آپ سے منفرداً ذکر کی ہے، گویا بخاری میں آپ سے کل آٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ رضی اللہ عنہم

تعمیر مسجد نبوی حضرت علی بھی تین دن کے بعد مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں مسجد نبوی اور ازواجِ مطہرات کے حجروں کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد حضور وہاں منتقل ہو گئے۔ اس وقت دو ہی حجرے بنے تھے کیونکہ حضور کے عقد میں صرف حضرت سودہ اور حضرت عائشہ تھیں جب اور ازدواج آ گئیں تو اور کمرے تعمیر ہوئے ——— یہ مسجد بہت سادہ تھی کچی اینٹوں کی دیواریں کھجور کے پتوں کا چھپر اور اس کے تنہ کا ستون بالکل خام بارش کے موقعہ پر بوقتِ سجدہ صحابہ کی پیشانیوں کو کیچڑ لگ جاتی مگر اس سادگی کے باوجود یہ مسجد سجدہ گاہِ قدسیاں تھی۔ عالمِ اسلام کے لئے قبلہ مقصود اور کعبۂ حقیقت و معرفت تھی۔ یہ اسلام کی پہلی عظیم درسگاہ تھی جس کا امام معلمِ کائنات سب رسولوں کا سردار اور خاتم انبیاء تھا جس کا خطیب سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور جسے ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا جس کی نگاہ خاک کو زرِ خالص بلکہ کیمیا بنا دیتی تھی۔ فرشتے جس کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔ اسلام کی اس مقدس درسگاہ میں نئے انسان تخلیق ہوئے کوئی بہترین منتظم بنا۔ کوئی بہترین سیاستدان کوئی بہترین سفیر بنا کوئی فقیر مگر ایسا کہ جس سے دریاؤں کے دل دہل جائیں۔ کوئی صدیق اکبر بنا تو کوئی فاروقِ اعظم کوئی عثمانِ غنی تو کوئی علی مرتضیٰ شیرِ خدا ایسی شخصیتیں پروان چڑھیں جو ساری تاریخ انسانیت کا جوہر و مخزن قرار پائیں۔ سب تقویٰ کے خدائی رنگ میں رنگے گئے اور اخلاق کی اعلیٰ صفات سے متصف ہو گئے۔

اصحابِ صفہ مسجد نبوی کے ایک سرے پر چبوترہ بنایا گیا۔ جو صفہ کہلاتا تھا۔ یہ ان لوگوں کے لئے تھا جو اسلام لائے تھے اور گھر بار نہیں رکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ اصحابِ صفہ کے سرخیل اور ایک ممتاز شخصیت تھے۔ لوگوں نے جب اعتراض کیا کہ تم حدیث بہت بیان کرتے ہو تو فرماتے میرا کیا قصور ہے؟ اور لوگ بازار میں تجارت کرتے۔ انصار کھیتی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور میں رات دن بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتا۔

صحابہ کے مشاغل سلسلہ تبلیغ اسلام اور حضور سے فیض حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ نے مدینہ آکر دکانیں کھول لیں حضرت ابو بکر کا کارخانہ مقام سخ میں تھا حضرت عمر بھی تجارت کرتے تھے۔ ان کی تجارت کی وسعت ایران تک پہنچ گئی تھی۔ مہاجرین وانصار میں حضور نے بھائی چارہ پیدا فرما دیا۔ انصار نے وہ ایثار کیا کہ چشمِ فلک نے اس سے قبل نہ دیکھا ہو گا۔ مدینہ میں اسلام خوب پھلا پھولا۔ جہانگیر اندھیرے میں مدینہ ہدایت و موعظت کا آفتاب ذہتاب بن کر چمکنے لگا۔

حضور کی مدنی زندگی

۱ سنہ ہجری یکم ربیع الاوّل بروز پیر چوتھے روز غار سے باہر تشریف لائے۔ ۸ ربیع الاوّل ۱۳ سنہ ہجری بمقام قبا چودہ دن قیام فرمایا۔ یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی جس کے متعلق قرآن نے کہا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی۔ مسجد کی تعمیر میں صحابہ کے ساتھ آپ نے بھی کام کیا ۲۲۔ ربیع الاوّل بروز جمعہ قبا سے روانہ ہو کر مدینہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں جمعہ کی سب سے پہلی نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ مدینہ والوں کو خبر ہوئی تو سارے شہر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ حضور نظر آئے۔ تکبیر سے فضا معمور ہو گئی۔ مستورات نے عربی اشعار گائے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

چاند نکل آیا ہے۔ کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک

دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

چھوٹی بچیاں دف بجا کر استقبال کر رہی تھیں اور عربی اشعار پڑھ رہی تھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھے ہمسایہ ہیں۔

حضور کس شان رحمت سے جلوہ فرما ہوئے۔ انصار نے کیسی عقیدت و محبت کا مظاہرہ کیا؟ دکھاؤں کیونکر تجھے وہ منظر۔

۲ھ۔ آذان و روزے کی فرضیت کعبہ کا بطور قبلہ تقرر

(۱) ۲ھ میں آذان کا حکم ہوا۔ حضرت عمر کو خواب میں آذان کا طریقہ نظر آیا۔ حضور نے ان کے خواب کو پسند فرمایا۔ حضرت بلال کو حکم دیا کہ آذان دیں (۲) رمضان کے روزے فرض ہوئے (۳) بیت المقدس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی خوشنودی و رضا کے لئے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عیسیٰ تک سب کا قبلہ بیت المقدس تھا حضور نے بھی ابتدا میں پندرہ دن بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ ایک دن حضور نماز پڑھا رہے تھے کہ بحالتِ نماز ہی قلب مبارک میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کعبہ ابراہیمی قبلہ ہو جائے اس خیال کے آتے پر حضور نے وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی مرضی پوری فرماتے ہوئے کعبہ کو قبلہ مقرر فرما دیا۔ قرآن مجید میں فرمایا فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔

سلسلہ غزوات و سرایا

★

حق کی حمایت مظلوموں کی امداد اور اپنے دفاع کے لئے مسلمانوں کو کفار سے جہاد بھی کرنے پڑے مگر یہ جہاد دنیا کے لئے نہیں دین کے لئے تھے۔ اللہ کے احکام اللہ کی زمین پر عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے تھے اور یہ حقیقت ہے اکثر لڑائیاں دفاعی تھیں۔ معاہدہ کی خلاف ورزی۔ اور

شرارت کی ابتدا کفار قریش اور یہود و نصاریٰ کی طرف سے ہی ہوتی تھی جس لڑائی میں حضور شریک ہوئے اسے غزوہ اور جن میں صحابہ افسر مقرر کر کے بھیج دیئے جاتے انہیں سریہ کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو ہجرت کے بعد ستائیس غزوات پیش آئے۔ مختلف اوقات میں پینتیس جنگی مہمات روانہ فرمائیں مفتوحہ علاقوں کو دنوں میں تقسیم کیا جائے تو ۲۷۴ مربع میل یومیہ بنتا ہے۔ اپنا نقصان ایک جان ماہانہ دشمن کا ڈیڑھ صد ماہانہ۔ دس سال میں دس لاکھ مربع میل سے زیادہ علاقہ زیر نگیں تھا۔

اکیاسی غزوات و سرایا میں شہید و قتل ہونے والوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار ہے۔

	قید	زخمی	مقتول	کل
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷
مخالف	۶۵۶۴	نامعلوم	۷۵۹	۷۳۲۳
کل میزان	۶۵۶۴	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰

چند مشہور غزوات کا ذکر مجمل طریقہ پر کیا جاتا ہے۔

(۴) غزوہ بدر ۲ھ

مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جس کا نام بدر ہے ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ حضور تین سو جان نثاروں کے ہمراہ شہر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ۱۷ رمضان کو بدر کے قریب پہنچے۔ مسلمانوں نے جس جگہ پڑاؤ کیا وہاں ریت بہت تھی۔ پاؤں دھنس جاتے۔ کفار کا لشکر صاف زمین پر ٹھہرا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا زور کی بارش ہوئی ریت دب گئی۔ مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے پانی کے حوض بنا لئے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً — اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا
لِّيُطَهِّرَكُم — کہ تم کو پاک کرے۔

ادھر لشکر کفار میں کیچڑ تھی ___ مکہ سے قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ نکلے تھے۔ ہزار آدمی کی جمعیت اور یک صد سواروں کا رسالہ تھا۔ ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے تھے۔ اب دو صفیں آمنے سامنے تھیں حق و باطل، نور و ظلمت۔ کفر و اسلام۔

تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اُخْرٰی كَافِرَۃٌ ۔ (آل عمران)
ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔

حضور نے لشکرِ اسلام کی صف بندی ملاحظہ فرمائی۔ ایک انصاری آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور نے پتلی سی چھڑی ان کے لگا کر فرمایا برابر ہو جاؤ۔ انصاری نے کہا مجھے تکلیف ہوئی ہے۔ حضور عدل وانصاف کے پیغام رساں ہیں تو میں بدلہ لوں گا۔ حضور بدلہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ انصاری نے کہا کرتہ اٹھائیں۔ حضور نے کرتہ اٹھایا تو اس نے بڑھ کر مہر نبوت کو چوم لیا۔ عرض کی اس معروضہ کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانہ یہ شرف حاصل ہو جائے۔

جنگ سے ایک روز پیشتر حضور نے میدان جنگ ملاحظہ فرماتے ہوئے فرمایا۔ اس جگہ ابوجہل، یہاں شیبہ اور یہاں عتبہ کی لاش خاک وخون میں تڑپتی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ جیسا حضور نے فرمایا سرِ مُو فرق نہ ہوا۔ (بخاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں۔ عفرا کے دو نوجوان لڑکے معوذ ومعاذ نے میرے کان میں کہا کہ ابوجہل جو ہمارے نبی کو گالیاں دیتا ہے جب سامنے آئے تو ہمیں بتانا میرے اشارہ کی دیر تھی کہ وہ شہباز کی طرح ابوجہل پر جھپٹے۔ دونوں نے اپنی تلواریں اس کے پیٹ میں بھونک دیں۔ جب یہ دونوں لشکر مصروف جنگ تھے تو حضور نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کفار کی جانب پھینک دیں اس کا اثر یہ ہوا کہ کفار دل چھوڑ کر بھاگے اور مسلمانوں نے تعاقب کر کے ستر اشخاص کو قید کر لیا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔
اے رسول وہ کنکریاں تم نے نہیں اللہ نے پھینکی تھیں۔

اس معرکہ میں کافروں کے ستر آدمی مارے گئے جن میں شیبہ۔ عتبہ۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف۔ ابوالبختری زمعہ۔ عاص بن ہشام بھی رؤسائے قریش شامل تھے اور مسلمانوں کے صرف چودہ افراد چھ مہاجر باقی انصار شہید ہوئے۔ حضرت عمر کے غلام حضرت مہجع اس معرکہ کے سب سے پہلے شہید تھے۔

غزوہ سویق ذوالحجہ ۲ھ

میں واقع ہوا۔ دراصل یہ ایک چھوٹی سی جھڑپ تھی۔ ابوسفیان جو اب قریش کے رئیس تھے نے منت مانی تھی

کہ جب تک بدر کا انتقام نہ لوں گا نہ غسلِ جنابت کروں گا نہ سر میں تیل ڈالوں گا چنانچہ دو سو شتر سواروں کے ہمراہ مدینہ کی طرف بڑھا۔ حضور نے اس کا تعاقب فرمایا وہ اتنا گھبرایا کہ سامانِ رسد جو کہ صرف ستو تھے اس کے بورے پھینکتا ہوا بھاگا۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اس لیئے اس کا نام سویق ہو گیا۔ اس لڑائی میں صرف ایک مسلمان سعد بن عمر شہید ہوئے۔ چند مکانات اور گھاس پھونس کے انبار جل گئے۔

حضرت فاطمہ کی شادی روزے کی فرضیت عید کی نماز کی ابتداء ۲ھ

ذوالحجہ ۲ھ میں حضور نے اپنی سب سے کم سن صاحبزادی جنابِ فاطمہ (جبکہ ان کی عمر ۱۵ برس تھی) حضرت علی سے شادی فرمادی۔ اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے نمازِ عید کی ابتدا ہوئی۔ آپ نے عید کی نماز باجماعت اسی سال ادا فرمائی۔ خطبہ دیا جس میں صدقہ فطر کے فضائل و مسائل بیان فرمائے۔

غزوہ قینقاع شوال ۲ھ

میں واقع ہوا۔ یہود نے جنگ کا اعلان کیا اور معاہدہ کو توڑ دیا۔ حضور نے دفاع کے لئے لڑائی کی۔ یہود قلعہ بند ہو گئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔ بالآخر اس پر راضی ہوئے کہ حضور جو فیصلہ فرمائیں گے انہیں منظور ہے

غزوہ احد شوال ۳ھ

مدینہ منورہ سے شمال کی جانب قریباً ڈیڑھ دو میل پر ایک پہاڑ ہے جس کا نام احد ہے۔ یہ پہاڑ بہت ہی عظمت کا مالک ہے۔

حضور جب اس کے قریب سے گزرتے تو فرماتے۔ یہ پہاڑ مجھ سے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں (بخاری) اس لڑائی میں حضور کے ہمراہ سات سو صحابہ تھے۔ حضور نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی مصعب کو علم دیا۔ زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے حضرت حمزہ کو غیر زرہ پوش فوج کی کمان دی۔ احد کی پشت سے حملہ کا خطرہ تھا۔ حضور نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ وہاں متعین کر کے یہ خصوصی ہدایت دی کہ خواہ لڑائی ختم ہو جائے تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ یہ جنگ بھی کفار قریش نے بدر کا بدلہ لینے کے لئے چھیڑی تھی۔ جس لڑائی میں مستورات بھی بر سرِ پیکار ہوں عرب جانوں پر کھیل جاتے تھے اس لئے قریش اس جنگ میں اپنی عورتوں کو بھی محاذ پر لے آئے تھے۔ ابتداء میں مسلمانوں کا پلّہ بھاری تھا، حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ ابو دجانہ کے بے پناہ حملوں سے کفار قریش کے پاؤں

اکھڑ گئے تھے۔ بہادر نازنیں عورتیں جو رجز یہ اشعار سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی سے پیچھے ہٹ گئیں۔ مگر جب کافر بھاگتے ہوئے نظر آئے تو بعض صحابہ مالِ غنیمت کے حصول کے لئے حضور کی مقرر کردہ جگہ سے ہٹ گئے۔

تیر اندازوں کا ہٹنا تھا کہ خالد نے موقع دیکھ کر عقب سے حملہ کر دیا۔ مصعب بن عمیر جو حضور سے صورت میں مشابہ اور علم بردار تھے شہید ہو گئے۔ وحشی غلام نے حضرت حمزہ کو شہید کر دیا۔ جوشِ انتقام میں خاتونانِ قریش نے مسلمان شہیدوں کے ناک کان کاٹ لیئے۔ امیر معاویہ کی ماں ہند نے اپنے گلے میں ان کا ہار ڈالا۔ پھر حضرت حمزہ کی لاش کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکال کر چبا گئی۔ عبداللہ قمیہ نے حضور رحمۃ اللعٰلمین کے چہرہ اقدس پر تلوار ماری۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرہ اقدس میں چبھ کر رہ گئیں یہ دیکھ کر جاں نثاروں نے حضور کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ ابو دجانہ جھک کر حضور کی سپر بن گئے۔ جنابِ طلحہ تلواروں کے وار اپنے ہاتھ پر روکنے لگے۔ ابو طلحہ نے اس قدر تیر چلائے کہ تین کمانیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں۔ حضرت سعد بن وقاص بھی تیر اندازی کر رہے تھے۔ پھر حضور ثابت قدم صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابو سفیان نے وہاں حملہ کرنا چاہا لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے وہ آگے نہ بڑھ سکا (بخاری تاریخ طبری ص۱۴۱) ابو سفیان پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یہاں ابو بکر و عمر اور حضور ہیں۔ حضور نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے ابو سفیان پکارا سب مارے گئے۔ اس پر حضرت عمر سے نہ رہا گیا بول اٹھے او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔ اس لڑائی میں ناکامی کی وجہ صرف یہ تھی کہ بعض صحابہ سے غلطی ہوئی۔ حضور نے ہدایت کی تھی لڑائی خواہ کوئی بھی رخ اختیار کرے تم اس مقررہ جگہ سے نہ ہٹنا مگر جب کافر بھاگنے لگے اور مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آنے لگا تو بعض صحابہ نے یہ خیال کیا اب مقررہ جگہ کو چھوڑ کر مالِ غنیمت حاصل کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ قرآن نے ان کی اسی غلطی کی نشاندہی کی من یرید الدنیا کے الفاظ سے کی ہے لیکن جو بات ہر مسلمان کو یاد رکھنے کی ہے وہ یہ ہے بعض صحابہ سے غزوہ احد میں جو غلطی و کوتاہی ہوئی اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر اس کوتاہی کی معافی کا اعلان فرما دیا۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (آلِ عمران)	اللہ تعالےٰ نے تمہاری اس لغزش کو معاف فرما دیا۔

لہذا اعلانِ معافی کے بعد صحابہ کرام پر اس معاملہ میں تنقید و اعتراض کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ کے معاف فرما دینے کے بعد بھی صحابہ کرام پر طعن کرنا۔ قرآن مجید کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے ستر افراد شہید ہوئے۔ پھر جب دونوں فوجیں میدان سے الگ ہوئیں تو اس خیال سے کہ ابوسفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہو۔ حضور نے فوراً ستر صحابہ کرام کے ایک دستہ کو ان کے تعاقب کے لئے روانہ فرمایا جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر بھی شامل تھے لیکن ابوسفیان کو دوبارہ حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں غزوہ احد کا مفصل تذکرہ ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت حضرت امام حسن کی ولادت قانون وراثت کا نفاذ ۳ھ

۱۵ رمضان ۳ھ حضرت امام حسن کی ولادت ہوئی (۲) حضور نے حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ سے نکاح فرمایا (۳) مشرکہ عورتوں سے نکاح کی تحریم نازل ہوئی (۴) وراثت کا قانون نازل ہوا (۵) حضور کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم حضرت عثمان کی زوجیت میں آئیں۔ زکوٰۃ فرض ہوئی۔

قتل کعب بن اشرف یہودی ۳ھ

ربیع الاول ۳ھ محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کیا۔ یہ ایک مشہور شاعر تھا۔ اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ حضور کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا اور یہود کو اسلام کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

شراب کی حرمت ۴ھ

(۱) شراب پینا حرام قرار دیا گیا (۲) اسی سال شعبان میں حضرت امام حسین کی ولادت ہوئی (۳) حضور کی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا۔ (۴) شوال میں حضور نے ام سلمہ سے نکاح فرمایا (۵) ربیع الاول ۴ھ ہی میں غزوہ بنو نضیر ہوا۔

پردہ کا حکم غزوہ خندق ۵ھ

(۱) پردہ کا حکم نازل ہوا (۲) شعبان ۵ھ میں غزوہ مریسیع ہوا (۳) اسی لڑائی سے واپسی پر منافقین نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی۔ قرآن نے حضرت عائشہ کی پاکدامنی بیان کی اور فرمایا سننے کے بعد لوگوں نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ بالکل افترا ہے (۴) ذوقعدہ ۵ھ میں غزوہ احزاب ہوا۔ تمام

قبائل عرب نے متحدہ طور پر ۲۴ ہزار کی تعداد میں مدینہ کی طرف چڑھائی کی تھی۔ حضور نے تین ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ شہر سے باہر خندق کی تیاریاں شروع کیں۔ صحابہ کے ساتھ حضور نے بھی خندق کے کام میں حصہ لیا۔ جاڑے کی راتیں تھیں تین تین دن کا فاقہ۔ پتھر کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی کسی کی ضرب نے کام نہ کیا حضور نے پھاوڑا مارا۔ تو چٹان مٹی کا تودہ ثابت ہوئی۔ ایک مہینہ تک سخت محاصرہ رہا۔ ایک دن صحابہ نے بے تاب ہو کر حضور کے سامنے اپنا شکم کھول کر دکھایا کہ پتھر بندھے ہیں۔ لیکن جب آپ نے کھولا تو ایک کی بجائے ۲ پتھر تھے۔ (شمائل ترمذی) کفار کی طرف سے مسلسل تیر اندازی و سنگ باری کی وجہ سے اس غزوہ میں حضور کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ اسی سال ۵ھ میں حضور نے حضرت زینب (جنہیں حضرت زید نے طلاق دے دی تھی) سے نکاح فرمایا (۲) نماز خوف اور تیمم کے احکام بھی اسی سال نازل ہوئے (۳) لعان و ظہار کے متعلق بھی احکام بتائے گئے۔

بیعتِ رضوان و صلح حدیبیہ ذوقعدہ ۶ھ

(۱) قریش سے تاریخی معاہدہ ہوا۔ جو صلح حدیبیہ کے نام سے موسوم ہے (۲) دنیا کے مشہور بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام بھیجی گئی (۳) صلح حدیبیہ کو قرآن نے اسلام کی فتح قرار دیا۔

سلاطین کو اسلام کی دعوت ۶ھ

حدیبیہ کی صلح کے بعد وہ وقت آیا کہ اسلام کا پیغام دنیا کے کانوں میں پہنچا دیا جائے۔ اس بنا پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کو جمع کیا اور خطبہ دیا اے لوگو! خدا نے مجھے تمام دنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ جاؤ میری طرف سے پیغامِ حق ادا کرو۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے قیصرِ روم، شہنشاہ عجم، عزیز مصر اور رؤسائے عرب کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔ جو لوگ خطوط لے کر گئے اور جن کے نام لے کر گئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ حضرت دحیہ کلبی ، قیصر روم
۲۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی ، خسرو پرویز کجکلاہ ایران
۳۔ حاطب بن بلتعہ ، عزیز مصر
۴۔ عمرو بن امیہ ، نجاشی بادشاہ حبش
۵۔ سلیط بن عمر بن عبد شمس ، رؤسائے یمامہ
۶۔ شجاع بن وہب بن الاسدی ، رئیس حدود شام حارث غسانی (تاریخ ابن ہشام و طبری)

۱۔ ہرقل نے حضور کے خط کو بطورِ تعظیم سونے کی ڈبیہ میں بند کر کے رکھا تھا۔ جو ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ تک منتقل ہوتا رہا اور یہ سب نامۂ اقدس کی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ بادشاہ فرنگ نے ملک منصور قلاؤن صالحی کے زمانہ میں سیف الدین فلیح کو ایک سونے کا صندوق دکھایا اور اس میں سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حروف مدہم پڑ گئے تھے۔ اس نے کہا یہ تمہارے پیغمبر کا خط ہے جو انہوں نے ہمارے دادا قیصر کے نام بھیجا تھا۔ ہمارے باپ دادا کی یہ وصیت تھی کہ اس کو احتیاط سے رکھنا۔ جب تک یہ خط تمہارے پاس رہے گا، تمہارے خاندان میں سلطنت باقی رہے گی۔

۲۔ قیصر روم کو جب حضور کا دعوتی خط ملا تو اس نے بڑے سامان سے دربار منعقد کیا۔ خود تاجِ شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ تخت کے چاروں طرف بطارقہ و قسیس اور رہبان کی صفیں قائم کیں۔ پھر اہل عرب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے اس مدعی نبوت کا رشتہ دار کون ہے؟ حضرت ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ پھر قیصر نے ابوسفیان سے سوالات کئے۔ اس کے بعد قیصر کو یقین ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور آپ وہی ہیں جن کی آمد کا ذکر کتبِ سماویہ میں ہے۔ اس لئے اس نے رومیوں سے کہا کہ دین و دنیا کی بھلائی چاہتے ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لو۔ پھر اس نے حضور علیہ السلام کا نامۂ اقدس دربار میں پڑھ کر سنایا۔ قیصر کی زبان سے یہ کلمات سن کر رؤسائے روم برہم ہو گئے۔ قیصر نے جب یہ صورت دیکھی تو نزاکتِ وقت کو محسوس کر کے کہنے لگے: رومیو! میں تو تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم لوگ اپنے مذہب پر کس قدر ثابت قدم ہو۔ یہ سُن کر رومی سجدہ میں گر گئے اور قیصر سے راضی ہو گئے۔ قیصر کے دل میں گو اسلام کا نور آ چکا تھا اور اس پر اسلام کی حقانیت آفتاب کی طرح روشن ہو گئی تھی مگر تخت و تاج کی تاریکی میں وہ روشنی بجھ گئی اور قیصر نے اسلام قبول نہیں کیا۔

۳۔ خسرو پرویز شہنشاہ ایران نے حضور کے نامہ اقدس کو اپنی توہین سمجھا پھر حضور کے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا لیکن چند روز بعد خود اس کی سلطنت کے پرزے اُڑ گئے۔

بیعتِ رضواں کا مختصر واقعہ

یہ ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ سورۂ فتح میں اس واقعہ کا اور اس درخت کا ذکر ہے جس کے نیچے حضور نے صحابہ سے

بیعت لی تھی۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ یہاں تقریباً ۱۲ ہزار مہاجرین و انصار روشن ستاروں کی طرح ماہتاب نبوت کے گرد جمع تھے۔ چشم فلک نے اس سے بہتر امت نہ کبھی دیکھی تھی نہ آئندہ دیکھ سکے گی حضور کے چاروں یار ابوبکر و عمر عثمان و علی بھی دربار نبوت میں حاضر تھے۔ حضور چاہتے تھے کہ کوئی مکہ کے حاکم ابوسفیان سے اجازت لے آئے کہ مسلمان پر امن طریقہ سے عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے اس کام کے لئے جناب عثمان غنی کا ستارہ چمکا۔ وہ مکہ پہنچے ابوسفیان سے گفت گو کی اس نے مسلمانوں اور حضور کو مکہ میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا مگر حضرت عثمان سے کہا تم چاہو تو طواف کر لو۔ کونسا مسلمان ہے جو کعبہ کو دیکھ کر طواف کے جذبہ سے بے چین نہ ہو جائے مگر یہاں عبادت الٰہی اور جذبۂ عشق نبوی میں کش مکش شروع ہوئی۔ ذوقِ عبادت کہتا ہے برسوں کے بعد طواف کا موقع آیا ہے خدا جانے پھر ملے یا نہ ملے کر لو طوافِ کعبہ لیکن عشق بار بار کعبۂ حقیقت اور قبلۂ مقصود کی یاد دلاتا ہے جس کا ہر قدم قبلہ گاہ دوعالم ہے۔ اس کشمکش میں زیادہ دیر نہ ہوئی ادھر طواف کی فرمائش ہوئی ادھر زبانِ عثمان سے ایک ایسا نورانی جملہ نکلا جو شمع رسالت کے پروانوں کے لئے ایک معیار ہے۔ آپ نے فرمایا میرا کعبہ حقیقت تو حدیبیہ میں جلوہ فرما ہے۔ ان کے بغیر میں کیسے طواف کر سکتا ہوں۔ شک نہیں کہ حج کے مناسک بجائے خود عشق و دیوانگی کا سب سے بڑا درس ہے لیکن امیر المومنین عثمان غنی کا یہ ایمان افروز عشق انگیز جملہ عشق و محبت کی پوری کائنات اور مناسک حج پر بھاری ہے ؎

نہ ہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
ہوا کو، ابر کو، گل کو، چمن کو، صحنِ بستان کو

ادھر حدیبیہ میں آئے ہوئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) پہنچ گئے۔ مزے سے طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے۔ حضور نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ عثمان میرے بغیر طواف کر لیں۔ زبانِ نبوت کے یہ مقدس جملے ذاتِ عثمان پر رسول کے اعتماد و اخلاص کی روشن دلیل ہے۔

۲۔ اسی موقع پر ایک معجزہ کا ظہور ہوا۔ کنواں خشک ہو گیا۔ بحضور نبوت عرض کی گئی تو حضور نے اپنی پانی سے بھری ہوئی چھاگل میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ حضور کی مقدس انگلیوں سے چشمہ کے مانند پانی ابلنے لگا۔ (بخاری)

۳- اسی موقع پر دنیا نے حضور سے صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا جو منظر دیکھا اس کی مثال نہیں ملتی عروہ جو قریش مکہ کی طرف سے معلومات کے لئے حدیبیہ آئے تھے۔ قریش سے جا کر کہا میں نے قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں مگر جو عقیدت و وارفتگی ان صاحبوں میں ہے کہیں نہیں دیکھی۔ ان کا نبی جب بات کرتا ہے تو سناٹا چھا جاتا ہے کوئی انہیں نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ وضو کرتے ہیں تو انکے وضو کا غسالہ زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ ان کا بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں چہرہ اور سر میں ملتے ہیں۔

حدیبیہ میں غلط خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے حضور کیکر کے درخت کے سایہ میں جلوہ فرما ہوتے۔ آواز دی آؤ، خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے کٹ مرنے پر بیعت کرو۔ کیا کسی دور میں کسی انسان کا خون اتنا قیمتی تصور کیا گیا ہے کہ جس کا بدلہ لینے کے لئے سید الکونین نے ڈیڑھ ہزار مہاجرین و انصار کو داؤ پر لگا دیا ہو؟ یہ بیعت ہوئی اور رب العزت جل مجدہ نے قرآن کے سینہ میں اس بیعت کو محفوظ کر دیا۔ بیعت کرنے والوں کا دلی اخلاص اللہ کو ایسا پسند آیا کہ اعلان فرما دیا۔

لقد رضی اللہ عن المومنین	اللہ تمام اہل ایمان سے راضی ہو گیا جنہوں
اذ یبایعونک تحت الشجرہ	نے اس درخت کے نیچے آپ سے
	بیعت کی۔

ڈیڑھ ہزار مہاجرین و انصار کو حضور نے بتایا کہ خون عثمان کتنا قیمتی ہے۔ خون عثمان اتنا ارزاں نہیں کہ وہ بہے تو مسلمان خاموش رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی خونِ عثمان کا بدلہ لینے پر بیعت کرنے والوں کی وہ عزت افزائی فرمائی کہ انہیں اپنے رضوان کی پختہ سند عطا فرما دی اور عملی طور پر اس بات کا اظہار فرما دیا کہ جس کے خون کو رسول نے قیمتی قرار دیا ہے۔ خدا کے نزدیک بھی وہ بہت قیمتی ہے۔

۴- جب تمام اہلِ ایمان بیعت ہو چکے تو حضور نے فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اب میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں۔ بیعت مرے ہوئے کی نہیں لی جاتی۔ زندوں کی لی جاتی ہے حضور نے انہیں بیعت کر کے یہ اشارہ کر دیا کہ عثمان زندہ ہیں۔ گویا بیعت تو محض حضرت عثمان کی اسلام میں عظمت کے اظہار کے لئے لی گئی ہے۔ ورنہ عثمان تو زندہ ہیں۔ پیغمبر کی نگاہیں زمان و مکان کو چیر کر آگے نکل جاتی ہیں اور غیب و شہادت کا بلا تکلف مشاہدہ کر لیتی ہیں۔

غزوۂ خیبر ۷ھ

خیبر عبرانی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں یہ مقام مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ متعدد قلعے باسانی فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص جو مرحب کا تخت گاہ تھا۔ متعدد صحابہ کی کوشش کے باوجود فتح نہ ہو سکا۔ ایک دن شام کو حضور نے فرمایا کل ہم فوج کا نشان اس شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ صحابہ نے تمام رات بے قراری میں کاٹی کہ دیکھئے یہ تاجِ فخر کس کے ہاتھ آتا ہے۔ صبح کو دفعتہً حضرت علی طلب کیئے گئے ان کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ حضور نے اپنا لعاب دہن ڈالدیا اور دعا بھی فرمائی۔ آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ جھنڈا عطا ہوا۔ مرحب میدان میں بڑے طمطراق سے آیا مگر حضرت علی نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر گئی۔

۲۔ اسی غزوہ کے موقع پر ایک عظیم معجزہ کا ظہور ہوا اور جناب علی المرتضےٰ نے بھی عشقِ نبوی کی ایک شان قائم کی۔ لشکر اسلام خیبر کے قریب صہبا میں پہنچا تو وقت عصر تھا۔ حضور نے نمازِ عصر ادا فرمائی جناب علی کی ران حضور کے لئے تکیہ بنی۔ سورج غروب ہونے لگا۔ علی سوچنے لگے۔ ایک طرف جذبہ عبادت تھا اور دوسری طرف جذبۂ عشقِ نبوی جذبہ عبادت کہتا تھا کہ سورج غروب ہو گیا تو فرضِ الٰہی قضا ہو جائے گا اور جذبۂ محبت کا اصرار تھا کہ نماز کے لئے اٹھنے سے محبوبِ دلنواز کی نیند میں خلل آجائے گا اسی کشمکش میں زیادہ دیر نہیں لگی عشق نے کہا سورج ڈوب گیا تو اسے واپس لانے والا موجود ہے۔ رسول کی نیند میں خلل آگیا تو اس کی تلافی ناممکن ہے آخر یہ ہوا سورج ڈوب گیا نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ علی نے نمازِ عصر کو حضور کی نیند پر قربان کر دیا پھر حضور بیدار ہوئے جناب علی نے عرض کیا میری نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے عرض کی الٰہی علی تیرے نبی کی خدمت میں تھا اسکے لئے سورج کو لوٹا دے ؎

ارض و سماء ہیں زیرِ نگیں کیسا آفتاب
مرضی جو ان کی دیکھی تو لوٹ آیا آفتاب

خیبر کی چوٹیوں پر دوبارہ دھوپ نظر آئی اور جناب علی نے فریضہ الٰہی وقت پر ادا کرنے کے لئے اپنا سر جھکا دیا۔ (شامی) ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں　　اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

۶-۷ سنہ کے چند اہم واقعات

غزوہ خیبر سنہ ۶ھ محرم و صفر سنہ ۷ھ میں ہوا (۲) دعوت اسلام کے اصل حریف مشرکین اور یہود تھے غزوہ خیبر میں فتح و کامرانی نے یہود کی قوت کو بالکل توڑ دیا۔ اور مشرکین کا ایک بازو جاتا رہا (۳) پنجہ دار پرند درندہ جانور گدھا اور خچر۔ چاندی سونے میں سود کی شکلوں کی ممانعت ہوئی۔ متعہ بھی اس غزوہ میں حرام ہوا (۴) سنہ ۶ھ ہی میں۔ والی نجد ثمامہ۔ جبلہ۔ شاہِ غسان۔ فروہ بن عمر خزائی گورنر شام نے اسلام قبول کیا۔

غزوہ موتہ غزوہ حنین ۸ھ

موتہ شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ حضور نے اپنے ایک قاصد حارث بن عمیر (جو دعوت اسلام لے کر گئے تھے اور جنہیں علاقہ بلقار کے رئیس شرجیل بن عمرو نے شہید کر دیا تھا) کے قصاص کے لئے تین ہزار فوج شام کی طرف روانہ کی۔ اس فوج کے سپہ سالار حضور کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ تھے شرجیل ایک لاکھ فوج کے ساتھ میدان میں آیا حضرت زید پھر حضرت جعفر پھر عبداللہ بن رواحہ نے فوج کا نشان حسب ہدایت حضور اپنے ہاتھ میں لیا اور شہید ہو گئے۔ حضور مدینہ میں جلوہ فرما تھے مگر جنگ کا نقشہ آپ کی نظروں کے سامنے تھا حضور نے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

زید شہید ہو گئے اب فوج کا جھنڈا جعفر نے اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور شہادت پائی۔ اور حضرت خالد سردار بنے اور اللہ نے فتح عطا فرمائی۔ حضرت خالد نہایت بہادری سے لڑے۔ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں۔ ایک لاکھ لشکر کفار سے تین ہزار مسلمانوں نے جنگ کی۔ (بخاری) غزوہ موتہ جمادی الاولی ۸ھ میں ہوا۔

۱۰ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء فتح مکہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شان و عظمت سے دس ہزار آراستہ مسلمان فوجوں کے ہمراہ مکہ کی طرف بڑھے۔ مکہ فتح ہوا۔ بت پرستی کے طلسم ٹوٹ گئے۔ حرم محترم جو حضرت خلیلِ بت شکن کی یادگار تھا پھر نورِ الٰہی سے روشن و منور ہو گیا۔ حضور لکڑی کی ایک چھڑی سے کعبہ میں نصب ۳۶۰ بتوں میں سے جس کی طرف صرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل گر پڑتا حضور کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے حق آیا باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

حضور نے کعبہ کا دروازہ کھلوایا وہاں تکبیر کہی نماز پڑھی پھر اسلامی حکومت کا سب سے پہلا دربار منعقد ہوا۔ آپ نے خطبہ دیا جس کی مخاطب پوری دنیا تھی۔ آپ نے فرمایا۔

ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اے قوم قریش۔ اب جاہلیت کا غرور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ سب لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ اللہ کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ قبیلہ و خاندان تو صرف پہچان کے لئے ہیں۔

۱۔ حضور نے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ خون کے دشمنوں تک سے درگذر فرمایا۔ عکرمہ ابو جہل کے بیٹے نے اسلام قبول کیا۔ خدا کی شان ہے۔ باپ ابو جہل تھا اور بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

غزوہ حنین شوال ۸ھ

میں پیش آیا حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ شوال ۸ھ اسلامی فوجیں جن کی تعداد بارہ ہزار تھی حنین پر اس سروسامان سے بڑھیں کہ صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ جملے نکلے کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں صحابہ کرام جیسے نفوسِ قدسیہ کی یہ نازش پسند نہ آئی فتح کی بجائے اول حملہ ہی میں میدان کفار کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اکیلے رہ گئے پھر حضور کے آواز دینے پر تمام فوج دفعۃً پلٹی۔ متعدد مقامات اوس۔ طائف پر جھڑپیں ہوئیں اور فتح و نصرت اسلام کے حصہ میں آئی (۲) اسی سال حضرت ماریہ قبطیہ سے حضور کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے (۳) حضرت ابراہیم کی وفات کے موقع پر سورج گرہن ہوا۔ حضور نے خطبہ میں فرمایا۔ چاند سورج اللہ کی قدرت میں ہیں کسی کے مرنے جینے سے انہیں گرہن نہیں لگتا (بخاری) پھر حضور نے چاند گرہن کے موقع کی نماز باجماعت ادا فرمائی (۴) حضور کی صاحبزادی حضرت زینب کا وصال ہوا۔

حرمت سود و حج اکبر ۹ھ کے اہم واقعات

(۱) واقعہ ایلاء، و تخییر و غزوہ تبوک پیش آیا (۲) مسجد ضرار جو منافقین نے اسلام کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے بنوائی تھی۔ بحکم نبوی جلا دی گئی۔ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اس کا ذکر ہے (۳) ۹ھ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا

مرکز بنا۔ حضور نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینے سے حج کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر قافلہ سالار حضرت علی نقیبِ اسلام اور سعد بن وقاص۔ جابر۔ ابوہریرہ وغیرہ صحابہ معلم تھے۔ قرآن نے اس کو حج اکبر کہا (بخاری سورہ البرآۃ) کیونکہ اس سال حج ابراہیمی سنت کے مطابق ہوا۔ امیر الحج سیدنا ابوبکر نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ یوم النحر میں آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں مسائل حج بیان فرمائے اس کے بعد حضرت علی کھڑے ہوئے۔ سورہ برأت کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ اب نہ تو کعبہ میں کوئی مشرک داخل ہو سکے گا اور نہ اب برہنہ حج ہوگا (۴) امن و امان کا دور شروع ہوا زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ وصولِ زکوٰۃ کے لئے کارندے مقرر کئے گئے (۵) حرمتِ سود کی آیت نازل ہوئی۔ حضور نے حجۃ الوداع ۱۰ھ میں اس کا اعلان عام فرمایا (۶) نجاشی نے انتقال کیا حضور نے فرمایا کہ نجاشی کے لئے دعاءِ مغفرت کرو۔

وہ غزوات جن میں حضور نے شرکت فرمائی

۱۔ غزوۂ ابوار یا ودان	صفر ۲ھ	قریش اور بنو ضمرہ کے مقابلہ کے لئے دو سو صحابہ لے کر روانہ ہوتے یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔
۲۔ غزوۂ بواط	ربیع الثانی ۲ھ	قریش کے خلاف
۳۔ غزوہ عشیرہ	جمادی الاول ۲ھ	قریش کے خلاف
۴۔ غزوۂ صفوان یا (بدر اولیٰ)	جمادی الثانی ۲ھ	کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں جس نے مدینے پر حملہ کیا تھا۔
۵۔ غزوۂ بدر	رمضان المبارک ۲ھ	قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان بدر کے مقام پر ہوئی جو مدینے سے ۸۰ اور مکہ سے ۲۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے
۶۔ غزوۂ بنو سلیم یا (الکدر)	غزوہ بدر کے سات روز بعد	بنو سلیم کے خلاف

۷۔ غزوۂ بنو قینقاع	ذی الحجہ ۲ھ	بنو قینقاع کے خلاف
۸۔ غزوۂ سویق	ذی الحجہ ۲ھ	ابو سفیان کے تعاقب میں جس نے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔
۹۔ غزوۂ بنو غطفان یا (ذی امر)	صفر ۳ھ	بنو غطفان کے خلاف
۱۰۔ غزوۂ بحران	ربیع الاول ۳ھ	قریش کے خلاف
۱۱۔ غزوۂ اُحد	شوال ۳ھ	بدر کے بعد قریش مکہ سے دوسرا بڑا معرکہ مسلمان ۷سو اور قریش کی تعداد ۳ ہزار تھی۔
۱۲۔ غزوۂ ذات الرقاع	جمادی الاول ۴ھ	بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے خلاف
۱۳۔ غزوۂ بدر الصغریٰ	شعبان ۴ھ	ابو سفیان نے احد کے روز اعلان کیا تھا کہ ہم اگلے سال بدر کے مقام پر مسلمانوں سے پھر لڑیں گے۔ اس لئے آنحضرت اپنے وعدے کے مطابق مدینے سے نکلے اور بدر پہنچے لیکن قریش سے مقابلہ نہ ہوا۔
۱۴۔ غزوۂ احزاب (خندق)	۴ھ	قریش، قبائل عرب اور یہود کا مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ اور مدینے کا محاصرہ لیکن ناکام ہوئے۔
۱۵۔ غزوۂ دومۃ الجندل	ربیع الاول ۵ھ	آپ دومۃ الجندل تشریف لے گئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔
۱۶۔ غزوۂ بنو مصطلق	شعبان ۶ھ	بنو مصطلق کے خلاف
۱۷۔ غزوۂ خیبر	۷ھ	یہود خیبر کے خلاف
۱۸۔ غزوۂ حنین	۸ھ	قبائل عرب کے خلاف
۱۹۔ غزوۂ تبوک	۹ھ	رومیوں کے خلاف لشکر کشی

حضورؐ کی ازواجِ مطہرات اور دیگر رشتہ دار

حضرت عباسؓ حضورؐ کے نہایت مقدس چچا ہیں۔ حضورؐ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ آپ قدیم الاسلام ہیں حنین۔ طائف اور تبوک کی جنگ میں شریک ہوئے حضورؐ نے فرمایا جس نے انہیں ستایا مجھے ستایا (ترمذی) عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں (ترمذی) سب سے پہلے کعبہ کو ریشمی لباس حضرت عباسؓ نے پہنایا۔ حضرت عباسؓ حضورؐ سے دو سال بڑے تھے لیکن جب آپ سے عمر کے متعلق سوال ہوتا تو فرماتے بڑے تو حضورؐ ہی ہیں۔ ہاں عمر میری زیادہ ہے۔ آپ نے بوقت وفات ستر غلام آزاد کئے ۳۲۔۳۳ھ رجب کے مہینہ میں بعمر ۸۲ یا ۸۸ سال وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضورؐ سے آپ کو بہت محبت تھی۔ حضورؐ بھی آپ کا بیحد احترام فرماتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب قحط پڑتا تو وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ و توسل سے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرتے تو بارش ہو جاتی۔ حضرت عباسؓ بڑے مالدار تھے۔ خلفائے بنو عباس انہی کی نسل سے ہیں۔ عبداللہؓ، عبیداللہ، قثم، معبدؓ ان کے لڑکے تھے۔ عبداللہ بن عباسؓ ایک محدث اور فقیہ کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

حضرت حمزہؓ آپ حضورؐ کے چچا اور رضاعی بھائی بھی ہیں۔ ابو عمارہ کنیت۔ اسد اللہ لقب ہے نبوت کے دوسرے سال ایمان لائے۔ آپ کی ذات سے اسلام کو بہت قوت ملی جنگ بدر میں شریک ہوئے جنگ احد میں شہادۃ پائی۔ حضورؐ نے آپ کو سید الشہداء کا خطاب دیا حضورؐ سے آپ کو بہت پیار تھا۔ آپ کے چچاؤں میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے۔ ان کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ ہجرت کے بعد غزوہ احد میں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حارث بن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور عبدالمطلب کے سب سے بڑے لڑکے تھے، ان کی نسل کے لوگ زیادہ تر ملک شام میں ہے۔ حارث کے لڑکوں میں ، ربیعہ اور ابو سفیان، عبداللہ اور نوفل نے بڑی شہرت پائی۔ عبیدہ

بن حارث بدر میں شہید ہوئے۔ حارث عبدالمطلب کی زندگی میں وفات پا گئے۔

زبیر بن عبدالمطلب

عبدالمطلب کے بعد قریش کے دستور —— کے مطابق اپنے والد کے جانشین قرار پائے، زبیر عبداللہ اور ابوطالب تینوں ایک ماں سے حقیقی بھائی تھے۔ کنانہ اور ہوازن کے درمیان ہونے والے معرکہ فجار میں زبیر بن عبدالمطلب قریش کے سپہ سالار تھے۔ زبیر اپنے زمانے کے بڑے تاجر اور صاحب ثروت شخص تھے۔ زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد میں چار بیٹیاں صفیہ، ام زبیر، صناعہ، ام حکیم اور چار لڑکے حجل، قرہ، طاہر، اور عبداللہ تھے۔

ابوطالب بن عبدالمطلب

ان کا نام عبد مناف۔ کنیت بڑے لڑکے کے نام سے ابطالب تھی۔ خاندانی رواج کے مطابق اپنے بڑے بھائی زبیر کے مرنے کے بعد سردار ہوتے۔ ابوطالب کے تین لڑکے عقیل، جعفر اور حضرت علی تھے۔

ابولہب بن عبدالمطلب

ان کا نام عبدالعزیٰ تھا، بڑے صاحب ثروت تھے۔ اسلام کی مخالفت میں وہ اور اس کی بیوی ام جمیل پیش پیش رہے جس کے سلسلے میں سورہ لہب نازل ہوئی۔ عتبہ اور عتیبہ اس کے لڑکے تھے۔

عماتُ النّبی

ام حکیم البیضا بنت عبدالمطلب

ان کا عقد کریز بن ربیعہ سے ہوا۔ دو اولادیں ہوئیں۔ ایک اروی بنت کریز جو حضرت عثمان بن عفان کی ماں ہیں اور ایک عامر بن کریز جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے۔ ان کے لڑکے عبداللہ بن عامر حضرت عثمان کے عہد میں بصرہ کے عامل مقرر ہوئے۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب

ان کا عقد ابو اُمیہ بن مغیرہ مخزومی سے ہوا۔ دو اولادیں ہوئیں۔ زبیر اور عبداللہ جو دونوں ام المومنین حضرت ام سلمیٰ کے سوتیلے

بھائی ہیں۔

برّہ بنت عبدالمطلب ان کا عقد پہلے عبدالاسد بن بلال مخزومی سے ہوا۔ جس سے حضرت ابوسلمہ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد ان کا عقد ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جس سے ابوسبرہؓ پیدا ہوئے۔

امیمہ بنت عبدالمطلب ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا۔ ام المومنین حضرت زینب اور ام حبیبہ اور حمنہ صاحبزادیاں ہیں اور عبداللہ بن جحش (جو احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حضرت حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے) ان کے صاحبزادے تھے۔

صفیہ بنت عبدالمطلب ان کا عقد پہلے حارث بن امیہ سے ہوا۔ ان کے بعد العوام بن خویلد سے ہوا۔ ان سے ان کے تین لڑکے زبیر، سائب، اور عبدالکعبہ ہوئے۔ زبیر بن العوام عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

ازواج مطہرات —— امہات المومنین

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو خطاب کر کے فرمایا۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۔ (احزاب - ۴)	اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (یعنی ان کا مرتبہ سب عورتوں سے زیادہ ہے۔
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ (احزاب - ۱۱۴)	اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

قرآن نے ازواج مطہرات کے گھروں کو اللہ کی آیتوں اور حکمت کا سرچشمہ قرار دیا۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (احزاب)	اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔

نیز تعظیم و حرمت میں حضور کی ازواج کو تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا۔

وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ — اور نبی کی بیبیاں ان کی (تمام مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔

اس لئے حضور کی تمام ازواج مطہرات کی تعظیم و توقیر ان سے عقیدت و محبت لازم و واجب ہے۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ و ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی ہیں اور انہیں حضور کی بقیہ صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات تمام صحابیات پر فضیلت ہے ان کی طہارت و پاکدامنی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ جنابِ عائشہ صدیقہ پر معاذ اللہ تہمتِ زنا سے اپنی ناپاک زبان آلودہ کرنے والا۔ قطعاً کافر و مرتد ہے اور آپ کی شان میں اس کے علاوہ بدگوئی کرنے والا گمراہ و جہنمی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا مرتبہ و مقام

جب منافقین نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی سترہ آیات میں جناب عائشہ صدیقہ کی عفت و عصمت پاکدامنی اور منافقین کے الزام کی تردید فرمائی۔

۱- اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ — بے شک منافق۔ بڑا بہتان لائے

۲- وَقَالُوْا ھٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ۔ — اے مسلمانوں جب منافقین نے تہمت لگائی تو تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔

۳- فَاُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ۔ — تو وہی (یعنی تہمت لگانے والے) اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

۴- یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا۔ — اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا (یعنی حضرت عائشہ کے متعلق بدگمانی نہ کرنا)

(نور)

قرآن کی ان آیات کے مطابق جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق بدگمانی اور برائی کی تہمت کا قائل۔ دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے۔

- حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ سے فرمایا کیا تم اس کو محبوب نہیں رکھو گی جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔ جناب فاطمہ نے جواب دیا کیوں نہیں؟ فرمایا تو عائشہ سے

سے محبت کرو۔ (مسلم)

- حضرت ام سلمہ سے فرمایا عائشہ کے معاملہ میں مجھے ایذا نہ دو۔ میں عائشہ کے ساتھ ایک بستر میں ہوتا ہوں تو بھی وحی آجاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)
- حضور نے فرمایا عائشہ یہ جبریل ہیں تمہیں سلام عرض کرتے ہیں۔ (بخاری)
- حضور نے فرمایا عائشہ جب تم مجھ سے خوش یا کبیدہ خاطر ہوتی ہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو لا ورب محمد اور اگر تمہارا مزاج خراب ہوتا ہے تو لا ورب ابراہیم کہتی ہو جناب عائشہ نے جواب دیا ناسازی طبع کی صورت میں بھی صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں ذات آپ کی ذات سے وابستگی تو نہیں چھوٹ سکتی۔ (بخاری)
- جبریل امین نے ریشمی سبز رومال میں حضرت عائشہ کی تصویر بارگاہ نبوت میں پیش کی اور عرض کیا۔ هٰذا زوجتک فی الدنیا والاخرة۔ یہ دنیا و آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔ (بخاری)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ازواج کی تعداد گیارہ تک رہی ہے۔ یہ سب یک دم نکاح میں نہیں آئیں۔ بلکہ یکے بعد دیگرے ان سے نکاح ہوا۔ ترتیب یوں ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں ایک بلند درجہ رکھتی ہے کیونکہ یہی حضور علیہ السلام کی اول محرم راز ہیں اور ابتدائے وحی کے موقع پر آپ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئی تھیں۔ آپ کا نام خدیجہ اور لقب طاہرہ ہے۔ آپ حضور علیہ السلام کی پہلی مقدس بی بی ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائد ہے۔ والد کا نام عامر بن لوی ہے۔ حضرت خدیجہ کی پہلی شادی ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی اور دو لڑکے ہند اور حارث پیدا ہوئے۔ ابوہالہ کے انتقال کے بعد آپ عتیق بن عائذ مخزومی کے عقد میں آئیں ان سے ایک لڑکی بنام ہند پیدا ہوئی۔ اسی لئے آپ ام ہند کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ عتیق کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ سید المرسلین علیہ السلام کے عقد میں آئیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک ۲۵ برس اور حضرت خدیجہ کی عمر مبارک ۴۰ سال کی تھی۔ حضرت خدیجہ نکاح کے بعد ۲۵ برس تک زندہ

رہیں۔ ان کی زندگی میں حضور علیہ السلام نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔ حضور علیہ السلام سے چھ اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے جو کہ بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں حضرت فاطمہ، زینب، رقیہ، اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ السلام کو بے انتہا محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد آپ کا معمول تھا۔ جب کبھی گھر میں کوئی جانور ذبح ہوتا۔ تو آپ حضرت خدیجہ کی ملنے والی عورتوں کے پاس گوشت ضرور بھجواتے۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر بہت رشک آتا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اس پر آپ کو کچھ کہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، خدا نے مجھے خدیجہ کی محبت دی ہے (مسلم شریف فضل خدیجہ) ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ ایک بڑھیا کی یاد کرتے ہیں جو مر چکی ہیں۔ استیعاب میں ہے کہ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ لیکن جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی جب لوگ کافر تھے وہ اسلام لائیں۔ جب میرا کوئی معین نہ تھا۔ انہوں نے میری مدد کی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سودہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضور کے عقد میں آئیں۔ رمضان ۱۳ نبوی بروایت زرقانی ۱۰ نبوی میں آپ کا نکاح ہوا۔ چار سو درہم مہر قرار پایا۔ آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی آپ حضور کی نہایت فرمانبردار بی بی تھیں اور اس وصف میں تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں حضرت عائشہ کے سوا فیاضی اور سخاوت میں بھی اپنی مثل نہ رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک تھیلی بھیجی فرمایا کیا ہے۔ کہا گیا درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کھجوروں کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں یہ فرمایا اور تمام درہم تقسیم کر دیے ——— آپ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک بخاری میں بھی ہے اور صحاح میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور یحییٰ بن اسعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے۔

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی کے نزدیک زمانہ خلافت امیر معاویہ ۵۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ علامہ حافظ ابن حجر سال وفات ۵۵ھ قرار دیتے ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں۔ حضرت عمر کی خلافت کے آخری زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر نے ۲۳ھ میں وفات پائی۔ اس لئے ان کا زمانۂ خلافت ۲۲ھ ہوگا اور یہ ہی آپ کا سن وفات ہوگا۔
حضرت سودہ کی پہلی شادی سکران بن عمر سے ہوئی تھی جو انتقال کر گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر لفظ ام المومنین کا اطلاق قرآن مجید کے ارشاد وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ سے ماخوذ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت مقدس بی بی ہیں۔ آپ کا نام عائشہ اور کنیت ام عبداللہ ہے۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھی تھی۔ جبکہ آپ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کو بغرض تحنیک بحضور نبوی پیش کیا گیا تو حضور نے فرمایا۔ یہ عبداللہ ہے اور تم ام عبداللہ (فتح الباری)، والد کا نام امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور والدہ کا نام ام رومان زینب بنت عامر ہے جن کا انتقال ۶ھ میں ہوا۔

حضرت عائشہ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں بناء بعثت میں حضور علیہ السلام کے عقد نکاح میں آئیں۔ آپ کی عمر شریف اس وقت ۶ سال کی تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکم کی وساطت سے نکاح ہوا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا نکاح کے بعد حضور علیہ السلام تین سال مکہ میں مقیم رہے۔ ۱۳ھ میں جب آپ نے ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر ساتھ تھے۔ اہل و عیال کو مکہ چھوڑ آئے تھے۔ جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عیال کو مدینہ بلالیا۔ حضور علیہ السلام نے بھی حضرت فاطمہ، ام کلثوم اور حضرت سودہ وغیرہ کے لانے کے لئے حضرت عبداللہ بن اریقط کو بھیج دیا۔ ماہ شوال ۱ھ میں ۹ سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔

وفات

حضرت عائشہ صدیقہ نے ۹ سال تک حضور علیہ السلام کے ساتھ زندگی بسر کی جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کی عمر شریف ۱۸ سال کی تھی۔ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت عائشہ ۴۸ سال زندہ رہیں اور ۱۷ رمضان ۵۷ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۶ سال کی تھی۔ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مروان بن حکم کی طرف سے حاکم مدینہ تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

فضائل ازواج مطہرات میں حضرت ام المومنین سیدہ عفیفہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل و مناقب۔ آپ کا ورع تقویٰ۔ فقہی اور اجتہادی بصیرت اتنی اعلیٰ ہے کہ جس کے بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ آپ اُمّ المومنین ہیں۔ حضور علیہ السلام کو آپ سے بہت محبت تھی۔ اسی محبت کی وجہ سے آپ نے اپنے مرض وفات میں تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر اپنی مقدس زندگی کے آخری ایام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ نوری میں بسر فرمائے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتی ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ۹ خوبیاں ایسی عطا فرمائیں جو کسی عورت کو نہ ملیں۔

(۱) عقد سے پیشتر میری تصویر حضرت جبریل امین نے بحضور نبوی پیش کی (یہ تصویر قدرتی تھی کسی انسان کی بنائی ہوئی نہ تھی (۲) حضور علیہ السلام نے بجز میرے کسی اور کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا (۳) میں آپ کے خلیفہ اور آپ کے صدیق کی صاحبزادی ہوں (۴) مجھ کو پاکیزہ گھرانے میں پیدا فرمایا گیا (۵) بوقت وصال حضور علیہ السلام کا سر اقدس میری گود میں (۶) حضور میرے گھر میں دفن ہوئے (۷) حضور میرے لحاف میں ہوتے، تو بھی وحی نازل ہو جاتی تھی (۸) مجھ سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ۔ (۹) میری برأت آسمان سے نازل ہوئی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی برأت فرمائی۔ حضرت مریم کو مطعون کیا گیا تو ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بحالتِ شیر خوارگی آپ کی برأت کا اظہار فرمایا گیا۔ لیکن جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو متہم کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی برأت کسی بچے یا کسی نبی کی زبان سے نہیں کرائی بلکہ اپنے محبوب کی زوجہ محترمہ کی برأت خود فرمائی اور سورۂ نور نازل فرما کر جناب عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی گئی (طبری) ایسی کہ جو جناب عائشہ کی پاکدامنی کا انکار کرے

وہ قرآن کا منکر ہے۔

علمی زندگی

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ علم و فضل کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں فتوی دیتی تھیں۔ اکابر صحابہ آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ اور مسائل میں آپ سے استفسار کرتے تھے۔ آپ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ۱۷۴ حدیثوں پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا۔ بخاری نے منفرداً ان سے ۵۴ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۶۸ حدیثیں امام مسلم نے منفرد طور پر روایت کی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کو جب کوئی مشکل کام پیش آتا تو حضرت عائشہ صدیقہ ہی حل کرتی تھیں۔ تفسیر، حدیث۔ اسرارِ شریعت، خطابت۔ ادب اور انساب میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

مختصر یہ کہ ایک مسلمان کے لئے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت عائشہ حضور علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ ام المومنین ہیں۔ صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں۔ اور حضور علیہ السلام سیدنا صدیق اکبر کے داماد ہیں یعنی صدیق وہ ہیں جن کے داماد مکرم رسول۔ نہ صرف رسول بلکہ رسولوں کے رسول اور اللہ کے محبوب اور خاتم النبیین ہیں۔ سبحان اللہ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ بعثت سے پانچ برس قبل پیدا ہوئیں جبکہ قریش کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ خود حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہ سے نکاح کی خواہش فرمائی اور نکاح ہو گیا۔ آپ کی وفات شعبان ۴۵ھ میں زمانۂ خلافتِ امیر معاویہ میں ہوئی۔ آپ پہلے خنیس بن حذافہ کے عقد نکاح میں تھیں جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے امام بخاری نے پانچ روایت کیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نام مبارک ہند۔ کنیت ام سلمہ۔ والد کا نام سہل اور والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ پہلے عبداللہ بن عبدالاسد بن مغیرہ کے نکاح میں تھیں انہیں کے ہمراہ اسلام لائیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کی ان کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ یہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ ان کے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد بڑے شہسوار تھے۔ غزوۂ بدر واحد میں شریک ہوئے اور احد میں چند زخموں کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ حضور نے پڑھائی اور نو تکبیریں کہیں۔ صحابہ نے عرض کی سرکار کیا سہو ہوا ہے فرمایا یہ ایک ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔

ازواج میں سب کے بعد ام سلمہ نے وفات پائی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے واقدی ۵۹ھ۔ امام ابراہیم حربی ۶۲ھ امام بخاری کی تاریخ میں ۵۸ھ اور بعض روایتوں میں ۶۱ھ آیا ہے جبکہ امام حسین کی شہادت کی خبر آئی اس وقت ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ام سلمہ سے ۳۰۰ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے تیرہ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور تین کو امام بخاری اور تین کو امام مسلم نے منفرداً ذکر کیا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام مبارک رملہ۔ ام حبیبہ کنیت۔ حضور کی بعثت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئیں اور عبداللہ بن جحش سے نکاح ہوا۔ اپنے شوہر اول کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ پھر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبداللہ بن جحش حبشہ جا کر عیسائی ہو گئے اور آپ اسلام پر قائم رہیں۔ اختلاف مذہب کی بنا پر دونوں میں علیحدگی ہو گئی اور انہیں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ۴۴ھ میں وفات پائی اور مدینہ میں دفن ہوئیں۔ آپ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب ازواج مطہرات میں ممتاز حیثیت کی مالک ہیں۔ نسبی حیثیت سے وہ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ نہایت قانع، فیاض طبع اور سخی تھیں۔ عبادت میں خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتی تھیں۔ انہیں کی شان میں حضور نے فرمایا تھا تم میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ استعارہ ان کی فیاضی اور سخاوت کی طرف تھا چنانچہ

پیش گوئی کے مطابق ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے ان کا وصال ہوا۔ سن وصال ۲۰ھ ہے ۵۳ سال کی عمر پائی واقدی نے لکھا ہے کہ بوقت نکاح ان کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی۔

حضرت زینب وہی ہیں جن کا نکاح پہلے حضور نے اپنے متبنیٰ حضرت زید سے کرنا چاہا تھا مگر یہ اور ان کے بھائی راضی نہ ہوئے تو آیۂ مبارکہ ماکان لمومن ولا مومنۃ الخ نازل ہوئی پھر یہ بھی راضی ہوگئیں۔ نکاح ہوا۔ لیکن دونوں میں نباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زید نے طلاق دیدی۔ حضور نے نکاح کا پیام دیا اور کتاب مجید میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ نکاح اللہ عزوجل نے کیا۔ چنانچہ حضرت زینب فخریہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں وہ ہوں جس کا نکاح اللہ عزوجل نے آسمان پر حضور علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ آپ سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام مبارک زینب۔ ام المساکین لقب یہ اس لئے کہ آپ فقراء کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آپ پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جو جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوگئے تھے اور ۳ھ میں آپ عقدِ نبوی میں آئیں۔ نکاح کو دو تین ماہ ہی گزرے تھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خدیجہ کے بعد صرف حضرت زینب ہی ہیں جن کا وصال حضور علیہ السلام کی حیاتِ ظاہری میں ہوا۔ حضور علیہ السلام نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف تیس (۳۰) سال تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ نے اپنی ذات کو بحضور نبوی ہبہ کیا۔ نام مبارک میمونہ والد کا نام حارث۔ والدہ کا نام ہند تھا۔ پہلے مسعود کے نکاح میں تھیں۔ ان سے طلاق کے بعد ابو درہم سے نکاح ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضور کی زوجیت میں آئیں ۵۱ھ میں وفات پائی۔ آپ سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی جو غزوہ مریسیع ۵ھ میں قتل ہوا اور یہ بھی لونڈی غلاموں میں ہاتھ آئیں اور ثابت بن قیس بن شماس انصاری

کے حصہ میں آئیں اور حضور علیہ السلام نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا۔ اور عقدِ نکاح میں لیا۔ ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

آپ سے سات حدیثیں مروی ہیں دو بخاری میں اور دو مسلم میں ہیں۔

حضرت صفیہ اسرائیلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نام مبارک زینب، باپ کا نام حی بن اخطب تھا جو بنو نضیر کا سردار تھا۔ ماں کا نام ضرہ تھا جو بنو قریظہ کے سموال کی بیٹی تھی۔ ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم سے ہوئی۔ طلاق کے بعد دوسری شادی کنانہ بن الحقیق کے ساتھ ہوئی۔ ۷ھ میں جب قلعہ قموص (خیبر) فتح ہوا تو کنانہ قتل ہوا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی بھی کام آئے اور یہ گرفتار ہوئیں۔ حضور نے ان کو وجیہ سے لے کر آزاد کیا اور نکاح فرمایا۔ ۵۰ھ میں ساٹھ سال کی عمر پاکر وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ سے دس حدیثیں مروی جن میں سے صرف ایک متفق علیہ ہے۔

حضور کی اولادِ مبارک

متفق روایت یہ ہے کہ حضور کی چھ اولادیں تھیں۔

(۱) حضرت قاسم جو اظہارِ نبوت سے گیارہ برس پہلے پیدا ہوئے۔ سات دن زندگی پائی۔ حضور کی کنیت ابوالقاسم انہی کے انتساب سے ہے یہ کنیت حضور کی بہت پسند تھی۔

(۲) حضرت زینب: حضور کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی پیدا ہوئیں۔ ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع لقیط سے شادی ہوئی۔ ۶ یا ۷ھ میں ابوالعاص مسلمان ہوئے۔ دوبارہ انہیں سے نکاح ہوا اور حضرت زینب نے ۸ھ میں انتقال فرمایا۔

(۳) حضرت رقیہ: اظہار نبوت سے قبل ۳۳ نبوی میں پیدا ہوئیں۔ ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی جس نے ان کو چھوڑ دیا پھر حضور نے حضرت رقیہ کی شادی جناب عثمان غنی سے کردی۔ حضرت عثمان نے جب حبشہ کی طرف پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں ہجرتوں میں یہ ان کے ساتھ تھیں جس روز غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح کا مژدہ سنایا گیا۔ اسی روز

وفات پائی۔

(۴) حضرت ام کلثوم: ۳ھ غزوہ بدر کے سال پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ربیع الاول کے مہینہ میں ان کا نکاح بھی حضرت عثمان سے ہوا۔ ۶ برس تک حضرت عثمان کے ساتھ رہیں۔ شعبان ۹ھ میں وفات ہوئی۔

(۵) حضرت فاطمہ: اظہارِ نبوت کے ۱ھ میں پیدا ہوئیں۔ جب پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ۲ھ میں حضرت علی سے نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت علی اکیس سال پانچ مہینے کے تھے۔ ۴۸۰ درہم مہر مقرر ہوا۔ حضور نے ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر دو چکیاں اور ایک مشک جہیز میں دی۔ حضرت فاطمہ اور حضرت علی میں بعض اوقات خانگی معاملات میں رنجش ہو جاتی تھی حضور ان کے گھر جا کر صلح کرا دیتے اور بہت خوش ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت علی نے دوسرا نکاح کرنا چاہا تو حضور نے فرمایا فاطمہ میری جگر گوشہ ہے جس سے اسے دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت ہو گی پھر جناب علی نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ یہ تمام اولادیں جناب خدیجہ الکبریٰ سے تھیں۔ حضور نے فرمایا فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں (بخاری)

(۶) سب سے آخری اولاد ذی الحجہ ۸ھ میں جناب ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضور انہیں گود میں لیتے اور چومتے تھے۔ پندرہ مہینہ زندگی پائی۔ ۹ھ میں وفات پائی۔ اتفاق سے جس روز حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا۔ سورج کو گہن لگ گیا۔ عرب میں عام خیال تھا کہ کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو چاند کو گہن لگ جاتا ہے یہ ہی مشہور ہو گیا کہ سورج گہن ان کی موت کا اثر ہے۔ ——— حضور نے فرمایا

چاند سورج خدا کی نشانیاں ہیں کسی کی موت سے انہیں گہن نہیں لگتا۔ (بخاری)

نوٹ: حضور کی صاحبزادیوں کے بارے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ صاحبزادوں کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ صاحبزادوں کی تعداد آٹھ تک بتائی جاتی ہے۔

حضور کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت

قرآن مجید میں فرمایا قُل لِّأَزْوَاجِكَ (سورہ احزاب) اے نبی اپنی بیبیوں سے

فرمادو۔ ازواج جمع کا صیغہ ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کی ایک نہیں متعدد بیویاں تھیں۔ اسی طرح حضور کی صاحبزادیوں کے متعلق قرآن نے کہا وَ بناتِک بنات بھی جمع کا صیغہ ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضور کی ایک نہیں متعدد صاحبزادیاں تھیں ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر چھاپہ مصری طبع
(۲) استیعاب جلد اول صفحہ ۲۲
(۳) ترجمہ تاریخ طبری جلد ۱ حصہ ۳ صفحہ ۵۴۴
(۴) تاریخ ابن خلدون کتاب ۲ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹/۲۳۰
(۵) تاریخ طبری فارسی جلد ۴ صفحہ ۳۷۵
(۶) مظاہر حق جلد ۳ صفحہ ۴۸۸، ۴۸۹
(۷) نہج البلاغۃ مطبوعہ مطبع رحمانیہ ص ۳۴۲/۳۲۳ کا حاشیہ
(۸) اصول کافی باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۸
(۹) صافی شرح کافی جزو سوم حصہ ۲ صفحہ ۱۴۶-۱۴۷
(۱۰) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۹
(۱۱) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸
(۱۲) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۲۸
(۱۳) نیرنگِ فصاحت ص ۳۲۶
(۱۴) زاد المعاد عربی وفارسی ص ۲۳۶
(۱۵) کتاب تحفۃ العوام ص ۱۱۲
(۱۶) کتاب الخصال جلد ۲ ص ۳۷-۳۸
(۱۷) شفار الصدور والکروب جلد ۲ ص ۱۰۳
(۱۸) اخبار الرجال ص ۲۴۱
(۱۹) الجواہر المضیہ جلد ۱ ص ۲۰
(۲۰) مدارج النبوہ جلد ۲ ص ۵۳۳/۵۳۸ و ص ۵۴۲/۵۴۸
(۲۱) زاد المعاد جلد اول صفحہ ۸۶
(۲۲) زرقانی شرح مواہب جلد ۳ ص ۱۹۲ تا ص ۲۱۵
(۲۳) انسان العیون جلد سوم ص ۲۲۵
(۲۴) ناسخ التواریخ جلد ۱ کتاب دوم ص ۵۹۷ تا ۵۹۸
(۲۵) تذکرۃ الکرام ص ۶۴
(۲۶) سیرۃ النبی لابن ہشام جلد ۱ ص ۱۲۰

حضور کے داماد

حضرت عثمان بن عفان الاموی: آپ کی صاحبزادیاں سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ جس کی وجہ سے آپ ذوالنورین کہلائے۔

حضرت علیؓ بن ابوطالب ہاشمی: آپ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے شوہر تھے۔ دو فرزند حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں

ابوالعاصؓ بن الربیع الاموی: آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے شوہر تھے جن

سے ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئیں۔

حضور کے نواسے

حضرت حسن رضؓ بن علیؓ: آپ کی چھوٹی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کے بڑے صاحبزادے تھے

حضرت حسین رضؓ بن علیؓ: سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔

سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ: یہ سیدہ فاطمۃ الزہرا کی صاحبزادی تھیں۔

سیدہ زینب رضؓ بنت علیؓ:۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عثمان غنیؓ:۔ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کے فرزند تھے جو کم سنی میں وفات پا گئے۔

علی بن ابو العاص الاموی:۔ آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے لڑکے تھے۔

امامہ بنت ابو العاص اموی:۔ سیدہ زینبؓ کی صاحبزادی تھیں۔

حضور کے خدامِ خاص

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حضور کے خادم خاص ہیں۔ بحالتِ سفر خوابگاہ میں وضو اور مسواک کا اہتمام کرتے حضور جب مجلس سے اٹھتے تو جوتیاں پہناتے۔ راہ میں آگے آگے عصا لے کر چلتے۔ حضور جب کسی مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو نعلین مبارک بغل میں رکھ لیتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی خصوصیت یہ ہے کہ اشاعتِ قرآن کے ابتدائی دور میں ہی آپ نے قرآن کی ستر سورتیں حضور کی زبان مبارک سے سن کر یاد کرلی تھیں۔ حضور کے راز دار اور جلوت وخلوت کے ساتھی تھے۔ اس لئے حضور کے اخلاق وعادات کا نمونہ بن گئے تھے۔ فقہاءِ صحابہ میں ممتاز مقام پر فائز تھے۔ فقہِ حنفی کے بانی اول گویا آپ ہی ہیں۔ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی فقہ انہیں کی روایات اور استنباطات پر منتہی ہوتا ہے۔

(۲) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مؤذنِ رسول بھی ہیں۔ جب حضرت ابوبکر نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس وقت سے برابر حضور کی خدمت میں رہے۔ خانگی انتظام۔ بازار سے سودا سلف لانا۔ قرض لینا۔ ادا کرنا۔ مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام یہ تمام امور انہیں کے سپرد تھے۔

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی والدہ نے کمسنی میں حضور کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ آپ نے دس سال تک حضور کی خدمت کی چھوٹے کام۔ وضو کا پانی لانا۔ لوگوں کے

پاس جانا ان کے فرائض تھے ـــــــ ان کے علاوہ اور بھی خدام تھے۔ مگر یہ تینوں حضرات خاص خدام میں شمار ہوتے ہیں۔

حضورؐ کا لباس اور دیگر اشیاء

آپؐ سفید لباس بے حد پسند فرماتے' زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی پہن لیتے تھے۔ جبہ، قبا، قمیص، ازار، عمامہ، ٹوپی، چادر، حلّہ، موزہ یہ سب آپ نے پہنے ہیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ کو بہت پسند تھی، جو بردیمانی کے نام سے مشہور تھی پہنی ہے۔ کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپ نے باندھا ہے۔ ٹوپی بھی، سیاہ موزے، شامی عبا، نوشیروانی قبا جس کی جیب اور آستینوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ سرخ سبز زعفرانی رنگ کے کپڑے بھی استعمال فرمائے ہیں۔ نعلین مبارک چپل کی طرح تھی۔ بچھونا چمڑہ کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔

غذا

سرکہ۔ شہد۔ حلوہ۔ کھجور۔ روغن۔ زیتون۔ کدو بہت مرغوب تھا۔ حیس جسے گھی۔ پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے بہت پسند تھا۔ کسی بھی کھانے کو برا نہیں کہتے تھے۔ ٹھنڈا پانی دودھ کبھی دودھ میں پانی ملا ہوا نوش فرماتے۔

رنگوں میں

زرد رنگ اور خوشبو بہت پسند تھا۔ ہر چیز میں نفاست پاکیزگی پسند تھی اگرچہ ایثار کا پیکر جمیل تھے مگر کبھی کبھی نہایت قیمتی خوش نما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ بودار چیزوں پیاز، لہسن، مولی سے کراہت فرماتے۔ آپ نے حکم دیا تھا کہ کچا لہسن پیاز کھا کر مسجد میں نہ جایا جائے۔

مشاغل

گھوڑے کی سواری نہایت مرغوب تھی۔ گھوڑے کا علاوہ خچر اونٹ گدھے پر بھی آپ نے سواری فرمائی ہے۔ گھوڑے کا نام لحیف۔ گدھے کا عفیر، خچر کا نام دلدل اور اونٹوں کا نام قصوا اور غضبار تھا۔

حضور نے اپنے اوقات کے تین حصے کر دیے تھے۔ ایک عبادت الٰہی کے لئے دوسرا عام لوگوں کے لئے۔ تیسرا اپنی ذات کے لئے۔ عبادت شبانہ کا عالم یہ تھا کہ پاؤں پر ورم آگیا ہر نماز کے لئے نیا وضو فرماتے۔ وعظ و تبلیغ کے لئے خطبہ ارشاد فرماتے۔ خطبہ ہمیشہ حمد الٰہی سے شروع فرماتے۔ حج وعمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے آپ نے اکثر سفر فرمائے۔ ازواج مطہرات

میں سے سفر میں اس کو ہمراہ لے جاتے جس کے نام قرعہ آجاتا۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ تقریباً ہر نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جاتے اور فیوضِ روحانی کا چشمہ جاری ہوجاتا۔ عورتوں کے لئے ان کی مخصوص مجالس مقرر کر کے وعظ فرماتے۔ وعظ و خطبہ نہایت جامع اور اثر انگیز ہوتا۔

یادِ الٰہی

حضور ہر لمحہ اور ہر لحظہ یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ میدانِ جنگ میں بھی اللہ کی یاد کرتے۔ خشیتِ الٰہی سے اکثر آپ پر گریہ طاری ہوجاتا۔ راتوں کے سناٹے میں اٹھ کر دعا و زاری میں مصروف ہوجاتے۔ توکل، صبر و شکر کا دامن کبھی نہ چھوڑتے۔ رہبانیت دنیا سے قطع تعلقی ناپسند تھی۔ امت کو بھی اس سے منع فرمایا۔ جاں نثار خادموں کی کمی نہ تھی۔ پھر بھی اپنا کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے۔ حتیٰ کہ دوسروں کے کام بھی خود کر دیتے تھے۔

انتظامِ خانگی

ازواجِ مطہرات اور مہمانوں کے کھانے پینے رہنے سہنے کے تمام انتظامات کی سعادت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق تھی۔ ازواجِ مطہرات کے خاص خرچ کے لئے بنو نضیر کے باغ میں ایک حصہ مقرر تھا جو سال بھر کے مصارف کے لئے کافی ہوتا تھا (ابوداؤد۔ بخاری۔ کتاب المزارع ج ا ص ۳۱۲) جناب عائشہ صدیقہ حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں لیکن حصہ تمام بیویوں کا یکساں تھا، صرف ایک ایک جوڑا (بخاری ج ۵ ہ)۔ فتوحات کی کثرت مدینہ میں خزانے لٹا رہی تھی لیکن اپنی ذات کی طرح حضور کے خاندان کی زندگی بھی نہایت سادہ تھی۔ جناب فاطمہ سب سے لاڈلی صاحبزادی تھیں لیکن ان کا دوپٹہ ایسا

اہل و عیال کی سادگی

تھا، پوری طرح جسم کو نہیں ڈھانک سکتا تھا۔ چکی پیسنے اور مشک سے پانی لانے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں چھالے اور پیٹھ پر گٹے پڑ گئے تھے۔ حضور غرباء میں غلام تقسیم فرمارہے تھے، جنابِ فاطمہ نے بھی گھر کے کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی تو حضور نے فرمایا نہیں یہ فقراء و یتامیٰ کا حق ہے۔ (ابوداؤد)

ازواج کے ساتھ معاشرت

ازواجِ مطہرات کی تعداد ایک زمانہ میں ۹ تک پہنچ گئی تھی مگر سب کے ساتھ ہر بات میں عدل فرماتے تھے انہیں بارگاہِ نبوت میں باریابی کا زیادہ موقع ملتا تھا، خلوت و جلوت کی شریکِ صحبت تھیں۔ اس لئے مذہبی احکام و مسائل کے علم و اطلاع کا بھی ان کو سب سے زیادہ موقع ملا۔ معمول تھا کہ روز شام کو تمام ازواج کو شرفِ ملاقات بخشتے تھے پھر جن کی باری ہوتی شب کو وہیں قیام فرماتے۔

وفاتِ نبوی

ربیع الاول وفات نبوی سنہ ۱۱ھ

یہ وہ سال ہے جس میں حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقِ رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی طرف رجوع فرمایا۔ رحلت سے چھ ماہ قبل سورۂ اِذا جآء کا نزول ہوا جس میں یہ بشارت تھی ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ فوج در فوج دینِ الٰہی میں داخل ہوتے ہیں۔ آخری رمضان ۱۰ھ میں آپ نے ۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا۔ حالانکہ ۱۰ یوم اعتکاف فرماتے تھے۔ وفات کے سال جبریل امین کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دَور فرمایا۔ حالانکہ سال میں ایک دفعہ رمضان میں پورا قرآن زبانی سنتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی فرمادیا تھا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں احد تشریف لے گئے اور شہداء احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور تمام مسلمانوں کو اپنے فیض دیدار سے مشرف فرمایا۔ آدھی رات کے وقت جنت البقیع میں تشریف لے لے گئے جو مسلمانوں کا قبرستان تھا۔ واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز تھا۔ پانچ دن باری باری ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا۔ بالآخر آخری قیام حضرت عائشہ کے مکان پر فرمایا۔ آمد و رفت کی جب تک قوت رہی۔ آپ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو حضور نے پڑھائی وہ مغرب یا ظہر کی تھی چونکہ سر میں درد تھا اس لئے آپ رومال باندھ کر تشریف لائے تھے۔ اس میں آپ نے "والمرسلات عرفا" کی قرأت فرمائی تھی۔ عشاء کی نماز کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ صحابہ نے عرض کی سب کو حضور کا انتظار ہے۔ تین بار غسل فرمایا۔ آخری غسل کے موقع پر بھی سوال فرمایا۔ صحابہ نے وہی جواب دیا۔ اٹھنا چاہا مگر ضعف آگیا جب افاقہ ہوا تو فرمایا

ابوبکر نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ رقیق القلب ہیں، آپ کی جگہ وہ کھڑے نہ ہو سکیں گے مگر آپ نے یہی حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے حیاتِ نبوی میں تین روز یا، اوقت کی نمازیں پڑھائیں۔ وفات سے دو یوم قبل ظہر کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت پُرسکون ہوئی۔ غسل فرمایا اور حضرت علی اور حضرت عباس تھام کر آپ کو مسجد میں لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پاکر پیچھے ہٹے حضور نے اشارہ سے روکا اور حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ یعنی آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر کو دیکھ کر لوگ نماز کے ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد حضور نے خطبہ دیا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ فرمایا خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ آخرت کو قبول کرے یا دنیا کو تو اس بندے نے آخرت کو قبول کیا ہے۔ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے لوگوں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ حضور تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے کہ اس نے آخرت کو قبول کیا ہے یہ رونے کی کونسی بات ہے مگر رازدارِ نبوت سیدنا صدیق اکبر سمجھ چکے تھے کہ وہ بندہ خود حضور کی اپنی ذات ہے۔ حضور نے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ میں جس کی محبت اور دولت کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ہیں۔ مسجد کے رُخ کوئی اور دریچہ ابوبکر کے دریچہ کے سوا کھلا نہ رکھا جائے۔ ادھر انصار کا یہ حال تھا کہ حضور کی علالت کی خبر معلوم کر کے روتے تھے۔ صحابہ کرام پریشان و غمگین تھے۔ حضرت فاطمہ کو حضور نے بتا دیا تھا کہ میرا وصال اسی مرض میں ہوگا۔ غرضکہ مرض میں اضافہ اور تخفیف ہوتا رہتا تھا۔ آخری دن یعنی پیر کے روز بظاہر طبیعت پُرسکون تھی۔ حجرہ مبارک جو مسجد سے ملا ہوا تھا۔ آپ نے صبح کے وقت پردہ اٹھا کر دیکھا صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور صدیق اکبر امامت فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر حضور نماز کا منظر ملاحظہ فرماتے رہے۔ اس نظارہ سے رُخِ انور پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ حضور مسکرا دیے۔ صحابہ نے دل تھام لئے۔ شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا کہ رُخِ نوری کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حضرت صدیق سمجھے کہ حضور کا نماز میں آنے کا ارادہ ہے۔ پیچھے ہٹنے لگے کہ حضور نے ہاتھ سے اشارہ فرما دیا اور آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردے ڈال دیے اور اب وہ ساعت آئی کہ روحِ پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔ خبرِ وفات سے صحابہ سراسیمہ ہو گئے۔ کوئی حیران ہو کر جنگل کو نکل گیا اور کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اللھم صل علیہ و آلہ و صحابہ

صلوٰۃ کثیراً کثیرا۔ عقیدت مندوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ حضور نے الوداع کہا۔ عمر نے تلوار کھینچ لی اور فرمانے لگے کہ جو یہ کہے حضور نے وفات پائی اس کا سر اڑا دوں گا۔ حضرت صدیق اکبر گھر میں گئے۔ جسم اطہر کو دیکھا پیشانی منور کو چوما، آنسو نکل پڑے پھر زبان سے کہا میرے پدر و مادر حضور پہ نثار۔ پھر مسجد میں آئے اور وفات نبوی کی اطلاع دی۔ پیر کے دن غروب آفتاب کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ اس کے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکے۔ اس لئے دوسرے دن منگل کو پورا انتظام ہوا اور اسی دن حجرہ عائشہ صدیقہ جس میں آپ کا وصال ہوا دفن کیے گئے۔

قبر کنی کا کام غسل کے بعد شروع ہوا حضرت علی نے غسل دیا۔ فضل بن عباس اور اسامہ بن زید نے پردہ کیا۔ اوس بن خولی انصاری پانی کا گھڑا لاتے تھے۔ حضرت عباس کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل مدد دیتے تھے۔ تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے کفن میں استعمال ہوئے غسل و کفن کے بعد سوال پیدا ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا نبی جس جگہ وفات پاتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے چنانچہ اسی جگہ جہاں وصال ہوا قبر کھودنا تجویز ہوا۔ قبر ابوطلحہ نے لحدی کھودی۔ حضور کی نماز جنازہ تمام صحابہ کرام انصار و مہاجرین اہلبیت نبوت ازواج مطہرات نے پڑھی نہ صف بندی ہوئی، نہ وہ دعائیں پڑھی گئیں جو عام لوگوں کے نماز جنازہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ حضور کی نماز جنازہ کی کیفیت یہ تھی کہ لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے تھے اور صلوٰۃ و سلام عرض کرتے تھے۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے حضور کی نماز جنازہ میں شمولیت نہیں کی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی نماز جنازہ عام لوگوں کی نماز جنازہ کی طرح نہ تھی۔

حضرت عائشہ کی فضیلت

جناب عائشہ صدیقہ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ حضور نے اپنے آخری ایام ان کے ہاں گزارے اور انہی کے پہلو میں وصال فرمایا اور انہیں کے حجرہ مبارک میں آپ کا روضہ بنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے تین چاند ان کے حجرے میں اترے ہیں اس کی تعبیر یہی قرار پائی کہ وہ تین چاند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت صدیق اکبر اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے (د)، شواہد النبوت میں حضرت مولانا جامی علیہ الرحمتہ نے

یہ نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے میرے رسول کے پہلو میں دفن کیا جائے اور انہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ میرا جنازہ تیار کر کے بحضورِ نبوی پیش کر دینا اور یہ عرض کرنا۔

"کہ ابو بکر حاضر ہے اجازت ہو تو آپ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے؟ اگر حضور کی اجازت ہو تو دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔۔۔ جب یہ کلمات بحضورِ نبوی عرض کئے گئے تو روضۂ پاک سے آواز آئی ادخلوا الحبیب الی الحبیب دوست کو اس کے دوست کے پاس بھیج دو۔"

حضرت صدیق و فاروق کی عظیم و جلیل فضیلت

حضرت صدیق و فاروق کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے یہ دونوں حضرات بھی اسی حجرہ نوری میں دفن ہیں جہاں آج حضور جلوہ فرما ہیں زبان و قلم سے ان کی اس فضیلت کا انکار کر دینا آسان ہے مگر حقیقت محض باتوں سے ختم نہیں ہوا کرتی۔

ترجمہ مقبول صفحہ ۶۲۷ پر اصول کافی کی یہ روایت درج ہے کہ

"سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب رحم مادر میں نطفہ قرار پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے مدفن کی زمین کی مٹی اس نطفہ میں ملا دینے کا حکم فرماتا ہے۔ پھر اس شخص کا دل ہمیشہ اس جگہ کی طرف مائل رہتا ہے جب تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔"

اور سیدہ عفیفہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ نوری کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں جہاں حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ وہاں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود ہیں۔

جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جس مقدس مٹی سے حضور سیدِ عالم صلی اللہ

(۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کے جسم پاک کو بنایا اسی کے قریب کی
مٹی سے جناب صدیق اکبر کے جسم مبارک کو بنایا اور
جناب صدیق اکبر کے قریب والی مٹی سے جناب فاروق
اعظم کے جسم مبارک کو مرکب فرمایا اور یہ وہ
فضیلت عظمیٰ ہے۔ جو تمام امت میں سوائے ان
دونوں حضرات کے اور کسی کو حاصل نہیں ؎

(۲) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) یہ جگہ ابھی خالی ہے اسمیں حضرت عیسٰی علیہ السلام دفن ہونگے

پہلوئے مصطفٰے میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضور کی دنیا میں قیام کی مدت

عمر مبارک ۶۳ سال ۴ دن ۶ گھنٹے قیام مکہ ۵۳ سال
مکہ میں تبلیغ کی مدت ۱۳ سال - مدینہ میں ۱۰ سال
مدت تبلیغ آٹھ ہزار ایک سو چھپن دن -

صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ
اَنۡ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰٮكُمۡ وَاَيَّدَكُمۡ بِنَصۡرِهٖ وَرَزَقَكُمۡ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ـــــ پچھلی زندگی پر ایمان

ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ — ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے

(انبیاء پ ۱۷)

اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ — تم جہاں ہو موت تمہیں پالے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں بند ہو۔

(النساء پ ۵)

موت کا وقت مقرر ہے وقت آجائے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۔ — جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں گے نہ آگے۔

موت کے معنی جسم سے روح کا جدا ہو جانا ہے۔ یہ نہیں کہ روح مر جاتی ہے روح کو فنا ماننے والا گمراہ ہے ـــــ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو اس کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ مسلمان کے پاس رحمت کے اور کافر کے پاس عذاب کے اس حالت میں ہر شخص پر اسلام کی حقانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے مگر اس وقت (نزع) کا ایمان معتبر نہیں ہے۔ اسی لئے ایمان بالغیب کا حکم ہے۔ مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق بدن سے رہتا ہے اور بدن پر جو گذرتی ہے روح اس سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ روح کے لئے دور اور نزدیک کوئی چیز نہیں ہوتی۔ مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اس کے کلام کو عوام جن و انسان کے

سوا تمام حیوانات سنتے ہیں۔ جب دفن کرنے والے واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے۔ (بخاری)۔ اس طرح نیکو کاروں کو ہر طرف سے بشارتیں سنائی دیتی ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ۔ (واقعہ - ۳)	تو (ان کے لئے) راحت ہے اور پھول چین وسکھ کے باغ۔
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ (فجر - ۱)	اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔

سعید اور نیکو کار روحوں کو محبت بھری صدائے غیب سنائی دیتی ہے اور کافروں منافقوں کے متعلق فرمایا۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ (توبہ - ۱۳)	ہم انہیں جلد دوبارہ عذاب کریں گے بڑے عذاب (عذابِ قبر) کی طرف پھیر لے جائیں گے۔

اور سورہ انفعال میں فرمایا اگر تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں۔ ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں چکھو جلنے کا مزہ۔

واضح ہوا کہ روح کے بدن سے نکلنے کے بعد ہی سزا و جزا شروع ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو راحتیں اور کافروں کو مصیبتیں پیش آتی ہیں۔

قرآن مجید میں اس طرف اشارے موجود ہیں کہ بوقت نزع اس پر اسلام کے عقائد و نظریات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ (ق - ۲)	ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا (جو آنکھوں اور کانوں پر پڑا ہوا تھا) تو آج تیری نگاہ تیز ہے (یعنی ان چیزوں کو دیکھ رہا ہے جن کا دنیا میں انکار کرتا تھا)

يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى - (نازعات - ۲)

اس دن آدمی یاد کرے گا جو کوشش کی تھی (دنیا میں نیک و بد) اور جہنم بھی دیکھنے والے پر ظاہر کی جائے گی۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ

بیشک ضرور (مرنے کے بعد) جہنم کو دیکھو گے۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ - (تکاثر - ۱)

پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے۔

علم الیقین قرآن پاک نے یقین کے دو درجے بیان کئے ہیں - علم الیقین یعنی کسی شئ کی دلیلوں کو سن کر یا بعض علامتوں کو دیکھ کر اس کے وجود کو تسلیم کر لینا۔

دوسرا عین الیقین کہ وہ شئ خود ہمارے سامنے آجائے جس میں پھر شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو تو یہ عین الیقین ہے تو بحالتِ نزع اسلام کے بیان کردہ حقائق و غیبی امور کا مرنے والا خود مشاہدہ کرتا ہے مرنے کے بعد مٹی میں مل جانا نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک اور منزل بھی ہے جسے آخرت کہتے ہیں جو سلسلہ ایمان کی ایک نہایت اہم کڑی ہے کیونکہ موجودہ دنیاوی زندگی کے تمام اعمال اور اس کے نتائج کی اصلی و دائمی بنیاد اسی آئندہ زندگی کے گھر کی بنیاد پر ہے۔

• مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ - (بقرہ - ۱ - ۲۲)

جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لایا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زندگی کو دو دوروں میں منقسم فرمایا ہے۔ اول موت سے لے کر قیامت تک دوسرا قیامت سے لے کر ابد تک جسمیں پھر موت اور فنا نہیں پہلے دَور کا نام برزخ اور دوسرے دَور کا نام بعث یا حشر و نشر ہے (ابن ماجہ و ترمذی)

برزخ دنیا و آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جسے برزخ کہتے ہیں - یہ اس دُنیا سے بہت وسیع ہے - مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے تمام جن و انس کو اس میں رہنا ہو گا۔ برزخ میں اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے مطابق کوئی آرام و راحت سے کوئی تکلیف و عذاب کے ساتھ رہے گا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَ مِن وَّرَآئِهِم بَرزَخٌ اِلٰی یَومِ یُبعَثُونَ ۔ (مومنون ۔ ۶)

اور مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ ہے اس دن تک جبکہ وہ (قیامت میں) اٹھائے جائیں گے ۔

وَ اَنَّ اللّٰہَ یُبعَثُ مَن فِی القُبُورِ ۔ (حج ۔ ۱)

مسلمان کی روح کا مسکن

اب ظاہر ہے یہ بعث صرف انہیں انسانوں کے لئے مخصوص نہیں ہے جو تودہ خاک کے اندر مدفون ہیں بلکہ ہر مرنے والے کے لئے ہے خواہ کسی حالت کسی کیفیت اور کسی بھی جگہ میں ہو۔ مرنے کے بعد مسلمان کی روح حسب مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے بعض کی قبر پر بعض کی آسمانوں پر بعض کی زیر عرش ۔ مگر روح کہیں ہو اپنے جسم سے تعلق اس کا بدستور رہتا ہے جو کوئی قبر پر آئے تو روح اسے دیکھتی پہچانتی اس کی بات سنتی ہے ۔ اور مسلمان کی روح آزاد ہوتی ہے ۔ فتاوی امام نسفی میں ہے کہ بے شک مسلمانوں کی روحیں شب جمعہ اپنے گھروں پر آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑے ہوکر دردناک آواز سے پکارتی ہیں اے میرے بچو عزیزو صدقہ کرو یعنی مجھے ثواب پہنچاؤ ۔

کافر کی روح کی جگہ

اور کافر کی روح کو مرگھٹ قبر یا ساتویں زمین کے اندر تک رکھا جاتا ہے وہ بھی کہیں ہو جو بھی اس کے مرگھٹ یا قبر پر گذرے اسے دیکھتی پہچانتی ہے مگر وہ قید ہوتی ہے کہیں آجا نہیں سکتی ۔

جب مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں

تو زمین اسے پیار سے دباتی ہے اور اگر کافر ہے تو اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں پھر دو نہایت ڈراونی ہیبت ناک شکل کے

منکیر و نکیر

فرشتے جن کا رنگ سیاہ آنکھیں شعلہ زن اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے آتے ہیں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں ۔ وہ مردہ کو اٹھاتے ہیں نہایت کرخت آواز میں تین سوال کرتے ہیں ۔ اوّل تیرا رب کون ہے ؟ دوم تیرا دین کیا ہے؟ سوم حضور کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ مسلمان جواب میں کہتا ہے میرا رب اللہ ہے ۔ میرا

دین اسلام ہے اور تیسرے سوال کا جواب یہ دے گا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اللہ کے رسول ہیں۔ قبر میں سوال وجواب کی کامیابی کے بعد اسے جنتی لباس پہنایا جائے گا جنت کا بچھونا بچھایا جائے گا اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جنت کی خوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ دلہن کی نیند سو جا جس کو وہی جگاتا ہے جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے ——— کافر ناکام ہوگا اور اس کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ دو فرشتے اندھے بہرے مقرر ہوں گے۔ لوہے کے گرز سے اسے ماریں گے۔ سانپ، بچھو اسے عذاب پہنچاتے رہیں گے۔ (بخاری شریف)

قبر میں حضور کے متعلق سوال

قبر میں تیسرا سوال حضور کی ذاتِ مقدس کے متعلق ہوتا ہے اور اس سے حضور کی عظمت اور شرف کا اظہار مقصود ہے کہ یہ وہ ذاتِ اقدس ہیں جن کے متعلق قبر میں بھی پوچھا جائے گا۔ فرشتے حضور کی طرف اشارہ کر کے ما علمك بهذا الرجل سے سوال کریں گے۔ کیا قبر میں حضور تشریف لائیں گے؟ اشارہ کس طرح ہوگا؟ یہ ممکن تو ہے کہ حضور جلوہ فرما ہوں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں یا پھر یہ صورت ہوگی کہ حضور اپنے بلند و بالا مقام پہ جلوہ فرما ہوں گے۔ مردے سے حجاب (پردہ) اٹھا لیا جائے گا۔ تب فرشتے حضور کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں گے؛ تو حضور کا عاشق صادق عرض کرے گا پوچھتے کیا ہو ؎

مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

مردہ خواہ قبر میں دفن نہ ہو، دریا میں ڈوب جائے۔ یا جانور کی خوراک ہو جائے، غرضکہ کہیں ہو وہیں اس سے سوال وجواب ہوگا۔ اور عذاب وثواب بھی۔ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔

انبیاء کے جسم مٹی نہیں کھاتی

واضح رہے کہ انبیاء کرام، شہداء، حافظ قرآن اور جس نے کبھی گناہ نہ کیا (اور جس کے جسم کو اللہ تعالیٰ چاہے) مٹی نہیں کھاتی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ   یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا

اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ — ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے

(ابن ماجہ - ابو داؤد)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ — یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں

بیہقی (خصائص کبریٰ جلد ۲ صث ۲۸) — حضور علیہ السلام نے فرمایا

شب معراج میں ایک سُرخ ٹیلے کے نزدیک سے گذرا اور حضرت موسیٰ کو دیکھا۔

وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔ (مسلم شریف) — اور وہ اپنی قبر مبارک میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔

حضور فرماتے ہیں جب قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے۔

ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صث ۲۸) — پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوکر مجھے آواز دیں تو میں ان کو ضرور جواب دونگا

حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں۔

مَا يَاْتِیْ وَقْتُ صَلٰوةٍ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صث ۲۸) — یعنی جب بھی نماز کا وقت آیا تو مجھے روضہ نبوی سے اذان کی آواز سنائی دیتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کا مالی ترکہ ان کے ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا۔ حضور کی ازواج مطہرات کو حضور کے وصال کے بعد کسی سے نکاح نہیں کرسکتیں۔ حضور نے فرمایا۔

نَحْنُ مُعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ فَهُوَ صَدَقَةٌ — یعنی۔ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کسی کو اپنا وارث بناتے ہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے

حیاتِ شہداء قرآن مجید نے شہید کو مردہ گمان کرنے سے منع فرمایا اور انہیں زندہ قرار دیا۔ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (بقرہ ۱۹) سورہ آل عمران میں فرمایا جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔ انہیں مردہ نہ گمان کرو۔ وہ زندہ ہیں۔ ان کو روزی

دی جاتی ہے۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے جو کچھ دیا ہے اس پر خوش ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ غم وہ اللہ تعالےٰ کے مہر وکرم سے مسرور ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر (ثواب) ضائع نہیں کرتا (آل عمران) یہ پر مسرت زندگی شہدار کو ملے گی۔ صحیح احادیث میں ہے کہ شہیدوں کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر کے سبز پرندوں کی صورت میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش الٰہی کی قندیلیں ان کی نشیمن بنتی ہیں —— اس سے اندازہ کیجئے جب شہید کا یہ درجہ ہے تو انبیار کرام خصوصاً حضور سید المرسلین علیہ السلام کا درجہ مرتبہ بہر حال شہدا سے اعلیٰ و برتر ہوگا۔

عذابِ قبر حق ہے

اسی طرح قبر میں میت کو آرام و راحت بھی حق ہے۔ عذاب جسم و روح دونوں کو ہوتا ہے۔ جسم اگرچہ گل جائے جل جائے۔ خاک ہو جائے مگر اس کے اصلی اجزار جو خوردبین سے نظر نہیں آتے جو نہ جلتے ہیں نہ خاک ہوتے ہیں۔ عذاب اس اصلی اجزار اور روح کو ہوتا ہے۔ اسی اصلی اجزار میں قیامت کے دن دوبارہ روح ڈالی جائے گی۔ عذاب قبر کا ثبوت قرآن وحدیث سے واضح ہے۔ عذاب قبر کا منکر گمراہ ہے۔

سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ	ہم انہیں دو بار عذاب دیں گے پھر
يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ	بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں
(سورہ توبہ)	گے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مَرَّتَين سے دنیا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔ حضور سرور عالم کے ارشادات تو اس سلسلہ میں بہت ہیں مگر حضور کی یہ دعا جو حضور امت کو تعلیم دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے اس کے الفاظ سے عذاب قبر کا حق ہونا واضح ہے۔

أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ	الٰہی میں قبر کے عذاب سے پناہ
الْقَبْرِ۔ (بخاری)	مانگتا ہوں۔

نیز بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور کو بحالتِ خواب ایک مقام پر لے جایا گیا۔ گویا عذاب قبر میں مبتلا اشخاص دکھائے گئے۔ اور حضور سے عرض کیا گیا کہ۔

پہلا شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ ہے جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل سے انکار کرتا تھا اور صبح کی فرض نماز سے غافل ہو کر سو رہتا تھا۔

دوسرا شخص جس کے نتھنے اور آنکھیں پھاڑی جا رہی تھیں وہ ہے جو جھوٹ بول کر ساری دنیا میں اس کو پھیلاتا تھا۔

اور تنور میں جو مرد اور عورتیں ننگی جل رہی تھیں وہ بدکار مرد اور عورتیں تھیں۔

اور جو شخص خون کی نہر میں تیر رہا تھا اور منہ سے پتھر نگلتا تھا وہ سود خوار تھا

اور اس سدا بہار چمن میں جو دراز قد آدمی آپ نے دیکھا وہ حضرت ابراہیم تھے۔

اور وہ لوگ جن کا آدھا دھڑ خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا وہ تھے جنہوں نے کچھ اچھے کام بھی کئے تو خدا نے ان کے گناہ دھو دیئے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب التعبیر)

حشر و نشر سزا و جزا، دوبارہ زندگی ——— قیامت

معاد و حشر دنیا فنا ہونے والی ہے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہمیشگی اور بقا ہے۔ اس دنیا کے فنا ہونے سے پہلے کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی جن کا ذکر احادیث و روایات میں آیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔ علم اٹھ جائے گا۔ جہالت کا دور ہوگا۔ زنا۔ بے حیائی، شراب خوری بڑھ جائے گی۔ مرد کم عورتیں زیادہ ہوں گی۔ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔ تیس دجال پیدا ہوں گے ——— نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے۔ وقت میں برکت نہ رہے گی سال مہینہ، مہینہ ہفتہ، ہفتہ دن کی طرح گذر جائے گا۔ دجال ظاہر ہوگا۔ چالیس روز میں مکہ و مدینہ کے سوا روئے زمین کا گشت کرے گا یہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینارہ سے نازل ہوں گے۔ دجال ان کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا یہ دنیا میں فساد مچائیں گے لوگوں کو قتل کریں گے۔ آسمان پر تیر پھینکیں گے۔ خدا کی قدرت وہ تیر خون آلود واپس آئیں گے۔ حضرت عیسیٰ کی دعا سے یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا ہوگا جس سے یہ سب موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یاجوج ماجوج کے تیر و کمان سات برس تک جلائیں گے۔ زمین اپنے خزانوں کو انڈیل دے گی حتیٰ کہ ایک انار ایک جماعت کو کافی ہوگا اس کے چھلکے کے سایہ میں دس آدمی بیٹھ سکیں گے پھر دھواں ظاہر ہوگا جس سے آسمان تک

اندھیرا چھا جائے گا۔

یاجوج ماجوج کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا۔

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ	حتیٰ کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج
مَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ	ماجوج وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہونگے
حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ (الانبیاء ۲۱)	(یعنی قرب قیامت میں انکا ظہور ہوگا)

دابۃ الارض ایک جانور ہے جس کے ہاتھوں میں عصائے موسیٰ اور انگشتری سلیمان ظاہر ہوگی عصا سے مسلمانوں کی پیشانی پر ایک نورانی نشان اور انگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر سخت سیاہ نشان بنائے گا۔ اس وقت مسلم و کافر علانیہ ظاہر ہو جائیں گے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پائیں گے۔ پھر جب قیام قیامت کو چالیس برس رہ جائیں گے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے اثر سے مسلمانوں کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر دنیا میں رہ جائیں گے

بعث و نشور کا آغاز

نفخ صور سے ہوگا۔ اوّلیں صور قیامت برپا ہونے کے ساتھ پھونکا جائے گا۔ اہل زمین و آسمان پر وحشت خوف و ہراس طاری ہوگا دلوں کا سکون و اطمینان ختم ہوگا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ	جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (انعام)	سب چیزیں معدوم ہو جائیں گی۔
فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ	جب صور پھونکا جائے گا۔ زمین و
وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ	آسمان کی ہر چیز ختم ہو جائے گی مگر
اللّٰهُ۔	جسے اللہ چاہے۔

صور حضرت اسرافیل

لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ دفعتاً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ ابتدا میں اس کی آواز ہلکی ہوگی۔ لوگ اس آواز کو سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے ــــــ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا۔ پہلی دفعہ ساری کائنات کو فنا کے گھاٹ اتارنے کے لئے دوسری بار قبروں سے اٹھانے کے لئے۔ ان دونوں صوروں کے درمیان عرصہ چالیس سال ہوگا۔ قرآن مجید نے فرمایا۔

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۔

اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے جائیں گے۔

صور پھونکنے کے بعد زمین و آسمان پہاڑ سمندر نہریں شمس و قمر تمام ملائکہ و جن و انس سب فنا ہو جائیں گے۔ قرآن نے دنیا کی تباہی و فنا کا جو نقشہ متعدد آیات میں دکھایا گیا ہے اس کا منظر یہ ہے

قیامت کا منظر

لوگ پریشان پروانوں کی طرح اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح ہونگے (قارعہ ۔۱) آسمان پھٹ جائے گا۔ زمین میں جو کچھ ہے اسے انڈیل دے گی (زلزال ۔۱) ستارے بجھ جائیں گے۔ آفتاب بے نور ہوگا۔ سمندر بہا دیے جائیں گے۔ قبریں کریدی جائیں گی (انفطار) جب آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا۔ جب زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے۔ دونوں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے (الحاقہ) وہ دن بچوں کو بوڑھا بنا دے گا اور خدا کا وعدہ پورا ہو جائے گا (مزمل) جب زمین ہلائی جائے گی۔ پہاڑ پراگندہ کیے جائیں گے اس وقت وہ پریشان ذرات کی طرح ہو جائیں گے (واقعہ)

قیامت کا زلزلہ

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۔

بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔

وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى ۔

لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء ۔ ۲۱)

جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے مسجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔

يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ (مدثر)

پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہے؟

تو جب نگاہ چوندھلانے لگے۔ چاند بے نور ہو جائے۔ چاند و سورج یکجا کر دیے جائیں۔ انسان اس دن کہے گا اب کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں کہیں بچاؤ نہیں۔ اس دن تو اللہ ہی کی طرف ٹھہرنا ہے۔ (قیامہ)

جب سب فنا ہو جائیں گے یہ ہی قیامت ہے ۔ رب کائنات کے جلال و جبروت کا ظہور ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اس دن ندا ہو گی ۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ کہ آج کس کی بادشاہی ہے ؟

کسی طرف سے جواب نہ آئے گا کون ہے جو جواب دے گا پھر خود ہی اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرمائے گا

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے

جب ساری دنیا فنا ہو جائے گی حتیٰ کہ اسرافیل و صور بھی فنا ہو جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت اسرافیل کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور انہیں صور پھونکنے کا حکم فرمائے گا۔

دوسری بار صور پھونکا جائے گا

تو مردے قبروں سے اٹھیں گے ۔ ادھر ادھر پھیلتے جائیں گے ۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ ۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ کھڑے ہوں گے ۔

اور تمام اولین و آخرین ملائکہ جن و انس حیوانات موجود ہو جائیں گے ۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام اپنی قبر مبارک سے اس شان سے اٹھیں گے کہ دہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر کا ہاتھ اور بائیں میں جناب فاروق اعظم کا ہاتھ ہو گا۔ پھر مکہ و مدینہ کے قبرستان میں جو دفن ہیں سب کو لیکر میدان حشر میں لے جائیں گے ۔ (بخاری)

وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ ـــ موت کے بعد جی اُٹھنے پر ایمان

قیامت کے دن لوگ اپنی قبروں سے ننگے بدن ننگے پاؤں ناختنہ شدہ اٹھیں گے کوئی پیدل کوئی سوار اور کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر ملک شام کی زمین میں برپا ہو گا۔ زمین ایسی ہموار ہو گی کہ اس کے ایک کنارہ پہ رائی کا دانہ دوسرے کنارہ سے نظر آئے گا۔ زمین تانبے کی ہو گی

آفتاب کا منہ زمین کی طرف ہوگا۔ لوگ پسینہ میں نہا جائیں گے۔ اور کافر پسینہ میں ڈبکیاں کھائے گا یہ صورت اس وقت تک جاری رہے گی حتیٰ کہ حساب ختم ہو۔

مر کر پھر جی اُٹھنے کی کیفیت

کافر کہا کرتے تھے کہ کیا ہمارا جسم مر کر پھر جیئے گا؟ ہم قبروں سے نکل کر پھر اٹھیں گے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس کا جواب دیا ہے اور جوابی کلمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حشر صرف روح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہوگا اور یہ کہ جو روح دنیا میں جس جسم کے ساتھ تھی۔ اس روح کا حشر اسی جسم کے ساتھ ہوگا۔ (سورہ یٰسین۔ ۵) میں ہے۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ	وہ بولا کون ان سڑی کھوکھلی ہڈیوں
رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا	کو زندہ کرے گا۔ تم فرماؤ۔ وہی (خدا)
الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔	جس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا۔

دیکھئے کافروں کا کہنا یہ تھا جب جسم گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو کر خاک ہو گیا۔ ہڈیاں چور چور ہو کر کافور ہو گئیں تو اب ان میں دوبارہ جان کیسے پڑے گی؟ تو ان کا سوال اس دنیا کے جسم کے متعلق تھا جس میں فنا سے قبل روح موجود تھی تو اگر قرآن ان کو یہ جواب دیتا کہ حیران کیوں ہوتے ہو۔ تمہارے دنیاوی جسم جو گل سڑ کر ہوا ہو گئے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو کر خاک میں مل گئیں ان میں دوبارہ زندگی نہیں پھونکی جائے گی بلکہ یہ تو سراسر روحانی زندگی ہوگی؟ تو پھر تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کے جسم کو زندگی دے کر نہیں اٹھایا جائے گا۔

لیکن قرآن نے جس دنیاوی جسم کے متعلق کفار کا سوال تھا اسی دنیاوی جسم کے متعلق فرمایا۔ ہاں اس جسم کو اسی طرح اللہ تعالیٰ زندگی عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے پہلی دفعہ اسے پیدا کیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ روح کا حشر اسی جسم کے ساتھ ہوگا۔ جس جسم میں وہ دنیا میں موجود تھی۔ الغرض مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا اسلام کی بنیادی تعلیم ہے اور حق ہے اسے تسلیم کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم و واجب ہے

میزانِ عدل

اگرچہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے تمام اعمال و افعال کو پوری طرح جانتا ہے مگر پھر بھی اعمال تولے جائیں گے تاکہ انسان پر اپنے اعمال کی حقیقت عیاں

ہوجائے ۔ واضح رہے ہمیں میزان کی کیفیت و نوعیت معلوم کرنی ضروری نہیں صرف اسے تسلیم کرنا ایمان کے لئے کافی ہے کہ میزان بھی ایک حقیقت ہے وہمی و خیالی چیز نہیں ہے ۔ نیک اعمال نورانی صورت میں اور برے اعمال ظلماتی اجسام میں ظاہر ہوں گے ، اعمال کے صحیفے لکھے ہوئے کاغذات بھی تولے جائیں گے اگر کسی مسلمان کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا تو کلمہ شریف لکھ کر رکھ دیا جائے گا ۔ پلڑا بھاری ہوجائے گا ۔ قرآن مجید میں فرمایا ۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۔ (الانبیاء)	اور اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کو ۔

اعمال نامے

قیامت کے دن نیکوں کو ان کے دہنے ہاتھ میں اور بدوں کو بائیں ہاتھ میں اور کافر کو بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے کر کے نامہ اعمال دیا جائے گا ۔ پھر سوال و جواب ہوں گے ۔ ایک ایک بات کی پوچھ ہوگی ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر فرمایا گیا ہے ۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	جو کچھ تم کرتے تھے وہی آج بدلہ پاؤ گے ۔

قیامت کے دن سوال و جواب

پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگا ۔ حضرت جبریل سے سوال ہوگا کہ انہوں نے وحی کی امانت پیغمبروں تک پہنچائی ۔ لوح محفوظ سے سوال ہوگا تو نے علوم الٰہیہ کو جبریل تک پہنچایا ۔ لوح محفوظ اور فرشتے بحضور الٰہی ہیبت الٰہی سے لرزہ بر اندام ہوں گے ۔ حضرت اسرافیل لوحِ محفوظ کے لئے کانپتے ہوئے گواہی دینے آئیں گے ۔ انبیاء کرام سے تبلیغِ وحی منصب نبوت ادائے امانتِ رسالت کے متعلق سوالات ہوں گے ۔ عبادات میں سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہوگا اور معاملات میں قتل ناحق کے متعلق سب سے پہلے پوچھا جائے گا ۔ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حوالے کی جائیں گی اور مظلوم کی برائیاں (گناہ) ظالم کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی ——— اگر کسی نے کسی کا دنیا میں چھ رتی مال ناحق لیا ہے تو اس کے بدلے سات سو اور مقبول نمازیں حقدار کو دی جائیں گی ۔ ایک شخص کے ذمہ تین رتی کسی کا مال آتا ہوگا اور اس کے نامہ اعمال میں ستر پیغمبروں کا ثواب

ہو گا تو جب تک حقدار قرض خواہ کو راضی نہ کرے جنت میں نہ جائے گا۔ (حدیث نبوی)

قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا

جس کے مصائب بے شمار ہیں۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی شانِ قہاریت کا ظہور ہو گا مگر جو اس کے خاص بندے ہیں یہ دن ان کے لئے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا۔ جتنا ایک وقت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم۔ بلکہ نیکوکار ایسے ہوں گے کہ پلک جھپکنے میں یہ دن ان کے لئے طے ہو جائے گا۔

مَا امر الساعة اِلَّا كَلَمْحِ البَصر او هُوَ اَقْرَبُ۔ — قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔

قیامت بے شک قائم ہوگی۔ حساب حق ہے اعمال کا حساب ہوگا۔ جنت و دوزخ حق ہے اور ان کا منکر کافر ہے۔ جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ اب بھی موجود ہیں یہ نہیں کہ قیامت کے دن بنائی جائے گی۔

حوضِ کوثر پل صراط میزان

میزان حق ہے اس میں لوگوں کے بُرے اعمال تولے جائیں گے۔ وہاں کا دستور یہ ہوگا کہ نیکی کا پلہ اُوپر اٹھے گا اور بدی کا پلہ جھک جائیگا جبکہ بدی زیادہ ہوگی۔ پل صراط جنت میں جانے کا راستہ ہے دوزخ کی پشت پر ہوگا جو بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز۔ تمام مخلوقات کو اس پر سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ قرآن مجید میں فرمایا وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ پل صراط سے ہر ایک کو گذرنا ہوگا ——— حتیٰ کہ انبیاء کرام اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پل صراط سے گزریں گے۔ ہر شخص اپنے مراتب اعمالِ صالحہ کے مطابق کوئی چمکتی ہوئی بجلی کی طرح کوئی تند و تیز ہوا کی طرح بعض سُبک رفتار گھوڑے کی طرح گذر جائے گا۔ بہشت والے بہر حال اسے عبور کر لیں گے مگر دوزخیوں کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور جہنم میں گر جائیں گے۔ حضور علیہ السلام شافع محشر قاسم جنت ہیں آپکے پل صراط سے گزرنے میں یہ حکمت ہے کہ آپ پل صراط پر جلوہ فرما ہوں گے تاکہ آپ کی امت بحفاظت پل صراط سے گذر جائے۔ ایک عام مومن صالح کا درجہ یہ ہے کہ وہ پل صراط سے گزرے گا تو جہنم فریاد کرے گا کہ۔

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَأَ لَهَبِیْ
اے مؤمن صالح جلدی گزر جا تیرے نورِ ایمان نے میرے شعلوں کو مدہم کر دیا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے

کہ پل صراط پر حضور کی شان کیا ہوگی؟ اگر آپ آگ سے گزریں تو وہ بھی اہل ایمان کے لئے گلستان بن جائے گی حضور کو خوش اور راضی کرنے کے لئے حضرت جبرئیل امین بھی پل صراط پر اپنے پر بچھادیں گے۔ اور امتِ محمدیہ ان کے پروں سے عافیت کے ساتھ گزر جائے گی۔ انشاء اللہ ؎

خبر کریں   آتی ہے امتِ محمدی

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو   جبرئیل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

یارسول اللہ

کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا   یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

حوضِ کوثر

حوضِ کوثر حضور کو مرحمت عطا ہوا ہے۔ اس کا پانی مشک سے زیادہ پاکیزہ شہد سے زیادہ میٹھا۔ دودھ سے زیادہ سفید ہوگا۔

اس کے کناروں پر موتی کے قبے اور اس کی مٹی نہایت خوشبودار ہوگی جو اس کا پانی پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ حوضِ کوثر کی وسعت ایک ماہ کے سفر کے برابر ہوگی۔ حوضِ کوثر کا وجود حق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے مقدس و معصوم مطہر ومزکی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر عطا فرما کر اس کا مالک و مختار بنا دیا ہے اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ اے رسولِ محترم ہم نے آپکو کوثر عطا فرمایا ______ قیامت کے دن ہر پیغمبر کو اس کے مرتبہ کے مطابق حوضِ کوثر دیا جائے گا۔ حوض کے پاس دو حوض ہوں گے (قرطبی) جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

حوضِ کوثر کے ساقی حضرت علی ہیں

حضور کے حکم سے حوضِ کوثر کے ساقی ہوں گے جو ان کی محبت سے سیراب نہیں وہ حوضِ کوثر سے محروم رہے گا۔ جناب علی المرتضےٰ فرماتے ہیں جس کے دل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں میں اس کو حوضِ کوثر سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دوں گا۔

حشر کے احوال وحال وحساب وکتاب کے بعد اب کسی کو آرام کا گھر ملے گا جسے جنت کہتے

ہیں اور کسی کو تکلیف کا جسے دوزخ کہتے ہیں ــــــ جنتی جنت میں، دوزخی دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے۔ گنہگار مومن اپنے گناہ کے بقدر عذاب اٹھاکر یا خدا کی رحمت یا انبیاء اولیا شہداء کی شفاعت سے معافی پاکر بالآخر جنت میں داخل کیے جائیں گے لیکن مشرک و کافر کے گناہ کبھی معاف نہ ہوں گے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں جلیں گے کیونکہ قرآن

مسلمان جنت میں اور کافر دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے

نے یہ تصریح کی ہے کہ کفر و شرک کی بخشش نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (نسآء - ۱۸)	بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ شرک کے سوا جو گناہ وہ جس کے لیے چاہے اسے معاف فرما دے

اعراف

جنت و دوزخ کے درمیان ایک مقام ہے اس میں نہ جنت کی سی راحت ہو گی نہ دوزخ کی شدت۔ اعراف کا وجود صحیح نقل اور نص قطعی سے ثابت نہیں اعراف مشرکین کے نابالغ بچوں کا مسکن ہوگا۔ بعض علماء اعراف کے وجود کے قائل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مشرک ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے

مشرک و کافر کی بخشی نہیں ہو گی باقی وہ مسلمان جن سے گناہ ہوئے خواہ توبہ کریں یا نہ کریں اللہ چاہے تو بخش دے گا۔

فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ۔	اللہ جسے (مسلمان کو) چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے۔

حق یہ ہے کہ وہ کریم و رحیم جواد، سخی بے نیاز، بے پرواہ۔ رحمٰن اور رب العلمین ہے جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ وہ غفور الرحیم ہے۔ اس کی رحمت، شفقت، احسان، کرم، بخشش بہت ہے ہم خوار ہیں بدکار

ہیں عصیاں میں ڈوبے ہیں ۔ ہمارا بال بال اسکی نعمتوں اور احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا ۔ بہرحال وہ رب ہے ماں باپ اور ساری کائنات سے زیادہ رحیم وکریم ہے وہ اگر معاف فرما دے تو اس کا کیا بگڑتا ہے ہم عاجز اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں ۔ ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے ۔ وہ بخشنے والا مہربان رب ہے فالحمد للہ رب العٰلمین ۔ فیغفر لمن یشاء جسے چاہے بخش دے ۔ اس میں ہمارا کوئی زور نہیں ہے ہم اس کے بندے نیازمند اور اس کی کرم و بخشش کے طلب گار ہیں ۔

کیا قیامت کا علم کسی کو عطا ہوا ہے

دین اسلام کے ایمانیات کی آخری کڑی قیامت پر ایمان ہے وَ بِالْاٰخِرَۃِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ

یعنی ایک دن ساری کائنات فنا ہو جائے گی اور اللہ عزوجل کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا اور پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا ۔ دوبارہ مخلوق کو پیدا فرمائے گا ۔ قرآن پاک میں قیامت کا بیسیوں ناموں سے ذکر آیا ہے اور ہر نام اس کے خاص پہلو نمایاں کرتا ہے ۔ مختصر یوں کہہ لیجئے کہ ایک دن ایسا آنا ہے جبکہ سوا خداوند عالم کے سب کچھ فنا ہو جائے گا ۔ اس کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی ۔ اعمال کا مواخذہ ہوگا ۔ حساب وکتاب کے بعد نیکیوں کا ثواب ملے گا اور برائیوں پر سزا دی جائے گی پھر جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل کر دیے جائیں گے ۔

اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض امورِ غیب اور ان کی حقیقت وکیفیت کو عام انسانوں سے مخفی رکھا ہے ۔ قیامت اور موت کو بھی مخفی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہیں اگر کسی شخص کو اپنی موت کی صحیح تاریخ معلوم ہو جائے تو مرنے سے پہلے ہی مر جائے گا ۔ اسی طرح قیامت کی تاریخ کا علم عام لوگوں کو ہو جائے تو نظامِ عالم معطل ہو جائے گا ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں (انبیاء کرام) کو بھی امورِ غیب پر مطلع نہیں فرمایا ہے ۔

عام طور پر آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ امور کا علم کسی کو نہ دیا حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کو بھی قیامت کا علم نہیں ہے ——

لیکن یہ بات درست نہیں ۔ کیونکہ آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان امور کا ذاتی علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے — اور قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام چیزوں حتیٰ کہ قیامت کی صحیح تاریخ کا علم بھی عطا فرمایا ہے ۔

جنّت ـــــــ دوزخ

جنت اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنائی ہے۔ اس میں وہ نعمتیں ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں اس کی عظمت خوبصورتی، آرام و آسائش ازیب و زینت کا خیال گذرا۔ (بخاری) کتاب و سنت میں جنت و دوزخ کا اور اس کی نعمتوں کا جو بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

جنت اس غیر فانی باغ یا چمن یا گلستان کا نام ہے جہاں لذتیں جاودانی مسرتیں غیر فانی جہاں زندگی ہے، موت نہیں راحت ہے تکلیف نہیں لذت ہے۔ درد نہیں مسرت ہے غم نہیں۔ جہاں ایسا سکون ہے جس کے ساتھ اضطراب نہیں اور وہ شادمانی ہے جس کے ساتھ حزن و غم نہیں۔ قرآن مجید میں جنت کے متعدد نام ذکر ہوئے ہیں۔

جنۃ النعیم۔ نعمت کا باغ۔ جنۃ الخلد بقائے دوام کا باغ۔ جنتِ عدن۔ دائمی سکونت کا باغ جنتُ الماوی۔ پناہ کا باغ۔ فردوس باغ۔ روضۂ چمن۔ دار الخلد۔ ہمیشگی کا گھر۔ دار السلام امن و سلامتی کا گھر۔ دار المقامہ قرار کا گھر۔

وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا	اور جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ	ہم ان کو ان باغوں میں داخل کریں گے
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا (نساء - ۸)	میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگرچہ جنت کے مختلف درجے ہوں گے مگر چونکہ وہاں غم کا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے ادنیٰ درجہ میں رہائش رکھنے والا اعلیٰ درجہ میں رہنے والے کے متعلق یہی خیال کرے گا کہ میرا درجہ اور سامانِ راحت اس سے بہتر ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنت میں سب لوگ جوان بن کر داخل ہوں گے جسم پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ ان کا

قد حضرت آدم کے اولین بہشتی قد کے مطابق ہوگا۔ ایک بدوی نے عرض کی حضور وہاں گھوڑا بھی ہوگا۔ دوسرے نے پوچھا وہاں اونٹ بھی ہوگا۔ حضور نے فرمایا سرخ یاقوت کا گھوڑا ہے جہاں چاہو بہشت میں لیئے پھرو بھی ہوگا اور اونٹ بھی ہوگا اور وہ سب کچھ ہوگا جسے تمہارا دل چاہے اور آنکھیں پسند کریں۔ (مسلم۔ ترمذی۔ بخاری) جنت میں بازار کا شوق ہوگا تو وہاں یہ بھی مہیا ہوجائیگا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ - (الزخرف۔ پ ۲۵ س ۱۲)	جنت میں وہ ہے جس کی دل خواہش کرے اور آنکھوں کو لذت کرے۔

الغرض جنت وہ مقام ہے جہاں ہم کو وہ کچھ ملے گا جہاں تک ہمارا مرغ خیال اڑ کر پہنچ سکتا ہے۔ لطف و سرور کی وہ بلند سے بلند تصور جو ہمارے ذہن میں آسکتا ہے وہاں مہیا ہوگا۔ اور سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ جنتی اللہ رب العزت جل مجدہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جنت میں سب سے معزز۔ وہ ہوگا جسے صبح و شام دیدار باری کا شرف حاصل ہوگا۔ الٰہی اپنے حبیب کے طفیل ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں قیامت کے دن اپنے وجہ کریم کی زیارت کا اعزاز عطا فرما۔ آمین

حشر کے دن حضور ہی کام آئیں گے

لواء الحمد روز محشر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جھنڈا عطا فرمایا جائے گا جس کا نام لواء الحمد ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا جھنڈا یہ حضور ہی کا اعزاز ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک سب اسی جھنڈے تلے ہوں گے۔ حضور کو اللہ تعالیٰ مقام محمود عطا فرمائیگا یہ حضور کا منصب اور درجہ ہے تمام اولین و آخرین جن و انس انبیاء و اولیاء شہداء حضور کی حمد و ستائش اور تعریف کریں گے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا - (بنی اسرائیل ۸)	قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب تمہاری

تعریف کریں گے۔

مقام محمود

وہ جگہ ہے جس پر جلوہ گر ہو کر حضور شفاعت فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین تلاش شفیع میں سرگرداں ہوں گے۔ جلیل القدر انبیاء کرام تک اذھبوا الی غیری فرمائیں گے۔ مگر صرف اور صرف حضور کی زبان پر انا لھا ہوگا۔ حضور کی اس عظمت و رفعت بزرگی و شان کو دیکھ کر اولین و آخرین حضور کی ثنا کریں گے۔ اسی لئے اس مقام کو محمود کہتے ہیں۔ حدیث ابوہریرہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

هو المقام الذی اشفع فیه لامتی (عینی ج ۲ ص ۲۴۱) یہ مقام وہ ہے۔ جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

ابن جوزی نے کہا مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ بعض نے کہا عرش پہ یا کرسی پر حضور علیہ السلام کا کھڑا ہونا مراد ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ اولین و آخرین اس وقت حضور کی تعریف کریں گے اور کل عالم پر حضور کے فضل و شرف کا اظہار ہوگا۔

دوزخ

جبار و قہار رب کے جلال و قہر کی آئینہ دار ہے یوں سمجھ لیجئے کہ یہ جگہ جنت کی ضد ہے جو دراصل کفار و مشرکین و منافقین کے لئے بنائی گئی ہے اور بدعمل گنہگار بھی کچھ مدت کے لئے اپنے کئے کی دوزخ میں سزا پائیں گے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوں گے (نساء - ۱) جو دنیا میں کسی بے کس بے بس مسلمان کے کام نہیں آتا اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ دوزخ میں اس کا بھی کوئی دوست نہ ہوگا۔ (حاقہ - ۱) جو بخیل ہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔ جن کے حقوق ہیں ادا نہیں کرتے قیامت میں ان کے گلے میں اسی کا طوق ڈالا جائے گا (آل عمران - ۱) جو سونا چاندی مال و دولت جمع کرتے ہیں زکوٰۃ نہیں دیتے تو سونے چاندی کو تپا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (توبہ - ۵) جو اللہ کے ذکر سے روگردانی کرتے ہیں تو وہ اندھے اٹھائے جائیں گے۔ (طہٰ - ۷)

دوزخ کے نام

دوزخ کے بھی قرآن مجید میں متعدد نام ذکر ہوئے ہیں۔ الساعت مقرر وقت یوم القیمة کھڑے ہونے کا دن۔ یوم عصیب سخت دن۔ یوم التغابن افسوس کا دن۔ یوم الحساب حساب کا دن۔ یوم الحسرة

حسرت کا دن - یوم الفصل فیصلہ کا دن - الطامۃ الکبریٰ بڑی مصیبت کا دن - الصاخۃ بہرہ کرنے والی گھڑی ــــــــ دوزخ کی کیفیت قرآن نے یوں بیان فرمائی ہے -

سچوں کو اس دن ان کی سچائی کام دے گی (مائدہ - ۱۶) اس دن مال کام آئے گا نہ اولاد - (الشعراء - ۵) جس دن گنہگار اپنے دونوں ہاتھ چبائے گا - (فرقان - ۳) جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (مومن ۶) جس دن آدمی اپنے بھائی بیوی بیٹوں اور ماں باپ سے بھاگے گا (عبس - ۱) جس دن کوئی کسی کا بدلہ نہ ہو گا - (بقرہ - ۶ - ۱۵) جس دن ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی (نور - ۳) جس دن کوئی دوسرے کے لئے کچھ نہ کر سکے گا - (انفطار - ۱) جس دن کوئی دوست کسی دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا (دخان - ۲)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -

دوزخیوں میں سے کسی کا سر پہاڑ کے برابر کسی کا ایک پہلو مفلوج کسی کے ہونٹ لٹکے ہوئے سزاؤں کے بعد جب ان کے جسم چور چور ہو جائیں گے تو پھر صحیح و سالم جسم نمودار ہوں گے اور پھر ان کی وہی کیفیت ہو گی - (بخاری و مسلم)

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں جزو ہے - یہ آگ سیاہ ہو گی - اس میں روشنی نام کو بھی نہ ہو گی جناب جبریل امین نے قسم کھا کر عرض کی کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے برابر دنیا پر ظاہر کر دیا جائے تو زمین والے اس کی گرمی سے مر جائیں گے - تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ سخت کھولتا ہوا پانی خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا - بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی - اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے - قرآن مجید میں فرمایا جب جنتی اور جہنمیوں کا سامنا ہو گا تو ــــــــ

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ -

ان سے سوال کریں گے تم کو کون سی چیز جہنم میں لے گئی - تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے -

قضا و قدر پر ایمان وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریاتِ دین سے ہے قرآن مجید میں فرمایا۔

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ (قمر-۳) — ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا۔

تقدیر کے عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا جو کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ ازلی کے مطابق ہوا ہے ہوتا ہے ہوگا۔ یعنی جیسا ہونے والا تھا اور جیسا ہم کرنے والے تھے اس نے اپنے علم ازلی کے موافق جانا اور لکھ دیا تو یہ نہیں کہ جیسا کہ اس نے لکھ دیا ویسا کرنے پر ہم مجبور ہیں بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا مثلاً زید کے لئے برائی لکھی اس لئے کہ زید ایسا کرنے والا تھا۔ اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے بھلائی لکھتا۔ تو اللہ تعالےٰ کے علم اور اس کے لکھ دینے نے انسان کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کا مسئلہ عام عقلوں میں نہیں آسکتا۔ اس پر زیادہ غور و فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ تقدیر کے منکر کو حضور نے مجوسی قرار دیا ہے ——— اور اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کو قضا کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جو کچھ متعین ہوا اس کو قدر کہتے ہیں۔

قضاء کی قسمیں — قضاء مبرم جو علم الٰہی میں کسی شئی پر معلق نہیں اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔ قضاء مبرم معلق کے مشابہ وہ قضا جو علم الٰہی میں معلق ہے۔ قضاء معلق محض جو صحفِ ملائکہ میں کسی شئی پر معلق ہوتی ہے۔ آخر دونوں قضاؤں میں انبیاء، غوث، اولیاء اور نیک و صالح مسلمانوں کی دعاؤں، صدقہ وخیرات دوا و علاج سے تبدیلی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے بیمار ہوتا ہے یہ سب قضا کے ماتحت ہوتا ہے مگر دعا، و صدقہ خیرات اور علاج سے شفا ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قضا معلق تھی ——— آدمی بیمار ہوتا ہے علاج معالجہ کراتا ہے ہزار کوشش کرتا ہے مگر پھر بھی مر جاتا ہے اور کوئی چیز موت کو ٹالتی نہیں تو یہ مثال قضاء مبرم کی ہے واللہ اعلم۔ سورہ مومنون میں فرمایا۔

لَنْ تُصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا — ہم پر کوئی مصیبت آہی نہیں سکتی۔ مگر

جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دیئے ہیں (توبہ — ۷)

مَا اَصَابَ مِنْ مُصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (تغابن — ۲)

تمہیں نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔

سورہ یٰسین میں فرمایا۔ سورج اپنے ٹھہراؤ پر چل رہا ہے۔ چاند اپنی متعین منزلیں طے کرتا ہے اور پرانی ٹہنی کی طرح خمیدہ ہوکر لوٹتا ہے نہ تو سورج کو یہ قدرت ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے آگے بڑھے ہر ایک اپنے انداز میں تیر رہا ہے یہ ہے غالب علم والے کی تقدیر۔ (یٰسین ۲۔ خلاصہ مفہوم)

سورہ فاطر میں فرمایا۔ کوئی عورت حمل میں نہیں رکھتی اور نہ جنتی ہے اور نہ کسی دراز عمر کو عمر میں درازی ملتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے لیکن خدا کے حکم سے۔ (فاطر ۲ خلاصہ مفہوم)

تقدیر کے عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو کامیابی ہمیں حاصل ہوتی ہے تو اس کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ سب کچھ ہماری کوشش عقل و فکر کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کسی کامیابی پر فخر و غرور بے جا ہے۔ عاجزی ہی میں انسان کی عظمت ہے۔ اسی طرح اگر ہم کو کوئی ناکامی پیش آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کا نتیجہ ہے اور انسان کا اسی میں فائدہ ہے۔ ہمارے کام سے پہلے ہی ہمارے کاموں کے نتیجے اس علام الغیوب کے علم میں مقرر ہو چکے ہیں اس لئے ہم کو دل شکستہ اور مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ اسی جوش و خروش اور سرگرمی سے از سر نو جدوجہد کرنی چاہیئے اور نیکیوں کی طرف خلوص قلب سے متوجہ ہونا چاہیئے۔

★

خلافت و امامت ——— خلفاء راشدین

امامت دو قسم ہے۔ امامتِ صغریٰ نماز پڑھانے کی امامت کو کہتے ہیں۔ اور جس شخص کو حضور علیہ السلام کے نائب ہونے کی حیثیت سے تمام مسلمانوں کے دینی و دنیوی کام شریعت اسلامیہ کے مطابق انجام دینے کا اختیار ہو اسے امامتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ جائز کاموں میں امامتِ کبریٰ کے عہدہ پر فائز کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس عہدہ کے لیے مسلمان۔ آزاد، عاقل، بالغ، قادر، مرد، قریشی ہونا شرط ہے۔ ان میں سے ایک شرط بھی کم ہوگی، خلافت صحیح نہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ الائمۃ من قریش۔ شرط قرشیت پر اجماع بھی ہے (شرح عقائد نسفی و شرح فقہ اکبر) ——— امامت کبریٰ کے لیے ہاشمی یا علوی یا معصوم ہونا شرط نہیں، کیوں کہ معصوم صرف انبیا ہوتے ہیں، عورت اور نابالغ امام نہیں ہوسکتے۔ حضور کے بعد خلیفہ بلافصل امامِ مطلق حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر (۲ سال ۳ ماہ) پھر حضرت فاروق اعظم (۱۰ سال ۶ ماہ) پھر حضرت عثمان غنی (۱۲ سال ۱۲ دن) پھر حضرت علی (۴ سال ۹ ماہ) پھر حضرت امام حسن (۵ ماہ ۱۴ یوم) تھے، یہ حضرات خلیفہ راشد تھے اور ان کے دورِ خلافت کو خلافت راشدہ کا دور کہتے ہیں ——— خلافت راشدہ کے دور کے ختم ہونے کے بعد جو لوگ برسرِ اقتدار آئے، وہ بادشاہ (ملوک) تھے۔ ان میں نیک و صالح عادل بھی ہوتے ہیں۔ اور ظالم فاسق بھی۔

خلافتِ راشدہ کی مدت

حضور نے فرمایا، میرے بعد خلافتِ راشدہ ۳۰ سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت کا دور ہوگا، منہاجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ تیس سال رہی اور حضرت حسن کے چھ مہینے پر ختم ہوگئی۔

خلافتِ راشدہ کا دور اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے

یارِ غار رسول حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم حضرت عمر ابن خطاب جامع القرآن کامل الحیا، ذوالایمان حضرت عثمان غنی اور فاتح خیبر، ابن عم رسول، امام الاولیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ سب وہ روشن شخصیتیں ہیں جن کو خالق کائنات نے باعثِ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے

ستور تھا۔ خلفائے راشدین نے دین و مذہب کی سرفرازی، سربلندی، قدر و منزلت، عزت و عظمت شان و شوکت اور تبلیغ کے لیے جو جد و جہد کی وہ اسلام کی تاریخ کا ایسا روشن باب ہے جس کی نظیر اقوامِ عالم میں نہیں ملتی۔

امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کے دورِ حکومت کو بھی خلافتِ راشدہ کی طرح مانا جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ سب سے پہلے بادشاہ اسلام ہوئے۔ تورات میں ہے کہ وہ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے، مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے۔ اس کی سلطنت شام میں ہوگی، تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر حضور ہی کی سلطنت ہے۔ حضرت امام حسن نے اپنے قصد و اختیار کیساتھ خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی۔ یہ صلح حضور کو پسند تھی، کیونکہ حضور نے اپنی حیات میں حضرت حسن کے متعلق فرما دیا تھا، میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید کرتا ہوں کہ اس کے باعث اللہ تعالیٰ اسلام کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری)

اس لیے حضرت امیر معاویہ کی شان میں طعن کرنا بہت بری بات ہے۔

خلفائے راشدین کے درجات

انبیاء و مرسلین کے بعد تمام مخلوقاتِ الٰہی جن و انس و ملائکہ سے افضل حضرت صدیق اکبر پھر فاروق اعظم، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

عشرہ مبشرہ

خلفائے راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ حضرات حسنین، اصحاب بدر، اصحاب بیعت الرضوان کے لیے افضلیت ہے، یہ سب حضرات جنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دنیا میں ان کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں۔

حضرت صدیق اکبر کی خلافت

حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد امیر المومنین صدیق اکبر تمام صحابہ کرام کے اتفاق و اجماع سے حضور کے خلیفہ اول خلیفہ بلا فصل مقرر ہوئے، اتنی بات صحیح ہے کہ جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ، حضرت عباس، طلحہ، مقداد وغیرہ نے بیعت عام کے وقت بیعت نہیں کی، مگر دوسرے دن حضرت علی نے بھی بیعت کر لی۔ نماز جمعہ و دیگر نمازوں میں حضرت صدیق اکبر کی اقتدا کرتے تھے۔ حضرت علی ابوبکر کے مشیر خاص بھی تھے۔ غزوہ بنی حنیفہ میں (جس میں مسیلمہ کذاب قتل ہوا) حضرت علی مرتضیٰ، حضرت صدیق اکبر کے ساتھ تھے۔ آپ کو مال غنیمت میں ایک لونڈی ملی تھی جس سے

حضرت محمد حنفیہ پیدا ہوئے، اگر اس غزوہ میں حضرت صدیق اکبر حضرت علی کے نزدیک امام برحق نہ ہوتے تو حضرت علی مال غنیمت نہ لیتے۔

حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ اگر حضور نے مجھے حکم دیا ہوتا یا وعدہ کیا ہوتا کہ میرے بعد تم خلیفہ بلافصل ہوگے، تو میں حضرت صدیق اکبر کو حضور کے منبر کی نیچی سیڑھی پر بھی قدم نہ رکھنے دیتا۔ مگر جب میرے، مرتبہ و کمال کے ہوتے ہوئے حضور نے حضرت صدیق اکبر کو اپنی حیات میں نماز پڑھانے کے لیے امامت کا منصب عطا فرمایا اور میں نے اور تمام صحابہ نے حیات نبوی میں حضرت صدیق اکبر کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ تو ان واقعات کی بنا پر مجھے صدیق اکبر سے کسی قسم کا اختلاف نہ تھا۔ جب حضور نے صدیق اکبر کو دین کے معاملات میں امام بنا کر ان کے بہتر و افضل ہونے کا اظہار فرما دیا، تو میں دنیا کے معاملات (خلافت) میں بھی حضرت صدیق اکبر کو بہتر جانتا ہوں۔

امام ذہبی نے اس سے زیادہ حضرات سے بسند صحیح بخاری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر ثم رجل آخر۔	حضور کے بعد سب سے بہتر و افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر پھر کوئی اور۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو لوگ مجھے حضرت صدیق اکبر پر فضیلت دیتے ہیں، وہ مفتری ہیں مجھے ملے۔ تو میں انہیں افترا کی سزا دوں گا حضرت صدیق اس امت کے بہتر انسان ہیں ان کے بعد عمر۔ (دارقطنی)

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا تھا۔ انہیں دشمنوں کا خوف اور اپنی جان کا خطرہ تھا۔ لیکن یہ بات نہایت لچر اور بیہودہ ہے اور حضرت علی کی شان کے خلاف ہے، حضرت علی تو وہ ہیں جو اللہ کے شیر ہیں۔ شیر بھی ایسے جو غالب ہیں، اللہ کا شیر حق بات کہنے سے ڈر جائے، یہ ناممکن ہے۔ پھر یہ بھی تو ایک حقیقت ہے۔

القرآن مع علی و علی مع القرآن	قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں۔

اس شان کا شیر خدا حق گوئی و بے باکی سے باز رہ سکتا ہے اور خوف جان کی بنا پر حق کہنے، حق کا اظہار کرنے

سے باز رہ سکتا ہے؟ ایک مسلمان حضرت علی شیر خدا کے متعلق ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام صحابہ نے خلوص قلب سے جناب صدیق اکبر کی خلافت کو تسلیم کیا اور جس بات پر تمام صحابہ کا اتفاق و اجماع ہو، وہ بات برحق ہی ہوتی ہے۔

صحابہ کرام

یہ ملت اسلامیہ کے وہ نفوس ہیں، جنہیں قرآن کے اوّلین مخاطب اور حضور سے بلاواسطہ شرف تعلیم و تربیت حاصل ہوا تھا، اسلام کی اشاعت کے اوّلین داعی۔ راہ حق میں مخلصانہ سرفروشی اور دین کی راہ میں مصائب و آلام اٹھا کر ثابت قدمی کے تاج انہیں کے زیب و زینت بنتے رہے۔

تمام صحابہ کرام مومن مخلص سچے مسلمان اور جنتی ہیں، عادل ہیں، سب کی تعظیم و توقیر محبت و احترام مسلمانوں کے لیے لازم و واجب ہے، یہ مہاجر بھی ہیں انصار بھی ہیں۔ غازی بھی ہیں شہید بھی ہیں، یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا

امتحن اللہ قلوبہم للتقوی — اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں امتحان لے لیا۔

پ۲۶ رکوع ۱۳

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ — اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

واعد لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا — اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنتوں کا وعدہ فرمایا۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ صحابہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

پ۱۱ رکوع ۲

وکلا وعد اللہ الحسنی — سب صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے اپنی بخشش اور اجر عظیم کا اعلان فرمایا (پارہ ۲۶ رکوع ۱۱) صحابہ کرام کو زمین میں حکومت و خلافت کی بشارت عطا فرمائی۔ (پ۱۸ رکوع ۱۴) انہیں حضور کا ساتھی قرار دیا۔ کافروں پر سخت آپس میں رحم دل (پارہ ۲۶ رکوع ۱۲) ——— حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے، ہدایت پاؤ گے، میرے زمانہ کے لوگ بہترین ہیں۔

میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، مجھے اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا، تو وہ صحابہ میں سے کسی ایک مد بلکہ نصف مد کے ثواب کو بھی نہ پاسکے گا۔ (مشکوٰۃ مسلم فضائل صحابہ)

• میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو تنقید کا نشانہ نہ بناؤ جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا، تو مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور اللہ کو ایذا دینے والا جہنمی ہے۔ ترمذی۔

• جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیں (تبرا بکیں) تو کہو تمہاری اس شرارت پر تم پر لعنت۔ (بخاری)

صحابہ کرام کی فضیلت و عظمت

حضور کے صحابی۔ ساری امّت سے افضل و بہتر ہیں۔ ملّت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی عظمت صحابہ ہی سے بلند ہوتی ہے۔ یہ ہی نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور کے جمال کو دیکھا، آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ قرآن اور دین کو حضور کی زبان سے سُنا اور اپنی جان و مال حضور پر نثار کر دیا۔ صحابی کے مرتبہ کو اب کوئی نہیں پاسکتا۔ دنیا بھر کے اولیاء، اقطاب، ابدال غوث و قطب صحابیِ رسول کے درجہ و مقام کو حاصل نہیں کرسکتے۔

اصحابِ بدر

صحابہ کرام کا وہ مقدس گروہ ہے جو ۲ھ بمقام بدر جہاد میں شریک ہوا اور غزوۂ بدر کو تمام غزوات پر متعدد وجوہ فضیلت و برتری حاصل ہے، یہ کفر و اسلام کی پہلی لڑائی تھی جو رمضان کے مبارک مہینہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ قرآن مجید سورہ انفال میں خاص طور پر اس غزوہ کی تفصیل و توضیح بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی، بدر کی لڑائی میں حصہ لینے والے صحابہ کا جہاد خالص اللہ تعالیٰ کے لیے تھا۔ مسلمانوں کی نصرت و حمایت کے لیے حضرت جبریل امین کی کمان میں فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اتری تھیں۔ قرآن نے اس معرکہ کو یوم الفرقان سے بھی موسوم کیا۔ اس غزوہ کے موقع پر حضور پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ متواتر دعائیں فرماتے تھے

اسی عالم میں چادر کندھے سے گر پڑتی تھی۔ کبھی سجدہ میں عرض کرتے تھے۔ الٰہی اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔

اس معرکہ میں اکابرین صحابہ، حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ، حضرت حمزہ سید الشہداءؓ، ابوبکرؓ و عمرؓ و مقدادؓ تھے، جنہوں نے عرض کیا تھا کہ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑے، ہم آپ کے دائیں بائیں لڑیں گے۔ اس تقریر سے حضور کا چہرہ اقدس چمک اٹھا اور انصار میں سے حضرت سعد بن عبادہ تھے جنہوں نے کہا حضور بخدا آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ ایک بلند ٹیلہ پر حضور کے لیے ایک عریش چھپر بنایا گیا تھا، تاکہ حضور اس کے سایہ میں دونوں لشکروں کو ملاحظہ فرما سکیں۔ صرف حضرت ابوبکر صدیق یہاں حضور کی حفاظت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

حضرت جبرئیل امین کے سوال پر حضور نے فرمایا میں اہلِ بدر کو سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔ (بخاری) نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو۔

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ میں نے تم کو بخش دیا۔

(ابوداؤد)

یہ معرکہ جان بازی کا سب سے بڑا حیرت انگیز منظر تھا۔ حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن تلوار کھینچ کر نکلے۔ حضرت عمر کی تلوار اپنے ماموں کے خون سے رنگین تھی۔ عتبہ مقابلہ کے لیے آیا تو ان کے بیٹے حضرت حذیفہ آگے بڑھے۔ ولید حضرت علی سے مقابل ہوا تھا۔

اہلبیت نبوّت

اہلبیت نبوّت اہلِ بیت نبوت سے محبت و عقیدت رکھنا اور ان کا احترام کرنا مسلمانوں کے لیے لازم و واجب ہے جو ان سے محبت نہیں رکھتا اور ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ اہلِ سنت سے نہیں، خارجی بد مذہب ہے۔ اہلِ بیت نبوت میں حضور کی ازواجِ مطہرات بھی داخل

ہیں، انہیں اہلِ بیت سے خارج سمجھنا غلط اور قرآن مجید کی تصریحات کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ — اے رسول تم فرماؤ میں اس پر (یعنی تبلیغ رسالت پر) کچھ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضور مدینہ طیبہ رونق افروز ہوئے اور آپ کے مصارفِ زندگی بڑھ گئے تو انصار نے کچھ مال جمع کر کے بحضورِ نبوی پیش کیا اور عرض کی کہ آپ کے احسانات ہم پر بہت ہیں آپ کی بدولت ہم نے گمراہی سے نجات پائی، اس لیے ہم آپ کی خدمت میں یہ مال بطورِ نذر لائے ہیں۔ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائی جائے۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور حضور نے وہ مال قبول نہ فرمایا اور اپنے قرابت والوں سے مودت و محبت کا حکم دیا۔ غور کیجیے کہ تمام مسلمانوں کے درمیان محبت و مودت لازم ہے۔ قرآن نے عام مسلمانوں کے متعلق فرمایا بعضھم اولیاء بعض حدیث میں فرمایا مسلمان مثل ایک عمارت کے ہے جس کا ہر ایک حصہ دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے، تو جب مسلمانوں پر باہم ایک دوسرے سے محبت واجب ہوئی تو حضور کیساتھ کس درجہ محبت فرض ہوگی۔ فی القربیٰ کے معنی یہ ہوتے تبلیغ و ہدایت پر تم سے کچھ اجرت نہیں چاہتا۔ لیکن قرابت کے حقوق تم پر واجب ہیں لہٰذا رسول کے قرابت والوں کا لحاظ کرو۔ انہیں ایذا نہ دو۔ حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ قرابت والوں سے حضور کی آلِ پاک مراد ہے (بخاری) لہٰذا حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے (جمل خازن)

حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اس پر ہوتا ہے جو میری آل کی وجہ سے مجھے ایذا پہنچائے۔ پلصراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا، جو میرے اہلِ بیت اور صحابہ سے زیادہ محبت رکھے (مکتوبات مجدد)

حضور نے فرمایا میرے اہلِ بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوگیا، نجات پاگیا۔ اور جو پیچھے رہ گیا، ہلاک ہوگیا (احمد) مطلب حدیث یہ ہے کہ محبت اہلِ بیت اور ان کا اتباع باعثِ نجات ہے۔ اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا، محبتِ اہلِ بیت سرمایۂ اہلِ سنت ہے، خاتمہ بالخیر کے لیے

اہلِ بیت سے محبت ضروری ہے (مکتوبات) واضح ہو کہ قرآن و حدیث سے واضح و ثابت ہے کہ حضور کی بیویاں اہلِ بیت میں داخل ہیں، چنانچہ سورۃ احزاب کی آیت میں اہلِ بیت کا جو لفظ آیا ہے علماء کی ایک جماعت نے اس سے مراد حضور کی ازواجِ مطہرات کو لیا ہے۔

یزید پلید فاسق، فاجر، گمراہ تھا۔ اس نے ناحق سیدنا امام حسین کو شہید کرایا۔ حضرت امام حسین حق پر تھے اور یزید باطل پر۔ حضرت امام حسین کو باغی اور یزید کو حق پر سمجھنے والے اہلِ سنّت نہیں، بلکہ گمراہ خارجی ہیں۔ یزید اہانتِ اہلِ بیت کا مرتکب ہوا۔ اس بدبخت نے مدینہ پر لشکر کشی کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کا ذمہ دار بھی یہی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل یزید پر لعنت کو جائز فرماتے ہیں۔ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرا کر حضور کو ایذا پہنچائی ہے اور یہ بات جہنم تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ — وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

وہ یقیناً دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق اور اللہ نے ان کے لیے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید مسلمان کی اکثریت سے امیر مقرر ہوا، امام حسین پر اس کی اطاعت ضروری تھی یا یزید نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ یہ رائے مردود و باطل ہے، یزید کا اہلِ بیت کی توہین کرنا اور امام حسین کو شہید کرانا تواتر سے ثابت ہے۔ یزید امام برحق کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس وقت کے صحابہ اور ان کی اولاد جو بھی موجود تھی یزید کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ سے چند لوگ شام میں بالجبر پہنچائے گئے۔ مگر یزید کی بدعملی دیکھ کر واپس مدینہ آ گئے اور عارضی بیعت کو توڑ کر برملا یہ کہا کہ یزید دشمنِ خدا شرابی زانی تارکِ صلوٰۃ فاسق ہے۔ حتیٰ کہ محارم سے زنا سے بھی باز نہیں آیا۔

(تکمیل الایمان شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

امیرِ معاویہ صحابیِ رسول کاتبِ وحی ہیں۔ البتہ حضرت علی جو کہ امامِ برحق تھے کہ مقابلے میں ان سے غلطی ہوئی۔ حضرت علی حق پر تھے۔ لیکن صحابہ ہونے کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی کرنا جائز نہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل بھی آئے ہیں۔ صحابہ کرام کی آپس میں جو لڑائیاں ہوئیں ہیں، ایک مسلمان کے لیے ان پر تنقید و تبصرہ کرنا بہت ہی غیر مناسب ہے۔ ان کے جھگڑوں میں ہمیں حکم و منصف بننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یوں بھی ان کی شان میں قرآن و حدیث میں جو فضائل و مناقب بیان ہوتے ہیں، اس کا تقاضہ بھی یہ ہی ہے کہ صحابہ کرام کے معاملہ میں زبان کو بدگوئی وطعن سے بہر حال روکا جائے۔ یہ ہی اہلِ سنت و جماعت کا مسلک ہے۔



سیّد و سرور محمدؐ نورِ جاں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
شاد باش اے چشمِ مستِ مصطفےٰ!
شُد اسیرِ ایں قضا میرِ قضا
گر جُدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کُنی تو متن و ہم دیباچہ را

—— مولانا رومؒ

در دلِ مُسلم مقامِ مصطفیٰؐ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰؐ است



سید محمود احمد رضوی
مدیر رضوان

اصدق الصادقین امیر المومنین خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(تاریخ وفات ۲۲ جمادی الاخری)

نام مبارک عبد اللہ بن ابی قحافہ، "ابو بکر" کنیت، "صدیق" لقب، خاندان بنی تیمیم کے چشم و چراغ۔ قریش کے سادات کبار میں آپ کی ذات گرامی ممتاز تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نسب مرہ میں جا کر مل جاتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر ۵۷۳ء حضور کی ولادت کے دو برس چند مہینے بعد پیدا ہوئے۔

سیدنا امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ قرآن پاک کی رو سے نبیوں کے بعد صدیقوں کا درجہ ہے۔ پھر شہداء ہیں۔ پھر صالحین۔ جیسے حضور اکرم نبیوں اور رسولوں کے سرتاج ہیں۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر تمام صدیقوں میں ممتاز ترین ہیں۔ تقویٰ، جرأت، معاملہ فہمی، حربی قیادت، ایثار، سچائی، اولوالعزمی و دیانت امانت فیاضی، زہد، ورع، جود و سخا، تواضع علم قرآن و حدیث اتباع سنت، علم تعبیر و انساب اور محبت خدا اور رسول، غرضیکہ تمام اعلیٰ اوصاف میں حضور کے بعد آپ جیسا کوئی ہے ——— حضرت صدیق اکبر نے بعثت نبوی کے اول روز ہی سب سے پہلے بلا تردد و جھجک حضور کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔

خود حضور علیہ السلام نے فرمایا، میں نے جس کسی کے سامنے اسلام پیش کیا، اس نے کچھ تامل ضرور کیا، مگر ابو بکر نے بغیر کسی تامل کے دعوت اسلام پر لبیک کہا (بخاری) مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے اور حضور کے ساتھ سب سے پہلی نماز پڑھنے کا شرف بھی آپ کو ہی حاصل ہے (استیعاب)

آپ نے دو بار اپنی ساری دولت حضور علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دی۔ ہجرت کے وقت اور جنگ کے موقع پر مکہ معظمہ میں متعدد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے ظلم و ستم کا شکار تھے، خرید کر آزاد کر دیا۔ ان میں حضرت سیدنا بلال بھی ہیں۔

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لیے زمین کی قیمت بھی حضرت صدیق اکبر نے ادا کی۔ جناب رسالت مآب ؐ کا ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا، کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہنچایا۔

ہم نے ہر ایک کا احسان کا بدلہ چکا دیا، مگر ابوبکرؓ کہ ان کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی دیں گے نیز فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا، تو ابوبکرؓ کو بناتا، مگر میری دوستی صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ (بخاری) اقبال نے ایک مصرعہ میں آپ کے مناقب بیان کر دیئے ؎

ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

صدیق اکبر حق و صداقت کی مشعل تاباں ہیں

حضور علیہ السلام کے نائب مطلق، خلیفہ بلافصل مزاج شناس رسول ہیں۔ اظہار نبوت سے قبل بھی آپ حضور کے احباب میں سب سے مقدم تھے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا، جب صدیق اکبر حضور کے ساتھ غار میں تھے، تو آپؐ نے ان سے فرمایا ابوبکر تم صدیق ہو (تفسیر قمی ص ۱۵۷) نیز امام جعفر صادق نے فرمایا جو شخص حضرت ابوبکر کو صدیق نہ مانے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی تصدیق نہ فرمائے گا۔ (کشف الغمہ)

جب حضور معراج سے مشرف ہوئے تو کفار نے کہا اب تمہارا دوست کہتا ہے کہ اس نے آسمانوں کی سیر کی، آپ نے جواب دیا اگر حضور فرماتے ہیں، تو درست فرماتے ہیں اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔

قرآن مجید میں فرمایا۔ الذی جاء بالصدق و صدق بہ، آیت کے پہلے جملہ سے حضور علیہ السلام اور دوسرے سے صدیق اکبر مراد ہیں۔ (مجمع البیان)

جناب صدیق اکبر نے مملکت اسلامی کی بنیادوں کو مستحکم کیا

حضرت صدیق اکبر نے مملکت اسلامی کی بنیادیں استوار کیں، آپ ہی کی کوششوں سے ایسے لوگ مسلمان ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابی اور اسلام کے سچے فدائی و شیدائی بنے۔ اسلام سے محبت، جان و مال کیساتھ حضور کی خدمت آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا۔ انہوں نے اسلامی مملکت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا، ان کے دور میں شام و عراق کی فتح کا آغاز ہوا، حضور کے وصال کے بعد فتنوں نے اور شورشوں نے ہجوم کیا، آپ نے اپنے دور خلافت کے دو سال تین ماہ میں خلافت و نیابت رسول کا حق ادا کر دیا، حضور کے وصال کے بعد فتنوں اور شورشوں نے ہجوم کیا۔ فتنہ ارتداد

قبائلی عصبیت، خاندانی تجابت کا استحقاق، باغیوں کی جانب سے سرکشی کے نئے خطرات، مملکت کو قرآن و سنت کے اصول و ضوابط پر حرف بحرف اور من وعن قائم رکھنا، کتنے بہت سے نازک اور مشکل مرحلے اس باحوصلہ رفیق رسول نے کمال حسن تدبر، خداداد فراست، سیاسی فراست اور دینی استقامت سے طے کیے، جہاں تحمل اور سیاسی حکمت عملی درکار تھی، وہاں اسے اختیار کیا اور جہاں قوت بازو اور بزور شمشیر منافق، مرتد اور جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی ضروری تھی، وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی ناموس کے لیے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور شجاعت سے بھی کام لیا حتیٰ کہ مشرکوں، منافقوں اور مرتدوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا گیا۔ اور اسلام کا قافلہ پھر شان و شوکت کیساتھ اپنے راستہ پر گامزن ہو گیا۔

سیدنا صدیق اکبر ختم نبوت کے محافظ اول ہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عشق رسول ہی نے حضور علیہ السلام کی عظیم خوبی ختم نبوت کا محافظ اول بنایا کہ آپ نے ناساز گار حالات اور کثیر مصروفیات کے باوجود ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو ناموس رسالت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی اور قیامت تک آنے والے عشاق رسول کو حفاظت ختم نبوت کا سبق سکھایا۔ جن کذاب مدعیان نبوت کو آپکے دور میں کچلا گیا۔ ان کے نام یہ ہیں: اسود عنسی، طلیحہ، مسیلمہ کذاب، شجاع بنت حارثہ تمیمیہ۔

حضرت صدیق اکبر سب سے زیادہ بہادر تھے

حضرت علی فرماتے ہیں سب سے زیادہ شجاع حضرت صدیق اکبر ہیں۔ بدر کی لڑائی میں حضور کی حفاظت کے لیے عریش (ایک محفوظ چھپر) بنایا گیا تھا۔ خدا کی قسم ہم میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس عریش کو کفار سے محفوظ رکھنے کے لیے سپر بن جائے۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر صرف صدیق اکبر ہی تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے، جس کسی نے بھی حضور پر حملہ کیا انہوں نے اس کی مدافعت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

صدیق اکبر کو حضور نے اپنا نائب امام مقرر کیا

حضرت صدیق اکبر کا یہ کارنامہ بھی نہایت ہی زریں ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر کے مشورہ سے آپ نے حضرت زید بن ثابت انصاری کو قرآن مجید کی تمام سورتوں کو جمع کرنے پر مامور فرمایا اور انہوں نے بکمال و خوبی یہ خدمت انجام دی اس وقت سے قرآن کو مصحف کے نام سے موسوم کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرتِ صدیق اکبر نے اسلام کو حیاتِ نو بخشی

فتح مکہ کے بعد اگلے سال جب کہ مسلمانوں کے سامنے سے سرزمین عرب پر تسلط کی راہ سے تمام رکاوٹیں دور ہو چکی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ ہی کو امیر الحج مقرر فرما کر روانہ کیا اور پھر جب آپؐ کی علالت نے شدت اختیار کی تو مسجدِ نبویؐ میں نماز پڑھانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ ہی کو منتخب فرمایا۔ انہی اسباب کے باعث صحابہ کرام ان سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے دینی مرتبہ سے آگاہ تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد جب خلافت کا سوال اٹھایا گیا، تو مسلمانوں کی نظرِ انتخاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی اور وہ خلیفۃ الرسولؐ منتخب ہو گئے۔

مسندآرائے خلافت ہوتے ہی ان کے سامنے صعوبتوں، مشکلوں اور خطرات کے پہاڑ آن پڑے۔ ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے کہ مسلح تصادم پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف مرتدینِ اسلام کی ایک جماعت علمِ بغاوت بلند کیے ہوئے تھی ـــــ منکرینِ زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کر رکھی تھی۔ غرض خورشید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شمعِ اسلام کے چراغِ سحری بن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن جانشینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روشن ضمیری، پاکیزہ سیاست، بیمثال تدبر اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کو گل کرنے کی تمام ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیا، بلکہ پھر اسی مشعل سے تمام عرب کو منور کر دیا۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اسلام کو جس نے حیاتِ نو بخشی اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے، وہ حضرت ابوبکرؓ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اس پاک باز اور مقدس انسان پر، جس نے اپنی ساری عمر رسول اللہ کی رفاقت اور اسلام کی اشاعت میں صرف کر دی۔

حضرتِ صدیق اکبر حضورؐ کے عاشقِ صادق تھے

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادت و برکت میں صدیق اکبر نے ایک عاشقِ صادق کا بیمثال اور ایمان افروز کردار ادا کیا۔ مکہ میں قریش کے مظالم اور ان کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں وہی سینہ سپر ہوتے تھے۔ ہجرت کے انتہائی نازک موقع پر غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک پوری جانثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غداران اسلام کو یہودیوں کی مکاریوں اور منافقین کی ریشہ دوانیوں سے واسطہ پڑا ـــ اور قریش مکہ اور یہودِ مدینہ کی پے در پے کوششوں کے نتیجے میں سارا عرب حضورؐ کے مقابلے میں اٹھ کھڑا ہوا، تو اس وقت حضرت ابوبکر

ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور کے خاص الخاص مشیر خاص کے فرائض انجام دیے اور ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و مدافعت کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنائے۔

جناب صدیق اکبر کی وفات

حضرت ابوبکر کی وفات ۲۲ جمادی الآخری ۱۳ ہجری کو غروب آفتاب کے بعد ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ کم و بیش ستائیس ماہ مسلمانوں کی زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں رہی اور اس قلیل مدت میں انہوں نے جو نظام حکومت قائم کیا۔ اس پر حضرت عمر نے ایک رفیع المنزلت عمارت کھڑی کر دکھائی۔

حضرت علی نے فرمایا ایمان و اخلاص میں صدیق اکبر کا کوئی ہم پلہ نہیں

حضرت صدیق اکبر کی وفات سے مدینہ تھرا اٹھا اور مسلمانوں پر کرب و اضطراب کی وہی کیفیت طاری ہو گئی جس کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت دیکھنے میں آیا تھا۔ ان کی وفات کا سن کر حضرت علی روتے ہوئے تشریف لائے اور جس حجرے میں ان کی نعش رکھی تھی اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ "اے ابوبکر اللہ تم پر رحم کرے۔ خدا کی قسم! تم پہلے آدمی تھے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کیا تھا۔ ایمان و اخلاص میں تمہارا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ خلوص و محبت میں تم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اخلاق، قربانی، ایثار بزرگی میں تمہارا ثانی کوئی نہ تھا۔ اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت تم نے کی اور رسول اللہ کی رفاقت میں جس طرح ثابت قدم رہے، اس کا بدلہ اللہ ہی تمہیں دے گا۔ جب ساری قوم رسول اللہ کی تکذیب میں مشغول تھی تو تم نے آپؐ کی آواز پر لبیک کہا۔ جب ساری قوم آپؐ کو اذیتیں پہنچانے کے درپے تھی تو تم نے آپؐ کی حفاظت کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر لوگ کان نہ دھرتے تھے تو تم نے آپؐ سے مل کر تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ تمہیں اللہ نے اپنی کتاب میں "صدیق" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت عمر نے کہا صدیق ہم تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے

حضرت عمر کو تو اس صدمے کے باعث گفتگو کا یارا ہی نہ رہا۔ وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب حجرے میں داخل ہوتے، تو صرف یہ الفاظ ان کے منہ سے نکل سکے کہ:

"اے خلیفۂ رسول اللہ! تمہاری وفات نے قوم کو سخت مصیبت اور مشکلات میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہم تو تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، تمہارے مرتبے کو کس طرح پا سکتے ہیں۔"

حضرت ابوبکر کے کارناموں کو آنے والی کوئی بھی نسل فراموش نہ کر سکے گی اور قیامت تک ان کے اوپر سلام بھیجنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

پہلوئے مصطفےٰ میں بنا آپ کا مزار

حضرت صدیق اکبر نے زندگی بھر رسول اللہ کی رفاقت کا حق ادا کیا تھا۔ بعد الموت بھی رفاقت کا یہ شرف انہیں حاصل رہا۔ انتقال سے پہلے وصیت فرمائی کہ میری میت تجہیز و تکفین کے بعد آقائے دو جہاں سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے مقابل رکھ دی جائے اور کہا جائے "السلام علیک یا رسول اللہ۔ ابوبکر آستانہ عالیہ پر حاضر ہے۔ اگر دروازہ خود بخود کھل جائے تو مجھے اندر دفن کر دینا، ورنہ جنت البقیع میں لے جانا۔ (شواہد النبوۃ علامہ جامی)

جب وصیت کے مطابق حضرت ابوبکر کا جنازہ روضۂ اطہر کے قریب لایا گیا، تو ان کی وصیت کے مطابق ابھی وہ کلمات پورے نہ ہوئے تھے کہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور آواز آئی "دوست کو دوست کے پاس لے آؤ" چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو رسول اللہ کے قرب میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی عمر ۶۳ سال تھی اور یہ واقعہ ۲۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ کو رونما ہوا۔ اس طرح خلافتِ راشدہ کا عہد صدیقی اختتام پذیر ہوا۔ لیکن مسلمانوں کو نظم و نسق کی متعین راہ مل گئی تھی۔

نگاہِ نبوت میں صدیق اکبر کا مرتبہ

حضرت صدیق اکبر کے اوصاف حسنہ ہی کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا: میں نے اپنے صحابہ میں سے ابوبکر سے افضل کسی کو نہیں پایا اور اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن ابوبکر سے میرا تعلق ہم نشینی، مواخاۃ اور ایمان کا ہے، یہاں تک کہ اللہ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کرے۔ (مشکوٰۃ)

اگر مجھے نہ پاؤ تو پھر صدیق کے پاس آؤ (بخاری) تم غار اور حوض کوثر پر میرے رفیق ہو (بخاری) ابوبکر اُمتِ محمدیہ میں سے سب سے پہلے جنت میں جائیں گے (ترمذی) ابوبکر دوزخ سے آزاد ہیں (ترمذی) مجھے امید ہے کہ ابوبکر کو جنت کے ہر دروازہ سے بلایا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ابوبکر و عمر کے فضائل کا منکر نہیں، لیکن ابوبکر عمر سے افضل ہیں۔

(طبری صفحہ ۲۰۴)

تفسیر امام حسن عسکری میں ہے کہ حضور نے صدیق اکبر کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ تم کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے (منتہی الکلام)

حیات صدیقی ایک نظر میں

- بڑے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔
- بلا تردد اسلام لائے۔
- اسراء کی تصدیق کر کے صدیق اکبر کا لقب پایا۔
- اخلاص و دیانت کے صلے میں امین الناس کا خطاب پایا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار رہے۔
- اُن کے گھر سے آپؐ کے لیے غار میں کھانا پہنچتا رہا۔
- اُن کے گھر آپؐ بن بلائے تشریف لے گئے۔
- بوقت طلب اپنا تمام اثاثہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔
- اُن کی تنہا ذات کو قرآن میں "صاحب النبی" کا لقب ملا۔
- درس گاہ نبوتؐ کے پہلے طالب علم تھے۔
- غزوہ بدر میں آپؐ کو الحاح وزاری کرتے ہوئے دیکھ کر تشفی دی۔
- آپ کو بدر میں میمنہ کا سردار بنایا گیا۔
- اسیرانِ بدر کی رہائی کے سلسلے میں اُن کی رائے تسلیم کی گئی۔
- غزوۂ بدر میں حضورؐ کے ساتھ جم کر کھڑے رہے۔
- ۹ھ میں امیر الحج کا خطاب بارگاہِ نبویؐ سے ملا۔
- غزوۂ تبوک میں اپنا سارا مال حضورؐ کے قدموں میں نثار کر دیا۔
- حضورؐ کی وفات کے بعد ثابت قدم رہے۔
- آپؐ کے وصال کی وجہ سے عام تشویش ایک ہی خطبہ دے کر دور کر دی۔

• فتنۂ ارتداد کا غیر معمولی ثابت قدمی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

• منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے لیے تیار کھڑے ہوئے۔

• حضور اکرمؐ کی رحلت کے بعد آپؐ کے سارے قرض ادا کیے۔

• سابقون الاوّلون میں سب سے اوّل قرار پائے۔ • بوڑھوں اور مسکینوں کی خبر گیری اُن کا شعار تھا۔

• حضورؐ نے اُن کی اقتداء کا حکم اپنے بعد ارشاد فرمایا۔

آپ سب سے پہلے محافظِ ختم نبوت ہیں، جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی سب سے پہلے آپ نے کی۔

• انہوں نے قیصر و کسریٰ کے ممالک کی جانب پیش قدمی کا آغاز کیا۔ عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں۔

اکابر صحابہ کے حضرت صدیق اکبر کے متعلق ارشادات

حضرت عمر فرماتے ہیں، صدیق اکبر ہم سب کے سردار، ہم سب سے بہتر اور حضور کو ہم سب سے پیارے تھے۔ (ترمذی)

اہل زمین کے ایمان کو ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں، ابوبکر کے ایمان کو تولا جائے۔ تو صدیق کا پلڑا زیادہ وزنی ہوگا۔

جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں ہم نکوکاری میں صدیق اکبر سے کبھی نہیں بڑھے۔

حضرت ربیع بن یونس کہتے ہیں، کتب سماویہ میں حضرت صدیق اکبر کی مثال بارش سے دی گئی ہے کہ جہاں پڑتی ہے، نفع بخشتی ہے۔

جناب ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی نہ دکھائی دیتا

امام شعبی کا ارشاد ہے چار خصوصیات میں صدیق اکبر منفرد ہیں، صدیق آپ کے سوا کسی کا نام نہیں (۲) حضور کے ساتھ غار میں رفاقت کا شرف صرف آپ کو ملا۔ (۳) حضور نے اپنی حیات میں آپ کو امام بنایا (۴) آپ نے حضور کی ہمرکابی میں ہجرت کی۔

حضرت ابوبکر کے اقوال

• "اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔"

• "صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔"

- "جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد ترک کر دیتی، اللہ اس پر ذلت و خواری مسلط کر دیتا ہے۔"
- "کسی قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے، تو اللہ اس پر بلائیں اور عذاب عام کر دیتا ہے۔"
- "خیانت، بد عہدی اور چوری مت کرو۔"
- "اپنی حفاظت اللہ کے نام سے کرو، وہ تمہیں شکست اور وبا سے محفوظ رکھے گا"
- "حکمران دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ بدبخت ہوتے ہیں۔"
- جہاد ایک لازم فریضہ ہے اس کا ثواب بھی اس قدر عظیم ہے کہ اس کا اندازہ ناممکن ہے۔"
- "عدل جو بھی کرے بہتر ہے، لیکن امیر کریں تو زیادہ بہتر ہے۔"
- "مرد شرم کریں تو اچھا ہے، لیکن عورتیں کریں تو بہت اچھا ہے۔"
- "جوان کا گناہ بھی بُرا ہے، لیکن بوڑھے کا سخت بُرا ہے۔"
- "امیر تکبر کریں تو بُرا ہے، لیکن غریب کریں تو بہت بُرا ہے۔"
- "زبان کو شکایت سے بند کرو، خوشی کی زندگی عطا ہو گی۔"
- "شکر گزار مومن عافیت سے زیادہ قریب تر ہے۔"
- "پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون و قارون کی میراث مال۔"
- "وہ لوگ بہتر نہیں جو دنیا اور آخرت کے لیے دنیا کو ترک کرتے ہیں، بہتر وہ ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کو حاصل کرتے ہیں۔"
- "پرانے گناہوں کو نیکیوں سے مٹاؤ۔"
- "شریف علم پڑھ کر متواضع ہو جاتا ہے اور رذیل علم پڑھ کر متکبر ہو جاتا ہے۔"
- "انسان ضعیف ہے تعجب ہے، وہ اللہ قوی کی نافرمانی کیسے کرتا ہے۔"
- "ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا، تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں۔"
- "سچائی اور نیکی جنت میں ہے، جھوٹ اور بدکاری دوزخ میں۔"
- "آپس میں قطع تعلق نہ کرو، بغض نہ رکھو، حسد نہ رکھو، حسد نہ کرو، بھائی بھائی رہو۔"

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(وفات یکم محرم ۲۴ھ)

نام مبارک عمر، والد کا نام خطاب ۱۳ھ ولادت نبوی عام الفیل سے تیرہ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد خطاب کا شمار قریش کے ممتاز سرداروں میں ہوتا تھا، ان کے فیصلوں کو سب تسلیم کرتے تھے، حضرت عمر کا تعلق قریش کی ایک ممتاز شاخ عدی سے تھا ۶ نبوت میں بعمر ۲۳ سال مشرف باسلام ہوئے۔

حضور نے عمر کو خدا سے مانگا

جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی انسانیت جس مہر ہدایت کی منتظر تھی جب وہ بطحا کی چوٹیوں سے احمد و محمد بن کر جلوہ فرما ہوئے اور آپ نے دعوت توحید کا آغاز فرمایا، تو قریش مکہ نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیے — حضور کی دو قریشی طویل القامت نوجوانوں پر نظر پڑی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی:

"ان دونوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اس سے اپنے دین کو قوت عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دل سے نکلی ہوئی دعا قبول فرمائی، حضرت عمرؓ حلقہ بگوش اسلام ہوئے حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد پہلی بار مسلمانوں کو کعبہ میں نماز پڑھنے کی سعادت ملی حضرت عمر نے اسلام کی سربلندی کے لیے شب و روز محنت کی اور عظیم کارنامے انجام دیے، انہوں نے سادگی عدل و مساوات کا عملی مظاہرہ کیا، ان کے اسلام لانے نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ وہ ہمیشہ شجاعت اور عقل و شعور کا پیکر اور عشق نبوت میں سرشار تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جناب عمر کے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر ذیل کی آیت نازل فرمائی۔

حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (انفعال ع ۹)

اے نبی تمہیں اللہ کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہیں۔

فاروق اعظم عاشق رسول ﷺ تھے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کے پرکیف مناظر زمانہ نے دیکھے، کائنات انسانی کے مقدس گروہ صحابہ کرام نے اس سعادت

سے اپنے دامن قلب ونظر کو جس عقیدت واحترام سے بھرا۔ اغیار بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے، حضور وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام آپ کے وضو کے غسالہ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، کیونکہ وہ جانتے تھے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

انہیں نفوس قدسیہ میں ایک ممتاز اور منفرد ہستی جناب امام فاروق اعظم کی ہے، آپ حضور کے سچے عاشق محبِ وطن اور نشۂ عشقِ نبوت میں ہر آن اور ہر لمحہ مخمور رہنے والی شخصیت تھے۔ آپ نے ساری زندگی عشقِ نبوی میں بسر فرمائی اور بعد وفات بھی اپنے محبوب کے جوار میں دفن ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے — حق یہ ہے کہ امام فاروق اعظم حضور کی صفاتِ حمیدہ کے مظہرِ اتم تھے۔ ان کی شخصیت شاہکارِ رسالت بن کر سامنے آئی اور ان کی ایک ایک ادا سے اسوۂ نبوت کی تصویر نظر آتی ہے۔

خواجۂ شرع آفتاب، جمعِ دیں

ظلِ حق، فاروق اعظمؓ شرحِ دیں

تصور کیجیے ان کے زہد و قناعت کا کہ ۲۵ لاکھ مربع میل کی سلطنت کے مقتدر فرمانروا ہیں، لیکن لباس پھٹا پرانا، کبھی مسجد کی سیڑھیوں میں سو جاتے ہیں اور کبھی سایۂ دیوار میں، ستو اور کھجور کھا کر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔ بیٹی۔ ام المومنین حفصہؓ چند افراد کی درخواست پر اچھا کھانے اور اچھا پہننے کی ترغیب دیتی ہیں، تو فرماتے ہیں کہ "اے بنتِ عمر! تم خوب جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ اول نے کتنی زاہدانہ اور غریبانہ زندگی گزاری ہے، میری آرزو بھی یہی ہے کہ ان عظیم شخصیتوں کا اندازِ زندگی اختیار کروں" یہی اندازِ زندگی اور زہد تھا جسے دیکھ کر قیصرِ روم کا سفیر بھی حیرت زدہ رہ گیا اور اس کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا تھا" دانشِ عرب و عجم" کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رومی سفیر مدینہ منورہ میں آیا اور کسی سے پوچھا کہ تمہارے شہنشاہ کا محل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے ہاں نہ کوئی شہنشاہ ہے اور نہ محل۔ البتہ ایک خادم ضرور ہے جسے ہم خلیفہ کہتے ہیں اور وہ اس وقت سامنے کی گلی میں گارا اٹھا رہے ہیں۔ سفیر نے وہاں جا کر پوچھا تو بتانے والے نے کہا کہ وہ دیوار کے سائے میں ریت پر لیٹے ہوئے ہیں۔ سفیر ان کے قریب گیا اور کہنے لگا:

کیا یہ ہے وہ انسان جس کی ہیبت سے دنیا کے فرمانرواں کی نیند اڑ چکی ہے، اے عمر! تم نے انصاف کیا۔ اور تمہیں گرم ریت پر نیند آ گئی، ہمارے بادشاہوں نے ظلم کیا اور انہیں سنگین حصاروں میں سمور و کمخواب کے بستر پر بھی نیند

نہ آسکی"۔

حضرت عمرؓ نے اپنی دولت ترقی اسلام کے لیے وقف کردی تھی

یہی وجہ ہے کہ جب مرض الموت میں انہوں نے اپنے قرض کا حساب کرایا، تو چھیاسی ہزار روپیہ قرض کا دینا آیا، یہ قرض ان کے جود وسخا اور ترقی اسلام پر خرچ کرنے کا نتیجہ تھا۔

دورِ فاروقی اسلامی فتوحات کا دور تھا

۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ / ۶۳۴ء کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے، دس برس چھ ماہ اور چار روز خلافت سنبھالی، اُن کا عہد اسلامی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے، اُن کا دور فتوحات کا دور تھا، اسلامی خلافت کی حدود مشرق میں ترکستان، افغانستان اور مکران، شمال میں بحر خزر آذربائیجان مشرقی اناطولیہ اور بحیرہ روم تک، مغرب میں مصر، بلاد النوبیہ اور سوڈان اور جنوب میں بحیرۂ عرب سے جا ملی تھی، حضرت عمرؓ کا ارادہ فتوحات کو اس قدر وسعت دینے کا نہ تھا۔ لیکن حالات اور واقعات نے مسلمانوں کو اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھنے پر مجبور کر دیا۔ دنیا کے بڑے بڑے فاتحین کی فتوحات کے سامنے ہیچ نظر آتی ہیں، عمر فاروقؓ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر جنگوں کی قیادت کرتے رہے دورِ فاروقی میں جو علاقے فتح ہوئے ان علاقوں میں آجکل یہ حکومتیں قائم ہیں۔

۱۔ لیبیا، ۲۔ مصر، ۳۔ فلسطین، ۴۔ شام، اردن، ۶۔ لبنان، ۷۔ عراق، ۸۔ ایران، ۹۔ افغانستان، ۱۰۔ سعودی عرب، ۱۱۔ سلطنت عمان، ۱۲۔ قطر، ۱۳۔ امارات متحدہ عرب عربیہ، ۱۴۔ یمن جنوبی (عدن وغیرہ)، ۱۵۔ پاکستانی بلوچستان، ۱۶۔ روسی آذربائیجان، ۱۷۔ مشرقی جنوبی ترکی، ۱۸۔ روسی تاجکستان اور ازبکستان ترکمانستان، ۱۹۔ کویت، ۲۰۔ بحرین، ۲۱۔ سوڈان شمالی حصہ۔

اسلام میں نظامِ حکومت کا دور عہدِ فاروقی سے شروع ہوا

اسلام میں نظامِ حکومت کا دور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے، انہوں نے ایک طرف تو فتوحات کو وسعت دی کہ قیصر و کسریٰ کی وسیع سلطنتیں ٹوٹ کر عرب میں مل گئیں۔ دوسری طرف حکومت کا نظام قائم کیا اور اس کو اس قدر ترقی دی کہ ان کی وفات تک حکومت کے جس قدر مختلف شعبے ہیں وہ سب وجود میں آچکے تھے۔

ان کا عدل ضرب المثل تھا

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سادگی کو اپنایا۔ فتوحات کی وسعت نے ان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں۔ مسلمانوں نے ان کی خلافت کے آغاز میں حضرت ابوبکر کی طرح بیت المال میں ان کے اہل و عیال کا حق مقرر کر دیا تھا جس وقت مدینہ میں مالِ غنیمت کے انبار لگے، اس وقت بھی حضرت عمر نے اس میں اتنا ہی حصہ لیا، جتنا کہ ایک عام مسلمان کا ہوتا، وہ خلافت کی بنا پر اپنا حق دوسروں کے حق سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔

ان کا عدل آج تک ضرب المثل ہے۔ وہ اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ اللہ کے حساب سے ڈرنے والے تھے۔ عدل و انصاف قائم کرنے میں وہ اپنے اعزاء و اقارب کیساتھ کوئی نرمی نہ برتتے تھے۔ ان کا انصاف امیر و حقیر اور والئی و رعایا میں کوئی تمیز نہ کرتا تھا۔

حضرت عمر کے مشورہ سے قرآن جمع ہوا

صدیق اکبر کے عہد میں فتنۂ ارتداد، منکرین زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کے تدارک کے ضمن میں جنگِ یمامہ میں حفاظِ قرآن کی شہادت سے متاثر ہو کر حضرت عمر نے ابوبکر صدیق کو جمع قرآن کا حکم دیا اور انہیں دلیل سے مطمئن بھی کر دیا۔ اذان بھی آپ ہی کے مشورہ سے جاری ہوئی۔

دس سال کی مدت میں حضرت عمر نے اسلام کی ترقی و شادابی کی مثال قائم فرمادی

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ حقیقت میں اسلام کی عظمت ظاہر ہونے، شریعتِ اسلامیہ کی خوبیوں کے اجاگر ہونے اور مسلمانوں کی سیاسی، معاشی اور ہر حیثیت کے مستحکم و مضبوط ہونے کا زمانہ ہے آپ کا دورِ خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن رہا، یہ مدت ملکی استحکام اور قومی ترقی کے لیے کوئی زائد مدت نہیں، اگرچہ یہ قلیل عرصہ تھا، لیکن اس عرصے ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کا نقشہ بدل کر دکھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ جو قوم خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہے خدا اپنے وعدے کے مطابق اس کی اس طرح مدد فرماتا ہے کہ وہ جس طرف قدم اٹھاتی ہے فتح و نصرت اس کے قدم چومتی ہے۔

آپ نے علانیہ ہجرت کی

حضرت عمر ہی وہ شخصیت تھے، جنہوں نے مکہ سے علانیہ ہجرت کی۔ عام صحابہ تو چوری چھپے ہجرت کر رہے تھے مگر جناب عمر نے اعلان کر دیا کہ میں

جا رہا ہوں جنہیں اپنے بیٹے کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنا ہو، وہ فلاں جگہ مجھ سے دو دو ہاتھ کرے۔ جناب علی نے فرمایا "میں نہیں جانتا کہ عمر بن خطاب کے سوا کسی مسلمان نے علانیہ مکہ سے ہجرت کی ہو!"

حضرت عمرؓ تمام غزوات میں شامل ہوئے

حضرت فاروق اعظم تمام غزوات میں حضور کے ہمرکاب رہے، بدر کی لڑائی میں آپ نے شجاعت و بہادری کا وہ مظاہرہ کیا کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ کسی مشہد میں بھی حضور سے جدا نہ ہوئے۔ احد و حنین میں بھی آپ نے بہادری اور استقلال کا بیمثال ثبوت دیا۔

وفات

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو صبح نماز فجر کی ادائیگی کے لیے تکبیر کے لیے ہاتھ باندھے ہی تھے کہ ابو لؤلؤ مجوسی نے زہر آلود خنجر سے آپ کے شکم مبارک میں تین کاری زخم لگائے، آپ بیہوش ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی ـــــ ذرا ہوش آیا، تو فرمایا الحمد للہ، ایک کافر کے ہاتھ سے مجھے شہادت ملی اور یکم محرم ۲۴ھ کو وصال فرمایا، جناب عائشہ صدیقہ کی اجازت سے پہلوئے مصطفےٰ میں دفن ہوئے، جیسے زندگی میں حضور کیساتھ تھے، بعد وفات بھی حضور ہی کے ساتھ رہے اور ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

نگاہ نبوت میں حضرت فاروق کا مرتبہ

حضرت عمر کی قوت ایمانی اور اصابت رائے انہیں ذات رسالت سے قریب تر کرتی رہی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔ میرے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا، تو عمر ہوتے (بخاری) گویا حضرت عمر میں نبوت کے کمالات موجود تھے اور اگر نبوت ختم نہ ہوتی، تو عمر نبی ہوتے۔

۲۔ مجھے اس ہستی مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راہ سے عمر گزرتا ہے، شیطان اس راہ سے ہٹ جاتا ہے۔ (بخاری)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے، وہ فاروق ہیں اللہ نے ان کے ذریعہ حق و باطل میں فرق کر دیا ہے۔ (مستدرک)

۴۔ جنت میں فاروق اعظم کو ایک محل ملے گا۔ (بخاری)

۵۔ میری اُمت کا محدث عمر ہے۔

۶. حضور نے عمر کے لیے دعا کی، ان کے سینے میں جو کچھ بھی میل کچیل ہے، اسے دور فرمادے اور اسکے بدلے ایمان سے بھر دے۔

۷. میرے ۲ وزیر آسمانوں میں جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین میں ابوبکر و عمر ہیں۔ (ترمذی)

۸. ابوبکر و عمر انبیاء کے علاوہ جنت کے سب اگلے پچھلے اُمت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سید اور سردار ہیں (ترمذی)

قرآن نے عربی کلمہ کران کا ذکر کیا۔

غزوہ تبوک میں حضور نے آپ کو فوج کا نشانِ اعلیٰ عطا فرمایا۔ فرضیت حج کے پہلے سال حضور نے حضرت صدیق اکبر کو امیر الحج بنایا، حضور نے اپنے مرض وصال میں تمام صحابہ میں سے صرف صدیق اکبر کو اپنی جگہ امام بنایا ——— صدیق اکبر نے سترہ نمازیں حضور کی حیات میں پڑھائیں، تمام صحابہ ان کے مقتدی تھے۔ ختم نبوت کے سب سے پہلے محافظ بھی آپ ہیں۔ آپ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے سر کچل دیے۔

آپ کو بعد وفات بھی پہلوئے نبوی میں جگہ پانے کا شرف حاصل ہوا۔

علی و فاروق کی باہمی محبت

حضرت علی مرتضیٰ حضرت فاروق اعظم کے وزیر اعظم اور معتمد علیہ تھے، حضرت عمر نے دو بار بجانب شام سفر کیا، ہر دو موقع پر اپنی جگہ علی مرتضیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا، حضرت فاروق اعظم نے اپنے بعد جن چھ افراد کو شایان خلافت قرار دیا، ان میں سب سے پہلے علی مرتضیٰ کا نام نامی تھا۔

ارشاداتِ فاروقِ اعظم

• "اللہ کی قسم! تمہارا جو معاملہ میرے سامنے آئے گا، میرے سوا کوئی اُسے طے نہیں کرے گا، اگر لوگوں نے میرے ساتھ بھلائی کی تو میں بھی یقیناً ان کے ساتھ بھلائی کروں گا، اور اگر وہ برائی کے ساتھ پیش آئے، تو میں بھی ضرور انہیں سزا دوں گا۔"

• "اللہ سے ڈرو، مجھ سے درگزر کر کے میرا ہاتھ بٹاؤ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں میری مدد کرو، تمہاری جو خدمات اللہ نے میرے سپرد کی ہیں، ان کے متعلق مجھے نصیحت کرو، میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں۔" ❁ جو شخص مسلمانوں سے لالچ نہیں رکھتا اس سے اہل اسلام محبت کرتے ہیں

• "اللہ اس شخص کا بھلا کرے جو میرے پاس عیوب کا تحفہ بھیجتا ہے۔"

• "کسی کی دیانت داری پر اس وقت تک اعتماد نہ کرو، جب تک وہ لالچ سے آزاد نہ ہو جائے۔"

• "جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ اپنا اختیار اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے اور راز ظاہر کرنے کے بعد وہ اپنا یہ اختیار دوسرے کو دے دیتا ہے۔"

• "نیکی کے بدلے نیکی کرنا نیکی کا حق ادا کرنا ہے، اصل نیکی وہ ہے جو بدی کے جواب میں کی جائے۔"

• "حلال و حرام ایک جگہ جمع ہو جائیں تو حرام غالب آجاتا ہے۔"

• "تین چیزوں سے محبت بڑھتی ہے مجلس میں دوسرے کو بیٹھنے کی جگہ دینے، سلام کہنے اور اچھا نام لے کر پکارنے سے۔"

• "تھوڑی دنیا لو تو آزاد رہو گے، زیادہ لو گے تو پابند ہو جاؤ گے۔"

عہدِ فاروقی کے اہم واقعات

۶ سنہ بعثت نبوی ——— اسلام قبول کیا۔

۱ سنہ ہجری ——— ہجرت مدینہ۔

۲ سنہ ہجری ——— غزوہ بدر میں شرکت۔

۳ سنہ ہجری ——— حضرت عمر نے اپنی بیٹی حفصہ کو پیغمبر اسلام کے عقد میں دیا، غزوہ احد میں شرکت۔

۴ سنہ ہجری ——— حضرت عمر فاروق کے ایما پر خواتین کے لیے پردہ کا حکم جاری ہوا۔

۵ سنہ ہجری ——— غزوہ خندق میں شرکت۔

۶ سنہ ہجری ——— رسول پاک کے سفیر بن کر گئے۔

۷ سنہ ہجری ——— صلح حدیبیہ کے دوران موجودگی، غزوہ خیبر میں شرکت۔

۸ سنہ ہجری ——— فتح مکہ میں شرکت۔

۹ سنہ ہجری ——— مسلمانوں کے پہلے سفر حج میں شرکت۔

۱۳ سنہ ہجری ——— خلافت فاروقی کا آغاز۔

(۱۳ھ، جمادی الثانی) ——— لشکر اسلام کی عراق روانگی، خالد بن ولید کی معزولی، معرکہ یرموک، یمن سے عیسائیوں کی جلاوطنی، جنگ مخل یعنی (دلدل والی جنگ)

۱۴ سنہ ہجری ——— عہد فاروقی میں فتح دمشق، جنگ قادسیہ، اردن اور بیروت کی فتوحات۔

۱۵ سنہ ہجری ——— فلسطین فتح کرنے کی خوش خبری۔

۱۶ سنہ ہجری ——— بیت المقدس کو مسلمانوں نے حاصل کرلیا۔

۱۷ سنہ ہجری ——— اسلامی مملکت میں غذائی قلّت اور زبردست قحط کا مقابلہ کرنے کے لیے عہدِ فاروقی کی کامیاب تدابیر۔

۱۸ سنہ ہجری ——— حضرت بلال کی وفات کے بعد جابیہ سے واپسی

۱۹ سنہ ہجری ——— شام کا حاکم حضرت معاویہ کو مقرر کیا۔ اسی سال کوفہ کی فتح، شہر کی تعمیرِ نو اور اُسے چھاؤنی بنانا۔

۲۰ سنہ ہجری ——— اصفہان، قومس، طبرستان اور آرمینیہ کی جانب ۵۲ ہزار سپاہ کی روانگی۔

۲۱ سنہ ہجری ——— جرجان، طبرستان، بیفا، خزر اور آرمینیہ کے روسی اور ایرانی علاقوں پر اسلامی لشکر کا قبضہ۔

۲۳ سنہ ہجری ——— جنازے کی چار تکبیروں کا فیصلہ اور نمازِ تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم۔ نظامِ ڈاک، جاگیروں کی تنسیخ ہر مسلمان بچے کے لیے وظیفہ اور تجارتی مقصد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں پر محصول۔

۲۳ سنہ ہجری ——— کرمات، ہرات، مرو، بلخ، خراسان اور سندھ و بلوچستان کے علاقوں میں لشکرِ فاروقی کی فتوحات، ہندوستان میں پیغامِ اسلام، ایرانی شہزادیوں کی گرفتاری اور آخری حج بیت اللہ فتح مصر اور قاہرہ کی تعمیرِ نو۔

۲۳ سنہ ہجری ——— مسجدِ نبوی میں قاتلانہ حملہ۔

۲۴ سنہ ہجری (یکم محرم) ——— شہادت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب تدفین۔

خلیفۂ سوم ذوالنّورین

عثمان غنی امیر المومنین

وفات ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ

امیر المؤمنین امام المجاہدین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آغازِ بعثت میں اسلام لائے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ جنابِ علی مرتضیٰ نے فرمایا عثمان وہ شخصیت ہیں جنہیں ملاءِ اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ عشرہ مبشرہ میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ قبولِ اسلام میں چوتھے ہیں۔

حضرت عثمان کا لقب ذوالنوّرین ہے

آپ کا لقب غنی اور ذوالنوّرین ہے، کیونکہ آپ بیحد مخیر تھے۔ اور اسلام لانے کے بعد مسلمانوں خصوصاً اسلامی جنگوں میں آپ نے بیحد مالی اعانت کی اس لیے آپ کو سرکارِ دوعالم نے غنی کا لقب مرحمت فرمایا اور چونکہ آپ کے عقد میں حبیبِ کبریا کی دو صاحبزادیاں آئیں، اس لیے ذوالنوّرین (یعنی دو نور والا) کا لقب ملا۔

حضرت عثمان ان چند صحابہ میں سے ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جنہیں ایمان لانے والوں میں سبقت کرنے والا کہا جاتا ہے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہونے کے بعد مکہ کے کافروں نے دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ کو بھی بہت ستایا۔ خود آپ کے بزرگ حکم بن العاص نے آپ پر بہت سختی کی۔ ایک دفعہ آپ کو ایک کوٹھڑی میں بند کیا اور اس میں اتنا دھواں بھرا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا، لیکن آپ کے ایمان ذرا بھی فرق نہ آیا اور اسلام کے دشمن ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکے۔

جمع و ترتیب قرآن کا شرف جنابِ عثمان غنی کو ملا

حضرت عثمان کے عہد میں قرآن شریف ایک لہجہ اور قرأت پر جمع کیا گیا۔ اور جمع و تدوین قرآن کا اور اس کی اشاعت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ مختلف اقطاع کے لوگ اپنے اپنے لہجے کے مطابق اس کی قرأت کرتے تھے۔ جنابِ حذیفہؓ اور ابن مسعود نے خلیفہ وقت کی توجہ مبذول کرائی۔ چنانچہ قراۃ کی ایک مجلس منعقد کی گئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ کے پاس خلیفہ اول کے وقت سے ترتیب شدہ جو مسودہ ہے اور جس کی ترتیب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہوئی تھی، چنانچہ اسی اصول پر قرآن جمع کیا گیا اور اس کی سورتوں

کی ترتیب حضرت حفصہ کے نسخہ کے مطابق مسلّم قرار پائی۔ حضرت عثمان نے حکم جاری کر دیا کہ تمام مسلمان اپنے اپنے نسخوں کو لے کر حضرت حفصہ کے نسخے کے مطابق کر لیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان نے مکمل نسخوں کی اشاعت اپنی مہر لگا کر کی۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کے اس عمل کو سراہا اور کہا کہ اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔ جمع اور ترتیب قرآن کا یہ حکم ۳۰ھ میں جاری اور نافذ ہوا۔

حضرت امام ذوالنورین کا انتخاب

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی وفات سے قبل مدینہ کے اکابر صحابہ کرام سے مشورہ کر کے حضرت عمر فاروق کا نام خلافت کی ذمہ داری کے لیے تجویز کیا تھا اور خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں امیر المؤمنین منتخب کر لیا۔ جب ان کی وفات قریب آئی اور وہ زخمی حالت میں تھے تو انہیں مسلمانوں کے مستقبل کا خیال پریشان کر رہا تھا۔ انہوں نے چھ حضرات کے اوپر یہ چھوڑا کہ وہ باہمی مشورہ سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ ان میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن وقاص، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہ شامل تھے۔ مذاکرات اور مشوروں کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ سنہ ہجری کو حضرت عثمان بن عفان خلیفہ مقرر ہوئے اور تین دن تک بیعت کا سلسلہ چلتا رہا۔

حضرت عثمان تمام غزوات میں حضور کیساتھ رہے

غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں ذوالنورین شریک ہوئے۔ جنگِ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ میں اپنے جانشین کے طور پر چھوڑ دیا تھا۔ غزوۂ احد، غزوۂ بنو نضیر، غزوۂ خندق، جنگِ خیبر اور جنگ حنین میں آپ برابر شریک رہے۔ خلیفہ اوّل اور خلیفہ دوم کے عہدِ خلافت میں حضرت جامع القرآن نے ان سے مکمل تعاون کیا۔ ہر معاملے میں ان کے مشیر رہے، مجلس شوریٰ کے انتہائی اہم رکن تصور کیے جاتے تھے۔ اور نہایت صدق و خلوص کے ساتھ دیتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم کی شہادت کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ھ مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء بروز یکشنبہ خلیفہ ثالث کی حیثیت سے آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔

خلافتِ عثمانی اسلامی فتوحات کا دور تھا

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں ۲۴ھ سے ۳۲ھ تک مشرقِ وسطیٰ کی بڑی بڑی مہمات جاری رہیں۔ افریقہ میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ ۲۵ھ سے ۳۱ھ تک جاری رہا۔

آپ کے عہدِ خلافت میں مملکت اسلامیہ کی حدود، ہندوستان، روس، افغانستان، پاکستان، لیبیا، الجزائر، مراکش اور بحیرۂ روم کے جزائر تک وسیع ہو گئی تھیں۔ فتوحات کا سلسلہ آرمینیا کے علاقے سے شروع ہو کر بحیرۂ روم کے جزیرہ ارواکی تسخیر پر ختم ہوا۔ مفادِ عامہ کے کاموں میں سڑکیں بنوائی گئیں۔ مہمان خانے تعمیر کرائے گئے۔ دریاؤں پر پل باندھے گئے، مساجد کثرت سے تعمیر کرائی گئیں، خاص مفتوحہ علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کیں، چراگاہوں میں مویشیوں کے لیے چشمے کھدوائے رعایا کی آسائش کے لیے سڑکیں، پل اور مسافر خانے بنوائے۔

حضرت عثمان نے محرم ۲۴ھ سے ذی الحجہ ۳۵ھ تک خلافت کے فرائض اور ذمہ داری نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے پورے کیے۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی۔ بہت سے ملک فتح کیے۔ قیصرِ روم کی طاقت کا بھی خاتمہ ہوا۔

حضرت عثمان حضور کے جانثار تھے

حضرت عثمان غنی اسلام کے لیے جان و مال نثار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ کوئی ضرورت مند آپ کے دروازہ سے کبھی مایوس ہو کر نہیں گیا، ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنا۔ ان کا معمول تھا۔

مدینہ آنے کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ مسجدِ نبوی میں تمام نمازی سما نہیں سکتے تھے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کون ہے جو فلاں خاندان کی زمین کا ٹکڑا خرید کر وقف کرے گا۔ اس کے صلہ میں اس کو اس سے بہتر جگہ جنت میں ملے گی۔

یہ سنتے ہی حضرت عثمان نے وہ قطعہ اراضی خرید کر آپ کے خدمت میں پیش کیا۔

حضرت عثمان بن عفان نے ۲۹ھ میں مسجد نبوی میں بھی توسیع کی اور مسجدِ الحرام میں بھی توسیع کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ عثمان ہم سب سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والے متقی اور بزرگ تھے، وہ ان لوگوں میں سے تھے جو ایمان اور

تقویٰ میں درجہ کمال حاصل کر لیتے ہیں۔

جس وقت تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کا سامان کر رہے تھے۔ حضرت جامع القرآن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک ہزار اشرفیاں آپ کی گود میں ڈال دیں۔ ساقیٔ کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اشرفیوں کو اپنی گود میں الٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے کہ عثمان کو اب کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ آج کے بعد جو چاہیں کریں، دو مرتبہ صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ دہرایا۔

غزوۂ تبوک کے سلسلے میں ایک اور روایت حضرت عبدالرحمٰن بن خباب سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اکٹھا کیا اور جہاد کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالی تاکہ لوگ اپنا مال اس کے لیے دیں۔ حضرت عثمان غنی فوراً کھڑے ہوئے اور ساز و سامان کے ایک سو اونٹ پیش کرنے کا اعلان فرمایا۔ سید المرسلین نے اپنا خطبہ جاری رکھا۔ یہ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور دو سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا، خاتم الانبیاء نے پھر بھی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

خلیفۂ ثالث پھر تیسری مرتبہ کھڑے ہوئے اور تین سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا، اس مرتبہ حضور منبر سے اُترے اور فرمایا کہ عثمان کے اس عمل کے بعد انہیں آخرت میں اور کس چیز کی ضرورت ہے جو نجاتِ اُخروی کے لیے درکار ہو۔" تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ محبت و اُلفت جامِ شہادت نوش کرتے وقت تک قائم رہی چنانچہ جب امیر معاویہ نے امیر المؤمنین سے مدینہ چھوڑ کر شام چلنے کو کہا تو فرمایا "میں نہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑوں گا اور نہ روضۂ اقدس کے قرب سے محرومی مجھے گوارا ہے۔ جان جاتی ہے تو جائے۔

امام ذوالنورین مہاجر اوّل ہیں

مکے میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے کفار بہت مشتعل ہو گئے تھے اور حضرت عثمان غنی ان کے ظلم وستم کا شکار ہو رہے تھے۔ حضرت عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر معہ اپنی اہلیہ حضرت رقیہ کے حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ پہلا قافلہ تھا جس نے حق وصداقت کی محبت میں وطن چھوڑ کر ہجرت کی تھی، چند سال کے بعد وہ واپس مکہ تشریف لے آئے، اور مدینہ کی ہجرت کا فیصلہ ہوا تو چنانچہ وہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے، مدینہ جا کر وہ حضرت اوس بن ثابت کے مہمان رہے۔

حضرت عثمان نے حضورؐ سے دو۲ مرتبہ جنت خریدی

حضرت عثمان نے حضور سے ۲ مرتبہ جنت خریدی ایک دفعہ اس وقت

جب انہوں نے مدینہ میں چاہِ رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ دوسری دفعہ اُس وقت جب جنگ تبوک کی تیاریاں ہورہی تھیں۔

مدینہ شریف آکر مسلمانوں کو پانی کی شدید دقت تھی، ایک یہودی کے پاس کنواں تھا جس کو اس نے ذریعہ معاش بنا رکھا تھا حضرت عثمان غنی نے وہ کنواں اٹھارہ ہزار روپیہ میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کردیا۔ ان کے اس جذبۂ ایثار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار کو بیحد متاثر کیا۔ آج بھی یہ کنواں بئرِ رومہ کہلاتا ہے، پانی موجود ہے بہت ہی میٹھا اور عمدہ پانی ہے، یہ کنواں مدینہ شریف کی آبادی سے تقریباً چار میل پر واقع ہے، تمام زائرین اس کنویں پر جاتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

حضور نے غزوۂ تبوک کی تیاریوں کا اعلان کیا، کیوں کہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت روم کا مقابلہ کرنا تھا اور مسلمان بے سروسامان تھے، چنانچہ حضرت عثمان نے اکیلے سارے لشکر کے لیے سامان جنگ وغیرہ خرید کردیا۔ اس کے علاوہ بھاری رقم نقد بھی دی۔ آنحضرتؐ اس امداد سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب اگر عثمان نفلی ثواب کا کوئی کام نہ بھی کریں تو حرج نہیں، حضرت عثمان نے اس موقع پر ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات اپنے ذمے لیے، ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا:

آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اُن کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

قرآن کی جمع وتدوین اور اس کی اشاعت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل ہوا

امام ذوالنورین کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ

قرآن مجید کی جمع وتدوین اس کی اشاعت ہے۔ حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ سے عہد صدیقی کا مدون کیا ہوا نسخہ لے کر حضرت سعید بن العاص سے اس کی نقلیں کرا کر تمام ممالک محروسہ میں اس کی اشاعت کی یہ امتِ مسلمہ پر احسان عظیم ہے۔

حضرت عثمان کاتبِ وحی تھے

حضرت عثمان کاتبِ وحی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی، تو حضرت کے حکم سے آپ اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ کاتبِ وحی ہونے کے علاوہ آپ حافظِ قرآن بھی تھے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا۔ اور آپ اسلام میں نبی کریم کے بعد پہلے حافظ قرآن ہیں۔

وحی کے علاوہ سرکارِ دوعالم کے ذاتی اور نجی خطوط بھی آپ لکھا کرتے تھے اور اس طرح آپ کاتبِ نبی بھی تھے۔

حضرت عثمان نہایت عابد و زاہد تھے

حضرت عثمان کی راتیں عبادت و ریاضت میں بسر ہوتیں۔ ہر روز عشاء کی نماز کی امامت سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوتے، وتر کی ادائیگی میں پورے قرآن پاک کی تلاوت کر لیتے تھے۔

جس دن شہادت ہونے والی تھی آپ روزہ سے تھے، جمعہ کا دن تھا خواب میں حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر و عمر کے ہمراہ تشریف لائے فرمایا عثمان جلدی کرو ہم تمہارے ساتھ افطار کے منتظر ہیں۔ حضرتِ عثمان بیدار ہوئے تو فرمایا میری وفات کا وقت آگیا ہے۔

جب باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کیا، تو ان کی سرکشی اتنی بڑھی کہ دیواریں پھاند کر گھر میں کود گئے۔ حضرت عثمان روزے سے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھے، انہوں نے باغیوں سے کہا:

"تم سخت غلطی کر رہے ہو، اگر مجھے شہید کیا تو مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ پھر تم نماز تک اکٹھے نہ پڑھ سکو گے۔"

۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو حضرت عثمان کو قرآن پڑھتے ہوئے شہید کر دیا گیا، ان کی زوجہ نائلہ بچانے کے لیے دوڑیں تو ان کی ہتھیلی اور انگلیاں کٹ گئیں، قرآن حکیم کی آیت "فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم" پر خون کے قطرے گرے، اس واقعے کے بعد مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف چلنے لگیں، بلاشبہ امام ذوالنورین کی شہادت تاریخ اسلام کا سب سے بڑا سانحہ کہے جانے کا مستحق ہے۔ حضرت عثمان نے ۱۲ سال امور خلافت انجام دیے۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ ہجری بعمر ۸۲ سال جام شہادت نوش فرمایا۔

بیعتِ رضوان اور حضرت عثمان

حدیبیہ کے مقام پر تقریباً ڈیڑھ ہزار مہاجرین و انصار روشن ستاروں کی طرح ماہتابِ نبوت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ چشمِ فلک نے ان سے بہتر اُمت نہ کبھی دیکھی تھی اور نہ آئندہ دیکھ سکے گی۔ حضور چاہتے ہیں کہ کوئی مکے جائے اور قریش کو اطلاع دے کہ مسلمان پُرامن طریقہ پر مکہ میں طوافِ کعبہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس کام کے لیے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا گیا، اور آپ نے حضور کا پیغام ابوسفیان کو سنایا۔ ابوسفیان نے صاف انکار کر دیا، مگر حضرت عثمان سے کہا، یہاں آئے ہو، تو کعبہ کا طواف بھی کر لو۔ وہ کون سا مسلمان ہے جو بیت اللہ کو دیکھ کر پروانہ وار طواف کے جذبہ سے بے چین نہ ہو جاتا ہو اور پھر سیّدنا عثمان جیسا عابد و زاہد۔ اللہ اکبر۔ مگر یہاں جذبۂ عشقِ نبوی اور عبادتِ الٰہی میں کشمکش شروع ہو گئی، ذوقِ عبادت کہتا ہے کہ برسوں کے بعد طواف کا موقع ملا ہے، کر لو طوافِ کعبہ۔ خدا جانے پھر موقع ملے نہ ملے اور ادھر عشق بار بار کعبۂ حقیقت کی یاد دلا رہا ہے۔ وہ قبلہ مقصود جس کا ہر نقشِ قدم قبلہ گاہ دو عالم ہے۔ اس کشمکش میں زیادہ وقت نہیں ہوا، اُدھر طواف کی فرمائش ہوتی اِدھر زبانِ عثمان سے بے ساختہ ایک نورانی جملہ نکلا جو شمعِ رسالت کے پروانوں کے لیے مثالی اور بلند ترین نمونہ گفتار و کردار ہے۔ سیدنا عثمان علیہ السلام نے فرمایا:

"میرا کعبۂ حقیقت تو حدیبیہ میں جلوہ افروز ہے اس کے بغیر میں تنہا کس طرح طوافِ کعبہ کر سکتا ہوں"۔ بلاشبہ مناسکِ حج و عمرہ بجائے خود عشق و دیوانگی کا سب سے بڑا عملی درس ہے، لیکن امیر المومنین سیدنا عثمان غنی کا یہ ایک بصیرت افروز اور عشق انگیز جملہ عشق و محبت کی پوری کائنات اور تمام مناسک پر بھاری ہے۔ جنابِ عثمان نے ذوقِ عبادت کو عشقِ نبوت پر قربان کر دیا اور اُمت کو بتا دیا کہ ایمان اسے کہتے ہیں۔

ابھی حضرت عثمان مکہ سے واپس نہ ہوتے تھے کہ یہ غلط خبر پھیل گئی کہ عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مسلمان یہ خبر سن کر تڑپ اُٹھے، لیکن اس خبر نے سب سے زیادہ جس کو تڑپایا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کے بغیر سیدنا عثمان کو طوافِ کعبہ کرنا بھی گوارا نہ تھا۔ آنحضور ایک کیکر یا ببول کے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور آواز دی کہ "آج سر دھڑ کی بازی لگا دو، کٹ مرنے کی بیعت کرو"۔ یعنی عثمان کا خون اتنا ارزاں نہیں کہ اسے خاموشی سے گوارا کر لیا جائے۔ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے کٹ مرنے کا عہد کرو۔ عجیب منظر تھا، ڈیڑھ ہزار صحابہ سیدنا عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت ہو رہے تھے۔ ان میں صدیقؓ و فاروقؓ اور علی مرتضیٰ بھی تھے۔ یہ بیعت اللہ تعالیٰ

کو ایسی پسند آئی کہ قرآن میں اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ ان بیعت کرنے والوں سے راضی ہوگیا۔ اللہ اکبر خونِ عثمان کے احترام میں ڈیڑھ ہزار اشرف الناس نفوسِ قدسیہ سے اللہ کے رسول نے بیعت لی اور اس ادائے بیعت پر قدرت بھی جھوم اٹھی اور سندِ رضوان و پروانہ ایمان نازل فرمادیا۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرہ۔ بلاشبہ اللہ راضی ہوگیا اُن سے جنھوں نے اے نبی تیرے ہاتھ پر بیعت کی۔

غور کیجئے اس سے بڑا مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ خونِ عثمان کو اتنا قیمتی قرار دیا گیا کہ ڈیڑھ ہزار مہاجرین و انصار سے بیعت لی گئی۔ کیا کسی دور میں کسی انسان کا خون اتنا قیمتی تصور کیا گیا ہے؟ جتنا کہ عثمان کا۔ جب تمام اہل ایمان بیعت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اب میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں"۔

غور کیجئے

(۱) بیعت مرے ہوئے کی نہیں لی جاتی زندوں کی لی جاتی ہے۔ حضور نے سیّدنا عثمان کی بیعت لے کر یہ اشارہ کر دیا کہ عثمان زندہ ہیں شہید نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں یہ نہ پوچھیے کہ حضور کو یہ کیسے معلوم ہوگیا؟ پیغمبرِ اسلام کی نگاہیں زمان و مکان کی حدوں کو چیر کر بھی آگے نکل جاتی ہیں اور وراء الوراء کے غیوب کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔

(۲) پھر اہلِ علم و ایمان کے لیے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ حضور نے کبھی اپنے دستِ مبارک کو کسی دوسرے کا ہاتھ قرار نہیں دیا۔ رسول کا ہاتھ وہ جسے خدا اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے۔ "اے رسول! جو لوگ تمہاری بیعت کر رہے ہیں۔ یہ تمہارا ہاتھ نہیں) خدا کا ہاتھ ہے جو ان سب ہاتھوں کے اُوپر ہے"۔

سبحان اللہ حضور نے عثمان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ——— مختصر یہ کہ بیعتِ رضوان جناب امام ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کامل الایمان مخلص مسلمان، جان نثار رسول ہونے اور اسلام میں ان کے رتبہ کی عظمت و رفعت بلندی و برتری کے ثبوت کے لیے ایک ایسا نورانی واقعہ ہے جس کا انکار آفتاب کے انکار کے مترادف ہے۔

فضائلِ عثمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی کے متعلق فرمایا ہے کہ "الٰہی میں عثمان سے راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو۔" "عثمان خدا تمہارے اگلے پچھلے ظاہر اور چھپے ہوئے اور روزِ قیامت تک ہونے والے گناہ معاف کر دے۔ جنت میں عثمان میرے رفیق ہوں گے۔"

"عثمان دنیا اور آخرت میں میرے قریبی دوست ہیں"۔

"عثمان شرمیلی طبیعت کے مالک ہیں، ملائکہ بھی ان سے شرماتے ہیں"۔

ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آنحضرت سمٹ کر بیٹھ جاتے اور اپنے کپڑے کو بھی سمیٹ لیتے۔ ایک روز کسی نے پوچھا یا حضرت آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ عثمان کے آنے پر اس قدر سمٹ کیوں جاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں ایسے آدمی سے کیوں شرم نہ کروں جس سے خدا کے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں (مسلم)

ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں۔ (ترمذی)

جس وقت حضور غزوہ تبوک کا سامان کر رہے تھے، حضرت عثمان ایک ہزار اشرفیاں آستین میں رکھ کر حضور کے پاس لائے اور آپ کی گود میں ڈال دیں۔ حضور ان اشرفیوں کو اپنی گود میں اُلٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے تھے ——— کہ عثمان کو اب کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ آج کے بعد جو چاہیں کریں، دو مرتبہ یہی فرمایا۔ (مسند احمد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، عمر، اور عثمان تھے، پہاڑ ہلنے لگا تو آپ نے اپنے پاؤں سے اُسے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے احد ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ (یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان) (صحیح بخاری)

دورِ عثمانی ایک نظر میں

۱۔ ۳۳ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔

۲۔ اولین چودہ مسلمانوں اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

۳۔ حبشہ اور مدینہ کی ہجرتیں کیں۔

۴۔ حضور کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم نکاح میں آئیں۔

۵۔ بدر کے سوا تقریباً تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

۶۔ آپ کی شرم و حیا اور سخاوت ضرب المثل تھی۔

۷۔ اکثر غزوات کے لیے بھاری عطیات دیے۔

۸۔ حضور کے ارشاد پر مسجد نبوی کی توسیع کے لیے زمین خرید کر پیش کی۔

۹۔ بیرِ رومہ خرید کر اہلِ مدینہ کی نذر کر دیا۔

۱۰۔ حضرات شیخین کے دورِ خلافت میں ان کے قریبی معتمد رہے۔

۱۱۔ یکم محرم ۲۴ ہجری کو تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔

۱۲۔ ان کے دور میں مملکتِ اسلامیہ کی حدود ہندوستان، روس، افغانستان، پاکستان، لیبیا، الجزائر، مراکش اور بحیرہ روم کے جزائر تک وسیع ہو گئیں۔

۱۳۔ مسلمانوں نے بحری لڑائیوں میں رومیوں کو فیصلہ کن شکست دی۔

۱۴۔ کئی ملکوں میں بغاوتوں کو کامیابی سے کچلا گیا۔

۱۵۔ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ شہید کیے گئے۔

حضرت امام ذوالنورین کے ارشادات

• دنیا کے رنج و غم سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے، اور آخرت کے فکر و اندوہ سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔

• مجھے تین چیزیں مرغوب ہیں۔ بھوکوں کو آسودہ رکھنا، ننگوں کا تن ڈھانپنا اور قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنا۔

• سب سے زیادہ بربادی یہ ہے کہ کسی کو بڑی عمر ملے اور وہ سفرِ آخرت کی کچھ تیاری نہ کرے۔

• دنیا جس کے لیے قید خانہ ہو، قبر اس کے لیے باعثِ راحت ہوگی۔

• محب اللہ کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔

• جب لوگوں کو اچھا کام کرتے ہوئے دیکھو، تو ان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔

• اللہ کے ساتھ تجارت کرو تو بہت نفع ہوگا۔

• تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔

• تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے اور غیروں کا ذکر کرتا ہے اور پھر ان پر بھروسہ کرتا ہے۔

• بندگی کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان احکامِ الٰہیہ کی اطاعت کرے، جو عہد کسی سے کرے پورا کرے، جو کچھ مل جائے اس پر صبر کرے۔

امیرالمومنین مولائے کائنات علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم

(وفات ۲۱ رمضان ۴۰ ہجری)

آپ کا نامِ نامی علی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے۔ آپ کے والد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب ہیں۔

حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوتے آغوشِ نبوّت میں تربیت پائی

جناب امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مکہ معظمہ میں کعبۃ اللہ شریف کے اندر ۱۳ ررجب ۳۰ ہجری عام الفیل بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام علی رکھا۔ آپ کے والد بزرگوار ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف ہیں۔ باعتبار نسب آپ جناب رسالتمآب کے حقیقی چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوتراب اور مشہور لقب حیدر کرار ہے۔ آپ کی تربیت تمام وکمال حضور سید المرسلین کے آغوشِ رحمت میں ہوئی اور جب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعتِ نبوت عطا ہوئی تو اس کے ایک دن بعد آپ شرفِ ایمان سے فیض یاب ہوتے اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔ حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں مسجدِ نبوی میں ایک سائل نے سوال کیا کسی سے کچھ نہ ملا حضرت علی نماز میں تھے اپنی انگلی کی انگوٹھی کی طرف اشارہ کر دیا اور سائل نے انگوٹھی اتارلی خوش وخرم واپس ہوا۔

شانِ علی

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب بنا کر فرمایا؛ تمہاری حیثیت میرے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (ترمذی) علی میرے ہیں اور میں علی سے ہوں (ترمذی) جس کا میں مددگار ہوں، علی بھی اس کے مددگار ہیں۔ (احمد) میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، (ترمذی) منافق علی سے محبت نہیں رکھتا اور مومن علی سے بغض نہیں رکھ سکتا (ترمذی) جس نے علی کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی (احمد) علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے (ترمذی)

حضرت علی حضور کی تربیت کا شاہکار ہیں

حضرت علی محبوبِ خدا سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا شاہکار ہیں ۔آپ نے تاریخ کے مہیب اندھیرے میں حق وصداقت کا چراغ روشن کیا، حکمت علم وفضل اور بلاغت میں آپ اپنی نظیر تھے۔ آپ کی شجاعت و بہادری تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ باب ہے۔ آپکی سیرت سیرتِ نبوی کے گرد گھومتی ہے۔ آپ نے حق اور حقیقت کے لیے جان جیسی عزیز چیز قربان کردی۔ فاتح خیبر شیر خدا علی مرتضیٰ ہی ہیں۔ آپ تقویٰ وطہارت شجاعت علم اور حسن اخلاق کا مجسمہ تھے۔ ان کی زندگی سادگی اور فقر کا کامل نمونہ تھی۔

حضرت علی ایثار وقربانی کا نمونہ تھے

ایک دفعہ حسین بیمار ہوگئے۔ حضرت علی نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ ان صاحبزادوں کو شفا دے دے تو وہ تین روزے رکھیں گے۔ نذر قبول ہوئی۔ آپ نے روزہ رکھا اور افطار کے لیے کچھ نہ تھا ——— آپ تھوڑی سی روئی لائے۔ بی بی خاتونِ جنت نے اس روئی کو کاتا اور اس کی اجرت سے جو پیسے آتے۔ اس کا آٹا منگا کر روٹیاں پکائیں۔ جب افطار کا وقت آیا تو ایک مسکین نے دروازہ پر سوال کیا۔ آپ نے وہ روٹیاں مسکین کو دے دیں اور خود پانی پر اکتفا کرکے صبح کو روزہ رکھا۔

قرآن مجید کی آیت ان الابرار یشربون من کاس الخ ۔آپ ہی کی شان سخاوت وغربا پروری کے متعلق نازل ہوئی

مسندِ خلافت پر جلوہ افروزی

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ۲۶ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو آپ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت عثمان کی شہادت پر مسلمانوں میں فتنہ کا دروازہ کھل چکا تھا، چنانچہ آپ کے عہدِ خلافت میں جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں۔

حضرت علی پیشوائے طریقت ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں نبی کریم کے سچے عاشق سرخیل اولیا، اور خلیفہ چہارم ہیں۔ بحرِ علم وحکمت، مخزن سخاوت سلطان الشجاع، رہبر اولیائے اللہ، مظہر العجائب، امام المشارق والمغارب، رازدان شریعت وپیشوائے طریقت ہیں۔

"انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" سے آپ کا علوم نبوت کا مظہر ہونا واضح ہے۔

خلفائے ثلاثہ کے آپ مشیر تھے

حضرت صدیق و فاروق و عثمان کے زمانہ ہائے خلافت میں آپ ان کے معتمد مشیر، دستِ بازو رہے۔ خصوصاً حضرت عمرؓ اہم معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے تھے۔ حضرت علی جناب عمر کے بہترین ہمدرد اور محب تھے۔

بسترِ رسول پر آرام کرنے کا شرف

ہجرت کے وقت آپ کو ایک اور شرف عطا ہوا۔ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبر کے ساتھ ہجرت کا قصد فرمایا، تو جناب علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ آپ کے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ جائیں اور دوسرے دن لوگوں کو وہ امانتیں واپس کر دیں جو محمد الامین کی تحویل میں تھیں۔ گھر کے باہر ننگی تلواریں چمک رہی تھیں اور نیزے لہرا رہے تھے۔ کفار اس بستر پر لیٹنے والے کے خون کے پیاسے تھے۔ مگر علی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر خوابِ راحت کے مزے لے رہے تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ اس رات بسترِ نبوی پر لیٹے لیٹے علی نے مدارج و مراتب کی کتنی منزلیں طے کر لی تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچی، مگر انہوں نے تو راہِ خدا میں اپنے آپ کو وقف کر دیا اور وہ اس رات کے ایک ایک لمحے میں شہادتِ عظمیٰ کے مقامِ بلند پر فائز رہے۔

حضرت علی تمام غزوات میں شریک ہوئے

حضرت علی سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوتے۔ غزوۂ بدر میں ستر مشرکین مارے گئے۔ ان میں سے ۲۱ مشرک آپ کی تیغ سے قتل ہوتے تھے۔ غزوۂ احد میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے اپنے نرغہ میں لے لیا، تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت کے قریب پہنچ کر کفار پر شدید حملے کیے اور شجاعت کا بے مثل کارنامہ پیش کیا۔ غزوۂ خندق میں جب عمرو بن عبدود نے جو قوت اور بہادری میں ہزار آدمیوں پر بھاری سمجھا جاتا تھا، مقابل صفِ عسکرِ اسلام ہوا تو حضرت علی اس کے مقابلے میں نکلے اور ذوالفقار نے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس طرح عمرو بن عبدود کے قتل سے دشمنانِ اسلام کی کمرہمت ٹوٹ گئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

فتح خیبر کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا

خیبر کا قلعہ قموص جب فتح نہ ہو سکا تو حضور نے لشکرِ اسلام کا علم حضرت علی کو عطا فرمایا، حضرت علی آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ حضور نے لعابِ مبارک لگا دیا، آشوبِ چشم جاتا رہا۔ آپ ایک ہی جست میں خندق کو پار کر کے قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ اسی کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر لڑے اور قلعہ فتح کر لیا۔ آپ کی اس محیر کن قوت کو دیکھ کر دنیا حیران

رہ گئی۔ حضرت علی فرماتے ہیں اگر میں جست لگاؤں کو آسمان تک پہنچ جاؤں۔ حضور کے لعاب مبارک ہی کی یہ برکت تھی آپ سخت جاڑوں کے موسم میں باریک کپڑے استعمال فرماتے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا

صحابہ و اہل بیت سے محبت اور ان کا احترام ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ حضرت علی کو دیکھنا عبادت ہے، اولیاء اللہ کے فیض و ہدایت کا مرکز علی مرتضیٰ کی ذات ہے، قطب ابدال اوتاد جناب علی سے تربیت حاصل کرتے۔ ان کی امداد و اعانت سے راہ سلوک طے کرتے ہیں۔ جناب علی سے محبت اہل سنت ہونے کی شرط ہے

جناب علی کی اولاد

حضرت امام علی ذوالحجہ ۳۵ھ میں خلیفہ ہوئے ۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ شہید ہوئے، جناب حسن و حسین کے علاوہ آپ کی دیگر ازواج سے سولہ فرزند تھے۔ بعض نے تصریح کی آپ کے کل انیس بیٹے ۱۸ بیٹیاں تھے، چھ صاحبزادے آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گئے۔ باقی تیرہ میں سے چھ یعنی عباس بن علی، محمد بن علی، عمر بن علی، ابوبکر بن علی۔ ابوالقاسم محمد بن علی اور حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوئے دنیا میں اس وقت صرف پانچ بیٹوں حسن، حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف سے آپکی نسل چل رہی ہے۔

شہادت

۱۸ رمضان المبارک ۴۰ ہجری جامع مسجد کوفہ میں تھے کہ شقی ازلی ابن ملجم خارجی نے اس شمع ہدایت پر جس کی حیات کا ایک ایک لمحہ نوع انسانی کے لیے مشعل راہ تھا اور جو تقویٰ، پرہیزگاری، علم و معرفت میں یکتائے روزگار تھا، زہر آلود خنجر سے زخمی کیا اور یہ علم و فضل کا آفتاب ۲۱ رمضان المبارک کو غروب ہو گیا۔ آپ کا روضہ اقدس نجف اشرف میں فیوض ولایت محمدی کا مرکز اور اولیاء امت کا ملجا و ماویٰ ہے

حضرت علی کے خطبات

جناب علی مرتضیٰ خطابت حضور کے مظہر اتم تھے، ان کے اقوال کی فصاحت و بلاغت بے مثل تھی۔ یا یوں کہیے کہ

حضرت علی فصاحت

آپ فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی میں حضور علیہ السلام کا عکس جمیل تھے۔ آپ کے اقوال اور خطبے اثر پذیری میں آپ اپنی مثال تھے ۔

"اے دنیا! اے دنیا! کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے اور مجھے بہکانے ـــــ کی ہمت کی ہے، مایوس ہو جا کسی اور کو فریب دے، تیری عمر کوتاہ، تیرا عیش بے حقیقت، تیرا خطرہ زبردست، ہائے زاد راہ کس قدر کم ہے، سفر

کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔"

۲. کسی حریص کو اپنا مشیر نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ تم سے وسعتِ قلب اور استغنا چھین لے گا

۳. کسی بزدل کو اپنا مشیر نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے ولولوں اور حوصلوں کو شکست دے گا۔

۴. کسی جاہ پسند کو اپنا مشیر نہ بناؤ، کیونکہ وہ تمہارے اندر حرص و ہوا پیدا کر دے گا اور تمہیں ظالم و آمر بنائے گا۔

۵. تنگ دلی، بزدلی اور حرص انسان سے اس کا ایمان سلب کر لیتی ہے۔

۶. ایسے لوگ تمہارے لیے بہتر مشیر ثابت ہو سکتے ہیں، جنہیں خدا نے ذہانت اور بصیرت سے نوازا ہوگا، جن کے دامن پر کسی گناہ کا داغ نہ ہو اور جنہوں نے کبھی کسی ظالم کی اعانت نہ کی ہو۔

خلیفہ راشد سیّدنا امام حسن علیہ السلام

(وفات ۵ ربیع الاول ۵۰ھ)

۱. سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے اور حضور سیّد المرسلین، علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقدّس نواسے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمدؓ ہے، رمضان المبارک کی ۱۵ تاریخ ۳ھ میں پیدا ہوتے اور بعمر ۴۷ سال ۵۰ھ یا ۴۹ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہوئے۔

۲. آپ شکل و شباہت چال ڈھال اور رنگ و روپ میں حضور کے بہت مشابہ تھے، بڑے عابد زاہد تھے۔ راہِ خدا میں دو مرتبہ اپنا آدھا مال صدقہ کیا اور ۲۵ حج پیدل کیے۔ بہت ہی سخی، حلیم، ذی وقار اور صاحبِ حشمت تھے۔

۳. زندگی بھر فحش کلمہ زبان سے نہیں نکالا، لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد کو بہت برا سمجھتے تھے۔ اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد سات ماہ تک مسندِ خلافت پر متمکن رہے۔ جب اہلِ کوفہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، تو جناب امیر معاویہؓ سے لڑائی کی شکل پیدا ہو گئی۔ آپ نے مسلمانوں کی باہم لڑائی اور خونریزی کو پسند نہ کیا اور چند شرائط کے ساتھ خلافت جناب امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور صلح ہو گئی اور حضور کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میرا بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۴. حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بیعت کرنے والے چالیس ہزار

تھے اور آپ نے خلافت کا کام جناب امیر معاویہ کو ۵ جمادی الاولی ۴۱ھ میں سپرد کیا تھا۔ حضرت امام حسن سے تیرہ حدیثیں مروی ہیں۔

۵۔ حضرت امام حسن علیہ السلام سے آپ کے صاحبزادہ حسن بن حسن، حضرت ابوہریرہ اور ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہے اور آپ سے ۱۳ حدیثیں مروی ہیں۔

۶۔ کرمانی شرح بخاری میں ہے آپ کے فضائل و مناقب بے حد و بے شمار ہیں۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتہ جو آج سے قبل زمین پر نازل نہیں ہوا اس نے مجھے منجانب اللہ بشارت دی ہے۔

اِنَّ الحَسَنَ وَالحُسَینَ سَیِّدَا شَبَابِ اَہلِ الجَنَّۃِ (ترمذی) حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کندھوں پر بٹھایا تو کسی نے کہا سواری بڑی شاندار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا سوار بھی تو بڑی شان والا ہے۔ (حاکم)

بوقت سجدہ حضرت حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر چلے جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سرِ اقدس نہیں اٹھاتے تھے، جب تک جناب حسن اُتر نہ جاتے۔

۷۔ آپ کا نام حسن حضرت جبرئیل کی فرمائش پر رکھا گیا۔ سیدنا امام حسن ائمہ اثنا عشر میں امام دوم ہیں، لقب تقی، وسید عرف سبطِ رسول اور آخر الخلفاء بالنص بھی آپ کو کہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں (ترمذی) سیدنا امام حسن بہت عابد زاہد متقی، پرہیزگار سخی، فیاض نہایت حلیم اور صاحب وقار تھے۔ فتنہ و فساد اور خون ریزی سے آپ کو نفرت تھی۔ اسی بنا پر آپ نے چند ماہ چند روز کوفہ میں امورِ خلافت انجام دے کر امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ امیر معاویہ کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ جناب حسن کے لیے مقرر تھا۔ آپ کی شہادت زہر کے اثر سے ہوئی۔ آپ کو کس نے زہر دیا؟ اس کے متعلق صرف یہ فرمایا جس پر میرا شبہ ہے اگر وہی ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے، ورنہ میرے واسطے کوئی کیوں ناحق قتل کیا جائے۔ ۵ ربیع الاول ۵۰ھ تاریخ وفات ہے۔

۵۔ حضرت سعید بن زید

آپ فضلائے صحابہ و غازیانِ اسلام سے ہیں۔ تمام معرکوں میں حضور کے ہمراہ رہے، آپ آغاز میں ہی اسلام لائے۔ آپ کی بیوی فاطمہ حضرت عمر کی بہن تھیں

یہ ہی فاطمہ ہیں جو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا سبب بنیں ۔ متقی پرہیزگار ایسے تھے کہ مروان کے دربار میں ایک عورت نے شکایت کی کہ سعید نے میری زمین غصب کر لی ہے، جب مروان نے آپ کو طلب کیا تو حضرت سعید نے فرمایا تم میری نسبت بدخیالی کرتے ہو، حالانکہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے جو شخص ایک بالشت بھر زمین کسی کی ظلم سے حاصل کرے گا قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے طوق اس کی گردن میں ڈالے جائیں گے ۔ اس کے بعد بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اے خدا تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کے گھر کے کنوئیں میں گرا دے تاکہ مسلمانوں پر میری صداقت واضح ہو جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس عورت کی بینائی جاتی رہی اپنے ہی مکان کے کنوئیں میں گر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں بمقام عقیق وفات پائی ابن عمر اور سعید بن وقاص نے غسل دیا، ابن عمر نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ آپ کے جسم سے خوشبو آرہی تھی ۔ آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں ۔

۶۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ

آپ حضرت صدیق اکبر کی تلقین پر مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت عمرؓ نے آپ کو خلافت کا اہل قرار دیا ۔ اُحد و بدر و جملہ غزوات میں حضور کے ہمرکاب رہے، اُحد کی لڑائی میں آپ نے اپنے جسم کو حضور کا سپر بنایا جو تیر کافر حضور پر پھینکتے آپ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ۔ اس جانثاری وعقیدت کا صلہ یہ ملا کہ حضور نے فرمایا طلحہ کے لیے جنت واجب ہو گئی، آپ نے حضور کی حفاظت کے موقع پر ہاتھ پر ۲۴ سر پر تلوار کی ایک ضرب، کل بدن پر تلوار و تیر کے ۷۵ زخم کھائے، جناب علی نے فرمایا طلحہ، عثمان اور زبیر وہ ہیں جن کے حق میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ایک دوسرے کے سامنے بھائی بھائی بن کر رہیں گے ۔ ۱۰ جمادی الثانی ۳۶ھ ہجری واقعہ جمل میں ساٹھ سال کی عمر پاکر شہید ہوئے ۔

۷۔ حضرت زبیر بن العوام

آپ نے بعمر پندرہ سال اسلام قبول کیا، حبشہ و مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں ۔ اسلام لانے کے جرم میں آپ کا چچا کھجور کی صف میں لپیٹ کر آپ کو دھواں دیا کرتا تھا ۔ مگر آپ کے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا ۔ حضرت زبیر جنگِ اُحد میں ثابت قدم رہے ۔ آپ اسلام لانے والوں میں پانچویں ہیں ۔ حضور کے عاشق صادق، ان کے جسم پر ایسا کوئی حصہ نہ تھا جو حضور کی محبت میں کفار کی تلوار اور تیروں سے زخمی نہ ہو ۔ حضور نے فرمایا ہر نبی کا حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے ۔ آپ کے ایک ہزار غلام تھے ۔ وہ جو کچھ کما کر لاتے، ایک درہم بھی اپنے لیے نہ رکھتے، سب مساکین میں تقسیم کر دیتے ۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد آپ کو

آپ کو بھی خلافت کیلئے نامزد کیا گیا تھا حضور نے فرمایا زبیر ارکان دین میں سے ایک رکن ہیں جنگ بدر میں فرشتے آپ کی شکل میں نازل ہوئے آپ احد میں ثابت قدم رہے۔ جناب عائشہ فرماتی ہیں الذین استجابوا للہ والرسول سے حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر مراد ہیں (پ۴) اسد الغابہ۔ آپ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضرت حسان نے آپ کی شان میں قصیدے کہے ہیں ۳۶ھ ۱۰ جمادی الثانی بعمر ۶۷ سال شہادت پائی (اصابہ)

۸۔ عبدالرحمٰن بن عوف

۱۰ھ عام الفیل کمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بھی ان پانچ بزرگوں میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے اسلام لائے۔ حضرت عمر نے آپ کو بھی شایان خلافت قرار دیا۔ ایک سفر میں حضور نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ غزوہ احد میں متعدد زخم کھائے پاؤں بھی زخمی ہوا جس کی وجہ سے لنگ آگئی۔ آپ کے شرف کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ حضور نے خود دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا پشت پر چار انگشت شملہ چھوڑا پھر فوج کا علم جھنڈا عطا فرمایا۔ دومۃ الجندل کو روانہ کیا، فرمایا جاؤ راہ خدا میں جہاد کرو۔ اللہ تمہیں فتح دے گا۔ چنانچہ فتح ہوئی۔ فتح مصر میں شریک ہوئے بلکہ فوج کے ایک حصہ کے افسر رہے۔ حضور نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے گھر میں اس قدر سونا جمع تھا کہ بوقت وصال کلہاڑیوں سے کاٹ کر ورثہ میں تقسیم کیا گیا۔ چار بیویاں تھیں ہر ایک کے حصہ میں اسی اسی ہزار درہم آئے۔ آپ نے ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین سو بکریاں چھوڑی تھیں۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد جو اصحاب بدر زندہ ہوں انہیں چار چار سو دینار دیے جائیں۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد یکصد صحابہ ایسے نکلے جو بدر کی لڑائی میں شامل ہوئے تھے اور انہیں حسب وصیت چار چار سو دینار دیے گئے۔ آپ نے پچاس ہزار درہم عام غربا و مساکین میں اور ایک ہزار گھوڑے فی سبیل اللہ دینے کی وصیت بھی فرمائی تھی ۳۲ سنہ ۳۵ ہجری میں بعمر پچھتر سال وفات پائی۔

۹۔ حضرت سعد بن وقاص

آپ اسلام لانے والوں میں چھٹے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ آپ بھی عشرہ مبشرہ اور اصحاب شوریٰ کے چھ ارکان میں شامل تھے۔ بدر واحد احزاب وحنین تمام غزوات میں ــــــ حضور کے ہمراہ رہے، جنگ فارس میں سپہ سالار افواج اسلام تھے۔ مدائن کسریٰ کے فاتح ہیں۔ حضرت عمر نے آپ کو عراق کا اور حضرت عثمان نے کوفہ کا گورنر بنایا۔ آپ سب سے پہلے غازی ہیں غزوہ احد میں آپ نے ایک ہزار تیر چلائے۔ حضور فرماتے جاتے تھے سعد تیر چلاؤ، میرے ماں باپ قربان ہوں، حضور

نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی کہ سعد جو بھی دعا کریں وہ قبول ہو۔ آپ نے راہِ خدا میں سب سے پہلا تیر چلایا تھا حضرت سعد جو حضور کے لیے پہرہ دیا کرتے تھے اور حضور ان کے حق میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سعد کو دیکھ کر حضور نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں، مجھے کوئی اپنا ایسا ماموں تو دکھا دے (مشکوٰۃ)

حضرت سعد پانچ ہزار درہم زکوٰۃ نکالتے تھے، دو لاکھ پچاس ہزار درہم آپ نے ترکہ میں چھوڑے۔ ۵۵ھ ہجری یا ۵۸ ہجری میں اسّی سال کی عمر میں وادی عقیق میں وفات پائی۔ آپ عشرہ مبشرہ میں ممتاز درجہ پہ فائز تھے۔

۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

آپ اسلام لانے والوں میں نویں تھے۔ حبشہ و مدینہ کی طرف ہجرت کی تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضرت ابو بکر و عمر کے دورِ خلافت میں شام، عراق، فلسطین کی فتح میں لشکرِ اسلام کے سپہ سالار تھے۔ آپ کے والد اسلام نہیں لاتے، بدر کی لڑائی میں آپ نے اپنے والد جراح کو قتل کر دیا تھا۔ جس پر آیہ لاتجد قوما ـــــ نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ جو اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ و رسول کے دشمنوں اور مخالفوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، یہ وہ صحابہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا (سورہ مجادلہ ۔ ۳) سورہ مجادلہ کی آیت جس کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

صدیق و فاروق کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا

یہ آیت حضرت ابو عبیدہ جنہوں نے اپنے باپ کو جنگِ اُحد میں قتل کیا۔ حضرت صدیق اکبر جنہوں نے بدر کی لڑائی میں اپنے بیٹے عبد الرحمٰن سے مقابلہ کیا۔ حضرت مصعب ابن عمیر جنہوں نے اپنے بھائی عبد اللہ کو حضرت فاروق اعظم جنہوں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو اور حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت ابو عبیدہ جنہوں نے بدر کی لڑائی میں اپنے حریزوں کو قتل کیا کی شان میں نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو قطعی جنتی ہیں اور یہ حبِ رسول کے مقابل خون کے رشتوں کی کوئی حیثیت نہیں دیتے، ان کے دلوں میں ایمان پختہ ہو چکا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور کی ـــــ محبت کو ہر قسم کی محبتوں پر غالب کر دینے کا نام اسلام اور ایمان ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میری اُمت کے امین حضرت عبیدہ ہیں، جب فاروق اعظم نے حضرت خالد کی جگہ

آپ کو شام کا سپہ سالار بنایا تو حضرت خالد نے وداعی خطبہ میں لشکرِ اسلام کو مخاطب بنا کر کہا۔ تم پر اس اُمت کے امین کو حاکم بنایا گیا ہے۔ احد کے موقع پر حضور کے سر مبارک میں زرہ کے دو نوں حلقے کھب گئے آپ نے دانتوں سے دبا کر زرہ کو نکالا اس وجہ سے آپ کے دونوں اگلے دانت ٹوٹ گئے، مگر خدا کی قدرت اور حضور سے عقیدت ومحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے دانت اکھڑ جانے کے باوجود آپ کا چہرہ پہلے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عبیدہ بڑے زاہد عابد اور متواضع تھے۔ ۱۸ ہجری میں وفات پائی۔ بمقام عمواس یا رملہ میں دفن ہوئے ۵۸ سال عمر پائی۔

یہ ہیں وہ نفوس قدسیہ جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے جو قطعی جنتی ہیں حضور کے سچے شیدائی اسلام کے عاشق اور مسلمانوں کے محسن ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔



عقائدِ اہلسنت

ایمان ابوطالب

ابوطالب حضور علیہ السلام کے چچا تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کو حضور سے والہانہ محبت تھی اور انہوں نے آپ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ایمان ابوطالب کے متعلق بحث و مناظرہ کا دائرہ تو بہت وسیع ہے، لیکن ان کے ایمان و عدم ایمان کا مسئلہ اسلام کا ضروری و بنیادی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لیے میرے نزدیک بہتر یہی ہے کہ ان کے متعلق سکوت اختیار کیا جائے۔

نزولِ عیسیٰ وحیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

اتنی بات قطعی یقینی ضروریاتِ دین سے ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سولی دیے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہود کے مکر سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا، جو شخص اس کا منکر ہو وہ کافر ہے، کیونکہ یہ بات قرآن مجید کی نص قطعی سے واضح و ثابت ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا: وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ

جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قربِ قیامت میں آسمان سے اُترنا، دنیا میں دوبارہ تشریف لانا۔ (اس عہد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے لیا، یعنی دین محمدی کی امداد و اعانت کرنا) یہ مسئلہ ضروریاتِ مذہب اہلِ سُنت سے ہے اور اس کا منکر بدمذہب ہے۔ کیونکہ نزولِ عیسیٰ کا ثبوت احادیث متواترہ و اجماع حق سے ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔

(بخاری)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اب تک موت طاری نہیں ہوئی۔ زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا لیے گئے۔

ذوالقرنین کی نبوّت

ایک مسلمان عادل انصاف پسند بادشاہ تھے۔ یہ فرشتہ اور نبی نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ہوئے ہیں، بعض

کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد پیدا ہوئے، جن چار آدمیوں نے مشرق سے مغرب تک دنیا کو فتح کیا۔ ان میں دو مسلمان تھے، ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام، جو کہ نبی تھے اور دو کافر تھے۔ نمرود اور بخت نصر۔ ذوالقرنین نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب تک پہنچ گیا۔ اس لیے اس کا نام ذوالقرنین ہوگیا۔

حضرتِ لقمان

حضرتِ ایوب کے خواہر زادے یا خالہ زاد بھائی تھے، صحیح یہ ہے کہ آپ نبی نہ تھے، بلکہ اللہ کے ولی اور حکیم حاذق تھے۔ انہوں نے اپنی عمر میں ایک ہزار پیغمبروں کی خدمت و شاگردی کی، حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ نبی تھے بادشاہ نہ تھے۔

حضرتِ خضر علیہ السلام

صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں، صاحب وحی ہیں، قرآن پاک میں آپ کے متعلق فرمایا گیا؛ اٰتینٰہ رحمۃ رحمت سے مراد نبوت ہے، نیز ما فعلتہ عن امری کے لفظ بھی یہ بتاتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کو علم باطن حاصل تھا۔

اکثر علماء مشائخ وصوفیا و اہل عرفان اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور یہ ممکن ہے کہ اللہ عزوجل اپنے کسی بندے کو طویل عمر عطا فرمائے۔ واقعہ خضر سے یہ نتیجہ نکالنا کہ نبی سے ولی کا مرتبہ بڑا ہے؟ گمراہی ہے۔ (عینی)

بدعت

ہر وہ نئی بات جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو، بدعت ہے ہر نئی رسم کو بدعت کہہ دینا زیادتی ہے۔ بدعت وہی رسم قرار پائے گی جو کتاب و سنت کے منافی ہو۔ اگر کوئی نئی بات اصول و قواعد شرع کے خلاف ہو اس کو بدعت سیئہ (بری بدعت) اور موافق ہو اسے بدعت حسنہ (اچھی بدعت) کہتے ہیں، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں بدعت کے متعلق حضور نے فرمایا۔

من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضیھا اللہ ورسولہ

جس شخص نے ایسی نئی بات نکالی جس سے اللہ اس کا رسول راضی نہیں۔

خط کشیدہ جملوں سے واضح ہے کہ بدعت ضلالہ وہی ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اور جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہ ہوں ـــــ اس لیے کسی بھی رسم و رواج کے متعلق بدعت سیئہ کا

فتویٰ دیتے وقت یہ دیکھنا لازمی ضروری ہے کہ وہ رسم قرآن وحدیث کے خلاف تو نہیں ہے۔ اگر مسلمانوں میں رائج رسمیں قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں تو انہیں بدعت کہنا سخت زیادتی اور ظلم ہے۔

تصوف — شریعت طریقت

ولایت

اللہ تعالیٰ سے قربِ خاص کا ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے جو علمِ دین سے جاہل ہو اسے ولایت نہیں مل سکتی، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باطنی طور پر اسے علم عطا فرمائے جسے علم لدنی کہتے ہیں۔ اعمال حسنہ عبادت وریاضت ولایت کے حصول کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ویسے ولایت بھی وہبی یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص عطا وفضل سے ملتی ہے۔ ہر عابد وزاہد متقی پرہیزگار کا ولی ہونا ضروری نہیں ہے۔ اولیاء کرام بھی معصوم نہیں ہوتے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے انہیں برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے، کوئی ولی احکام شریعت سے سبکدوش نہیں ہو سکتا

ولایت کو نبوت سے افضل جاننا

ولی کو نبی سے افضل عقیدہ رکھنا کفر ہے، کوئی ولی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ولی سے گناہ ہو سکتا ہے اور گناہ کی وجہ سے اس کی ولایت ختم ہو سکتی ہے، مگر انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں، انہیں نبوت سے معزولی یا بُرے خاتمہ کا خوف نہیں ہوتا۔

اولیاء امت میں سب سے افضل صدیق اکبر ہیں

اولیاء امتِ محمدیہ میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر ہیں پھر فاروق پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، تمام صحابہ کرام حسبِ مراتب اللہ تعالیٰ کے ولی اور مقرب تھے۔ حضور علیہ السلام سے کمالاتِ نبوت کا فیض اور برکت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور کمالات وبرکاتِ ولایت کے فیوض حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے امت کو ملتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جناب ابوبکر وعمر معاذ اللہ نبی ہو گئے اور حضرت ابوبکر وعمر ولی نہیں ہیں۔ تمام صحابہ کرام اولیاء اللہ ہیں۔ البتہ اولیاء اللہ کے فیض وہدایت کا مرکز حضرت علی ہیں حضرت علی کے بعد فیض ولایت حسنین کریمین اور ان کے بعد آئمہ اثنا عشر بارہ اماموں کے سپرد ہوا اور انکے بعد

فیضِ ولایت کا مرکز اور چشمہ حضور سیدنا غوث اعظم کے سپرد ہے۔ حضور غوث پاک کے زمانہ سے لے کر اب تک اور آئندہ بھی جس کسی کو فیضِ ولایت ملتا ہے، وہ حضور غوث پاک ہی کے واسطہ و وسیلہ سے ملتا ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر سوم صفحہ ۱۲۳)

قرآن مجید میں ولی کی تعریف کی گئی ہے۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ کو اختیار کیا۔

الذین آمنوا وکانوا یتقون

اولیا کی شان میں فرمایا:

لاخوف علیہم ولاھو یحزنون — اولیا اللہ پر نہ کوئی غم ہے اور نہ خوف۔

اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اولیاء کی کرامت حق ہے، ان کا وسیلہ پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھ کر ان سے امداد طلب کرنا جائز ہے۔ ان کے مزارات پر حاضری باعثِ برکت ہے ان کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔ انہیں ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ بوسہ و طواف بھی نہ کیا جائے۔ طوافِ تعظیمی تو صرف خانہ کعبہ کے ساتھ خاص ہے۔

تصوف دل کی صفائی اور ظاہر و باطن میں حضور علیہ السلام کی سچی پیروی اور احکام شریعت کی پابندی کا نام ہے۔

حضرت جنید بغدادی، شیخ شہاب الدین سہروردی، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، بایزید بسطامی، امام محی الدین شعرانی۔ تمام اولیا اللہ و مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف حضور علیہ السلام کے اتباع کا نام ہے۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۲۰ لطائف اشرفیہ ص ۲۶، نفحات الانس ص ۱۹ رسالہ قشیریہ ص ۱۵۳ عوارف المعارف ج ۱ ص ۴۲)

جس کا ظاہر شریعت کے مطابق اور باطن آدابِ طریقت کے موافق نہ ہو تو ایسا شخص ولی نہیں ہے اور نہ اس کی کرامت، کرامت ہے، بلکہ مکر و استدراج ہے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ علمِ تصوف چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی ایک نہر ہے۔

شریعت وطریقت

طریقت شریعت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ وہ شریعت کا باطنی حصہ ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور، وہ جاہل محض ہیں۔

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث کا مضمون ہے۔ حضور نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے یا پھر یہ ہو کہ تو اُسے نہیں دیکھ پاتا، وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ تصوف شریعت کا ایک شعبہ ہے جسے احسان سے موسوم کیا گیا۔

پیری مریدی

راہِ شریعت وطریقت پر چلانے والے کو پیر کہتے ہیں، ہر شخص اتنا علم نہیں رکھتا۔ کہ شریعت کے اسرار ورموز، ذکر وفکر، مراقبہ مجاہدہ نفس ایسے امور کو بغیر استاد کے پاسکے لہٰذا طریقت کے راستہ کو پانے کے لیے اور کسی متقی پرہیز گار، جامع شرائط بزرگ کا مرید ہونا باعثِ برکت و رحمت ہی ہے۔

لیکن بیعت ایسے شخص کی کی جانی چاہیئے جس میں مرشد ہونے کی شرائط پائی جائیں۔ اوّل، سُنی صحیح العقیدہ ہو، دوم اتنا دین کا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے، سوم متبعِ شریعت ہو۔ علی الاعلان گناہوں کے کام نہ کرتا ہو، چہارم اس کا سلسلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ (ملا ہوا ہو)

آجکل بدعقیدہ افراد نے بھی پیری مریدی شروع کر دی ہے، ان کا سبق عموماً یہ ہوتا ہے کہ سب اچھے ہیں جس کا عقیدہ خراب ہو اس کو بھی بُرا نہ کہو۔ یا بعض ایسے ہیں جو علی الاعلان شریعت کی پابندی نہیں کرتے ہیں ایسے لوگوں سے بچنا لازم وواجب ہے۔

کشف والہام

اللہ کے ولیوں کو سوتے جاگتے ہوتے بعض اوقات اللہ تعالیٰ غیب کی باتوں پر مطلع فرماتا ہے اس کو کشف یا الہام کہتے ہیں۔ اگر شریعت کے موافق ہو تو ماننے میں حرج نہیں، شریعت کے خلاف ہو، تو ہرگز نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ شیطان کی طرف سے سمجھا جائے گا۔ سلاسلِ اربعہ یعنی ذکر وفکر مراقبہ یادِ الٰہی، دل کی صفائی کے لیے بزرگوں کے چار سلسلے بہت

بہت مشہور رہیں۔

سلاسل اربعہ قادریہ جس کے امام حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی ہیں۔ چشتیہ جس کے سربراہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔ سہروردیہ جس کے رہبر حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی ہیں۔ نقشبندیہ جس کے پیشوا حضرت خواجہ بہاؤالحق نقشبندی علیہم الرحمۃ والرضوان ہیں ـــ ان چاروں سلسلوں کا مرکز و ماخذ شریعتِ اسلامیہ ہے۔ قرآن و حدیث کی پیروی سب کا مقصد اصلی ہے۔ اسلام ایک سمندر ہے اور یہ چاروں سلسلے اس کی نہریں ہیں جو سب اسی سمندر اسلام سے فیض لیتی ہیں اور اسی پر جاکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کا جو طریقہ جس بزرگ نے کتاب و سنت کی روشنی میں متعین کیا۔ اس سلسلہ کی نسبت اسی بزرگ کی طرف ہو گئی۔ اصلاح نفس و تزکیہ باطن کی تعلیم دینے والوں کو شیخ کہتے ہیں اور اس کی پیروی کو بیعت اور بیعت ہونے والوں کو مرید اور جن سے بیعت کی جائے اسے مرشد یا پیر کہتے ہیں۔

ولایت کے معنیٰ فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کے ہیں۔ ولی میں یہ نسبت موت کے بعد اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اولیاء سے روحانی فیض حاصل ہوتا ہے۔ یہ حضرات اللہ کے حکم اور اس کی مرضی سے مخلوقات کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ ان کے وسیلہ واسطہ سے دعا قبول ہوتی ہے اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری باعثِ رحمت و برکت ہے۔ زیارت کرنے والا اہل مزار کی روح سے انوار و برکات کا عکس قبول کرتا ہے۔ جیسے ایک آئینہ کے مقابل دوسرا آئینہ رکھا جائے تو اس میں عکس پڑتا ہے۔ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے مظہر ہوتے ہیں ـــــ البتہ قبورِ اولیاء کو سجدہ کرنا حرام ہے طواف بھی مناسب نہیں۔ لیکن مزارات سے برکت حاصل کرنا جائز و مباح ہے اور مزارات سے برکت ملنا ایک امرِ واقعہ ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ کے مزار مبارک کے پاس جاکر دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگتا ہوں، خدا پوری فرما دیتا ہے۔

(خیرات الحسان ابن حجر مکی)

نیز فرماتے ہیں حضرت موسیٰ کاظم کا مزار مبارک قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہے (مرقاۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا چار اولیاء اللہ اپنی قبروں میں آج بھی اس طرح تصرف کرتے ہیں جیسے زندگی میں ان میں سے ایک حضرت معروف کرخی اور دوسرے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ صراط مستقیم میں مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی لکھنا پڑا کہ روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشان گردیدہ۔

احکام اسلامیہ کا مرکز و ماخذ

کتاب ۔ سُنت ۔ اجماع اُمت ۔ قیاس

اسلامی احکام و مسائل کا ماخذ و مرکز قرآن وُسنت اجماع اُمت اور قیاس ہے۔ ویسے قیاس کوئی بنیادی دلیل نہیں ہے تاہم قیاس واجتہاد سے احکام کا ظہور ہوتا ہے۔ فقہاء اسلام نے انہیں چاروں دلائل شرعیہ سے احکام شریعت کو مرتب ومدون کیا ہے۔

قرآن مجید ہادی انسانیت، مرشدِ مطلق اور دستور حیات ہے۔ قرآن مجید دستور اسلامی کا آخری اور دائمی مرکز ہے اور پوری نوع انسانی قرآن کی مخاطب ہے۔

یا ایہا الناس قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین ھذا بلاغ للناس ولینذروا بہ ط

لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا ہے اور روشن کتاب یہ (قرآن) انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے: تاکہ اس کے ذریعے ان کو ڈرایا جائے (یعنی خبردار کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم کی دعوت اور تبلیغ کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

انا ارسلنٰک کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔

ہم نے آپ کو انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر

بھیجا ہے۔

۳۔ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ — ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے تاکہ آپ انسانوں کے درمیان وہ حکم فرمائیں جو اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

۴۔ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم — اور ہم نے آپ پر ذکر اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو وہ سب کچھ بیان فرما دیں جو ان کے لیے اتارا گیا ہے۔

سُنتِ رسول

شریعت اسلامیہ کا دوسرا بنیادی ماخذ سُنتِ رسول ہے۔ حضور کے قول و فعل اور تقریر کا نام سنت ہے۔ تقریر کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے حضور کے سامنے کوئی کام کیا اور حضور نے اس کو منع نہیں فرمایا، اس کو سُنتِ تقریری کہتے ہیں، کیونکہ اگر وہ کام ناجائز ہوتا تو حضور اپنے فرضِ نبوت کو ادا کرتے ہوئے اس کام کے کرنے سے ضرور منع فرما دیتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اطیعوا اللہ اور حضور کی اطاعت اطیعوا الرسول کا حکم ہے۔ آیت کے پہلے جملے سے کتاب اللہ اور دوسرے سے سُنتِ رسول مراد ہے۔ قرآن مجید نے حضور کی ذاتِ اقدس اور آپ کی صورت و سیرت اقوال و اعمال کو واجب العمل قرار دیا ہے۔

۵۔ واحکم بما انزل الیک ولا تتبع اھوائھم — اور فیصلہ کرو مطابق قرآن کے اور ان کی (فریقین) کی مرضی کا اتباع نہ کرو۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احکام و افعال وحی الٰہی ہیں۔ اور قرآن پاک کی طرح واجب العمل ہیں۔

۶۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ — وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، لیکن وہی کہتے ہیں جو وحی نازل ہوتی ہے۔

۷۔ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف احکامِ قرآنی تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ احکام قرآن کی اطاعت کے ساتھ آپ کی اطاعت منفرد اور مستقل طور پر مطلوب ہے۔

۸۔ یاایها الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

۹۔ یاایها الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

اے ایمان والو جو (حکم) اللہ اور رسول دے اسے قبول کرو تاکہ تمہیں حیات حاصل ہو۔

اطاعتِ رسول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم میں صرف ثانوی حیثیت ہی میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ بالاستقلال اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

۱۰۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنہ فانتهوا

رسول جو کچھ تمہیں (حکم) دیں اس کو لو (اختیار کرو) اور جس بات سے منع فرمائیں اسے نہ کرو۔

مزید تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۱۱۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں، بلکہ اسے خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

ے ایمان ہے قالِ مصطفائی
قرآن ہے حالِ مصطفائی

حضور کی تشریعی حیثیت

کتابِ مجید کی مذکورہ آیت کی روشنی میں حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام یہ قرار پاتا ہے کہ آپ مستقل طور پر شارع ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آمر و ناہی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ جسے چاہیں واجب قرار دے دیں اور جسے چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ حضور کے اس منصبِ خاص کے ثبوت میں متعدد آیات و احادیث پیش کی جا سکتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے۔

وہ جو اتباع کریں گے رسُولِ اُمی کا جسے لکھا ہوا پائیں گے، توریت و انجیل میں، وہ رسُول انہیں بھلائی کا حکم دے گا، برائی سے منع کرے گا، ستھری چیزیں حلال کرے گا۔ اور گندی چیزیں ان پر حرام فرمائے گا۔ (پ ۹ ع ۹)

اس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند اوصاف کا ذکر ہے، یہ وہ اوصاف ہیں۔

۱. آپ امی ہیں۔ آپ نے اللہ سے تعلیم پائی ہے، آپ کا علم و فہم وہبی ہے۔
۲. آپ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں۔
۳. برائی سے روکتے ہیں۔
۴. طیبات کو حلال فرماتے ہیں۔
۵. خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن نے حلال و حرام اشیاء کی مکمل تفصیل کیساتھ نشاندہی نہیں کی، یہ کام حضور کے سپرد فرمایا اور اس کے ساتھ یہ بھی اعلان فرما دیا:

۱۳. قاتلوا الذین لا یومنون باللہ	لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت پر
ولا بالیوم الاخر و لا یحرمون	ایمان نہیں رکھتے اور حرام نہیں مانتے
ماحرم اللہ ورسولہ	اس چیز کو جسے حرام کر دیا اللہ نے اور اس کے رسول نے۔

دیکھئے اس آیت میں کتنی وضاحت سے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے میں فرق نہیں ہے۔ جو رسول کے حرام کیے ہوتے کو نہیں مانتے۔ ان سے جہاد فرض ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ قرآن میں جابجا اللہ و رسول کا نام ہے اور احکام کی نسبت بھی اللہ اور رسول کی طرف کی گئی ہے۔ آخر خدا اور رسول کی طرف حکم یا فعل کی نسبت کیوں کی جاتی ہے؟ صرف خدا کی طرف ہی کیوں نہیں کر دی جاتی۔ قرآن میں حکم، رضا، اطاعت، حرمت، حلت اتباع کے الفاظ کثیر مقامات پر آئے ہیں۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ خالقِ اکبر نے ان مواقع پر اپنے محبوب رسول کو جدا نہیں کیا، آخر اس میں کوئی حکمت ضرور ہے۔ کیونکہ اللہ حکیم مطلق ہے۔ اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ قرآن میں جابجا خدا اور رسول کی طرف نسبت کرنے میں حکمت یہی ہے کہ دنیا والوں پر ظاہر ہو جائے کہ رسول پر ایمان لانا، اس کے افعال و کردار و گفتار اور اس کے امر و نہی کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے اوّلین مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، ان کا طریقہ یہ ہی تھا کہ وہ ہر مسئلہ کو دربارِ رسالت میں پیش کر دیا کرتے تھے اور ہر چیز کی تفصیل و تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ جب ان کے سوالات کی کثرت ہوئی۔ صحابہ کا اس طرح کثرت سے سوال کرنا طبع نبوی پر گراں گزرا تو رب العالمین نے اعلان فرمایا:

یاایھا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاءِ ان تبدء لکم تسؤکم	اے ایمان والو میرے محبوب سے زیادہ سوال نہ کرو اگر انہوں نے ظاہر کر دیا، تو تمہیں برا لگے گا۔

آیت بالا میں صحابہ کو کثرتِ سوال سے منع فرمایا ہے اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ رسول کریم بنفس نفیس تم میں موجود ہیں، تو وہ اپنے منصب نبوت و رسالت کو خوب جانتے ہیں۔ وہ شارع ہیں اور شارع ہونے کی حیثیت سے ان کا فرض ہے کہ دین کے معاملہ میں ہر ضروری بات سے تمہیں آگاہ کر دیں۔ تمہیں بار بار سوال کرنے اور ہر چیز کا حکم معلوم کرنے سے باز رہنا چاہیئے، کیونکہ تمہارے سوال پر انہوں نے کسی چیز کو ظاہر کر دیا تو!

۱۵۔ ان تبد لکم تسؤکم	تمہیں برا لگے گا۔

یعنی انھوں نے اگر کسی چیز کی حرمت وحلت کا حکم دے دیا تو اگرچہ وہ چیز پہلے دین نہ تھی، تو اب ان کے فرما دینے سے دین بن جائے گی اور تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس لیے کثرت سوال سے باز رہو۔

ما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا	کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں
قضى الله ورسوله امرا ان يكون	پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کسی بات کا
لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله	انہیں حکم دیں تو انہیں اپنی جانوں کا اختیار
ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا	ہے اور جو اللہ اور رسول کے حکم کو نہ مانے وہ
(پ ۲۲- ع ۲۰)	کھلی گمراہی میں بھٹکا ہوا ہے۔

خوب یاد رکھیے کہ حضور قرآن کے شارح ہیں۔ آیت نمبر ۴ میں اسی کا ذکر ہے۔ شارح ہونے کی حیثیت سے حضور قرآنی احکام کی وضاحت فرماتے ہیں قرآن میں نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ کا حکم ہے اس کی شکل وصورت اور کیفیت قرآن نے نہیں حضور نے بتائی ہے۔ الغرض دستور اسلامی اور شریعت کا مرکز اوّل قرآن ہے اور دوسرا مرکز سنتِ رسول ہے جو لوگ سنتِ رسول کو دین نہیں مانتے وہ گمراہ و بے دین ہیں۔

اجماع اُمت

حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد اُمت کی رہنمائی کے لیے قرآن و سنت موجود تھیں، لیکن قرآنی آیات و سنتِ رسول کی تعبیر و تفسیر غلط طور پر پیش کیے جانے کا خطرہ تھا، جیساکہ آج کل بھی گمراہ لوگ قرآن و سنت کا نام لے کر گمراہی و بے دینی پھیلا رہے ہیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ آنے والی نسل ——— کے لیے کتاب و سنت کی تشریح اور مفہوم کی توضیح سے متعلق غلط اور صحیح کے جانچنے کے لیے ایک معیار اور کسوٹی مقرر کر دی جائے۔ یہ معیار اجماع اُمت ہے۔ چنانچہ سورہ نساء میں فرمایا ویتبع غير سبيل المؤمنين (الخ) جو مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ سبیل المؤمنین مومنوں کا راستہ اولا بالذات خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی پھر صحابہ کرام اور امت کے ارباب حل وعقد آئمہ مجتہدین ہیں، جن کے راستے پر چلنے کی قرآن نے ہدایت دی ہے۔

چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا، میرے بعد ان دو بزرگوں کی اقتداء کرنا۔

فاقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر (مشکوٰۃ ص۵۶۰) — جو میرے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوں گے) ابوبکر و عمر۔

نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے وصال کے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے، وہ (مسائل) میں اختلاف دیکھیں گے، ان حالات میں تم میری سُنت کو

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ (مشکوٰۃ ص۳۰) — اور خلفائے راشدین کی سُنت کو تھامے رکھنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھنا۔

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ — ان میں سے جس کی پیروی کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔

اگرچہ خلفائے راشدین نبی نہ تھے۔ مگر فکری و عملی اعتبار سے حضور کا کامل نمونہ۔ وحیِ الٰہی کے اوّلین مخاطب مزاج شناسِ رسول اور حضور کی سنتوں پر ان کی کامل نظر تھی۔ شریعت کے اصول و کلیات اجزئیات اور دقائق و اسرار کی آخری بلندیوں تک رسائی رکھتے تھے۔ اس لیے خلفائے راشدین کے دور میں شریعت کا جو نقشہ اور شکل و صورت تھی، وہ اُمت کے لیے واجب القبول ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں جو چیز عام طور پر رائج ہو گئی اور صحابہ نے اس پر خاموشی اختیار کی اور اس کو مان لیا۔ تو اُمت کو بھی اسے تسلیم کرنا لازم و واجب ہے۔ (توضیح و تلویح ج ۲ صفحہ ۱۷)

صحابہ کرام کے دور میں بھی اجماع کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر و عمر کے دورِ خلافت میں جلیل القدر صحابہ کو باہر جانے سے روک دیا گیا تھا اور پیش آمدہ نئے مسائل باہمی مشورے اور اتفاق سے طے پاتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

۱. میری اُمت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔

۲. جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

بہر حال اس نوع کی روایات سے بھی اجماع کا دلیل شرعی ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

الغرض فقہ اسلامی کا تیسرا مآخذ اجماع ہے۔ فقہاء کرام کی زبان میں کسی معاملہ میں ارباب حل وعقد کے اتفاق کو اجماع کہتے ہیں۔ اصُول کی کتابوں میں یہ تعریف مذکور ہے۔

هو اتفاق اهل الحل والعقد من امة محمد صلی الله علیه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّت کے اہل حل وعقد کے کسی معاملہ میں اتفاق کا نام اجماع ہے۔

خوب یاد رکھیے۔ قرآن وسُنت کے وہ احکام جو بالکل واضح ہیں (یعنی امور منصوصہ) میں اجماع کی حاجت نہیں ہے اور جو احکام غیر منصوصہ ہیں، اس میں اُمتِ محمدیہ کے ارباب حل وعقد جس بات پر متفق ہو جائیں، مسلمانوں کو اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اس کا انکار کرنا گمراہی قرار پاتا ہے۔

قیاس واجتہاد

شریعت اسلامیہ کا چوتھا مآخذ قیاس واجتہاد ہے۔ اصُول کی معتبر کتاب نورالانوار میں ہے۔

تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلة والحاق امر بامر فی الحکم الشرعی لاتحاد بینهما فی العلة هو ابانة فاختیر لفظ الابانة والقیاس مظهر لامثبت ص۱۹	حکم اور علت میں فرع کو اصل کے مطابق کرنا دو مسئلوں میں علت کی وجہ سے جو حکم ایک مسئلہ کا ہے، وہی حکم دوسرے مسئلہ کا قرار دینا، قیاس واجتہاد سے حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور لفظ

ابانہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے۔ صفحہ ۱۹۔

یعنی احکام کا ثبوت مآخذ ومخزن تو کتاب وسُنت ہیں اور قیاس واجتہاد مظہر احکام ہیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جناب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا

قاضی یا گورنر مقرر فرمایا، تو کہا لوگوں کے فیصلے کیسے کروگے؟ عرض کی قرآن سے، حضور نے فرمایا: اگر قرآن میں کوئی حکم نہ ملے، تو پھر؟ عرض کی سنتِ رسول اللہ میں تلاش کروں گا، فرمایا اگر سنتِ رسول میں بھی نہ ملے، تو کیا کروگے؟ عرض کی پھر میں اجتہاد کروں گا۔ اس پر حضور نے فرمایا رسول اللہ کے قاصد نے حق پا لیا۔ (بخاری)

اس سے واضح ہوا اجتہاد و قیاس صرف اور صرف انہیں امور میں کیا جائے گا۔ جن کا واضح حکم کتاب و سنت سے نہ ملے۔ آئمہ دین و مجتہدین عظام کا قیاس محض ان کی ذاتی رائے نہ ہوتی تھی، بلکہ کتاب و سنت اجماع امت خلفاء راشدین کی ہدایات تعامل صحابہ کو معیار بنا کر کسی مسئلہ کا حکم ظاہر کرنا ہوتا تھا، اور اس قیاس یا رائے کا محمود و مطلوب ہونا" کتاب مجید کی آیت لیتفقھوا فی الدین ۹/۱۲۲ سے ثابت ہے جو لوگ آئمہ مجتہدین پر قیاس و اجتہاد کی بنا پر طعن کرتے ہیں انہیں بھی اس قیاس سے مفر نہیں ہے۔ غور کیجئے جن مسائل پیش آمدہ کے متعلق قرآن و حدیث اور اجماع امت خاموش ہو، ان کا حکم شرعی معلوم کرنے کا طریقہ سوائے اجتہاد و قیاس کے اور کیا ہے؟ اور قیاس و اجتہاد کی مخالفت میں جو آیات و اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔ دراصل ان میں اس قیاس و اجتہاد کی مذمت ہے۔ اور اسے فاسد و باطل قرار دیا گیا ہے جو محض اپنی خواہشاتِ نفسانی کی بنا پر کیا جائے۔ لیکن وہ قیاس و اجتہاد جو کتاب و سنت کو معیار بنا کر کیا جائے۔ وہ تو فقہ اسلامی کا ایک اہم ماخذ ہے۔

اجتہاد و قیاس جائز ہے

قرآن و حدیث بلکہ اجماع صحابہ و تابعین سے قیاس و اجتہاد کے جائز اور قابل قبول ہونے کے دلائل بالکل واضح ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الی الرسول	پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسکے لیے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن مجید سے ثابت ہیں، ایک وہ جو ظاہرِ حدیث سے اور ایک وہ جو قرآن و حدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع سے معلوم

ہوتے ہیں۔ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ قرآن وسنت کے مطابق فتویٰ دو اور جب قرآن وسنت

فاذا لم تجد الحکم فیهما اجتهد رایك

میں کوئی حکم نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

یہ ہی الفاظ حضور نے حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو اس وقت فرماتے تھے، جب آپ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا (احمد ابوداؤد وترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین (مسلم ترمذی)

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اجتهدوا فکل میسر لما خلق (مسلم)

اجتہاد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو جس کام کے لئے پیدا کرتا ہے۔ وہ کام اس کے لیے آسان فرما دیتا ہے۔

جب مجتہد اجتہاد کرتا ہے تو صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اس نے

واذا حکم ثم اخطا فله اجر (جامع صغیر)

اجتہاد میں غلطی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا۔

اعرف الامثال والاشباه وقس الامور عندك (شرح مؤطا تنویر الحوالک ج ۲ صـ ۱۸)

یعنی امثال ونظائر کو پہچانو اور سمجھو پھر زیرِ فتویٰ مسائل کو ان پہ قیاس کرو۔

نیز قیاس واجتہاد کے جائز ہونے پر صحابہ کرام بھی متفق ہیں۔

مجتہد کی شرائط

قرآن وسنت سے اجتہاد وقیاس کے جائز اور قابل قبول ہونے کا بیان تو اوپر گزر چکا، لیکن اس کے ساتھ یہ بات یاد رکھیے کہ ہر عالم دین کو یہ جائز

نہیں ہے کہ وہ قیاس و اجتہاد کرے، جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کی یہ روش ہوگئی ہے کہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی کی سند حاصل کر کے یا بعض وہ لوگ جو اسلامیات کی ڈگری حاصل کر کے قیاس و اجتہاد کا منصب سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ مجتہد کے لیے مخصوص صلاحیتوں اور شرطوں کا ہونا لازمی و ضروری ہے۔ مثلاً وہ متقی پرہیز گار، صاحب الرائے، صاحب فراست، انصاف پسند، پاکیزہ اخلاق کا مالک ہو۔ زبانِ عرب لغت، صرف و نحو و معانی۔ قرآن و سنت، تفسیر، اسباب و نزول، راویوں کے حالات جرح و تعدیل کے طریقوں سے، ناسخ و منسوخ کی حقیقت سے، مذاہبِ سلف سے واقفیت رکھتا ہو۔ اور دلائل شرعیہ سے مسائل کا استنباط کرنے (نکالنے) پر قادر ہو۔ قیاس کے اصول و قواعد کو جانتا ہو۔ یا یوں کہیے کہ درجۂ اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو اور دلائلِ شرعیہ سے مسائل کے استخراج کی قدرت رکھتا ہو۔ (الموافقات ج ا صفحہ ۲۴) - نیز یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے مجتہد کو بھی قیاس و اجتہاد صرف ان مسائل میں جائز ہے جنکے متعلق قرآن و سنت اور اجماع امت میں صریح حکم نہ ملے، اگر کسی مسئلے میں قرآن و سنت اجماع امت نے واضح احکام دے دیے ہیں، تو پھر قیاس و اجتہاد ناجائز و ممنوع ہے۔ چنانچہ مجتہدِ مطلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کسی بات کا حکم معلوم کرنے کے لیے میں سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر مجھے کوئی حکم قرآن میں نہیں ملتا، تو پھر سنّتِ رسول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر قرآن و سنّت دونوں سے حکم شرعی معلوم نہ ہو، تو پھر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اقوال اور فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں، تو ان میں سے اس کو اختیار کرتا ہوں جو قرآن، و سنّت کے زیادہ قریب ہو اور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا قول و عمل نہ ملے تو پھر تابعین کرام کے فیصلوں پر غور و فکر کر کے اپنی الگ رائے قائم کر کے اس پر عمل کرتا ہوں۔

(الانتقاء۔ لابن عبد البر صفحہ ۱۴۲ و شامی)

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ حنفی جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے۔ یہ امام کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت اجماع امت و قول و عملِ خلفاء راشدین و صحابہ کرام کا نچوڑ

اور خلاصہ ہے۔ حافظ ذہبی علیہ الرحمۃ نے مسلمانوں کے تقلیدی موقف کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

مسلمانوں نے امام شافعی احمد اور مالک کی باتوں کو صرف اس لیے اختیار کیا ہے کہ یہ آئمہ حضور انور کی احادیث کے سب سے عمدہ عالم اور پیروی کرنے والے اور احادیث کی معرفت اور اتباع میں سب سے عمدہ قوتِ اجتہاد رکھنے والے ہیں (ذہبی)

اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ان یکون اتباع الروایہ دلالۃ (عقد الجید ص ۲۹)

یعنی بات نبوت کی ہو اور الفاظ امام و مجتہد کے ہوں اسے مان لینے کا نام تقلید ہے۔

کیا اب اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا

یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ فی زمانہ مجتہدانہ شان کا عالم و فاضل پیدا ہونا نا ممکن ہے، لیکن یہ امرِ واقعہ ہے کہ آئمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ۔ شافعی۔ مالک و امام احمد بن حنبل (جو مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے) کے بعد آج تک مجتہدِ مطلق کے درجہ کا کوئی شخص ظہور میں نہیں آسکا۔ سینکڑوں علم و فضل کے آفتاب و مہتاب محدث مفسر و مجدد غوث و قطب اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔

مگر یہ سب کے سب آئمہ اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور انہوں نے خود اجتہاد و قیاس کی بجائے آئمہ اربعہ حنفی شافعی مالکی حنبلی ہی میں سے کسی کے اتباع میں عافیت سمجھی ہے۔ حالانکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے علم و فضل اور دینی بصیرت و بصارت کا آج بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔

فقہ کی تعریف اور اصولِ فقہ

فقہا کرام نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے۔

العلم بالاحکام الشرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ

(نور الانوار)

فقہ شرعی قوانین کے علم کا نام ہے جو ان کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو۔

فقہائے اسلام قرآن مجید کی پانچسو آیات اور تین ہزار احادیثِ نبویہ سے مسائلِ شریعت کا استخراج کرتے ہیں۔ فقہ کا تعلق مندرجہ ذیل مباحث سے ہے۔

عبادات جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ۔ معاملات جیسے خرید و فروخت امانت، ضمانت، عاریت وغیرہ کے مسائل جو انسانوں کے مابین واقع ہوتے ہیں، مناکحات انسانی نسل کو قائم رکھنے اور اس کی حفاظت و بقار کے مسائل جیسے نکاح طلاق عدت، نسب ولایت وصیت وراثت، عقوبات آپس کے جھگڑوں کو طے کرنے کے لیے عدالتی نظام دعویٰ، اقرار، جواب دعویٰ، جرائم اور ان کی سزائیں، حکومت یعنی نظامِ ملکی کو چلانے کا طریقہ بین الاقوامی معاملات صلح و جنگ وغیرہ کے مسائل۔ آئمہ دین و مجتہدین کرام ان مسائل و احکام کو قرآن و حدیث اجماع امت اور قیاس و اجتہاد کے ذریعے مرتب و مدون کرتے ہیں۔

فقیہہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ ناسخ و منسوخ خاص و عام محکم و متشابہ کا علم رکھتا ہو اور وہ دلیل شرعی کی روشنی میں یہ بھی جانتا ہو۔ کہ شریعت میں جس کام کے کرنے کا حکم ہے وہ کس درجہ کا ہے، فرض ہے یا واجب سنت ہے یا مستحب۔ اسی طرح جس کام کے نہ کرنے کا حکم ہے۔ اس کی نوعیت کیا ہے؟ حرام ہے یا مکروہ تحریمیہ یا مکروہ تنزیہیہ۔

احکام اسلامیہ کی کیفیت

ادلہ شرعیہ سے جو حکم واضح و ثابت ہوتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے: اوّل قطعی الثبوت و قطعی الدلالت۔ جیسے نصوصِ متواترہ ایسی دلیل سے کسی چیز کا فرض یا حرام ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

دوم قطعی الثبوت ظنی الدلالت۔ جیسے آیات موولہ

سوم ظنی الثبوت قطعی الدلالت۔ جیسے وہ اخبار جن کا مفہوم قطعی ہو، دوم و سوم دلیل سے کسی بات کا واجب یا مکروہ تحریمیہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چہارم ظنی الثبوت ظنی الدلالت۔ جیسے خبر احاد جن کا مفہوم ظنی ہو۔ ایسی دلیل سے کسی بات کا سُنت یا مستحب اور مکروہ تنزیہیہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چند فقہی اصطلاحات

۱. فرضِ اعتقادی
جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور فرضِ اعتقادی کو بلاعذرِ صحیح قصداً ایک بار بھی چھوڑ دینا گناہِ کبیرہ ہے۔ دلیلِ قطعی سے مراد قرآن اور حدیثِ متواتر ہے۔

۲. فرضِ عملی
وہ ہے جس کا ثبوت ایسا قطعی تو ہو۔ مگر مجتہد کی نظر میں دلائلِ شرعیہ سے اس کو یقین ہوگیا ہو کہ بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہوگا۔ حتی کہ اگر وہ کسی عبادت میں فرض ہے تو وہ عبادت بے اس کے کیے باطل ہو گی۔ اس کا بے وجہ انکار فسق و گمراہی ہے۔

۳. واجب اعتقادی
وہ ہے کہ دلیلِ ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرض عملی و واجب عملی اسی کی دو قسمیں ہیں اور وہ انہیں دو میں منحصر ہے۔

۴. واجب عملی
وہ واجب اعتقادی کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو۔ مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے۔ اگر کسی عبادت میں اس کا بجا لانا درکار ہو تو عبادت اس کے بغیر ناقص ہو گی۔ مگر ادا ہو جائے گی۔ کسی واجب کا ایک بار بھی چھوڑنا گناہِ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

۵. سُنّت مؤکدہ
وہ جس کو حضور اکرم نے ہمیشہ کیا ہو۔ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو۔ مگر جانبِ ترک بالکل مسدود نہ کی ہو اس کا ترک اسارت ہے اور کرنا ثواب اور نادراً ترک پر عتاب اور ترک کی عادت بنا لینے پر عذاب۔

۶. سُنّت غیر مؤکدہ
وہ ہے۔ جو شریعت میں ایسی مطلوب ہیں کہ اس کا ترک ناپسندیدہ رکھا گیا ہو۔ مگر اس پر وعیدِ عذاب نہ ہو۔ عام اس سے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہ ہمیشگی فرمائی ہو یا نہیں۔ اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنا اگرچہ عادتاً ہو، موجب عتاب نہیں۔

۷۔ مستحب وہ فعل جو شریعت میں پسند کیا گیا ہو۔ خواہ حضور اکرم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی یا علماء نے پسند کیا۔ اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہو۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں۔

۸۔ مباح وہ ہے جس کا کرنا یا نہ کرنا یکساں ہو۔

۹۔ حرام قطعی یہ فرض کا مقابل ہے۔ یعنی جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ وفسق ہے اور حرام سے بچنا فرض اور ثواب ہے۔

۱۰۔ مکروہ تحریمی یہ واجب کا مقابل ہے۔ یعنی وہ کام جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار۔ چند بار اس کا کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

۱۱۔ اساءت جس کا کرنا برا ہو۔ اور نادراً کرنے والا مستحقِ عتاب اور التزامِ فعل پر استحقاقِ عذاب۔ یہ سنتِ مؤکدہ کے مقابل ہے۔

۱۲۔ مکروہ تنزیہی جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائی ہو، مکروہ تنزیہیہ فعل ناجائز نہیں ہوتا۔ البتہ اس سے بچنا اچھا ہے۔

۱۳۔ خلافِ اولیٰ وہ فعل جس کا نہ کرنا بہتر تھا۔ کیا تو کچھ مضائقہ اور عتاب نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

تقلید مجتہد واجب ہے

واضح ہو شرعی احکام تین قسم ہیں۔ اوّل عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت حضور کی رسالت ملائکہ وکتب الٰہی تقدیر قیامت حشر و نشر وغیرہ جو اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ ان میں تقلید جائز نہیں ہے

دوم وہ احکام و مسائل جو کتاب وسنت اجماعِ اُمت سے واضح وصریح طور پر ثابت ہیں، جیسے دن ورات میں پانچ نمازوں اور رمضان کے تیس روزوں کا فرض ہونا یا شراب وخنزیر اور سود کا حرام ہونا۔ ان واضح احکام میں بھی تقلید نہیں کی جاتی۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اللہ ورسول پر ایمان یا شراب وخنزیر کو حرام اس لیے سمجھتے ہیں کہ فقہ اکبر میں ایسا لکھا ہے یا امام اعظم ابوحنیفہ نے ایسا فرمایا ہے۔ الغرض عقائدِ اسلامی اور قرآن وحدیث کے صاف وصریح احکام میں تقلید نہ تو جائز ہے اور نہ ہی کی جاتی ہے۔

سوم وہ مسائل جو قرآن وحدیث واجماعِ اُمّت سے صاف وصریح طور پر دکھائی نہیں دیتے۔ بلکہ آئمہ مجتہدین قیاس واجتہاد سے ان مسائل کا حکم دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں معلوم کرتے ہیں۔ ایسے احکام غیر منصوصہ قطعیہ میں عام لوگ ہوں یا عالمِ دین ہوں، سب مسلمانوں کو مجتہد کی تقلید (پیروی) لازم وواجب ہے اور تقلید صرف اسی قسم کے مسائل میں کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے۔ اس سے آئمہ مجتہدین بھی مراد ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون — اے مسلمانوں اگر تم کو علم نہیں ہے، تو علم والوں سے پوچھو۔

اہل الذکر سے مراد مجتہدینِ کرام ہیں۔ جن سے مسائل معلوم کرکے ان پر عمل کرنے اور ان کی تقلید وپیروی کی ہدایت دی گئی ہے۔

مقلدین آئمہ اربعہ ـــ حنفی شافعی مالکی حنبلی اہلسنت وجماعت

ما انا علیہ واصحابی — جس راستہ پر ہیں اور میرے صحابہ ہیں۔

حضرت امام مالک احمد، حنبل امام ابو حنیفہ کے مقلدین اہلسنت وجماعت ہیں، ان چاروں اماموں کے پیرو اصول اسلام. عقائد. ضروریات دین میں متحد ومتفق ہیں، صرف بعض مسائل فروعیہ میں اختلاف ہے اور یہ سب صحیح العقیدہ اہل سُنّت مسلمان ہیں۔

اہلسنت حضور علیہ السلام، صحابہ کرام، و تابعین عظام (قرون ثلاثہ) کے بعد چار مذاہب مالکی شافعی حنبلی حنفی میں منقسم ہوگئے. ان چاروں مذہبوں کے علاوہ مسائل فروعیہ میں کوئی مذہب باقی نہ رہا، لہذا فروعی مسائل میں جو ان چاروں مذاہب کے خلاف ہو. اس کے بطلان پر اجماع مرکب ہوگیا. حضور نے فرمایا ہے میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یتبع غیر سبیل المومنین الخ. جو شخص مسلمانوں کے متفقہ راستہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے، ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے. (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۴)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ان ھذا المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ ومن یعتدبہ منھا علی جواز تقلیدھا الی (الخ) — امت نے ان چاروں مذاہب (مالکی حنبلی شافعی، حنفی) کی تقلید پر اجماع کیا، اور اس میں اسلام کی بہت بڑی مصلحت ہے۔

عقد الجید صفحہ ۳۶ پر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃ کبیرۃ — ان چاروں مذاہب میں اسلام کی بڑی مصلحت ہے اور اس کے چھوڑ دینے میں بہت بڑا فساد ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب انصاف میں فرمایا کہ آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرنے میں ایسا راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں القا فرما دیا۔ الغرض تقلید شخصی کو علماءِ کاملین و محدثین و مفسرین اُمّت نے ضروری قرار دیا ہے۔ علماء نے یہ بھی تصریح کی ہے جو جس امام کا مقلد ہے، اسے اسی کی تحقیق پر عمل کرنا ضروری و لازمی ہے۔ یعنی حنفی مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ حنفی فقہ پر عمل کریں بلا ضرورت شرعیہ کسی دوسرے مجتہد کے فقہی مسائل کو اختیار کرنا درست نہیں۔

حضرت امام مالک ۹۵ھ تا ۱۷۹ھ

حضرت امام مالک بن انس اصبحی ۹۵ھ بمطابق ۷۱۲ء مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ شریف کے امام، فقیہ اور محدث تھے۔ مدینہ شریف سے محبت کا یہ عالم تھا کہ سوائے حجِ فرض کی ادائیگی کے کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالک ہی کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ امام شافعی کے استاد بھی تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ تابعین کے بعد امام مالک اللہ تعالیٰ کی بندوں کے لیے سب سے بڑی حجت ہیں۔ امام مالک مجتہد بھی تھے اور محدث بھی۔ موطا علم حدیث میں آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ کے مقلدین کو مالکی کہتے ہیں۔ مغرب اقصیٰ، الجزائر، تونس اور طرابلس الغرب کے باشندے مالکی مذہب رکھتے تھے۔ اسی طرح بالائی مصر سوڈان، بحرین اور کویت میں بھی آپ کے مقلد ہیں۔ حضرت امام مالک تبع تابعین کے طبقہ سے تھے۔ مالکی مذہب رکھنے والوں کی مجموعی تعداد ربیع الاول ۱۳۷۱ھ بمطابق دسمبر ۱۹۵۱ء ساڑھے چار کروڑ ہے۔ امام مالک علیہ الرحمہ نے ۱۱۔ ربیع الاول ۱۷۹ھ مطابق ۷۹۵ء مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ (الانتقار صفحہ ۹۔ تنویر الحوالک سیوطی مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۹۲)

حضرت امام شافعی ۱۵۰ھ تا ۲۰۴ھ

حضرت محمد بن ادریس شافعی قریشی ۱۵۰ھ مطابق ۷۶۷ء میں بمقام غزہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام مالک بن انس سے علم پڑھا، عراق پہنچ کر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے شاگرد امام شیبانی کے شاگرد ہوئے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

والله ماصرت فقیہا الا بکتب محمد بن الحسن ۔ (رد المختار شامی)

خدا کی قسم میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کی تالیفات کے مطالعہ سے فقیہہ بن گیا ۔

امام شافعی لغت فقہ اور حدیث کے متبحر عالم ہیں ان کی مشہور تالیف کتاب الام ہے ۔ امام شافعی نے اصول فقہ بھی مرتب کیے ۔ مصر شافعی مذہب کا مرکز تھا ۔ فلسطین اردن ، سوریا ، لبنان ، بیروت ، عراق ۔ حجاز ، جاوا ، ہند چینی ، ایران یمن میں شافعی مذہب موجود ہے ۔ ہندوستان ، پاک و ہند میں کم تعداد میں شافعی المذہب مسلمان موجود ہیں ۔ امام شافعی کے مقلدین کی تعداد دس کروڑ اندازہ کی جاتی ہے ۔ (طبقات الفقہا وفیات الاعیان ۔ مناقب امام شافعی ، امام رازی ۔ انتقاء وغیرہ) ۲۰۴ھ بروز جمعہ مصر میں وفات پائی ۔ قبر مبارک قرافہ صغریٰ میں ہے ۔

امام احمد حنبل ۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ

امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل ۔ بغداد میں ۱۶۴ھ مطابق ۷۸۰ء پیدا ہوئے ، آپ آئمہ مجتہدین میں سے اہل سنت کے چوتھے مذہب کے بانی ہیں ۔ بعض علماء نے آپ کو زمرۂ مجتہدین سے زیادہ زمرۂ محدثین میں شمار کیا ہے ۔ کہتے ہیں آپ کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں ۔ مسند امام احمد جس کی چھ جلدیں ہیں اور جس میں ۳۰ ہزار سے زیادہ احادیث جمع ہیں ۔ آپ کی مشہور و مقبول تالیف ہے ۔ آپ نہایت عابد زاہد متقی اور پرہیز گار تھے ۔ حق گوئی کی وجہ سے خلیفہ واثق نے آپ کو سر بازار کوڑے لگوائے ، قید کی صعوبت برداشت کی ۔ لیکن شاہی جلال جبروت کے سامنے کبھی نہیں جھکے ۔ ۱۲ ربیع الاوّل ۲۴۱ھ مطابق ۸۵۵ء بغداد میں وفات پائی (مناقب احمد ابن جوزی) اہل سنت کے مذاہب میں حنبلی مذہب سب سے کم پھیلا ۔ اس کا رواج پہلے بغداد میں ہوا ۔ پھر چوتھی صدی ہجری میں عراق کے بیرونی علاقوں میں سب کے بعد چھٹی صدی ہجری میں مصر میں پھیلا ۔ جو مسلمان واقعی اصلی حنبلی مذہب کے پیرو ہیں وہ تو اہل سنت وجماعت ہی ہیں ۔ مگر بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے حنبلی مذہب کے دعویٰ کیساتھ جو تحریک شروع کی اس میں حنبلیت کے پردہ میں وہابیت کو رواج دیا ۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی ۱۱۱۵ھ میں شہر عینیہ (نجد) میں پیدا ہوا ، اور ۱۲۰۶ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوا ۔ اس

نے کتاب التوحید نامی ایک کتاب لکھی۔ جس کا چربہ ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویت الایمان کے نام سے شائع کیا۔ جس میں انبیائے کرام کے متعلق توہین آمیز مضامین درج ہیں اور بات بات پر مسلمانوں پر شرک اور بدعت کے فتوے لگاتے گئے ہیں۔

قرآن کے بعد حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سب سے بڑا عظیم و جلیل معجزہ **امام اعظم سراج امت مجتہد مطلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ** **رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے**	ولادت ۸۰ ہجری وفات ۱۵۰ ہجری

عراق کا شہر کوفہ فقہا کا مرکز تھا۔ حضرت فاروق اعظم علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) کوفہ کا معلم اور قاضی بنا کر کوفہ بھیجا تھا۔ ابن مسعود صحابی رسول بھی تھے اور محدث و فقیہ بھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں میں یہ حضرات بہت مشہور ہوئے۔

حضرت علقمہ نخعی۔ مسروق ہمدانی۔ قاضی شریح۔ ابراہیم نخعی۔ عامر شعبی اور حماد بن ابی سلیمان۔

سیدنا امام ابوحنیفہ کا نام نعمان بن ثابت اور لقب امام اعظم، سراج امت۔ مجتہد مطلق ہے۔ فارسی الاصل تھے ۸۰ھ مطابق ۶۹۹ء شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت حماد بن سلیمان متوفی ۱۲۰ھ سے فقہ کا درس لیا۔ آپ نہایت عابد زاہد متقی پرہیزگار ولی کامل۔ مجتہد مطلق۔ محدث اور فقہ کے امام تھے۔

خلافت بنی امیہ کے آخری دور میں حاکم عراق۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا۔ اس طرح عباسیوں کے دور میں بغداد کے خلیفہ ابوجعفر منصور نے آپ کو قاضی بنانا چاہا۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمایا جس پر حاکم عراق نے آپ کو کوڑوں کی سزا دی اور حاکم بغداد ابوجعفر نے عمر قید کی سزا دے دی اور زندان ہی میں آپ نے ۱۵۰ھ ماہ رجب (مطابق ۷۶۷ء) زہر خورانی کی وجہ سے شہادت پائی۔ (تاریخ بغداد مصنفہ احمد بن علی خطیب ج ۱۳ صفحہ ۳۲۹) مذہب حنفی کو سب سے زیادہ

مقبولیت حاصل ہوئی۔ مصر۔ سوریا لبنان۔ تیونس۔ ترکی۔ بلقان قفقاز۔ افغانستان۔ ترکستان۔ ہندوستان۔ چین غرضیکہ دنیا کے تمام ممالک میں امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد اور پیرو بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جو رُوئے زمین کے مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔

۲۔ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی۔ ۵۵ حج کیے۔ ایک سو مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوتے۔ (خیرات الحسان)

۱۵۰ ہجری میں جب حضرت امام اعظم کا وصال ہوا۔ تو بغداد میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ قاضی بغداد حضرت حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا —— پچاس ہزار سے زائد مسلمانوں نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

حضرت امام اعظم کے فضائل و مناقب، درجہ و مقام

حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:

آدم میری ذات پر فخر کریں گے۔ اور قیامت کے دن میں اپنی اُمت کے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان ہے اور کنیت ابو حنیفہ ہے جس نے نعمان سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان سے عداوت رکھی۔ اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ (رد المختار)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر علم ثریا ستارے کی بلندی پر بھی ہوتا۔ تو اہلِ فارس کے کچھ مرد اسے ضرور پالیں گے (طبرانی و مسلم) علامہ جلال الدین سیوطی نے فرمایا اس حدیث میں حضرت امام ابو حنیفہ سے متعلق بشارت ہے۔ (خیرات الحسان)

حضرت علی کی دعائے برکت

حضرت امام اعظم کے والدِ محترم حضرت ثابت کو امیر المومنین حضرتِ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا دی تھی۔ یہ حضرت علی اور اہلِ بیت نبوت کے دعا و فیوض ہی کا نتیجہ ہے کہ امام اعظم علم شریعت و طریقت کے

آفتاب و مہتاب بن کر چمکے ۔

حضرت امام باقر کی شاگردی

حضرت امام ابو حنیفہ جب دوسری بار مدینہ گئے، حضرت امام باقر کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا۔ تم قیاس کی بنا پر ہمارے دادا (حضور علیہ السلام) کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو۔ (واضح رہے کہ حاسدوں نے امام ابو حنیفہ کے خلاف بہت سی غلط باتیں مشہور کردی تھیں) آپ نے نہایت ادب و احترام سے عرض کیا عیاذاً باللہ حدیث کی کون مسلمان مخالفت کر سکتا ہے۔

پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

ابو حنیفہ : مرد ضعیف ہے یا عورت۔

امام باقر: عورت۔

ابو حنیفہ : وراثت میں مرد کا زیادہ حصہ ہے یا عورت کا۔

امام باقر: مرد کا۔

ابو حنیفہ: حضور اگر میں قیاس لگاتا تو یہ کہتا کہ عورت چونکہ ضعیف ہے لہذا مرد کی بجائے عورت کو ڈبل حصہ ملنا چاہیئے۔ حالانکہ میں مرد ہی کو ڈبل حصہ کے حقدار ہونے کا فتوٰی دیتا ہوں۔

ابو حنیفہ : حضور یہ فرمایئے کہ نماز افضل ہے یا روزہ۔

امام باقر: نماز۔

ابو حنیفہ: حضور والا۔ اگر میں قیاس پر عمل کرتا، تو یہ کہتا کہ حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیئے نہ کہ روزے کی۔ مگر میں حدیث رسول کے حکم کے مطابق روزہ ہی کی قضا کا فتوٰی دیتا ہوں۔ اس سوال کے جواب کے بعد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ابو حنیفہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ اُٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

حضرت امام ابو حنیفہ ایک مدت تک حضرت امام باقر سے فقہ و حدیث حاصل کرتے رہے اور یہ سب کو تسلیم ہے کہ امام ابو حنیفہ کا فقہی ذخیرہ حضرت امام باقر ہی کے فیض صحبت اور نظر کرم کا رہین منت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق سے فیضیابی

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور شریعت و طریقت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ امام جعفر کے وصال کے بعد ان کے مزار مبارک پر حاضری دے کر فیوض و برکات روحانی حاصل کرتے تھے۔

(خیرات الحسان)

صحابہ کرام اور حضرت انس سے ملاقات

یوں تو حضرت امام ابوحنیفہ نے مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کا بھی متعدد بار سفر کیا اور جلیل القدر آئمہ مجتہدین و تابعین سے فیض پایا۔

علامہ حصکفی علیہ الرحمہ نے در مختار میں تحریر فرمایا ہے۔ امام اعظمؒ نے اپنے زمانہ میں بیس صحابہ کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ ابن خلکان نے حضرت امام اعظم کا چار صحابہ رسولؐ سے حدیث روایت کرنے کا ذکر کیا ہے (جواہر العقائد۔ ضیاء۔ منیۃ المفتی)

حضرت امام کے استاد حضرت حماد

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے استاد خاص حضرت حماد ہیں جو مدینہ شریف میں فقہ و حدیث کے امام تھے۔

حضرت حماد حضرت انس صحابی رسول کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی سے جو فقہ کا سلسلہ چلا تھا۔ اس کا مدار حضرت حماد پر ہی رہ گیا تھا۔

ایسی عظیم و جلیل شخصیت (حضرت حماد) سے امام اعظمؒ نے علم حاصل کیا۔ حضرت حماد کا ۱۲۰ ہجری میں انتقال ہوا۔

حضرت امام اعظم تابعی ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ شام میں امام اوزاعی بصرہ میں حماد بن زید اور حماد بن سلمہ کوفہ میں سفیان ثوری مدینہ میں امام مالک فقہ و اجتہاد کے آفتاب و مہتاب تھے اور امام اعظم کے ہم عصر بھی تھے، مگر معاصرین میں تابعی ہونے کا شرف صرف حضرت ابوحنیفہ ہی کو حاصل ہے۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ صفحہ ۲۲)

تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے صحابی رسول کی زیارت کی ہو۔ امام اعظم علیہ الرحمہ نے متعدد صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اس بنا پر آئمہ اربعہ میں یہ شرف صرف اور صرف امام اعظم کو ہی حاصل ہے کہ جو حدیث امام اعظم سے مروی ہیں۔ ان میں حضور تک صرف ایک واسطہ ہے۔ حضرت امام اعظم نے مندرجہ ذیل صحابہ کرام کو دیکھا ہے۔

حضرت انس بن مالک۔ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جز۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ۔ حضرت واثلہ بن الاسقع، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت عائشہ بنت عجرد۔ آپ نے صحابہ کرام کے علاوہ چار ہزار تابعین عظام سے علم حاصل کیا۔ اسی لیے علامہ ذہبی نے امام اعظم کو حفاظ المحدثین میں شمار کیا ہے۔ (الخیرات الحسان مصنفہ علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ ہجری۔

امام اعظم فقہ کے سب سے پہلے مدون

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے فقہ مدون کیا۔ اس کے ابواب ترتیب دیے۔ امام مالک نے موطا میں اسی کا اتباع کیا ہے۔ آپ تابعین کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے۔ امام اعمش جب حج کو جانے لگے، تو امام اعظم سے فرمایا میرے لیے مسائل و مناسک حج لکھ دیجیے۔ حضرت امام اعظم تمام علوم شرعیہ حدیث تفسیر اور فنونِ عالیہ میں بحر ناپید کنار تھے۔ علم ادب کے ماہر تھے۔ آپکے اشعار ایسے فصیح و بلیغ ہیں کہ جن کو سن کر آپ کے ہم عصر علما ششدر رہ گئے۔ (خیرات الحسان) نحو صرف علم قرآت انساب علم کلام

حضرت امام ابوحنیفہ انتخاب احادیث میں بہت محتاط تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے شاگردوں نے معتبر و مستند احادیث کے پندرہ مجموعے جن کے راویوں کا سلسلہ حضور تک پہنچتا ہے۔ آپ سے روایت کیے۔ ان کو قاضی القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی (متوفی ۶۵۵) نے ایک جلد میں جامع المسانید کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس لیے ابن خلدون کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ سے صرف سترہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ (تاریخ الفقہ الاسلامی ڈاکٹر عبدالقادر جلد نمبر ا صفحہ ۲۲۲)

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے بغض و حسد رکھنے والے ان کی قلت روایت کی بنا پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ کو حدیث سے بہت کم تعلق تھا۔ لیکن یہ بات محض بغض و حسد پر مبنی ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر

سے سترہ، حضرت عمر سے صرف پچاس حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت علی اور حضرت عثمان کی بھی یہی کیفیت ہے۔ اس کے برعکس حضرت ابوہریرہ سے ۵۳۴۶، حضرت انس سے ۲۲۸۶، عبداللہ بن عباس سے ۲۲۶۰، حضرت جابر سے ۱۵۴۰، حضرت عبداللہ بن عمر جو حضور کے زمانہ میں نوجوان تھے ۲۶۳۰ حدیثیں مروی ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے، خلفاء راشدین سے زیادہ وہ صحابہ کرام حدیث سے زیادہ واقف تھے۔ جن کی روایت کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے اور کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم سے چونکہ بہت ہی کم حدیثیں مروی ہیں۔ اس لیے وہ پوری شریعت اسلامیہ کے ماہر اور جاننے والے نہ تھے۔ بلا تمثیل یہ ہی حال حضرت امام ابوحنیفہ کا ہے۔ قلتِ روایت کی بنیاد پر یہ کہنا کہ آپ کو حدیث سے واقفیت نہ تھی۔ ایک نہایت ہی مضحکہ خیز بات ہے۔

امام اعظم حضور کا معجزہ ہیں

(۲) شیخ الاسلام علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المصطفٰی بعد القرآن (درمختار)

بیشک امام ابوحنیفہ قرآن کے بعد محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات سے ہیں۔

شافعی مالک احمد امام حنیف
چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

امام اعظم کا مرتبہ و مقام

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نہ صرف فقیہ اعظم بلکہ محدث اور مجتہد مطلق تھے۔ بلکہ سید المحدثین اور امام المحدثین استاد المحدثین بھی تھے۔

حافظ الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۱۸ ہجری وفات ۱۸۱ ہجری) جن کو تمام اکابرین محدثین واجلہ نقادین حدیث نے ثقہ۔ حجۃ۔ امام۔ صاحب حدیث۔ فقیہ۔ عالم۔ عابد۔ زاہد سخی۔ شجاع۔ صحیح الحدیث۔ مامون۔ کثیر الحدیث۔ امام عصرہ فی الافاق۔ صالح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

میں نے کوفہ میں پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا. کوفہ میں سب سے بڑھ کر فقہ کا ماہر کون ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر متقی و زاہد کون ہے. تو لوگوں نے میرے ان سوالات کے جواب میں کہا. امام ابوحنیفہ۔

امام بخاری کے استاد حضرت مکی بن ابراہیم امام بلخ متوفی ۲۱۴ ہجری بحضور امام ابوحنیفہ متواتر دس برس تک فقہ و حدیث سنتے رہے، فرماتے ہیں کہ امام صاحب متقی. زاہد. صادق اور اہل زمانہ میں سب سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔

حضرت یزید بن ہارون کہتے ہیں. ایک ہزار استادان علم حدیث و فقہ سے میں نے علم حاصل کیا. مگر واللہ سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کو تقویٰ والا پایا. امام وکیع فرماتے ہیں:

"واللہ جیسی احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہ سے دیکھی ہے. کسی اور میں نہیں دیکھی.

حضرت خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر چار اماموں نے پورا قرآن ختم کیا ہے. ایک حضرت عثمان بن عفان خلیفہ رسول. دوسرے حضرت تمیم داری. تیسرے حضرت سعید بن جبیر صحابی رسول اللہ. چوتھے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی (خیرات الحسان)

حضرت اعمش نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کیے. امام صاحب نے حدیثوں سے جواب دیا، تو اس پر حضرت اعمش نے فرمایا. اے گروہ فقہا تم طبیب ہو، اور ہم لوگ یعنی محدثین عطار کہ راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں۔ اور آپ لوگ احادیث کے معنیٰ و مفہوم کو بھی جانتے ہو۔

حضور کے بعد کسی مدعی نبوت سے اس کے دعویٰ نبوت کی دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے

امام اعظم کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے مہلت دو کہ اپنے دعویٰ نبوت کی نشانی پیش کروں. حضرت امام اعظم نے فرمایا جو شخص حضور کے بعد مدعی نبوت سے نشانی طلب کرے وہ بھی کافر ہے. کیونکہ نشانی مانگنا حضور علیہ السلام سے ارشاد لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کی تکذیب کرنا ہے۔

امام شافعی کا ارشاد

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ رفع یدین کے قائل تھے۔ مگر امام اعظم کی قبر کی زیارت کو جب گئے، تو نماز میں رفع یدین نہ کی اور فرمایا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے ادب واحترام کی وجہ سے میں نے رفع یدین نہ کی۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ میں حضرت امام ابوحنیفہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں اور ان کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (خیرات الحسان)

امام شافعی فرماتے ہیں فقہ میں سب لوگ امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں، جو فقہ سیکھنا چاہے اُسے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیئے۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے علم کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ مٹی کے ستون کو سونا کہہ دیں تو صرف اسے دلیل سے سونا ثابت کر دیں گے۔

حضرت سفیانِ ثوری نے فرمایا، امام اعظم روئے زمین میں سب سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

ابن عیینہ نے کہا میری آنکھوں نے امام اعظم جیسا فقیہہ نہیں دیکھا

حضرت ابنِ مبارک نے کہا آپ سب سے بڑے فقیہہ تھے۔ میں نے کسی کو امام اعظم سے زیادہ فقیہہ نہ پایا۔

حافظ عبدالعزیز بن ابی رواد کہتے ہیں جو شخص امام ابوحنیفہ کو دوست رکھے۔ وہ سنی ہے۔

ابراہیم بن معاویہ حزیر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی محبت تتمۂ دین وسُنّت ہے۔

حضرت مسعر بن کدام کہتے ہیں جو شخص امام ابوحنیفہ کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ بنائے۔ مجھے اُمید ہے کہ اسے کچھ خوف نہ ہوگا۔

حضرت حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ امام اعظم نے کبھی کسی خلیفہ یا امیر کا عطیہ قبول نہیں کیا۔ خلیفہ منصور نے متعدد بار آپ کو دس ہزار درہم عطا کیے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد مذہب امام ابوحنیفہ پر عمل کریں گے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد۔ یعنی اجتہادِ حضرت روح اللہ موافقِ اجتہادِ امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد۔ کہ شان او بلند تر است کہ تقلید علماء امت فرماید

(مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم صفحہ ۱۵)

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجتہاد امام اعظم علیہ الرحمہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا (ہاں) وہ مذہب حنفی کی تقلید نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کی شان اس سے بلند ہے کہ وہ علماء امت کی تقلید کریں۔

مذہب حنفی دریائے عظیم ہے اور دیگر مذاہب حوض

بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہبِ حنفی بنظرِ کشفی در رنگِ دریائے عظیم می نماید و سائرِ مذاہب در رنگِ حیاض وجداول بنظر می آید۔ سوادِ اعظم از اہل اسلام متابعانِ ابو حنیفہ اند۔

ابو حنیفہ اند۔

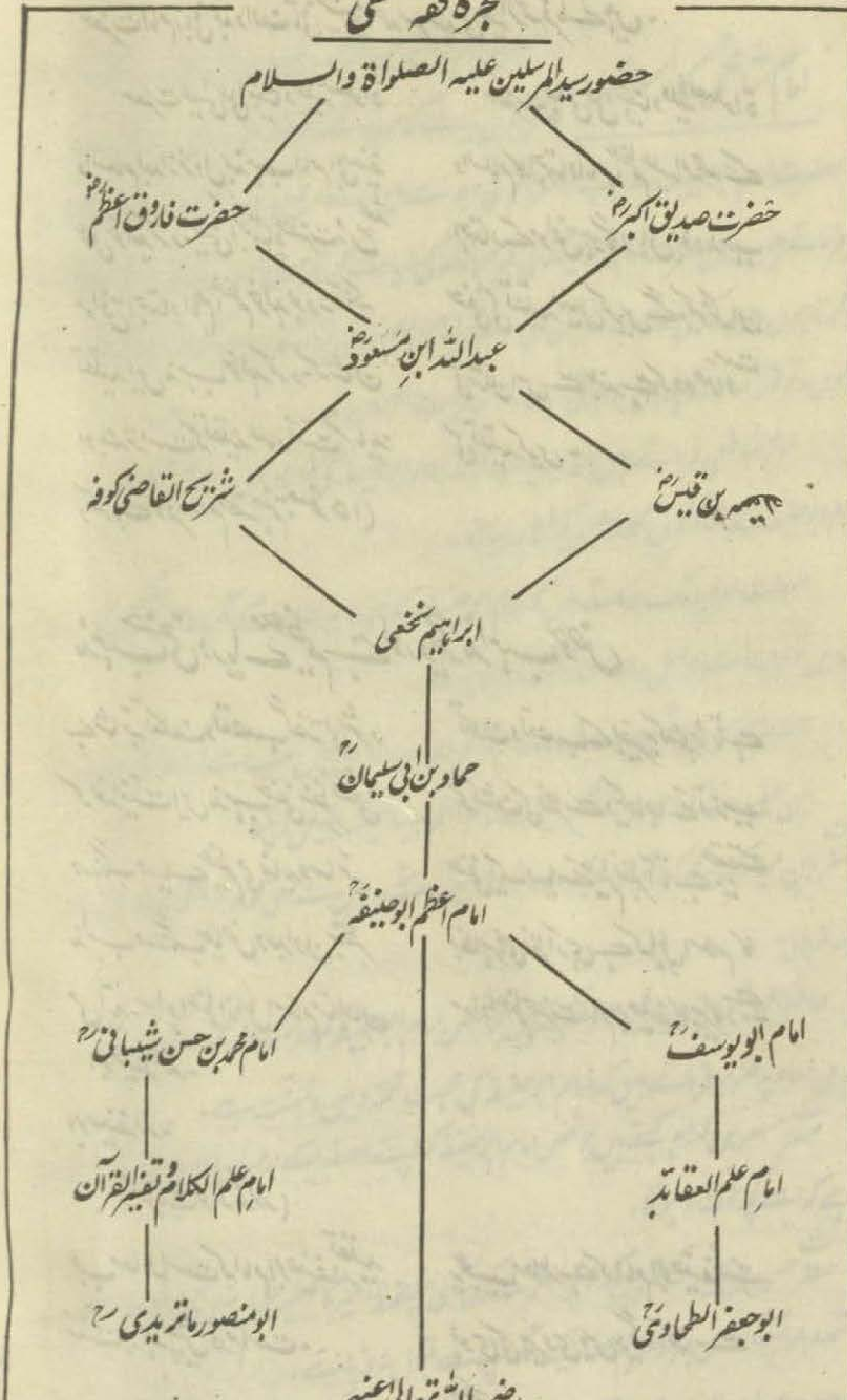
(مکتوبات حوالہ مذکور)

تکلف و تعصب کے بغیر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کشف کی نظر سے دیکھا جائے تو مذہب حنفی ایک دریائے عظیم نظر آتا ہے نیز یہ حقیقت بظاہر بھی نظر آرہی ہے کہ اہلِ اسلام کا سوادِ اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کا پیروکار ہے

عجب معاملہ است کہ امام ابو حنیفہ در تقلید

یہ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت

شجرہ فقہ حنفی

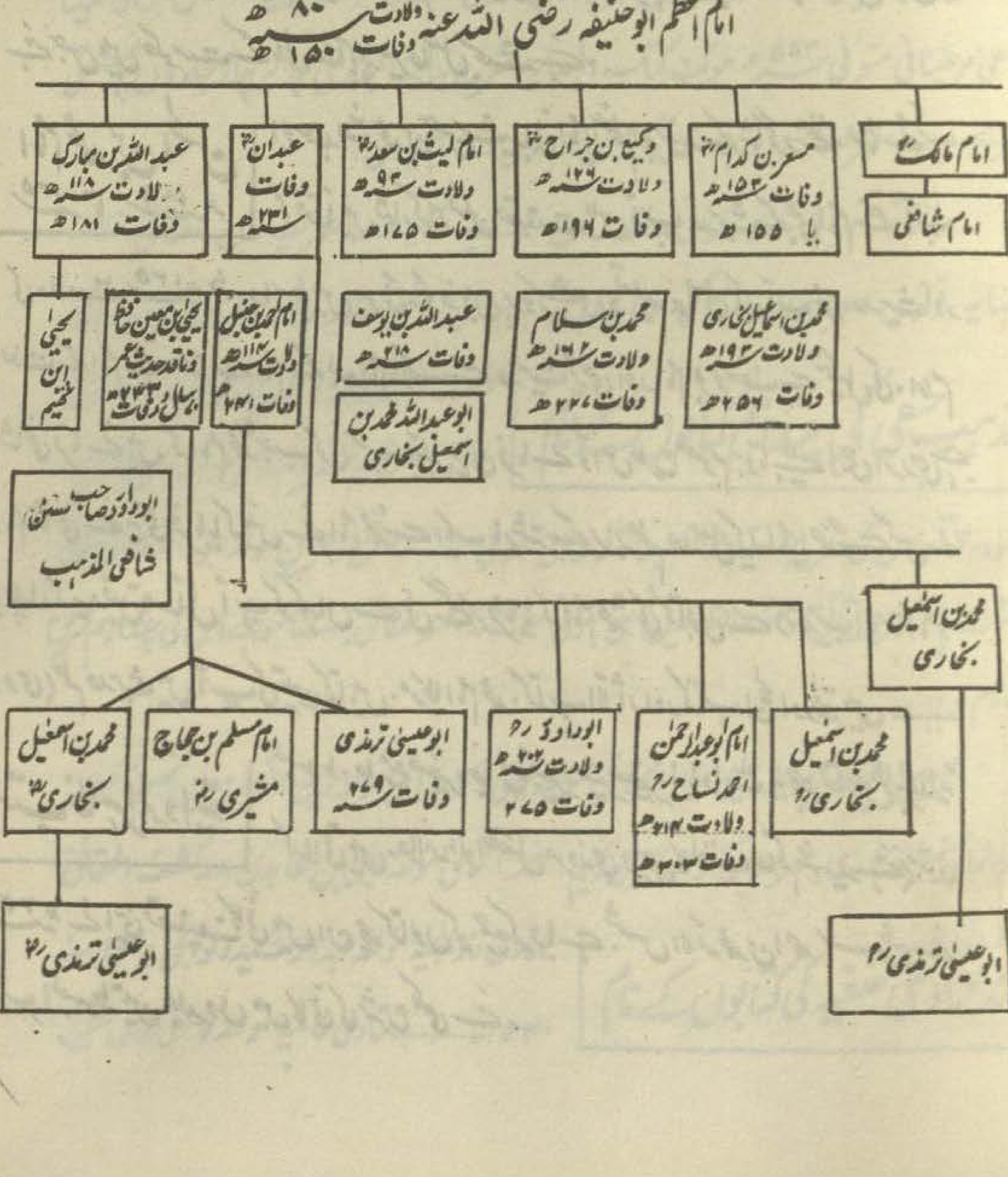


امام اعظم کے مشہور تلامذہ آئمہ فقہ حنفی۔ اور فقہ حنفی کی

چند مشہور کتابوں کا تذکرہ

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سراجِ امت علیہ الرحمۃ جامع طریقت وشریعت تھے۔ جلیل القدر آئمہ مجتہدین فقہاء امت مفسرین محدثین اولیاء اللہ وصالحینِ امت آپ کے مقلد اور مذہب حنفی کے موید اور نیاز مندین چند اہم افراد اور کتب کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔

شجرۂ شاگردان حضرت امام اعظمؒ اور علم حدیث میں آپ کے بعض مشہور تلامذہ



اس شجرہ کو ملاحظہ کیجئے جلیل القدر محدثین امام بخاری ترمذی ابو داؤد مسلم نسائی۔ ایسے بزرگ ترین محدث حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کے شاگرد نظر آتے ہیں جس سے حضرت امام اعظم کے مرتبہ مقام اور درجہ کی بلندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو یوسف
۱۱۳ھ تا ۱۸۲ھ

یعقوب بن ابراہیم انصاری ۱۱۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے ۱۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ بغداد میں قاضی مقرر ہوئے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ تفسیر، مغازی، ایام العرب کے ماہر تھے (ابن خلقان) علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ فقہ کی تدوین میں آپ امام اعظم کے دائیں بازو تھے۔ آپ کی ایک کتاب مسائل خراج" ہے جس میں حکومت کے مالی نظام پر سیر حاصل بحث ہے۔

امام محمد بن الحسن
۱۳۵ھ تا ۱۸۹ھ

ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ علماء نے آپ کو فقہاء میں شمار کیا، لیکن حقیقت میں آپ حدیث کے بھی امام تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۵ھ شہر واسط میں ہوئی۔ کوفہ میں پرورش و تعلیم حاصل کی۔ آپ فقہ حدیث اور لغت کے امام تھے۔ حضرت امام کے بعد امام مالک سے حدیث پڑھی اور امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس طرح معلوم ہوتا جیسے وحی اتر رہی ہے۔ امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بار شتر کے برابر علم حاصل کیا۔ امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا: کہ یہ دقیق مسائل آپ کو کہاں سے مل گئے۔ فرمایا کہ امام محمدؒ کی کتابوں سے (تہذیب الاسماء امام نووی) علم حدیث میں آپ کی تین کتابیں، موطا امام محمد، کتاب الآثار اور کتاب الحج اور فقہ میں ——

کتب ظاہر الروایۃ

المبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، زیادات یہ چھ کتابیں ظاہر الروایۃ کہلاتی ہیں۔ علامہ ابو الفضل مروزی (جن کا لقب حاکم شہید ہے) متوفی ۳۴۴ھ نے اپنی تصنیف کافی میں ان چھ کتابوں کو جمع کر دیا ہے۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی نے کتاب المبسوط تین جلدوں میں کافی کی شرح لکھی ہے۔

کتب نوادر جو امام محمد سے روایت کی گئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ کتاب الامالی جسے شعیب کیسانی نے روایت کیا۔ کتاب الرقیات۔ ہارونیات جرجانیات کتاب المخارج فی الحیل زیادۃ الزیادات اور نوادر محمد بروایۃ ابن رستم اور امام اعظم کی کتاب المجرد جس کو آپ کے شاگرد امام حسن بن زیاد لولوئی نے کتاب الرد علی اہل مدینہ اور کتاب الآثار جسے امام محمد نے تصنیف کیں نوادر ہی میں شمار ہوتی ہیں۔

حضرت امام محمد نے نوسو نوے دینی کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی اور مقام رے میں دفن ہوئے۔ آئمہ مذکورین کے بعد فقہاء کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی کا مقلد اور موئد ہوا۔ جس میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ ابوالحسن کرخی متوفی ۳۴۰ھ۔ ابوعبداللہ جرجانی متوفی ۳۹۸ھ مولف خزانۃ الاکمل شمش الائمہ سرخسی مولف مبسوط۔ علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ مولف بدائع الصنائع برہان الدین علی مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ مولف کتاب الھدایہ۔ شرح بدایۃ المبتدی ہدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ بہت معتبر اور مشہور ہے۔ اس کی بعض شرحوں کے نام یہ ہیں:

الغایۃ سروجی۔ کفایۃ کرلانی۔ وقایۃ تاج الشریعہ۔ نقایہ صدر الشریعہ۔ نہایہ سغناقی۔ خلاصہ نہایہ۔ قونوی۔ معراج الدرایہ کاکی۔ عنایہ بابرتی۔ بنایہ عینی۔ فتح القدیر علامہ کمال الدین بن ہمام کی۔

مذہب حنفی کی چند اہم کتابوں کے نام

کتاب المختصر مولفہ احمد بن محمد قدوری متوفی ۴۲۸ھ وقایہ مختصر الھدایہ مولفہ تاج الشریعت محمود۔ مختار اس کی شرح اختیار مولفہ عبداللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ مجمع البحرین مولفہ ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ۔ کنز الدقائق مولفہ حافظ الدین نسفی متوفی ۷۱۰ھ۔ کنز الدقائق بہت مشہور ہے اس کی چند اہم شروح کے نام یہ ہیں۔

تبیین الحقائق مولفہ زیلعی۔ رمز الحقائق مولفہ عینی۔ بحر الرائق مولفہ زین العابدین بن نجیم۔ تکملہ بحر الرائق مولفہ طوری۔ نہر الفائق مولفہ عمر بن نجیم۔ منحۃ الخالق مولفہ امین بن عابدین اور کشف الحقائق مولفہ افغانی۔

چند فتاوی حنفیہ کی کتابوں کے نام

فتاوی ولوالجیہ مولفہ عبدالرشید ولوالجی متوفی سنہ ۵۴۰ھ — فتاوی خانیہ مولفہ قاضی خاں حسن

بن منصور (متوفی سنہ ۵۹۲ھ) فتاوی ظہیریہ، مؤلفہ ظہیر الدین محمد بخاری (متوفی سنہ ۶۱۹ھ) فتاوی طرسوسیہ، معروف بہ انفع الوسائل الی تحریر المسائل مؤلفہ ابراہیم بن علی طرسوسی (متوفی سنہ ۷۵۸ھ) فتاوی تتار خانیہ مؤلفہ ابن علاء الدین (متوفی تقریباً ۸۰۰ھ) فتاوی بزازیہ مؤلفہ حفظ الدین محمد عرف ابن بزاز (متوفی سنہ ۸۲۷ھ) فتاوی خیریہ مؤلفہ خیر الدین منیف فاروقی رملی (متوفی سنہ ۱۰۸۱ھ) فتاوی القرویہ مؤلفہ محمد آفندی بن علی عمادی، اس کا خلاصہ تنقیح الحامدیہ، مؤلفہ محمد امین بن عابدین (متوفی سنہ ۱۲۵۲ھ) اور فتاوی مہدیہ فی الوقائع المصریہ مؤلفہ شیخ محمد عباسی مہدی مفتی مصر۔

کتب مذکورہ بالا کے علاوہ متاخرین علمائے حنفیہ کی حسب ذیل کتب بھی مشہور ہیں۔ جامع الفصولین، مؤلفہ ابن قاضی سماوۃ (متوفی سنہ ۸۱۰ھ یا ۸۲۳ھ) درر الحکام شرح غرر الاحکام، مؤلفہ ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) اس کا حاشیہ، غنیہ ذوی الاحکام، مؤلفہ شرنبلالی (متوفی سنہ ۱۰۶۹ھ) ملتقی الابحر، مؤلفہ حلبی (متوفی سنہ ۹۵۶ھ) اس کی شرح مجمع الانہر، مؤلفہ داماد آفندی (متوفی سنہ ۱۰۷۸ھ) اس کی دوسری شرح الدر المنتقی، مؤلفہ محمد علاء الدین حصکفی (متوفی سنہ ۱۰۸۸ھ) تنویر الابصار مؤلفہ تمرتاشی اور اس کی شرح الدر المختار، مؤلفہ حصکفی، رد المحتار علی الدر المختار، مؤلفہ محمد امین بن عابدین اور اس کا تکملہ قرۃ عیون الاخیار، جو آپ کے بیٹے محمد علاء الدین کی تالیف ہے۔

محدثین کرام جو امام اعظم کے شاگرد ہیں

امام یحییٰ بن سعید القطان

حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ فن رجال کے بانی یحییٰ بن سعید ہیں۔ ان کے بعد ان کے شاگرد یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد ان کے بعد ان کے شاگرد امام بخاری اور امام مسلم (میزان) حدیث میں ان کا یہ پایا تھا کہ امام احمد اور علی بن المدینی کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کرتے تھے۔ تنقید روایات میں یہ درجہ تھا کہ ائمہ حدیث یہ کہا کرتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ چھوڑ دیں گے۔ اسے ہم بھی چھوڑ

ویں گئے (تہذیب) امام ابو حنیفہ کے درس میں شریک ہوتے تھے اور امام صاحب کے قول پر فتوی دیتے تھے، سنہ ۱۱۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ء بمقام بصرہ وفات پائی (تہذیب التہذیب وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مبارک

امام نووی نے آپ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے " وہ امام جس کی امامت اور جلالت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا ہے" آپ نے چار ہزار شیوخ سے حدیث پڑھی۔ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگردوں سے تھے۔ فرمایا کہ "اگر اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ اور سفیان کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں ایک عام آدمی ہوتا" (تہذیب التہذیب) بخاری و مسلم میں آپ سے سینکڑوں حدیثیں مروی ہیں۔ سنہ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ مقام ہیت میں وفات پائی (تہذیب الاسماء و تاریخ ابن خلکان)

یحییٰ بن زکریا بن ابی زیاد

حافظ الحدیث تھے۔ امام بخاری کے استاد علی بن المدینی کہا کرتے تھے کہ یحییٰ کے زمانہ میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہوگیا یہ امام اعظم کے بزرگ ترین شاگرد تھے اور تدوین فقہ میں امام اعظم کے شریک۔ مدائن میں منصب قضا پر فائز تھے دہیں سنہ ۱۸۲ھ ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی (تہذیب التہذیب میزان الاعتدال)

امام وکیع بن الجراح

فن حدیث کے ارکان میں شمار کیے جاتے ہیں۔ امام احمد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا۔ یہ امام اعظم کے شاگرد خاص تھے۔ اکثر مسائل میں آپ کی تقلید کرتے تھے۔ امام سے آپ نے بہت سی حدیثیں سنیں۔ سنہ ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت یزید بن ہارون

آپ کو بیس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ فن حدیث میں امام صاحب کے شاگرد تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بہت سے لوگوں کی صحبت اٹھائی، لیکن ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ (تہذیب الکمال) ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت داؤد طائی صوفیہ ان کو مرشدِ کامل مانتے ہیں۔ علم میں یہ حال تھا کہ امام محمد بھی ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ تدوین فقہ میں امام صاحب کے شریک تھے۔ امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی (ابن خلکان)

امام زفر فقہ میں ان کا مرتبہ امام محمد کے برابر تھا۔ حدیث کے بھی امام تھے اور صاحب الحدیث کہلاتے تھے (تہذیب الاسماء) عربی النسل تھے اور قیاس مجتہدانہ میں بڑے باکمال تھے قضا کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوتے۔ ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب الاسماء نووی)

امام عبدالرزاق بن ہمام محدث ذہبی نے انہیں احد الاعلام الثقات کہاہے۔ بخاری مسلم ان کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ حضور رسالت مآب کے بعد کسی شخص کے پاس اس قدر دور دراز مسافتوں سے لوگ نہیں آئے جتنے آپ کے پاس طلب حدیث کے لیے آیا کرتے تھے۔ آپ کو امام ابوحنیفہ سے حدیث میں تلمذ تھا۔ حدیث میں ان کی تصنیف جامع عبدالرزاق کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کتاب کو علم کا خزانہ قرار دیا۔ ان کا قول تھا کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھکر کسی کو حلیم نہیں پایا۔ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۱ھ میں وفات پائی (میزان الذہبی ابن خلکان)

حضرت حفص بن غیاث بہت بڑے محدث کثیر الحدیث تھے۔ علامہ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیاہے۔ انہیں حدیثیں زبانی یاد تھیں کاغذ و کتاب پاس نہیں رکھتے تھے۔ ان سے حدیثوں کی روایت کی تعداد تین یا چار ہزار ہے امام ابو حنیفہ کے ارشدِ تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تیرہ برس کوفہ اور دو برس بغداد میں قاضی رہے پیدائش ۱۱۷ھ وفات ۱۹۶ھ ہے۔

نوٹ تدوین فقہ میں حضرت امام اعظم کے شرکا میں ابو یوسف امام محمد۔ امام زفر کے علاوہ مندرجہ ذیل فقہا بھی تھے۔

قاسم بن معن حدیث و فقہ و ادب عربی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ امام محمد بھی ان

سے استفادہ فرماتے تھے۔ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے، مگر تنخواہ کبھی نہ لی۔ ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔

اسد بن عمرو یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام اعظم کی مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد ہوا۔ علم و فضل میں کامل تھے۔ ثقہ تھے۔ بغداد کے قاضی بھی رہے۔ ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔

علی بن المسہر موصل کے قاضی تھے۔ امام سفیان نے امام اعظم کی تصنیفات انہی کے ذریعہ اطلاع پائی۔ ۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔

عافیہ بن زید کے بغیر امام ابو حنیفہ مجلس تصنیف میں کسی مسئلہ کو قلمبند کرنے سے منع فرمایا کرتے۔ علامہ ذہبی نے کہا کان من خیار القضاۃ

حضرت حبان بھی کثیر الروایت تھے۔ ابن ماجہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ ۱۷۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت مندل یہ حبان کے بھائی تھے۔ انہوں نے امام اعمش ہشام بن عروہ اور امام اعظم سے حدیثیں روایت کیں۔ نہایت متقی پرہیزگار تھے۔ ۱۶۸ھ میں انتقال فرمایا۔

چند حنفی مفسرین کے نام صاحب تفسیر مدارک، قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری جو ۱۰ جلد میں ہے، مولانا شاہ عبد العزیز، حضرت یعقوب چرخی، علامہ ابو السعود جن کی تفسیر آٹھ جلد میں ہے۔ ملا حسین کاشفی صاحب تفسیر حسینی و تفسیر جواہر (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

چند مشہور حنفی اولیاء کرام کے اسماء گرامی حضرت ابراہیم ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخی، ابو یزید بسطامی، ابو الحسن خرقانی۔ خواجہ معین الدین چشتی، داؤد طائی، عبد اللہ بن مبارک۔ وکیع بن جراح۔ فضیل بن عیاض، ابو بکر وراق، بہاؤ الدین نقشبند، مجدد الف ثانی۔ خواجہ محمد معصوم، میرزا مظہر جانجاناں، خواجہ نظام الدین دہلوی۔ خواجہ قطب الدین، خواجہ جمال الدین ہانسوی، خواجہ فرید شکر گنج، خواجہ عبید اللہ احرار، خواجہ علی رامیتنی، حضرت یعقوب چرخی، حضرت خواجہ داتا گنج بخش لاہوری، خواجہ باقی باللہ دہلوی، حضرت میاں میر لاہوری،

سید علی صابر کلیری۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی۔ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی۔ حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت امیر خسرو۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری شیخ کلیم اللہ جہان آبادی۔ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری (مصنف جواہر خمسہ) حضرت بوعلی شاہ قلندر حضرت شاہ سلیمان تونسوی۔ حضرت شاہ رکن عالم ملتانی۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی۔ حضرت شاہ نیاز بانیاز بریلوی۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی۔ حضرت شاہ سید نثار علی صاحب الوری حضرت سید مبارک علی الوری۔ حضرت میران حسین زنجانی لاہوری۔ حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی سندھ حضرت سید جلال الدین بخاری اوچ شریف۔ حضرت خواجہ غلام فرید۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت شاہ دولہ گجراتی۔ حضرت پیر بلھے شاہ قصوری۔ حضرت سید وارث علی شاہ دیوا شریف۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ـــــ ایسے کثیر تعداد میں اولیائے امت حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد تھے اور اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حنفی مذہب حق و صواب ہے۔

قارئین کرام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ جلیل القدر فقہا و علماء و تلامذہ کا یہ تذکرہ بطور نمونہ کر دیا گیا ہے۔ ورنہ امام اعظم کی خدمات ان کے مناقب اور اسلامی خدمات کے بیان کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

حدیث کی مشہور کتابیں اور چند محدثین کے مختصر حالات

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی ابن ماجہ، ابو داؤد۔ حدیث کی ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔ بخاری میں سات ہزار دو سو چھپتر احادیث (مسند) درج ہیں۔ ان کے علاوہ مسند امام احمد، دارمی، بیہقی، دار قطنی، مستدرک، طبرانی، معانی الآثار، مشکل الآثار موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب الآثار، جامع صغیر، جامع کبیر، کنز العمال، مشکوٰۃ وغیرہ بھی حدیث کی کتابیں ہیں۔

امام بخاری
۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ

نام مبارک محمدؐ، ابو عبد اللہ کنیت ہے والد ماجد کا نام اسمٰعیل ہے۔ جو چوتھے طبقہ کے معتبر محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ حدیث کے امام اور اس فن میں ایک

ممتاز حیثیت کے مالک تھے، محدثین نے آپ کو امام الدنیا امیر المومنین فی الحدیث، ناصر الاحادیث سید المحدثین کے معزز القابات سے یاد کیا ہے اور سب نے آپ کے علم و فضل کو تسلیم کیا ہے۔ کم سنی ہی میں آپ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ والدہ نے دعا کی اور خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے صبح ہوئی تو آپ کی آنکھیں روشن تھیں۔ آپ چاندنی چاندنی میں کتابیں پڑھ لیتے تھے۔ آپ نہایت خود دار تھے۔ تمام عمر امراء و سلاطین سے وظیفہ قبول نہیں کیا۔ اپنے پدر بزرگوار سے جو کچھ میراث میں ملا۔ اسی پر آخر عمر تک قناعت کی۔

امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں مع ان کے راویوں کے نام و حالات کے یاد تھیں۔ آپ نے احادیث نبوی کے حصول کے لیے متعدد سفر کیے۔ مسجد حرام میں بیٹھ کر سولہ سال کی مدت میں بخاری کو مرتب کیا۔ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے آپ زمزم سے غسل کرتے۔ مقام ابراہیم میں دو رکعت نفل استخارہ پڑھتے۔ پھر ایک حدیث قلمبند فرماتے۔

تاریخ وفات

آپ کی تاریخ ولادت صدیق ۱۹۴ مدت عمر حمید ۶۲ سنہ وفات نور ۲۵۶ کے الفاظ سے نکلتی ہے۔ آپ کی وفات کے بعد چہرہ سے جب کفن اٹھایا گیا تو مشک و عنبر کی خوشبو آنے لگی۔ آپ کی قبر سے بھی ایک عرصہ تک مشک و عنبر کی خوشبو آتی رہی۔ لوگ ان کی قبر کی مٹی بطور تبرک لے جاتے تھے۔ صدہا مشائخ کا تجربہ ہے کہ صحیح بخاری ہر مطلب کے لیے مجرب ہے۔ امام بخاری کے پاس حضور کے چند موئے مبارک تھے جن کو وہ اپنے لباس میں بطور تبرک رکھتے تھے۔

امام مسلم
۲۰۶ھ تا ۲۶۱ھ

تاریخ پیدائش ۲۰۶ھ ہجری بتاتے ہیں۔ ۵۵ سال کی عمر پاکر ۲۴ رجب ۲۶۱ھ کو انتقال فرمایا۔

امام مسلم کا پورا نام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری ہے۔ آپ عرب کے ایک مشہور قبیلے قشیر سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان خراسان کے شہر نیشاپور میں رہتا تھا۔ امام موصوف اسی شہر میں پیدا ہوتے۔ ابتدائی تعلیم وطن مالوف میں پائی۔ امام مسلمؒ بڑے متبحر عالم اور زبردست محقق

ہوئے ہیں۔ آپ نے نہایت چھان بین اور تحقیق و تدقیق کے بعد صحیح مسلم مرتب کی۔ جو کلام اللہ اور بخاری شریف کے بعد تمام کتابوں میں افضل سمجھی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد
۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ

آپ کی کتاب سنن ابی داؤد صحاح ستہ میں شامل ہے۔ ابوداؤد۔ سلیمان بن اشعث سجستانی امام بخاری اور امام مسلم کے بعد نہایت بلند پایہ محدث سمجھے جاتے تھے۔ آپ ۲۰۲ھ ہجری میں سیستان میں پیدا ہوئے اور بچپن نیشاپور میں گذارا۔ یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد ابوداؤد نے حدیث کی فراہمی کے لیے سفر اختیار کیا۔ اور خراسان، بصرہ، کوفہ، شام، مصر اور جزیرہ میں عرصہ دراز تک گھومتے رہے۔ آخرکار بصرہ میں اقامت اختیار کر کے سنن ابی داؤد مرتب کی۔ اور اپنے اُستاد احمد بن حنبل کو دکھائی۔ انہوں نے بیحد پسند فرمائی اور اس کی نہایت تعریف و توصیف کی۔ امام ابوداؤد نے بہتر یا چوہتر سال کی عمر میں ۱۶ شوال ۲۷۵ھ ہجری کو بصرہ میں انتقال فرمایا۔

امام ترمذی
۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ

ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی ۲۰۹ھ ہجری میں مقام ترمذ یا ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مختلف اسلامی ممالک کا سفر کر کے علم حاصل کیا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلم اور ابوداؤد سے بھی علم حدیث کو حاصل کیا۔ بعدہٗ "جامع ترمذی" کی ترتیب و تدوین فرمائی۔ اس کتاب پر آپ کے زمانہ کے حجاز، عراق اور خراسان کے تمام علمائے نے متفقہ طور پر ان کی تحقیق و تدقیق اور محنت و جانفشانی کی داد دی اور کتاب کو بیحد سراہا۔ جامع ترمذی بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ امام ترمذی نے ۲۰ رجب ۲۷۹ھ ہجری کو ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام ابن ماجہ
۲۰۹ھ تا ۲۷۳ھ

ابو عبداللہ یزید بن ماجہ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں ۲۰۹ھ میں عراق عجم کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ ماجہ آپ کی والدہ محترمہ کا نام تھا۔ اسی نسبت سے ابن ماجہ مشہور ہوئے۔ سنن ابن ماجہ کے مصنف ہیں۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے۔ ابن ماجہ نے عباسی خلیفہ المعتمد کے عہد میں ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ وفات پائی۔

امام نسائی
۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ

سنن نسائی کے مصنف ابو عبدالرحمٰن بن شعیب عبداللہ المامون کے عہد خلافت میں خراسان کے شہر نسا میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم شہر نسا میں حاصل کی۔ بعدہٗ مختلف دیار و امصار میں گھوم پھر کر علم حدیث اور دیگر علوم و فنون کی تکمیل کی۔ آخر کار مصر میں اگامت گزیں ہو گئے اور سنن نسائی کو مرتب کیا۔ اس کتاب کو سنن صغریٰ اور مجتبیٰ بھی کہتے ہیں۔ اور صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔

امام نسائی ۱۳ صفر یا ۱۳ شعبان ۳۰۳ھ ہجری کو فوت ہوئے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثل تھے۔ اکثر روزے رکھتے تھے۔

امام دارمی
۱۸۱ھ تا ۲۵۵ھ

ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں ۱۸۱ھ میں بمقام سمرقند پیدا ہوئے۔ آپ کی تصنیف "سنن دارمی" حدیث کی مشہور و مستند کتاب ہے۔ اس میں آپ نے پوری دیانت امانت اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ سنن دارمی میں پندرہ احادیث ایسی ہیں جن کا سلسلہ تین واسطوں سے حضور تک پہنچتا ہے

امام دارمی نے پچھتر سال کی عمر میں ۲۵۵ھ میں انتقال فرمایا۔

امام دارقطنی
۳۰۶ھ تا ۳۸۵ھ

آپ سنن دارقطنی کے جامع ہیں۔ پورا نام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی ہے ۳۰۶ھ میں شہر بغداد کے محلہ دارقطن میں پیدا ہوئے۔ اسی لیے آپ دارقطنی کے نام سے مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم بغداد میں پائی۔ بعدہٗ کوفہ، بصرہ، شام، واسط، مصر وغیرہ کا سفر کیا اور علوم و فنون کی تکمیل کی۔ امام دارقطنی کی کتاب سنن دارقطنی حدیث کی نہایت مشہور و مستند کتاب ہے۔ آپ نے اسی سال کی عمر پائی اور ۳۸۵ھ میں بغداد میں انتقال فرمایا۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔

امام بیہقی
۳۸۴ھ تا ۴۵۸ھ

پورا نام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ہے۔ آپ عباسی خلیفہ القادر باللہ کے عہد حکومت میں شہر نیشاپور کے قریب مقام بیہق میں پیدا ہوئے۔ سنہ ولادت ۳۸۴ھ ہجری ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ اس کے بعد اسلامی ممالک کے مشہور علماء اور مشائخ سے رجوع کیا۔

حدیث کا علم حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری۔ ابوطاہر محمد بن زیاد ابن فورک اور عبدالواسطی سے حاصل کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ آپ کی تصنیفات سے مسلمانوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ امام بیہقی نے ۴۵۸ھ بہتر سال کی عمر میں بمقام نیشاپور وفات پائی اور اپنے وطن بیہق میں دفن ہوئے۔



درسِ قرآن نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا!

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

(اقبالؒ)

قرآن میں نماز کی فرضیت اور تاکید

اولین پرسشِ نماز بود

نماز اسلام کا سب سے اہم واکرم فریضہ ہے۔ عبادات میں سب سے اشرف وافضل نماز ہی ہے۔ قرآن پاک میں تقریباً سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر اور اس کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے اور اس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اور اس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ پیدا ہوا اور اس کی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جس کو معراج کہتے ہیں۔

واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونو من المشرکین (روم ۴)	اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

نماز کی اہمیت حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔

قرآن پاک کی تصریح کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا، جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو اور اس کی تاکید نہ کی ہو۔ خصوصاً ملتِ ابراہیمی میں تو اس کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے، حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرتِ یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا ان سب جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا، یہ سب کے سب نماز پڑھتے تھے۔ اپنے اہل وعیال اور اپنی قوم کو نماز کا حکم دیتے تھے (دیکھو سورہ مریم ہود، انبیا، لقمان۔ ابراہیم، طٰہٰ، یونس، مائدہ، آل عمران۔

تارک صلوٰۃ کافر ہے

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے۔ سوا نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کرنا کفر ہے۔ اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروقِ اعظم، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مذہب تھا۔ بعض آئمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک اور امام نخعی کا بھی یہ ہی مسلک ہے۔ البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کرام نیز کثیر صحابہ کرام تارکِ صلوٰۃ کی تکفیر نہیں کرتے، مگر کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک تارکِ صلوٰۃ کافر ہے۔

نماز کے برکات

نبی محترم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے ہیں (۳) تمام انبیا کی سُنت ہے۔ نورِ معرفت ہے (۴) اصل جڑ ایمان ہے (۵) اجابت (قبولیت) دعا ہے (۶) باعث قبولیت ایمان ہے (۷) رزق میں برکت ہے (۸) بدن میں راحت (۹) دشمن کے لیے اوزار (۱۰) شیطان کو ناخوش کرتی ہے۔ (۱۱) ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی (۱۲) قبر میں روشنی (۱۳) نیچے بچھونا (۱۴) منکر و نکیر کے لیے جواب (۱۵) قیامت تک قبر میں مونس و غمخوار ہوگی (۱۶) روزِ قیامت اوپر سایہ کرے گی (۱۷) سر پر تاج ہوگی (۱۸) بدن پر لباس (۱۹) اور نور جو آگے آگے ہوگا (۲۰) نمازی اور دوزخ کے درمیان پردہ ہوگی (۲۱) خدا کے سامنے حجت (۲۲) میزان (ترازو) میں ثقل (بھاری) (۲۳) پل صراط سے گزاروے گی (۲۴) اور جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح و تحمید و تقدیس، تعظیم قرأت اور دعا ہے۔

(بستان العارفین مصنفہ فقیہہ ابواللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص۱۰۱)

قرآن میں نماز کے اوقات

قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور بالاجمال ذکر ہے۔ مثلاً سورہ طٰہٰ کی صرف ایک آیت سے اوقاتِ پنجگانہ کی تفصیل کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ۔ طٰہٰ۔	اور اپنے رب کی حمد تسبیح کر آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ وقت میں تسبیح پڑھا کر اور دن کے کناروں میں۔

آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے۔ ڈوبنے سے پہلے عصر ہے۔ رات کے کچھ وقت سے مراد عشا ہے اور دن کے کناروں میں ظہر و مغرب ہے۔ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیتوں سے بھی اوقات پنجگانہ کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً

(۱) اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (اسراء ۹)	زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کر۔ (یہ ظہر کی نماز ہے)
(۲) وَقَبْلَ الْغُرُوْب (ق۔ ۳)	اور غروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح کر
(۳) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (دھر ۲)	اور اپنے پروردگار کا نام لو صبح کو اور عصر کو (یہ عصر کی نماز ہوئی)
اسی کو وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی	بیچ کی نماز (سورہ بقر میں) کہا گیا ہے

کیونکہ یہ دن کی نمازوں میں ظہر اور مغرب کے بیچ میں واقع ہے۔

(۴) وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَار (ھود۔ ۱۰)	اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی کناروں میں نماز قائم کر۔

• دن کا ابتدائی کنارہ صبح اور انتہائی کنارہ مغرب ہے۔ یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔

(۵) سورۂ نور میں ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے بے آواز دیئے زنانہ مکان میں مت جایا کرو۔

مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ (نور)	اس سے نماز فجر کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے۔

(۶) پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ:۔

بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ	عشا کی نماز کے بعد

کیونکہ مسلمانوں کو عشا کی نماز کے بعد جو آرام کرنے اور کپڑے اُتار دینے کا وقت ہے کسی مسلمان کے مکان میں بلا اجازت نہ جانا چاہیئے۔ یہ بھی نماز عشا کا عملی ثبوت ہے اور یہی پانچوں اوقات نماز ہیں۔

نماز وقت کے ساتھ فرض ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ (ترجمہ) بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں حضور نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا، تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے۔ میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم ہے۔

قال صَلِّ الصَّلٰوةَ لوقتها (احمد ابن ماجہ) فرمایا تو نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا۔

حضرت سعد بن وقاص نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یہ آیت کن لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے۔

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا۔ (بزار)

خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ثَلٰثٌ مِنَ الْكَبَائِرِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَالنُّهْبَةُ۔

کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں: دو نمازیں جمع کرنا۔ جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا اور کسی کا مال لوٹنا۔

آیات و احادیث سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوا کہ ہر نماز کے لیے خاص وقت جداگانہ مقرر ہے کہ نہ اس سے پہلے پڑھنا جائز اور نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت ہے۔ (۲) ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ سفر کی حالت ہو یا حضر کی۔

وضو کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ط

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے مونہوں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں دھوؤ ٹخنوں تک

وضو کا طریقہ

نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ پہلے پاکی حاصل کرنے اور ثواب پانے کی نیت کرے اور بسم اللہ پڑھکر تین بار دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے۔ پھر تین بار کلی کرے اور مسواک کرے۔ پھر تین بار ناک میں پانی چڑھائے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے پھر تین بار منہ دھوئے کہ پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لو تک کوئی جگہ خشک نہ رہے، اگر داڑھی ہو تو خلال کرے۔ پھر تین بار دونوں ہاتھ کہنیوں تک پہلے دایاں پھر بایاں دھوئے۔ پھر نئے پانی سے دونوں ہاتھ تر کرکے پورے سر کا ایک بار مسح کرے اس طرح کہ پیشانی کے بالوں سے دونوں ہاتھوں کی تین انگلیاں پھیرتا ہوا گدی تک لے جائے اور پھر گدی سے ہتھیلیاں پھیرتا ہوا واپس لائے۔ پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کی بیرونی سطح اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔ پھر تین بار دونوں پاؤں پہلے دایاں پھر بایاں ٹخنوں تک بائیں ہاتھ سے دھوئے اور انگلیوں کا خلال کرے۔ یہ طریقہ جو بیان ہوا اس میں بعض وضو کے فرائض بعض سنتیں اور بعض مستحبات ہیں جو یہ ہیں۔

وضو کے فرائض

ان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اور یہ چار ہیں۔

(۱) منہ دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سُنتیں پہلے نیت کرنا۔ بسم اللہ پڑھکر شروع کرنا۔ دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا۔ کلی کرنا مسواک کرنا۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ داڑھی کا خلال کرنا۔ پورے سر کا مسح کرنا۔ کانوں کا مسح کرنا۔ پے در پے وضو کرنا کہ پہلا عضو سوکھنے نہ پائے۔ ترتیب قائم رکھنا ہر دھونے والے عضو کو تین بار دھونا۔

وضو کے مستحبات گردن کا مسح کرنا۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ پاک اور اونچی جگہ بیٹھنا۔ پانی بہاتے وقت اعضاء پر ہاتھ پھیرنا بغیر ضرورت دوسرے سے مدد لینا۔ دُنیا کی باتیں نہ کرنا۔ بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لینا۔ وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور یہ دُعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ۔ ترجمہ۔ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں اور اپنے صالحین بندوں میں سے کر دے۔

ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پاخانہ۔ پیشاب کے مقام سے کسی چیز کا نکلنا۔ خون۔ پیپ۔ زرد پانی کا نکل کر بدن پر بہہ جانا۔ منہ بھر قے کرنا۔ سہارا لگا کر یا لیٹ کر سو جانا۔ نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا۔ کسی وجہ سے بیہوش ہو جانا۔

چند ضروری مسائل درمیان وضو میں اگر ریح خارج ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے وضو جاتا رہتا ہے تو پھر نئے سرے وضو کرے۔ وہ پہلے دُھلے ہوئے بے دُھلے ہو گئے۔ بغیر وضو کے قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔ جُنبی کو سونے یا کچھ کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا سُنت ہے۔ خون یا پیپ نکل کر بہے نہیں تو وضو نہیں جاتا۔ اگر کسی کے زخم سے ہر وقت خون یا پیپ بہتی رہتی ہو یا ہر وقت پیشاب کا قطرہ آتا رہتا ہو یا ریاح خارج ہوتے ہوں تو ایسا شخص ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے۔ اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ وہ معذور ہے۔ جب تک وقت رہے گا یہ وضو باقی رہے گا۔

بے وضو شخص کے احکام بے وضو شخص کو قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھنا۔ زبان یا اشارہ سے ذکر و اذکار۔ درود شریف، تسبیح و تہلیل، درود و ظائف میں مشغول

رہنا، سلام کا جواب دینا اور چھینک کے جواب میں الحمد للہ کہنا یا یرحمک اللہ سے جواب دینا یا اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ذکر و تسبیح و درود شریف وغیرہ باوضو ہو کر پڑھے۔ جو شخص بے وضو ہے اس کو قرآن مجید بے غلاف یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے۔ ہاں بغیر چھوئے، زبانی یا دیکھ کر پڑھے تو حرج نہیں۔

مذی نکلنے سے وضو جاتا رہتا ہے

مذی اس لیسدار رطوبت کو کہتے ہیں جو بوقت بوس و کنار شرمگاہ سے نکلتی ہے۔ مذی کے نکلنے سے شہوت ختم نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس منی گاڑھی ہوتی ہے۔ اس میں بدبو بھی ہوتی ہے۔ جب یہ خارج ہوتی ہے تو لذت آتی ہے اور منی کے نکلنے کے بعد سکون ہو جاتا ہے۔ مذی نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مذی، ودی اور منی ناپاک ہیں۔ اور منی کے بشہوت نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

استنجا کے مسائل

مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔ ویسے صرف پانی سے استنجا کیا طہارت ہوگئی۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ڈھیلے کی کوئی تعداد معین نہیں ہے۔ کنوئیں، حوض یا چشمہ کے کنارے پانی میں خواہ بہتا ہوا مسجد یا عیدگاہ کے پہلو، قبرستان، راستہ اور جہاں وضو یا غسل کیا جاتا ہو۔ کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر یا قبلہ کی طرف پیشاب پاخانہ کرنا مکروہ ہے۔ طہارت کے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ ہونی چاہیئے۔

بواسیر کے مریض کے متعلق وضو کے مسائل

بواسیر کے مرض میں اور استحاضہ میں جو خون نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں، جو عورت کی شرمگاہ سے کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے۔ اب اگر استحاضہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وضو سے فرض نماز ادا کر سکے تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گذر جانے پر اس کو معذور قرار دیا جائے گا۔ اب وہ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں (فرض، واجب، قضا و نفل) چاہے پڑھے، اس خاص صورت میں خون آنے سے

اس کا وضو نہیں جائے گا۔ یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت پورا ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ وہ معذور ہے۔ جیسے قطرہ کا مرض ہو یا دست آنا یا ہوا خارج ہونا یا دُکھتی آنکھ سے پانی گرنا، یا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان، ناک سے ہر وقت رطوبت نکلنا کہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں۔ ان میں جب پورا وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی مگر وضو کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا تو عذر ثابت ہوا۔ ایسے لوگ ہر نماز کے لیے وضو کریں اور اس ایک وضو سے جب تک اس کا وقت موجود ہے۔ اس میں جتنی نمازیں چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

موزوں پر مسح کا مسئلہ

وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرنا کافی ہے۔ سوتی یا اُونی موزوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ ان کو اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔

مندرجہ ذیل قسم کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں۔

اوّل: پورا موزہ ہی چمڑے کا ہو۔ جو ٹخنوں کو ڈھانپ لے، یا صرف تلہ چمڑے کا ہو اور باقی حصّہ کسی دبیز چیز کا بنا ہو۔ اس پر بھی مسح جائز ہے

منعل پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی سوتی یا اونی جراب کا تلہ چمڑہ کا بنا لیا اور اس کو ساتھ ملا کر سی دیا جائے۔ حدیث میں جن جرابوں پر مسح کا ذکر ہے، اس سے ایسا ہی موزہ مراد ہے۔

مجلد پر بھی مسح جائز ہے۔ یعنی اونی یا سوتی جراب پر چمڑہ کا پائتابہ چڑھا لیا جائے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ پائتابہ جرابوں کے ساتھ سی لیا جائے اگر سیا نہیں گیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔

موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہو اور مسح موزے کی پیٹھ پر کیا جائے۔ تو اگر موزہ کے تلے یا کروٹ یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح درست نہ ہوگا (۲) جب وضو کر کے موزہ پہن لیا تو موزہ پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے (۳) جس پر غسل فرض ہو وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ (۴) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔

غسل کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط (ترجمہ) اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) خوب صاف ستھرے ہو جاؤ۔

غسل کا مسنون طریقہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے پھر استنجا کرے اور جس جگہ نجاست وغیرہ ہو اس کو دور کرے۔ پھر وضو کرے اور وضو کے بعد تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پھر تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر پھر تین مرتبہ سر پر اور سارے بدن پر پانی بہائے اور ملے اور کسی سے کلام نہ کرے۔ نہ کوئی دعا پڑھے۔ مستورات کے لیے غسل جنابت میں سر کے بالوں پر مکمل طور پر پانی بہانا ضروری نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور جڑیں تر ہو جائیں۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں غسل فرض ہے (۱) منی کا بشہوت نکلنا۔ سوتے میں احتلام ہونا۔ (۲) عورت مرد سے مباشرت کرنا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے (۴) عورت کا حیض سے فارغ ہونا (۵) نفاس ختم ہونا، یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد آنے والے خون کا بند ہونا۔

یہ غسل مسنون ہیں جمعہ کی نماز اور دونوں عیدوں کی نماز کے لیے احرام باندھتے وقت اور عرفہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

یہ غسل مستحب ہیں وقوف عرفات و وقوفِ مزدلفہ حاضریِ حرم شریف و حاضری دربار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم و شب برات و شب قدر وغیرہ کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔

غسل کے فرائض اوّل کلی کرنا۔ یعنی منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ

تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ غسل فرض میں جب تک اس طرح کلی نہ کی جائے غسل نہ ہوگا۔

دوسرے ناک میں پانی لینا یعنی دونوں نتھنوں کی جہاں تک نرم جگہ ہے کا دُھلنا ضروری ہے۔ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھانا چاہیئے۔ تاکہ بال برابر جگہ بھی دُھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل ادا نہ ہوگا۔ نیز ناک کے اندر بالوں کا دھونا بھی ضروری ہے

۔ سوئم تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا یعنی سر کے بال سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پُرزے، ہر رونگٹے، ہر بال پر پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ صرف پانی کو بدن پر چپڑ لینے سے غسل ادا نہ ہوگا۔

عورت پر صرف بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں کے سوراخ میں بھی پانی گذارنا ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص غسل فرض میں کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا بھول گیا یا جسم کا کوئی حصہ خواہ وہ بال برابر ہی ہو دُھلنے سے رہ گیا تو غسل نہ ہوگا، اس صورت میں ازسرِ نو غسل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو چیز غسل میں ادا کرنا بھول گیا ہے، اس کو ادا کرے۔ غسل پورا ہو جائے گا۔ مثلاً کلی کرنا بھول گیا ہے، تو اب کلی کر لے، غسل صحیح ہو جائے گا۔ اسی صورت میں اگر نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی بلکہ غسل کرتے وقت جو عضو دھلنے سے رہ گیا ہے اس پر پانی بہا کر دوبارہ نماز ادا کرے

جنبی مرد اور حیض و نفاس والی عورت کے احکام

غسل جنابت فی الفور واجب نہیں ہوتا۔ ہاں جب نماز کا ارادہ کر لے تو واجب ہے۔ اسی طرح اتنی دیر ہو گئی کہ نماز کا آخر وقت آ گیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ البتہ نہانے میں تاخیر نہ کرنی چاہیئے کہ حدیث میں فرمایا جس گھر میں جنب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جنابت

سے غسل نہ کرنا مرض برص پیدا کرتا ہے اور بحالتِ حیض جماع کرنے سے جذام کا خطرہ ہے مومن کے بدن پر جب تک کوئی حقیقی ظاہری نجاست مثلاً پاخانہ پیشاب وغیرہ نہ لگا ہو وہ نجس نہیں ہوتا اور اس معاملہ میں مرد عورت، کافر مسلمان، زندہ مردہ سب کا ایک حکم ہے۔

آدمی بے وضو ہو یا جنبی یہ نجاست اس کی حکمی ہے۔ لہٰذا اس کا پسینہ، لعاب دہن اور جھوٹا پاک ہے۔ جس پر غسل فرض ہے۔ اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لیے تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول اسی مسجد کے اندر ہے اور کوئی لانے والا نہیں ہے تو اس ضرورت سے تیمم کرکے جائے اور جلد سے جلد ڈول لے کر نکل آئے۔ اسی طرح مسجد میں سویا احتلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں تیمم کرکے فوراً نکل آئے، تاخیر حرام ہے۔

جس کو نہانے کی حاجت ہو (جنبی)، اس کو مسجد میں جانا۔ طواف کرنا۔ قرآن مجید چھونا۔ اگرچہ اس کا حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے یا دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگوٹھی پہننا جائز ہے جس پر حروف مقطعات ہوں، یا ایسا تعویذ یا تختی پہننا جس پر آیاتِ قرآن لکھی ہوں حرام ہے۔

جنبی کو اذان کا جواب دینا جائز ہے۔ یونہی سلام کا جواب دینا اور تسبیح و تہلیل اور درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے پڑھے اور صرف قرآن مجید کو دیکھنا اگرچہ حروف پر نظر پڑے اور الفاظ سمجھ میں آئیں اور (زبان سے نہیں) بلکہ خیال میں پڑھے جائیں حرج نہیں۔ جنبی اور بے وضو کو فقہ و تفسیر حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے، مگر جہاں کاغذ پر قرآن کریم کی آیت لکھی ہوئی ہے اس پر ہاتھ رکھنا حرام ہے۔ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اس کو بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔ جنبی کو قرآن پاک کی کتابت کرنا حرام ہے یونہی بے وضو کو بھی کتابت قرآن کریم جائز نہیں۔

حیض و نفاس والی عورت کا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کی جلد یا چولی یا حاشیہ کو ہاتھ یا انگلی کی نوک یا بدن کا کوئی حصہ ہی لگے، یہ سب حرام ہے۔

اسی طرح کرتے کے دامن یا دوپٹے کے آنچل سے یا کسی ایسے کپڑے سے جس کو پہنے اوڑھے ہوئے ہو، قرآن مجید کو چھونا حرام ہے۔ ہاں جزدان میں قرآن مجید ہو تو اس جزدان کو چھونے میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو نہ قرآن مجید کا تو جائز ہے۔ اور کرتے کی آستین، دوپٹہ کا آنچل، یہاں تک کہ چادر کا ایک کونہ مونڈھے پر ہے دوسرے کونے سے قرآن مجید کو چھونا اٹھانا حرام ہے، یہ چادر وغیرہ آدمی کے تابع ہے، جیسے چولی قرآن مجید کے تابع ہے حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید کو دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ بنانا یا ایسا تعویذ چھونا یا ایسی انگھوٹی چھونا یا پہننا جس کے نگینہ پر حروف مقطعات لکھے ہوں حرام ہے۔

حیض و نفاس والی عورت کا پسینہ اس کا جوٹھا پانی اور اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی وغیرہ پاک ہے۔

شوہر کو اپنی حائضہ بیوی سے مباشرت یعنی اس کے ساتھ سونا لیٹنا اگرچہ ایک ہی لحاف میں ہوں اور بوس و کنار جائز ہے، مگر جماع حرام ہے۔

حیض و نفاس کا بیان

حائضہ عورت کے بارے میں یہود افراط کے اور نصاریٰ تفریط کے مرتکب تھے۔ یہود زمانہ حیض میں عورتوں کو اپنے مسکون مکان سے نکال دیتے اور الگ مکان میں رکھتے اور ان کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے تھے اور نصاریٰ اس حالت میں بھی عورتوں سے صحبت کر لیتے تھے۔ صحابہ کرام نے جب اس معاملہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تو قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی۔ جس میں بتایا گیا کہ اس حالت میں صرف صحبت نہ کی جائے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے، بات کرنے، محبت و پیار سے پیش آنے میں حرج نہیں کیونکہ ان ایام میں عورت کو جو نجاست لاحق ہے وہ حکمی ہے۔

شریعت میں حیض اس خون کو کہتے ہیں۔ جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے عادۃً نکلتا ہے پھر اگر بیماری کی وجہ سے آئے تو اس کو استحاضہ اور بچہ کے پیدا ہونے کے بعد آئے تو اس کو

نفاس کہتے ہیں حیض و نفاس والی عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ حالت حیض کی نمازیں معاف ہیں مگر پاک ہونے پر روزہ کی قضا لازم ہے۔

استحاضہ اور اس کے مسائل

استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں۔ جو عورت کی شرمگاہ سے بوجہ بیماری خارج ہوتا ہے۔ اور جس رگ سے نکلتا ہے، اس کو عاذل کہتے ہیں۔ استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ اور نہ ہی ایسی عورت سے صحبت حرام ہے۔

استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی مہلت ہی نہیں ملتی کہ وضو کر کے فرض نماز ادا کر سکے۔ تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گذر جانے پر اس کو معذور سمجھا جائے گا۔ اب ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ خون آنے سے اس کا وضو نہ جائے گا۔

حیض و نفاس کی مدت

نفاس جو خون بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے اس کی کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن رات ہے اور حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ یعنی پورے ۷۲ بہتر گھنٹے۔ ایک منٹ بھی اگر کم ہے تو حیض نہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہیں اور طہر (پاکی کے دن) کی کم سے کم مدت ۱۵ دن ہے۔

دس رات دن سے کچھ زیادہ خون آیا تو اگر یہ پہلی مرتبہ آیا ہے تو یہ دس دن تک حیض ہے بعد کا استحاضہ۔ اگر پہلے حیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم کی تھی۔ تو عادت سے جتنا زیادہ ہے استحاضہ ہے اس کی مثال یوں ہے۔

(۱) ۵ دن حیض آنے کی عادت تھی۔ اب آیا دس دن۔ تو یہ دس دن حیض قرار پائیں گے۔

(۲) ۵ دن حیض آنے کی عادت تھی اب آیا ۱۲ دن۔ تو اس صورت میں ۵ دن حیض کے باقی سات دن استحاضہ کے قرار پائیں گے۔

اگر ایک حالت مقرر نہ تھی۔ کبھی چار دن کبھی پانچ دن۔ تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب حیض ہوں گے باقی استحاضہ۔

خونِ حیض کے رنگ

حیض کے چھ رنگ ہیں۔ سیاہ، سُرخ، سبز، زرد، گدلا اور مٹیالا۔ سفید رنگ کی رطوبت حیض نہیں۔ تو اگر دس دن کے اندر رطوبت میں ذرا بھی میلاپن ہے تو وہ حیض ہے اور دس دن رات کے بعد بھی میلاپن باقی ہے تو عادت والی کے لیے جو دن عادت کے ہیں حیض اور عادت کے بعد والے استحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں۔ تو دس دن رات تک حیض ہے باقی استحاضہ۔

نوٹ: یہ مسائل مختصر لکھ دیئے ہیں۔ مزید معلومات کسی عالم دین سے کر لینی چاہیئے۔ یہ مسائل اس لیے لکھے جاتے ہیں کہ نماز روزہ کا ان سے تعلق ہے۔ قرآن مجید میں بھی حیض کے متعلق مسئلہ موجود ہے۔ یہ مسائل بہر حال ان کے لیے بہت ضروری ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرض نماز روزہ کو ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ اس دورِ لادینی میں تو بعض لوگ مذکورہ بالا مسائل کا مذاق اڑاتے دکھائی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔

تیمم کا بیان

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ترجمہ: تو جب تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اسی مٹی سے اپنے موہنوں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔

اگر پانی متسر نہ ہو یا غسل و وضو کرنے سے بیماری کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے یا اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو یا جہاں مقیم ہے وہاں چاروں طرف ایک میل تک پانی ملنے کا پتہ نہ ہو، تو بجائے غسل و وضو کے تیمم کا حکم ہے۔ غسل اور وضو دونوں کے

پہلے تیمم کا طریقہ ایک ہی ہے صرف نیت میں فرق ہے کہ غسل کے تیمم کو غسل کے اور وضو کے تیمم کو وضو کے قائم مقام خیال کرے۔

تیمم کرنے کا طریقہ

پہلے نیت کرے کہ میں ناپاکی دُور کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں۔ پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے پاک مٹی یا کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو۔ ایک بار مار کر سارے منہ کا مسح کریں کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ پھر اسی طرح ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے لیکر کہنیوں سمیت مسح کریں کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

تیمم کے تین فرض ہیں

(۱) نیت کرنا (۲) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر سارے منہ پر پھیرنا (۳) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھیرنا۔

تیمم کی سنتیں

بسم اللہ کہنا۔ ہاتھوں کو زمین پر مارنا۔ انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا۔ زیادہ مٹی لگ جانے پر ہاتھوں کو جھاڑنا اس طرح کہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا۔ داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

تیمم کے ضروری مسائل

انگوٹھی۔ چھلّے۔ چوڑیاں وغیرہ پہنی ہوں تو ان کو اُتار کر یا ہٹا کر ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہو نہ پگھلتی ہو نہ نرم ہوتی ہو وُہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے اگرچہ اس پر غبار نہ ہو۔ ایسا پاک کپڑا جس میں غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے غبار اڑتا نظر آئے اس سے تیمم جائز ہے جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح پانی میسر آجائے یا مرض وغیرہ کے خطرات تھے وُہ ختم ہو جائیں تو پھر تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اگر نماز کا وقت تنگ ہو گیا کہ وضو و غسل کرے گا تو نماز قضا ہو جائے گی تو ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو یا غسل کر کے نماز دوبارہ پڑھنی لازمی ہے۔

نماز کے اوقات

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا

ترجمہ: بیشک نماز مومنوں پر وقت مقررہ میں فرض ہے

ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا چاہیئے۔ جو نماز وقت سے پہلے پڑھی جائے گی وہ بھی ادا نہ ہوگی۔ اور جو بعد میں پڑھی جائے گی وہ بھی ادا نہ ہوگی۔ بلکہ قضا ہوگی۔

فجر نماز فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہوکر آفتاب کی کرن چمکنے تک رہتا ہے صبح صادق وہ روشنی ہے جو مطلع آفتاب کے اوپر آسمان پر پھیل جاتی ہے اور اجالا ہو جاتا ہے۔

ظہر نماز ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے شروع ہوکر اس وقت تک رہتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ اصلی سایہ کے دوچند ہو جائے۔ اصلی سایہ وہ ہے جو آفتاب کے خط نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے۔

عصر نماز عصر کا وقت ظہر کا وقت ختم ہونے سے شروع ہوکر آفتاب کے ڈوبنے تک رہتا ہے بہتر یہ ہے کہ دھوپ کا رنگ زرد ہونے سے پہلے نماز ادا کرلی جائے۔ کیونکہ دھوپ کے زرد ہونے پر وقت مکروہ ہو جاتا ہے اگرچہ نماز ہو جائے گی۔

مغرب نماز مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے شروع ہوکر غروب شفق تک رہتا ہے، شفق اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً و شمالاً پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

عشاء نمازِ عشاء کا وقت غروب شفق سے شروع ہوکر طلوعِ فجر تک رہتا ہے اور نصف شب کے بعد مکروہ ہو جاتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ بڑی راتوں میں نماز مغرب کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اور چھوٹی راتوں میں تقریباً سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اذان کا بیان

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ ترجمہ اور جب تم نماز کے لیے اذان دو۔

پانچوں وقت کی نماز فرض کے لیے جس میں جمعہ بھی ہے۔ اذان سُنتِ موکدہ ہے۔ اذان وقت پر کہنی چاہیئے۔ اگر وقت سے پہلے کہدی تو دوبارہ کہی جائے۔ فرض کے علاوہ کسی اور نماز کے لیے اذان نہیں ہے۔ عورتوں کو اذان کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ بے وضو کی اذان ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی۔ اس لیے بہتر یہ ہے باوضو آذان دی جائے بلند جگہ قبلہ رو کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں ڈالکر کہی جائے۔ حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت داہنی طرف منہ کرنا اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ کرنا چاہیئے۔ اگر فجر کی اذان ہو تو حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) کہنا سُنت ہے۔

اقامت

اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے کے وقت جو تکبیر یا اقامت کہی جاتی ہے۔ اس کے الفاظ اذان کے مثل ہیں چند باتوں میں فرق ہے (۱) حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ (جماعت کھڑی ہو گئی) کہے (۲) اذان کے مقابلہ میں آواز پست ہو۔ (۳) اس کے کلمات جلد جلد کہے جائیں (۴) کانوں میں انگلیاں نہ ڈالی جائیں۔

اقامت بیٹھ کر سُنی جائے اور امام و مقتدی حی الفلاح پر کھڑے ہوں

عام طور پر رواج پڑ گیا ہے کہ وقتِ اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ یہ خلافِ سُنت اور مکروہ ہے۔ مسنون یہ ہے کہ جب مکبّر اقامت کہے تو امام و مقتدی سب بیٹھے رہیں اور جب حی علی الفلاح پر پہنچے تو کھڑے ہو جائیں۔

اجابتِ اذان و اقامت

اذان و اقامت دونوں کی اجابت مستحب ہے۔ اجابت کا مطلب یہ ہے کہ سُننے والا بھی وہی کلمات کہتا جائے۔ اور اَشْهَدُ اَنَّ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے وقت انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے اور پہلی مرتبہ —— صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور دوسری مرتبہ قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہے۔ جو ایسا کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اور اس کی آنکھوں کی روشنی کبھی نہ جائے گی۔ اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہے اور فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ کہے اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا کہے۔

ضروری مسائل آذان خارج مسجد دینی چاہیئے۔ یہی سُنّت ہے۔ مسجد کے اندر کھڑے ہو کر اذان دینا خلافِ سُنّت اور مکروہ ہے۔ جب آذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور درود شریف پڑھیں اور دعا کریں۔

مؤذن کیسا ہو بہتر یہ ہے کہ مؤذن صالح پرہیز گار ہو۔ اور ثواب کی نیت پر اذان کہتا ہو۔ خنثی، فاسق، نشہ والا، پاگل اور نہ سمجھ بچے کی اذان مکروہ واجب الاعادہ ہے حیض ونفاس والی عورت، خطبہ سُننے والے، قضائے حاجت اور جماع کرنے والے پر اذان کا جواب نہیں ہے۔ جب اذان ہو تو چاہیئے کہ اتنی دیر سب کام موقوف کر دے اور چل رہا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ اور اذان سُنے یا جواب دے۔ اگر چند اذانیں سُنے تو اس پر پہلی ہی کا جواب ہے، اگر سب کا جواب دے تو بہتر ہے۔

نماز ہر مسلمان پر فرض ہے

ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد و عورت پر پانچ وقتہ نماز عین فرض ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اور اس کا بلا عذر شرعی چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ یہ خالص عبادت بدنی ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی۔ یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ نہ اس کے بدلے زندگی میں کچھ مال بطور فدیہ دیا جا سکتا ہے۔ یہ دین کا ستون ہے۔ اس کا قائم رکھنا دین کا قائم رکھنا ہے۔ یہ سفر و حضر کسی حالت میں بھی معاف نہیں۔ اسے با جماعت ادا کرنا تنہا ادا کرنے سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز پڑھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ نمازی کا بدن، کپڑے اور نماز کی جگہ پاک ہو اور نماز کا وقت ہو گیا ہو۔ پھر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں پاؤں کے درمیان چار پانچ انگل کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور جو نماز پڑھنی ہے اس کا دل سے ارادہ کرے اور زبان سے کہنا مستحب ہے۔ مثلاً نیت کی میں نے آج کی نماز ظہر چار رکعت نماز فرض یا سُنت کی اللہ جل جلالہٗ کے لیے منہ میرا کعبہ شریف کے اگر امام کے پیچھے ہو تو کہے پیچھے اس امام کے اور دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک لے جائے اس طرح کہ ہتھیلیاں قبلہ کو ہوں اور انگلیاں نہ کھلی ہوں نہ ملی ہوئی بلکہ اپنی حالت پر ہوں۔ اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے باندھ لے اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل ہو اور نظر سجدہ کی جگہ پر رہے اور ثنا پڑھے۔

ثنا

قیام	سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
	پاک ہے تو اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے

وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

اگر جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز شروع کرے تو ثنا پڑھ کر خاموش رہے اور امام کی قرات سُنے اور اگر تنہا ہو تو ثنا کے بعد تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور کوئی صورت پڑھے۔

تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

تسمیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سورہ فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○

بڑا مہربان نہایت رحم والا قیامت کے دن کا مالک ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا

(اے اللہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہمکو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا راستہ جن پر

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ جو تیرے غضب میں مبتلا

وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ اس کے بعد امام و مقتدی آہستہ کہے اٰمِيْنَ ○

ہوئے اور نہ گمراہوں کا الٰہی قبول فرما

سُورۂ اخلاص	قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ کہو وہ اللہ ایک ہے اللہ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ بے نیاز ہے۔ نہ اُسے (کسی کو) جنا اور نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور کوئی یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ بھی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑ لے

اور اتنا جھکے کہ سر اور کمر برابر ہو جائے اور کم سے کم تین بار کہے۔

تسبیح رکوع	سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا

اگر جماعت ہو تو پھر رکوع سے اُٹھتے ہوئے صرف امام تسمیع کہے۔

تسمیع	سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ط اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف

قومہ: پھر دونوں ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور مقتدی تحمید کہے۔

تحمید	رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ط اے ہمارے پروردگار سب تعریف تیرے ہی لئے ہے

تنہا نماز پڑھنے والا تسمیع اور تحمید دونوں کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اس طرح کہ پہلے گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے پھر ناک اور پھر پیشانی خوب جمائے اور چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اور مرد بازوؤں کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو زمین پر جمے ہوئے ہوں اور کم سے کم تین بار پڑھے۔

سجدہ کی تسبیح

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ط

پاک ہے میرا پروردگار بہت بلند

جلسہ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اُٹھے کر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اُٹھیں اور بایاں قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا کر کے رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رو ہوں اور ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب رکھے کہ اُن کی انگلیاں بھی قبلہ رُخ ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا

دوسرا سجدہ اسی طرح دوسرا سجدہ کرے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔

قیام تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر اسی طرح رکوع و سجود کرے، لیکن امام کے پیچھے مقتدی بسم اللہ۔ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھے گا اور وہ خاموش کھڑا رہے گا۔

قعدہ دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا۔

تشہد

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط

تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ

کے لیے ہیں۔ سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں

اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى

اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ

عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّا

کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ

عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

جب تشہد میں کلمہ لا پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور اِلّا پہ گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر دے۔ اگر دو رکعت والی نماز ہے تو تشہد کے بعد درود شریف اور دُعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر چار رکعت والی نماز ہے تو تشہد کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے اور دونوں رکعتوں میں اگر فرض ہوں تو صرف بسم اللہ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر قاعدہ کے مطابق رکوع و سجود کرے اور اگر سُنت و نفل ہوں تو بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور سورہ بھی پڑھے لیکن امام کے پیچھے مقتدی تسمیہ اور فاتحہ نہیں پڑھے گا۔ وہ خاموش کھڑا رہے گا۔ پھر چار رکعتیں پوری کر کے بیٹھ جائے اور تشہد، درود شریف اور دُعا پڑھے اور سلام پھیر دے۔

درُود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

الٰہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور

وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صلوٰۃ بھیج جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجی

اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر بیشک

حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی

تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے الٰہی برکت دے حضرت

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو جس طرح تو نے

عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰهِیْمَ

برکت دی حضرت ابراہیمؑ کو اور حضرت ابراہیمؑ کی آل کو

اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ رَبِّ اجْعَلْنِیْ

بیشک تو تعریف کیا گیا ہے۔ بزرگ ہے۔ اے میرے پروردگار

مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ق رَبَّنَا وَ

مجھ کو نماز کا پابند بنا دے اور میری اولاد کو۔ اے ہمارے پروردگار

تَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ

میری دعا قبول فرما اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اور سارے مسلمانوں کو بخشدے اس روز جبکہ (عملوں کا) حساب ہوتے گے۔

سلام التحیات و درود وغیرہ پڑھکر
اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ۔ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت

داہنی طرف کے سلام میں داہنی طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے کہ میں ان کو سلام کہہ رہا ہوں اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کی نیت کرے اور جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت بھی کرے اور اسی طرح امام بھی دونوں طرف کے سلاموں میں فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرے اور جب تنہا ہو تو دونوں طرف کے فرشتوں کی نیت کرے۔

یہ نماز پڑھنے کا طریقہ مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گی اور کپڑے سے باہر نہ نکالے گی۔ قیام میں سینے

پر ہاتھ باندھے گی اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی۔ رکوع میں کم جھکے گی اور گھٹنوں کو جھکائے گی اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گی مگر ان کو پکڑے گی نہیں اور انگلیاں کشادہ نہ رکھے گی۔ رکوع و سجود سمٹ کر کرے گی سجدہ میں پیٹ ران سے اور ران پنڈلی سے ملائے گی اور ہاتھ زمین پر بچھا دے گی۔ التحیات میں بیٹھتے وقت دونوں پاؤں داہنی طرف یا بائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھے گی اور انگلیاں ملا کر رکھے گی۔ باقی سب کچھ اسی طرح کرے گی۔

نماز کے بعد دُعا

دُعا کرنا مسنون ہے۔ دُعا سے قبل درود شریف پڑھنا چاہیئے حضرت عمر فرماتے ہیں۔ بغیر درود کے دُعا آسمان و زمین میں معلق رہتی ہے۔

جن فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنی ہیں ان فرضوں کے بعد مختصر سی دُعا کرے اور پھر جلدی سنتیں پڑھے ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا اور باقی اذکار و وظائف سنتوں کے بعد پڑھے اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ ان کے بعد ذکر و درود پڑھنے میں حرج نہیں۔

سجدہ تلاوت

قرآن میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں۔ جن کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ مسنون طریقہ سجدہ کا یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور سبحٰن ربی الاعلی تین بار کہے۔ اس طرح کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرا سجدہ کرے۔ نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو نماز ہی میں فوراً سجدہ تلاوت واجب ہے تاخیر کرنے پر گناہ ہے سجدہ تلاوت میں نہ ہاتھ اٹھانا ہے نہ تشہد اور نہ سلام ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت بار بار پڑھی یا سنی تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

بلند آواز سے ذکر و درود

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کلمہ شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب کہ اس کے باعث کسی مریض یا نمازی کو ایذا نہ ہو اور حاضرین کو بھی ان کی خوشی پر چھوڑ دیا جائے۔ مجبور نہ کیا جائے۔ اسی طرح بلند آواز سے ذکر کرنے والوں پر بدعت وغیرہ کا فتویٰ لگانا بھی زیادتی ہے۔ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلاۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے مسلم

میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرنا حضور کے زمانہ میں مروج (جاری تھا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور کی نماز کا ختم ہونا معلوم کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ)

شرائطِ نماز

نماز پڑھنے کا طریقہ جو گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے اس میں کچھ نماز کی شرطیں کچھ فرائض کچھ واجبات اور کچھ سنتیں و مستحبات ہیں۔ نمازی کو چاہیئے کہ ان کو الگ الگ یاد کرے۔

شرائط

نماز کی چھ شرطیں ہیں۔ (۱) طہارت یعنی نمازی کا بدن اور کپڑے پاک ہوں (۲) نماز کی جگہ پاک ہو۔ (۳) ستر عورت یعنی بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے وہ چھپا ہوا ہو وہ مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کے لیے ہاتھوں، پاؤں اور چہرہ کے علاوہ سارا بدن ہے (۴) استقبال قبلہ یعنی منہ اور سینہ قبلہ کی طرف ہو (۵) وقت یعنی نماز کا وقت پر پڑھنا۔ (۶) نیت کرنا۔ دل کے پکے ارادہ کا نام نیت ہے۔ زبان سے کہہ دینا مستحب ہے۔

فائدہ ؛ نماز شروع کرنے سے پہلے ان شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

نماز کی شرائط کے متعلق ضروری باتیں

مردوں کو ایسا باریک کپڑا جس سے بدن کا وہ حصہ جس کا نماز میں چھپانا ضروری ہے نظر آئے ایسے کپڑے سے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک تہبند پہن کر نماز پڑھتے ہیں جن سے گھٹنے اور ران چمکتی ہے۔ اس طرح نماز نہیں ہوگی۔

مستورات کے لیے ستر عورت کا مطلب

نماز میں عورتوں کے لیے ہاتھ کلائی پاؤں۔ ٹخنوں تک صرف چہرہ کی ٹکلی کے سوا تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے۔ لٹکتے ہوئے بال، گردن، کان یہ بھی چھپانے چاہیئیں اگر حالتِ نماز میں کان یا چوتھائی بازو یا کوئی عضو چوتھائی بقدر ایک رکن (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہنے

کی مقدار کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ بعض عورتیں ایسا باریک دوپٹہ اوڑھتی ہیں جن سے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں جن سے اعضا چھپے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسے لباس سے ہر گز نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کو سوائے چہرے ہاتھ کلائی اور پاؤں کو ایسے کپڑے سے چھپائیں کہ بدن اور سر کے بال نظر نہ آئیں۔

قبلہ کے متعلق مسئلہ

اگر کسی کو قبلہ کی شناخت نہ ہو۔ نہ کوئی بتانے والا ہو اور نہ ہی وہ خود کسی طرح معلوم کر سکے تو اس کو جدھر قبلہ ہونا دل میں جمے اُدھر ہی منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی گئی تو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ نیت دل سے کر لینا کافی ہے۔ زبان سے لمبی چوڑی عبارت ادا کرنا ضروری نہیں نیت کا مطلب یہ ہے کہ جب نمازی سے پوچھا جائے کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو تو وہ بلا تردد بتا دے کہ ظہر کی عصر کی وغیرہ وغیرہ ہاں زبان سے کہہ لینے میں بھی حرج نہیں۔

تعداد رکعات

نام نماز	غیر مؤکدہ سنت قبل فرض	سنت مؤکدہ قبل فرض	فرض	سنت مؤکدہ بعد فرض	نفل	کل رکعتیں
فجر	×	۲	۲	×	×	۴
ظہر	×	۴	۴	۲	۲	۱۲
عصر	۴	×	۴	×	×	۸
مغرب	×	×	۳	۲	۲	۷
عشا	۴	×	۴	۲ ۳ وتر واجب	۴ دو وتروں سے پہلے دو بعد	۱۷

واضح ہو کہ فرض واجب اور سنت مؤکدہ کا ادا کرنا ضروری ہے اور سنت غیر مؤکدہ (نفل) کا ادا کرنا اختیاری ہے

اوقاتِ مکروہہ

(۱) سورج نکلتے وقت (۲) غروب ہوتے وقت (۳) استواء کے وقت کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے (۴) طلوعِ صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک سوائے دو سُنت فجر اور نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک کوئی نفل نہیں پڑھ سکتے۔ حتیٰ کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کو بھی نمازِ فجر کے بعد نہ پڑھے بلکہ جب پورا سورج نکل آئے تو پڑھے۔

نمازِ فجر کے متعلق ضروری مسئلہ

اگر کوئی ایسے وقت میں مسجد پہنچے کہ نمازِ فجر کے لیے امام کھڑا ہو گیا ہو اور یہ خیال ہو کہ سُنتِ فجر پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی۔ اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہو سکے گا تو سُنتِ فجر پڑھ لے اور اگر فرض کی جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جائے (واضح رہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو کسی نفل کا پڑھنا جائز نہیں، البتہ سُنتِ فجر پڑھ سکتا ہے۔ اور سُنتِ فجر آفتاب کے پورے نکل آنے پر پڑھے۔

نماز کے اوقاتِ مستحبہ

(۱) فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی جب خوب اُجالا ہو جائے زمین روشن ہو جائے۔ شروع کرے مگر ایسا وقت ہونا چاہیئے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ساتھ نماز ادا کر سکے پھر سلام کے بعد اتنا وقت باقی رہنا چاہیئے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو طہارت (وضو یا غسل) کر کے دوبارہ نماز پڑھی جا سکے۔ اتنی تاخیر کہ طلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے مکروہ ہے۔

(۲) ظہر و جمعہ سردیوں میں جلدی پڑھنا (اوّل وقت میں) اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا کہ دوپہر کی تیزی کم ہو جائے۔ مستحب ہے۔

(۳) عصر کی نماز ہمیشہ تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ روزِ ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ جلدی پڑھنا مستحب ہے اور عشاء کی نماز تہائی رات تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ واضح رہے کہ جلدی و تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ نمازوں کے مقررہ اوقات کے اندر تاخیر یا جلدی کی جائے۔

فرائض نماز

نماز کے فرائض سات ہیں (۱) تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا (۲) قیام یعنی سیدھا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ فرض۔ وتر۔ سنت فجر۔ عیدین کی نماز میں قیام فرض ہے۔ بلا عذر صحیح اگر یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھے گا تو نہیں ہوں گی۔ نفل نماز میں قیام فرض نہیں (۳) قرأت، مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں فرض مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں۔ (۴) رکوع کرنا۔ (۵) سجدہ کرنا (۶) قعدہ اخیرہ۔ نماز پوری کر کے آخری التحیات میں بیٹھنا (۷) خروج بِصُنعِہٖ یعنی دونوں طرف سلام پھیرنا۔ ان فرضوں میں سے ایک بھی رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ اگرچہ سجدہ سہو کیا جائے۔

فرائض نماز کے متعلق ضروری باتیں

ذیل میں نماز کے فرائض سے متعلق ضروری وضاحت کی جاتی ہے۔ کیونکہ عموماً لوگ ان کا خیال نہیں کرتے جس کی وجہ سے یا تو نماز ہوتی ہی نہیں یا پھر مکروہ تحریمہ ہوتی ہے۔

تکبیر تحریمہ یعنی نماز کے شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہنا۔ اس مسئلہ میں دو باتوں کا لحاظ بہت ضروری ہے اول یہ کہ مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے۔ اگر پہلے کہہ لے گا تو نماز نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہنا فرض ہے۔ بعض لوگ امام کو رکوع میں پا کر تکبیر کہتے ہوئے فوراً رکوع میں چلے جاتے ہیں اور جھک جاتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی۔

قیام کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے۔ یہاں بھی دو ضروری سمجھ لیجئے۔ اول یہ کہ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پاؤں پر کھڑا ہو۔ بعض لوگ ایک پاؤں تو زمین پر جما لیتے ہیں اور دوسرا اٹھا لیتے ہیں یہ مکروہ تحریمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کو دہرا

پڑھنا واجب ہے۔ دوم یہ کہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ذرا بخار، نزلہ ہوا یا کوئی معمولی سی تکلیف ہوئی لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ ایسے مریض ہوتے ہیں جو سیڑھیوں سے اُترتے ہیں مسجد تک چل کر آتے ہیں۔ راستہ طے کرتے ہیں۔ کوئی دوست مل جائے تو اس سے کھڑے کھڑے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔ مگر نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ ان کی نماز نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر بھی کھڑا ہونے کی طاقت ہے تو تکبیر کھڑے ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی دیر بھی کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے۔ پھر جب طاقت نہ رہے بیٹھ جائے (اس مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہ ہیں)

قرأت

یعنی مطلق قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے (۱) اس کا مطلب یہ ہے اتنی آواز سے پڑھے کہ ہر حرف علیحدہ علیحدہ ہو جائے (۲) اور پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی آواز سے پڑھے کہ خود اس کا نفس سُن سکے۔ اب اگر اتنی سُست آواز سے قرأت کی کہ خود بھی قرآن نہ سُن سکا نماز نہ ہوگی۔

رکوع

رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنے تک پہنچ جائیں۔ یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھا دے تاکہ سر سرین کے بالکل مقابل آجائے۔ اگر ادنیٰ درجہ کا رکوع بھی نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ ذرا سا بس جھکتے ہی سجدہ میں آجاتے ہیں۔ ان کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

سجدہ

یہ بھی فرض ہے۔ سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ ناک اور پیشانی زمین پر جم جائے۔ اگر صرف پیشانی یا ناک کی نوک زمین پر رکھی تو نماز نہ ہوگی۔ ایک بہت ضروری مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ کا زمین سے لگ جانا شرط ہے اور چھ انگلیوں کے پیٹ کا لگنا واجب اور دسوں کا سُنت مؤکدہ ہے۔ اب اگر ایک انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگا نماز قطعاً نہ ہوئی اور اگر چھ انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا واجب چھوٹ گیا۔ نماز مکروہ تحریمہ ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ کو عوام وخواص کی اکثریت بھول چکی ہے۔ احتیاط کیجیے۔

سجدہ کے ضروری مسائل

سجدہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ زمین کی سختی ناک اور پیشانی کو محسوس ہو۔ اب اگر کسی نرم چیز گھاس، ردئی، بُردار قالین پر سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دوبارہ دبانے سے اور نہ دبے گی سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں۔ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا کہ ماتھا خوب جم گیا، سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں۔ اسی طرح ایسی جگہ پر سجدہ نہیں ہو سکتا جو جگہ قدموں کی جگہ سے بارہ انگل سے زیادہ اُونچی ہو۔

قعدہ اخیرہ

یعنی نماز کی تمام رکعتوں کے بعد اتنی دیر بیٹھ جانا کہ پوری التحیات رسولہٗ تک پڑھ لی جائے فرض ہے۔

خروج بصنعہ

یعنی اپنے کسی فعل کے ذریعہ نماز سے باہر آنا۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں ترک جماعت جائز ہے

سخت سردی، سخت تاریکی، سخت بارش، راستہ میں شدید کیچڑ، آندھی، چوری ہونے کا خوف، کسی دشمن یا ظالم کا خوف، پاخانہ پیشاب کی شدید حاجت، بھوک کی حالت میں کھانا سامنے آجانا، تیمارداری، ان سب صورتوں میں تندرست لوگوں کو بھی ترک جماعت کی اجازت ہے۔ اور عورت بیمار اپاہج لنگڑا لولا بہت بوڑھا کو بھی ترک جماعت جائز ہے۔

قضا نمازیں

جو نماز وقت پر نہ پڑھی جائے وہ قضا ہے اور بلا عذر شرعی نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے قضا کرنے والے پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے۔ فرض کی قضا فرض، واجب کی قضا واجب اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے۔ جیسے فجر کی سنتیں، جبکہ فرض بھی فوت ہو گیا ہو اور ظہر کی پہلی سنتیں جبکہ ظہر کا وقت باقی ہو۔ قضا کے لیے کوئی وقت معین نہیں جب پڑھیگا بری الذمہ ہو جائے گا۔ ہاں طلوع وغروب اور زوال کے وقت جائز نہیں مگر چاہیئے کہ قضا نمازیں جلدی پڑھ لے تاخیر نہ کرے۔ ظہر اور جمعہ کی وہ سنتیں جو فرض سے پہلے ہیں اگر رہ جائیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لے اور فجر کی سنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد ظہر سے پہلے پہلے پڑھ لے تو بہتر ہے۔ جنون یا

بیہوشی اگر پورے چھ وقت کی نمازوں تک رہے تو ان نمازوں کی قضا نہیں۔

نماز کے واجبات

تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں ایک بار پوری الحمد پڑھنا۔ اس کے بعد فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و سنت و نفل کی ہر رکعت میں چھوٹی سورۃ یا تین چھوٹی آیتیں یا وہ ایک آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا۔ قومہ یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔ قعدہ اولیٰ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا۔ دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ پڑھنا۔ امام جب قرأت کرے بلند آواز سے یا آہستہ تو اس وقت مقتدی کا چپ رہنا سوائے قرأت کے تمام واجبات میں امام کی متابعت کرنا۔ ترتیب قائم رکھنا۔ تمام ارکان سکون و اطمینان سے ادا کرنا۔ امام کو فجر۔ مغرب۔ عشاء۔ جمعہ۔ عیدین، تراویح اور رمضان کے وتروں میں آواز سے قرأت کرنا، ظہر اور عصر میں آہستہ قرأت کرنا، عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں زائد کہنا۔

نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ سجدۂ سہو نہ کرنے اور قصداً ترک کرنے سے نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

نماز کی سنتیں

تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔ ہتھیلیوں کا قبلہ رخ ہونا۔ امام کا نماز کی تمام تکبیروں کو بلند آواز سے کہنا۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ ثنا۔ تعوذ۔ تسمیہ آہستہ پڑھنا۔ فاتحہ کے بعد آہستہ آمین کہنا۔ ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے وقت تکبیر کہنا۔ ہر رکعت کے اول میں آہستہ بسم اللہ پڑھنا۔ فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھنا۔ رکوع و سجود میں تین

بار تسبیح پڑھنا رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا اور ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑنا کہ انگلیاں کھلی رہیں اور سر اور کمر برابر ہو جائے۔ رکوع سے اٹھتے وقت امام کا سمع اللہ لمن حمدہٗ اور مقتدی کا ربنا لک الحمد کہنا (تنہا نماز پڑھنے والا دونوں کہے) سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا اور اُٹھتے ہوئے اس کا برعکس کرنا۔ بازو کروٹوں سے اور پیٹ رانوں سے جُدا رکھنا (مگر جب صف میں ہو گا تو بازو کروٹوں سے جُدا نہ ہوں گے) کلائیاں زمین سے اونچی رکھنا اور انگلیوں کا قبلہ رُو ہونا اور ملی ہوئی ہونا۔ دونوں سجدوں کے درمیان داہنا قدم کھڑا کر کے اور بایاں قدم بچھا کر اس پر بیٹھنا ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا۔ سجدہ میں دونوں پاؤں کی تمام انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا اور قبلہ رو ہونا تشہد میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا یوں کہ لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھدے اور سب انگلیاں قبلہ رو سیدھی کر دے۔ تشہد کے بعد درود شریف اور کوئی دعائے مسنونہ پڑھنا سلام دو بار کہنا پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔ امام کا بلند آواز سے سلام کہنا دوسرا پہلے کی نسبت کچھ آہستہ کہنا۔ ان سنتوں میں سے اگر کوئی سُنت سہواً رہ جائے یا قصداً ترک کی جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ ہاں قصداً چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

نماز کے مستحبات

دو قدموں کے درمیان بقدر چار انگشت کے فاصلہ چھوڑنا۔ رکوع و سجدوں میں تین بار سے زیادہ پانچ یا سات بار تسبیح کہنا۔ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر رکوع میں دونوں پاؤں کی پشت پر سجدہ میں ناک کے سرے پر قعدہ میں اپنی گود پر سلام میں اپنے شانوں پر نظر رکھنا۔ جمائی کے وقت منہ بند رکھنا اگر کھل جائے تو ہاتھ کی پشت سے ڈھکنا۔

مفسداتِ نماز

بھول کر یا قصداً کسی سے بات کرنا کسی کو قصداً یا سہواً سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا کسی

کی چھینک کا جواب دینا۔ امام کی بھول پر بیٹھ جا کہنا، اللہ تعالیٰ کا نام سُن کر جل جلالہٗ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُنکر درود شریف بقصد جواب پڑھنا اور اگر بقصد جواب نہ ہو تو حرج نہیں۔ اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا۔ درد یا مصیبت کی وجہ سے آہ، اُف وغیرہ کہنا اور اگر بے اختیار مریض وغیرہ سے آہ، اوہ نکلی معاف ہے۔ نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیرنا، اگر بھول کر پھیر دیا تو حرج نہیں۔ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے۔ نماز میں قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا، اچھی بُری خبر سُنکر کچھ کہنا۔ قرات یا اذکارِ نماز میں سخت غلطی کرنا۔ اگر نمازی کو کسی نے ایک دم بقدر تین قدم کے کھینچ لیا یا دھکیل دیا۔ منہ کو قبلہ سے پھیرنا، پے در پے تین بال اپنے جسم کے کسی حصہ سے اکھیڑنا۔ ایک رکن میں (مثلاً سجدہ یا رکوع یا قیام میں) تین بار اس طرح کھجانا کہ کھجا کر ہاتھ اٹھا لیا، پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹا لیا۔ نماز فاسد ہو گئی اور اگر جسم کے ایک حصہ پر ہاتھ رکھکر چند مرتبہ کھجایا مگر ہاتھ اس حصہ جسم سے علیحدہ نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ قرآن مجید ایسا غلط پڑھنا کہ معنی بدل جائیں۔ کچھ کھانا پینا۔ ہاں دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی اس کو نگل گیا اگر چنے کے برابر ہے نماز فاسد ہو گئی اور اگر چنے سے کم ہے تو فاسد نہ ہوئی مکروہ ہوئی۔ بلاعذر سینہ کو قبلہ سے پھیرنا، بچہ کا عورت کی چھاتی چوسنا اور دودھ نکل آنا۔ عورت نماز میں تھی مرد کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا۔ ان مفسدات میں سے کسی مفسد کے ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دوبارہ پڑھنی چاہیئے۔

نماز کے مکروہات تحریمیہ

کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لیے ہو۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھا لینا۔ انگلیاں چٹخانا۔ انگلیوں کی قینچی باندھنا۔ یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔ کسی کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔ الٹا قرآن مجید پڑھنا امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود وغیرہ میں جانا۔ قبر کا سامنے ہونا اس طرح کہ درمیان میں کوئی

چیز حائل نہ ہو اگر بقدر سترہ کوئی چیز حائل ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبر دائیں یا بائیں ہے تو کچھ کراہت نہیں۔ کپڑے یا داڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا۔ کمر پر ہاتھ رکھنا۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو۔ نماز پڑھتے وقت اِدھر اُدھر منہ پھیر کر دیکھنا۔ کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض تشہد یا سجدوں کے درمیان میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینہ سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا۔ مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا۔ سجدہ میں بلا وجہ کنکریاں ہٹانا۔ کسی واجب کو ترک کرنا۔ رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا۔ یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا۔ قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا یا رکوع میں قرأت ختم کرنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا۔ یہ مکروہات اگر نماز میں پائے جائیں تو نماز ناقص مکروہ تحریمہ ہوتی ہے اس نماز کو دوبارہ پڑھ لینا ضروری ہے۔

فائدہ: بحالتِ نماز مکھی یا مچھر کو پکڑ کر مسل دینا جائز ہے۔ بضرورت ایک یا دو ضرب سے، سانپ یا بچھو کو مار دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز توڑنے کے اعذار

سانپ وغیرہ کے مارنے کے لیے جبکہ ایذا کا اندیشہ ہو۔ کوئی جانور بھاگ گیا۔ اس کو پکڑنے کے لیے نقصان کا خوف ہو مثلاً دودھ اُبل جائے گا۔ گوشت ترکاری روٹی جل جائے گی۔ چور کوئی چیز اٹھا کر لے بھاگا۔ گاڑی چھوٹ رہی ہو۔ اجنبی عورت نے چھو دیا ہو۔ پیشاب پاخانہ کی شدید حاجت ہو۔ کوئی مصیبت زدہ فریاد کر رہا ہو یا کوئی ڈوب رہا ہو یا آگ میں جل رہا ہو یا اندھا، اوگیر وغیرہ کنوئیں میں گرا چاہتا ہو ان سب صورتوں میں نماز توڑ دینے کی اجازت ہے بلکہ پچھلی صورتوں میں واجب ہے جبکہ بچانے پر قادر ہو۔

سجدۂ سہو کا بیان

جب نماز کا کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے یا کسی فرض کو مکرر کیا جائے مثلاً رکوع دو مرتبہ کرے نماز کے فرض یا واجب میں زیادتی ہو جائے مثلاً قعدہ اوّل میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم ہے

امام کے سہو سے مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، لیکن اگر مقتدی سے سہو ہو جائے تو مقتدی کو سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ وہ امام کے تابع ہے۔ امام سہو کرنے لگے تو مقتدی سبحان اللہ کہہ کر امام کو یاد دلا دے۔ اگر امام سہو سے لوٹ آئے تو بہتر ورنہ مقتدی امام کی اتباع کرے اور آخر میں امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے۔

سجدہ سہو کا طریقہ. قعدۂ اخیر میں تشہد اور درود پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے۔ اس کے بعد پھر تشہد، درود اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے۔

نماز وتر

نماز وتر واجب ہے۔ اگر یہ چھوٹ جائے تو اس کی قضا لازم ہے۔ اس کا وقت عشا کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آخر رات میں تہجد کے ساتھ پڑھی جائے، لیکن جس کو خوف ہو کہ اٹھ نہیں سکے گا وہ عشا کی نماز کے ساتھ سونے سے پہلے پڑھ لے اس کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا جائے اور تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے تیسری رکعت میں بسم اللہ سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ باندھ لے اور دعائے قنوت آہستہ پڑھے۔ اس کا پڑھنا واجب ہے۔

دُعائے قنوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں

وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ

اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ

عَلَيْكَ وَنُثْنِیْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ

رکھتے ہیں اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں

وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ

اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اُس

يَّفْجُرُكَ ۚ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ

شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے

نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَ

ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور

نَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی

خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب

عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ

سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے

جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے وہ یہ پڑھے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اگر دعائے قنوت پڑھنی بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو واپس نہ لوٹے بلکہ سجدہ سہو کرے۔

جماعت و امامت کا بیان

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ترجمہ۔ اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرو۔ نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، بلاعذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار ہے اور ترک کا عادی گنہگار۔ جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سُنتِ کفایہ کہ محلہ کے چند لوگوں نے قائم کرلی تو سب کے ذمے سے ساقط ہو گئی اور اگر کسی نے قائم نہ کی تو سب نے بُرا کیا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہے۔

امام صحیح العقیدہ اہل سُنت و جماعت، پرہیزگار، پابند شریعت صحیح قرآن پڑھنے والا اور نماز و طہارت کے مسائل زیادہ جاننے والا ہونا چاہیئے۔ بدعقیدہ اور فاسق معلن جیسے شرابی، زناکار، سود خوار، چغلخور، داڑھی منڈانے یا حدِ شرع سے کم رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ عورت کی امامت مکروہ ہے۔ ولد الزنا، کوڑھی برص والے اور فالج زدہ ——— کی امامت مکروہ تنزیہی ہے جب کہ کوئی اور اُن سے بہتر ہو۔ ورنہ نہیں۔ اندھے کی امامت بلا کراہت جائز ہے

جبکہ وہ طہارت وغیرہ کا خیال رکھتا ہو۔ جو قرأت غلط پڑھتا ہو، جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو۔ یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ضروری امر کا منکر ہو۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدید مکروہ تحریمہ ہے، کہ انہیں امام بنانا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھر پڑھنا واجب۔

نماز کے متعلق بعض اہم و ضروری مسائل

فرض سُنتِ مؤکدہ وتر اور نفل پڑھنے کے طریقہ کے متعلق ضروری وضاحت

(۱) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ کسی سورۃ یا آیۃ کا پڑھنا واجب ہے۔ تیسری اور چوتھی میں صرف الحمد شریف پڑھنا افضل ہے اور الحمد شریف کے ساتھ سورۃ کا ملانا یا خاموش رہنا مکروہ ہے اور اگر الحمد کے ساتھ سورۃ بھی ملالی تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔

(۲) چار رکعتی فرض کے پہلے قعدہ میں التحیات صرف عبدہ و رسولہ تک پڑھنی چاہیئے۔ اس سے زیادہ پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(۳) وتر سُنت مؤکدہ اور محض نفل نماز خواہ وہ چار رکعت ہوں یا دو رکعت۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ کسی سورۃ یا آیت کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر ترک کیا تو سجدہ سہو لازم ہے۔

(۴) چار رکعتی سُنت مؤکدہ کے قعدہ اولیٰ میں التحیات عبدہ و رسولہ تک پڑھکر تیسری رکعت کے لیے فوراً کھڑا ہو جانا چاہیئے۔

(۵) سُنت غیر مؤکدہ چار رکعتی جیسے عشاء سے پہلے کی چار رکعت کے پہلے قعدہ میں بھی پوری التحیات اور درود و دُعا وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے اور تیسری رکعت میں ثناء، تعوذ، بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ پڑھنی چاہیئے۔

اقتدا کے مسائل

مقتدی اور امام کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہو جس میں بیل گاڑی جا سکے یا بیچ میں نہر ہو تو اقتدار صحیح نہیں۔ عید اور جمعۃ الوداع کے موقع پر لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ ان کی اقتدار صحیح نہیں ہوتی۔

تصویر کے احکام

جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ یونہی نمازی کے سر پر یعنی چھت میں ہو یا معلق ہو یا محل سجود میں ہو کہ اس پر سجدہ واقع ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی یونہی نمازی کے آگے یا داہنے یا بائیں تصویر کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ پس پشت ہونا بھی مکروہ ہے

تصویر کے مٹانے میں صرف چہرہ کا مٹانا کراہت سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ اگر آنکھ یا بھوں یا ہاتھ پاؤں جدا کر لیے گئے تو اس سے کراہت رفع نہ ہوگی۔

تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہوئی ہو تو نماز میں کراہت نہیں۔ تصویر والا کپڑا پہنے ہوئے ہے مگر اس پر کوئی دوسرا کپڑا اور پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔

سترہ کے مسائل

(۱) ہاتھ میں کوئی ایسا آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمن کو دفع کر سکے مستحب ہے (۲) امام و منفرد صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں، جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں (۳) امام کا سترہ مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ اور سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو یا زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر سترہ نصب کرنا ممکن ہو تو کوئی چیز آڑی رکھدے۔ یہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ دے۔ غرضیکہ جو چیز بھی آڑ بن سکے وہ سترہ کے کام آسکتی ہے۔ مثلاً لکڑی، پتھر۔ درخت —— سترہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اب سترہ کے آگے سے گذرنا جائز ہو جاتا ہے —— اور اگر کسی نے بلا سترہ شارع عام پر نماز پڑھی اور عورت مرد، جانور وغیرہ آگے سے گزرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

سونے پیتل کی انگوٹھی

سونے، پیتل، تانبے، لوہے کسی بھی دھات کی انگوٹھی، ریشمی کپڑے

پہن کر نماز پڑھنا مرد کے لیے مکروہ تحریمہ ہے۔ مستورات کو چاندی سونے کے علاوہ کسی بھی دھات پیتل، تانبا، لوہا (رولڈ گولڈ) کا زیور پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے (مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی پہننا جائز ہے)

قہقہہ سے نماز و وضو

بحالت نماز قہقہہ لگانا: نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ قہقہہ یہ ہے کہ اتنی آواز سے ہنسا جائے کہ خود بھی سنے اور ساتھی کو بھی آواز سنائی دے۔

اگر شمار رکعت میں شک ہو تو کیا کرے

(۱) جس کو شمار رکعت میں شک ہو مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل منافی نماز کر کے توڑ دے اور اس نماز کو از سر نو پڑھے۔

(۲) اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ بیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر گمان غالب کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے۔

(۳) اگر کسی نے چار رکعت پڑھ کر قعدہ آخرہ کر لیا۔ پھر پانچویں کے لیے کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت پڑھکر اس نے سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ پانچ پڑھی ہیں اور سجدہ سہو کر لیا (چھٹی رکعت اور نہیں پڑھی) فرض ادا ہو گئے مگر پانچویں رکعت بوجہ ایک ہونے کے لغو ہو گئی۔ اس صورت میں یہ چاہیئے کہ جب بقدر تشہد قعدہ آخیرہ کر چکا ہے اور پانچویں کے لیے کھڑا ہو گیا ہے اور پانچویں کا سجدہ کر لیا ہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے تاکہ چار فرض اور دو نفل ہو جائیں اور پانچویں بوجہ ایک ہونے کے لغو نہ ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو رکعتوں کے شمار میں شک ہو تو تحری کرے۔ مثلاً یہ شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین پر تو یقین ہوا، چوتھی میں شک ہے تو تین کو

اختیار کرے اور چوتھی اور پڑھ لے یا مثلاً دو پڑھی ہیں یا تین، تو دو پر تو یقین ہے لہٰذا دو اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کرے۔

اور اگر گمان غالب نہ ہو تو کم کی جانب کو اختیار کرے۔ مثلاً تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے، اور اگر دو اور تین میں شک ہو تو دو علیٰ ہذا القیاس تیسری اور چوتھی دونوں میں قعدہ کرے کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کر کے سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔

فائدہ: گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں مگر جبکہ سوچنے (تحری) میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ نیز سجدہ سہو آخر صلوٰۃ میں کیے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر دورانِ نماز میں کوئی اور غلطی ہو جائے تو اس کی تلافی بھی ایک ہی سجدہ سے ہو جائے۔

تشہد میں انگلی اٹھانا

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ۔ جب لا پر پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھہ کا سرا ملا کر حلقہ بنایئے اور چھنگلیاں اور اس کے پاس والی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا دیجئے اور لا کے لفظ پر کلمہ کی انگلی اٹھایئے مگر اس کو حرکت نہ دیجئے اور لا کے لفظ پر گرا دیجئے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لیجئے —— لا پر کلمہ کی انگلی اُٹھانا مسنون ہے اور اس میں حکمت یہ ہے لا الٰہ سے ہر معبود کی نفی ہوتی ہے تو زبان سے ابھی الا اللّٰہ نہیں کہا کہ کلمہ کی اُٹھا کر عمل سے ایک اللّٰہ کے وجود کا اثبات کر دیا کیا خبر کہ لا الٰہ پر پہنچتے ہی جان نکل جائے اور زبان سے الا اللّٰہ کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

مسبوق التحیات میں کلمہ شہادت کی تکرار کرے

مسبوق وہ شخص ہے جو امام کے ساتھ ایک یا دو یا تین رکعت پڑھ لینے کے بعد نماز میں شامل ہوا۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ جب امام قعدہ اخیرہ میں ہو (ظاہر ہے کہ امام التحیات اور درود دعا پڑھ کر سلام پھیرے گا) تو مسبوق کو چاہیئے کہ التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس رفتار سے پڑھے کہ امام جب پوری التحیات درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے تو یہ ابھی عبدہٗ و رسولہٗ تک پہنچا ہو۔

لیکن اگر ایسا نہ کر سکا۔ یعنی باوجود ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھ لی ہے تو آب آگے نہ پڑھے بلکہ کلمۂ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کو (امام کے سلام پھیرنے تک) بار بار پڑھتا رہے اور جب امام سلام پھیر دے تو کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کر لے ـــــ یہ اس لیے کہ فرض نماز کے درمیانی قعدہ میں صرف التحیات عبدہٗ ورسولہٗ تک ہی پڑھی جاتی ہے اور یہ قعدہ (اگرچہ امام کا آخری قعدہ ہے، مگر مسبوق کا درمیانی قعدہ ہی سمجھا جائے گا۔

مسجد کے احکام

قرآن مجید میں فرمایا مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (سورہ) مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب ۲۵ درجہ زیادہ ہے (بخاری) مسجد کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ ناپاک تیل مسجد میں جلانا۔ یا نجس گارا مسجد میں لگانا، مسجد میں کلی کرنا وہاں تھوکنا۔ ناک صاف کرنا۔ مسجد کی چھت پر پاخانہ پیشاب کرنا، مسجد کو راستہ بنانا، مسجد میں سوال کرنا اور سوالی کو کچھ دینا۔ مسجد میں (سوائے معتکف اور پردیسی کے) کھانا پینا سونا۔ کچا پیاز لہسن یا کوئی بدبودار چیز کھا کر جانا بیع وشرا کرنا دُنیا کی باتیں کرنا۔ آواز بلند کرنا مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر کپڑے سینا۔ اپنی دکان کا حساب کتاب مسجد میں کرنا۔ ناجائز و ممنوع ـــــ مسجدیں اللہ کی عبادت ذکر وفکر تسبیح و تہلیل، وعظ و تذکیر تلاوتِ قرآن اور اعتکاف کے لیے ہیں۔ مسجد میں دینی تعلیم کی کتابیں پڑھانا۔ وعظ کی مجالس قائم کرنا جائز ہے۔

قصداً قبلہ کی طرف پاؤں کرنا مکروہ ہے

خواہ جاگتے میں ہو یا سوتے میں قبلہ کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ بوقت استنجا قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا بھی منع ہے۔

نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں جو کچھ گناہ ہے اگر گذرنے والا جانتا ہو تو چالیس برس تک کھڑے رہنے کو یا سو برس تک کھڑے رہنے کو یا زمین میں دھنس جانے کو نمازی کے آگے سے گذرنے سے بہتر جانتا۔

نمازِ مریض کا بیان

فرض نماز۔ سُنت موکدہ اور واجب وتر بلاعذر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے۔ کیونکہ قیام نماز میں فرض ہے ہاں اگر عذر ہو تو پھر بیٹھ کر لیٹ کر حتیٰ کہ اشارے سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

بیمار بیٹھکر، لیٹ کر، اشارہ سے جیسے ممکن ہو نماز پڑھے

جو شخص بوجہ بیماری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں اور قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔ مثلاً کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا یا سخت چکر آتا ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت شدید ناقابل برداشت درد پیدا ہو جاتا ہے یا بوجہ کمزوری کھڑا ہو ہی نہیں سکتا تو ان سب صورتوں میں بیٹھکر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھے۔

- اگر مریض بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے نماز ادا کرے۔ خواہ داہنی یا بائیں کروٹ پر لیٹ کر قبلہ کو منہ کر کے پڑھے۔ خواہ چت لیٹ کر قبلہ کو پاؤں کرے، مگر پاؤں نہ پھیلائے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھکر اونچا کر لے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور یہ صورت یعنی چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے۔

- اگر مریض قبلہ کی طرف مُنہ نہ اپنے آپ کر سکتا ہے نہ دوسرے کی مدد سے قبلہ کی طرف مُنہ کر سکتا ہے تو جس طرف بھی منہ ہو سکے اشارہ سے نماز پڑھ لے اور صحت کے بعد اس نماز کا اعادہ نہیں۔

فائدہ: بیٹھ کر پڑھنے میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ مریض کو جس طرح آسانی ہو اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھے۔ البتہ دوزانو بیٹھنا آسان ہو تو دوزانو ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

• اگر مریض بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ دوران نماز قیام پر قادر ہو گیا تو اب بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ کیونکہ عذر جاتا رہا ہے اور قیام فرض ہے اور اگر سر کے اشارہ سے بھی نماز پر قادر نہیں تو نماز ساقط ہے بعد صحت قضا کرے۔

• امام اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو اس کی اقتدا میں صحیح و تندرست مقتدی کھڑے ہو کر ہی نماز ادا کریں کیونکہ عذر امام کو ہے۔ مقتدیوں کو نہیں ہے۔

• آنکھ بنوائی اور ڈاکٹر نے لیٹے رہنے کا حکم دیا ہے تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ مریض کے نیچے جو بچھونا ہے اگر صورت یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے ناپاک ہو جائے گا تو اسی پر نماز پڑھ لے اور اگر بدلنے میں شدید تکلیف ہو گی تو بھی اسی نجس ہی پر نماز پڑھ لے۔

مسافر کی نماز

مدتِ مسافت ۴۸ میل ہے یعنی جو شخص مذکورہ بالا مسافت کے سفر کا ارادہ کر کے بستی یا شہر کی حدود سے باہر ہو وہ مسافر ہے۔ ایسا شخص اس وقت تک مسافر قرار پائے گا۔ جب تک اپنے شہر واپس نہ آ جائے اس پر واجب ہے کہ فقط فرض نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے۔ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اگر سہواً یا قصداً چار پڑھے اور دو کے بعد قعدہ کرے تو فرض ادا ہو جائیں گے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہو جائیں گے مگر قصداً چار پڑھنے والا سخت گنہگار ہے۔ اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو چار ہی پڑھے گا۔ اور اگر مقیم مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو امام کے سلام کے بعد وہ اپنی دو رکعتیں پوری کرے گا مگر ان دو رکعتوں میں فاتحہ نہیں پڑھے گا بلکہ بقدر فاتحہ خاموش کھڑا رہے گا اور باقی معمول کے مطابق ادا کرے گا۔ مسافر جب تک واپس اپنی بستی میں نہ آئے مسافر ہے اور جس شہر یا بستی میں جائے اگر وہاں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو قصر پڑھے۔ اگر پندرہ روز یا زیادہ رہنے کی نیت ہو تو پوری پڑھے۔

نمازِ جمعہ کا بیان

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (تمہیں) نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کی ذکر کی طرف دوڑو اور کاروبار چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

جمعہ کی نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ موکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے جمعہ کی نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اس کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ حنفی مذہب میں جمعہ دیہات میں فرض نہیں۔ دیہاتی ظہر با جماعت پڑھیں۔ اگر دیہات میں جمعہ ہوتا بھی ہو تو بھی ظہر پڑھنا فرض ہے جمعہ کی دو رکعت نفل ہو جائے گی۔

فضائلِ جمعہ

جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے سلسلہ میں چند حدیثوں کے خلاصے یہ ہیں۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اللہ کے نزدیک عید الضحیٰ و عید الفطر سے بھی اعظم ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اسی میں ان کو زمین پر اُتارا۔ اُسی دن ان کو وفات دی۔ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس وقت جس چیز کا سوال کرے وہ اسے عطا فرمائے گا۔ جب تک حرام کا سوال نہ کرے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی (احمد ابن ماجہ) (۲) جمعہ مسکینوں کا حج ہے (ابن عساکر) (۳) جمعہ کے دن نیکی کرنے کا ثواب دُگنا ملتا ہے (طبرانی) (۴) جمعہ کے دن مرنے والا فتنۂ قبر سے محفوظ ہے (ترمذی و احمدی) (۵) جمعہ گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (ابن ماجہ) (۶) جمعہ افضل الایام ہے۔ اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی میں انتقال کیا۔ نفخہ و صعقہ بھی اسی میں ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (نسائی و ابن ماجہ)

(۷) جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو کہ یہ دن مشہود ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں (ابن ماجہ) (۸) جمعہ کے دن وضو وغسل کرنا ومسواک کرنا، ناخن ترشوانا، اچھے ستھرے کپڑے پہننا، عمامہ باندھنا۔ تیل وخوشبو لگانا مستحب ہے (طبرانی۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ موطا امام محمد)

جمعہ کے ترک پر وعید

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لیے نہ آیا۔ پھر دوسرے جمعہ سُنی اور نہ آیا۔ اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا تو اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے۔

طبع علی قلبہ فجعل قلب منافق | اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنادیا جاتا ہے

(۲) جو مسلمان تجارت میں مشغول رہنے کی وجہ سے جمعہ سے بے پروائی کرے اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے نیازی برتے گا۔

شرائط جمعہ

جمعہ کی نماز کے لیے چند شرطیں ہیں کہ ان کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو جمعہ نہ ہوگا۔ جس جگہ کوئی شرط مفقود ہو وہاں ظہر کی نماز پڑھی جائے گی (۱) شہر ہو یا شہر کے قائم مقام وہ گاؤں ہو جو اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو (۲) وقت ظہر کا ہو (۳) نماز سے پہلے خطبہ ہو (۴) جماعت ہو کہ بلا جماعت جمعہ نہ ہوگا (۵) عام اجازت ہو یعنی وہ جگہ ایسی ہو کہ ہر مسلمان کو بلا تفریق وہاں آنے کی اجازتِ عام ہو۔

جن پر جمعہ فرض ہے

ہر مسلمان مرد جو آزاد، بالغ، عقلمند، تندرست اور مقیم ہے اس پر جمعہ فرض ہے۔

جن پر جمعہ فرض نہیں

عورت۔ غلام و قیدی۔ نابالغ۔ مخبوط الحواس۔ بیمار، اپاہج۔ تیماردار۔ مسافر۔ جس کو کسی کا خوف ہو جس کو کسی نقصان کا صحیح اندیشہ ہو ان پر جمعہ فرض نہیں۔ ہاں اگر مسافر، مریض اور عورتیں نماز میں شریک ہو جائیں تو ان کی نماز درست ہوگی اور ظہر اُن کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

جمعہ کے دن غسل کرنا سنت اور اچھے کپڑے پہننا۔ خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور پہلی صف

میں بیٹھنا مستحب ہے۔

ضروری مسائل جمعہ

جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں۔ مثلاً کھانا پینا۔ سلام و کلام وغیرہ کرنا یہاں تک کہ امر بالمعروف کرنا۔ سب حاضرین پر خطبہ سننا اور چپ رہنا فرض ہے ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے۔ خطیب نے کوئی دعائیہ کلمہ کہا تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے۔ دو خطبوں کے درمیان بغیر ہاتھ اٹھائے دل میں نیک دعا کرنا جائز ہے۔

جمعہ کے ادا کیلئے جماعت شرط ہے

ادائے جمعہ کے لیے خطیب کے سوا تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر تین مرد غلام یا مسافر یا بیمار ہوں تو بھی جمعہ صحیح ہے۔ صرف عورتیں یا بچے ہو تو نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ (دار قطنی)	جمعہ ہر مرد مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے۔

اذن عام شرط جمعہ ہے

اس کا مطلب یہ ہے یعنی وہ ایسی جگہ ہو جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت ہو۔ تو اگر جامع مسجد میں لوگ جمع ہو گئے اور دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا۔ جمعہ نہ ہو گا۔ اسی طرح بادشاہ نے اپنے مکان میں یا اپنی رہائش گاہ کی مسجد میں جمعہ قائم کیا اور دروازہ پر دربانوں کو بٹھا دیا کر لوگوں کو نہ آنے دے یا کارخانہ یا دفاتر کہ وہاں جمعہ ہو اور عام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت نہ ہو تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہ ہو گا۔

جمعہ کے لیے کس وقت سعی کی جائے

واضح ہو کہ سعی کا مطلب یہ ہے کہ آدمی خطبہ و نماز جمعہ میں شامل ہو جائے اور خطبہ کی اذان کے بعد کسی اور دنیاوی کام میں مشغول نہ رہے۔ اسی لیے اذان خطبہ کے بعد

ذکر اللہ کے سوا کسی اور کام میں مشغول رہنا حرام ہے۔ حتیٰ کہ زبانی خرید و فروخت بھی حرام ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے مسائل

خطبہ میں یہ چیزیں سنت ہیں۔ خطیب کا پاک ہونا • کھڑا ہو کر خطبہ دینا • خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ • خطیب کا منبر پر ہونا • سامعین کی طرف منہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا • حاضرین کا متوجہ بامام ہونا • خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا • اتنی زور سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔ • الحمد سے شروع کرنا • اللہ عزوجل کی ثناء کرنا • اللہ عزوجل کی وحدانیت اور رسول کریم کی رسالت کی شہادت دینا • حضور پر درود بھیجنا • کم از کم ایک ایک آیت کی خطبہ میں تلاوت کرنا • پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت ہونا • دوسرے میں حمد و ثناء و درود و شہادت کا اعادہ کرنا • دوسرے خطبہ میں مسلمانوں کے لیے دعا کرنا • دونوں خطبوں کے دوران بقدر تین آیت پڑھنے کے بعد بیٹھنا • بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کے بائیں جانب ہو • دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے خطبہ کے پست ہو اور خلفاء راشدین و عمین مکرمین حضرات حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو • خطبہ میں بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اس میں نہ ہو حرام ہے۔ جیسے مالک رقاب الامم کہ یہ محض جھوٹ اور حرام ہے۔

احتیاط الظہر

ہمارے آئمہ کے مذہب پر جمعہ کی صحت و جواز کے لیے شہر شرط ہے اور شہر کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو ظالم سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ اگرچہ نہ لیتا ہو (غنیہ) لہٰذا چھوٹے چھوٹے قریوں میں جمعہ نہیں۔ وہاں ظہر فرض ہے اور جماعت واجب اور جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔

اور جہاں جمعہ کی شرائط میں شبہ ہو۔ وہاں جمعہ ضرور پڑھیں اور جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاطی اس نیت سے کہ سب سے پچھلی ظہر جس کو پایا اور ان چاروں میں الحمد کے بعد سورۃ بھی

ملائیں۔ یہ احتیاطی خواص پڑھیں۔ عوام بے سمجھوں کو اس کی حاجت نہیں۔

جمعہ کے دن چار سنتیں جمعہ سے پہلے۔ پھر امام کے ساتھ دو فرض جمعہ پڑھیں۔ پھر چھ سنت پھر —— احتیاطی، پھر دو نفل بھی پڑھ لیں تو بہتر ہے۔

بعض نوافل کا بیان

واضح رہے کہ سب سے پہلے فرض وواجب کو ادا کرنا ضروری و لازمی ہے۔ نوافل تو اختیاری عبادت ہے۔ —— فرض نماز باقاعدگی کے ساتھ ادا نہ کیے جائیں اور نوافل پر زور دیا جائے۔ یہ بات بہت ہی غلط اور نامناسب ہے۔ سنت و نفل کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ فرض میں جو کوتاہی ہوگئی ہو اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔

نماز حاجت

جس کو کوئی حاجت پیش آئے وہ اچھی طرح وضو یا غسل کرے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر یہ پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ

اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ

ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو رحمت والے نبی ہیں

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ

یا رسول اللہ میں نے آپ کے وسیلے سے اپنے رب

اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی

کی طرف اس حاجت میں توجہ کی ہے تاکہ پوری ہو۔ اے اللہ

لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ط

ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ فِی حَاجَتِی کے لفظ پر اپنے مقصد کی نیت کرکے

پھر درود شریف پڑھکر اپنی حاجت کے لیے نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کرے۔

نماز استخارہ

استخارہ کا مطلب اللہ سے بھلائی طلب کرنا ہے، یعنی جب کسی اہم کام کا قصد کرے تو اس کے کرنے سے پہلے استخارہ کرے۔ استخارہ کرنیوالا گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے کہ اے علام الغیوب مجھے اشارہ فرمادے کہ یہ کام میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔

طریقۂ استخارہ

پہلے دو رکعت نماز کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں فاتحہ کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھے اور سلام پھیر کر یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ

اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور

اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ

تیری قدرت کے ذریعہ سے طلب قدرت کرتا ہوں اور تجھ سے تیرا

مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ

فضل عظیم مانگتا ہوں کیونکہ تُو قدرت رکھتا ہے اور

لَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ

میں قدرت نہیں رکھتا تُو سب کچھ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تُو تمام

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ

پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ امر

اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ

(جس کا میں قصد و ارادہ رکھتا ہوں) میرے دین و ایمان

وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ

اور میری زندگی اور میرے انجام کار میں دُنیا و آخرت میں

اَمْرِیْ وَاٰجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ

میرے لیے بہتر ہے تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان

ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ

کر دے پھر اس میں میرے واسطے برکت کر دے اے اللہ اگر تو

تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ

جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے بُرا ہے ۔ میرے دین و ایمان

وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ

میری زندگی اور میرے انجام

وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ

سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور جہاں کہیں

وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ

بہتری ہو میرے لیے مقدر کر پھر اس سے مجھے راضی کر دے

اور یہ بہتر ہے کہ سات بار استخارہ کرے اور دعائے مذکورہ پڑھ کر باطہارت قبلہ رو سو رہے ۔ دُعا کے اوّل آخر فاتحہ اور درود شریف پڑھے ۔ اگر خواب میں سپیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھے کہ یہ کام بہتر ہے اور اگر سُرخی یا سیاہی دیکھے تو سمجھے کہ بُرا ہے اس سے بچے ۔

سورج گہن کی نماز

سورج گہن کی نماز سنتِ موکدہ ہے اور چاند گہن کی مستحب ہے یہ دو رکعت نفل ہیں ۔ جماعت سے پڑھے جائیں ۔ اس کے لیے نہ آذان و اقامت ہے نہ بلند آواز سے قرأت ۔ نماز کے بعد دعا کریں حتیٰ کہ آفتاب کھل جائے اور سورج گہن کی نماز بہر حال تنہا تنہا پڑھیں ۔

نمازِ استسقاءٔ

یہ دراصل دعاءِ استسقاء ہے۔ پرانے کپڑے پہن کر سر برہنہ پیدل نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ میدان میں جائیں۔ بوڑھوں بچوں کمزوروں کے توسل سے دعا کریں۔ تین دن تک جنگل کو جائیں اور بارش کے لیے دُعا کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ امام دو رکعت نفل جہر کے ساتھ قرأت کر کے پڑھائے۔ جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے۔ دعا تسبیح و استغفار کرے۔ خطبہ کے دوران چادر لوٹ دے۔ اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے۔ خطبہ کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کریں۔

تحیۃ الوضو

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے۔ وضو کے بعد فرض نماز پڑھے تو قائم مقام تحیۃ الوضوء کے ہو جائیں گے۔

نمازِ سفر

سفر میں جاتے وقت دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھکر جانا اور سفر سے واپس آکر پہلے دو رکعتیں مسجد میں ادا کرنا پھر گھر جانا مسنون اور باعثِ برکت ہے۔

نمازِ اشراق

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فجر کی نماز باجماعت پڑھکر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بلند ہو گیا۔ پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔ نمازِ اشراق دو رکعت نفل ہیں جو فجر کی نماز کے بعد مسجد میں سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے (یعنی سورج کے پورے نکل آنے پر) پڑھے جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خَالِدُوْنَ تک پڑھے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر تک پڑھے۔ اگر یہ آیات یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہ پڑھ لے اور اس کے بعد دعا کرے۔ مستورات تمام نوافل و فرض اپنے گھر ہی میں ادا کریں۔ مسجد کا ثواب انہیں گھر میں مل جائے گا۔ (ترمذی شریف)

نمازِ چاشت

حضورِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا اور جو چاشت کی ہمیشہ دو رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (ترمذی وابن ماجہ) نمازِ چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے (یعنی نصف النہار شرعی تک ہے)

اوّابین

یہ نفل مغرب کے فرض اور سنت کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ نمازِ اوّابین کی زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ رکعت نفل ہیں۔ یہ نوافل بھی باعثِ برکت ورحمت ہیں۔

نمازِ تہجد

نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت میں ایک محل ہے اور یہ اس کے لیے ہے جو (تہجد) پڑھے (حاکم) نیز فرمایا رات میں عبادت کرنے والے جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے (خلاصہ حدیث) عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھیں اور نفل پڑھیں۔ یہ تہجد کے نفل کہلاتے ہیں۔ ان کے لیے عشاء کے بعد سونا شرط ہے۔ تہجد کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ یا بارہ رکعتیں ہیں۔ جتنی توفیق ہو اتنی پڑھے۔ فرضوں کے بعد افضل عبادت رات کی نماز (تہجد) ہے۔

صلوٰۃ التسبیح

یہ نفل نماز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم مکرم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اس نماز کے پڑھنے والے کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا اس نماز کو روزانہ پڑھو۔ ورنہ ہر جمعہ کے دن ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک بار پڑھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار پڑھو۔ اس نفل نماز کا بے انتہا ثواب ہے اور بے شمار دینی و دنیوی برکات کے حصول کا سبب ہے۔ ترکیب یہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر نیت کر کے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ تک پڑھو۔ پھر ۱۵ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد اَعُوْذُ اور بسم اللہ

الحمد اور سورہ پڑھکر دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع کرو اور رکوع میں دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بعد تسمیع و تحمید کے دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور اس میں دس بار یہی تسبیح پڑھو۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر دس بار یہی تسبیح کہو۔ پھر سجدہ کو جاؤ اور اس میں دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ پھر دوسری رکعت میں ۱۵ مرتبہ تسبیح مذکور پڑھ کر اس کے بعد بسم اللہ و الحمد للہ و سورہ پڑھکر دس مرتبہ تسبیح پڑھی جاوے اور حسب سابق رکوع و سجود میں تسبیح پڑھکر بیچ کا قعدہ کیا جائے اور اس میں التحیات درود و دعا مکمل پڑھی جائے۔ اسی طرح دو رکعتیں اور پڑھی جائیں۔ ہر رکعت میں ۷۵ بار تسبیح ہوگی، چار رکعتوں میں ۳۰۰ بار تسبیح ہوں گی اور رکوع میں سجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد تسبیحات پڑھی جائیں گی۔ اس نماز کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔

نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے اس کا اتمام واجب ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں" لا تبطلوا اعمالکم"۔ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ لہٰذا فرض کے علاوہ اگر کسی نے نفل شروع کر لیے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور اگر اس نے نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے

واضح ہو کہ نفل نماز اگرچہ بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں، مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے آج کل عام رواج پڑ گیا ہے کہ نوافل بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ ایسا ہے تو یہ خیال غلط ہے۔ وتر کے بعد جو نفل ہیں ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور نے وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھے تو یہ حضور کے خصوصیات سے ہے۔

سواری پر نفل پڑھ سکتا ہے

احادیث سے واضح ہے کہ محمل، سواری اور گاڑی پر نفل مطلقاً جائز ہے۔ جبکہ تنہا پڑھے۔ اور نفل جماعت سے

پڑھنا چاہیئے تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی الگ الگ سواریوں پر نہ ہوں۔

بیرونِ شہر سواری پر بھی نفل پڑھ سکتا ہے۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ سواری جس رُخ کو جارہی ہو ادھر ہی منہ ہو اور اگر اُدھر منہ نہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور نماز شروع کرتے وقت بھی قبلہ کی طرف منہ ہونا شرط نہیں بلکہ سواری جدھر جارہی ہو اسی طرف منہ ہو اور رکوع و سجود اشارے سے کرے اور سجدہ کا اشارہ بہ نسبت رکوع پست ہونا چاہیئے واضح ہو یہ حکم صرف نفل نماز کے لیے ہے۔

بعض وظائف

واضح ہو ذکر و فکر وظائف وغیرہ باعثِ برکت ہیں مگر ان کا درجہ فرائض واجبات کے بعد ہے پہلے نماز روزہ حج زکوٰۃ اور تمام واجبات کی ادائیگی لازمی و ضروری ہے۔ پھر ورد وظیفے ذکر و فکر کا فائدہ اور برکت ہوتی ہے۔

ترقی رزق کا وظیفہ

مغرب کی نماز کے بعد آسمان کے نیچے ، ننگے سر کھڑے ہو کر ۵۰۰ بار یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَاب پابندی کے ساتھ اوّل آخر درود شریف جو بھی یاد ہو گیارہ گیارہ بار پڑھیں اور دُعا مانگیں۔

درود شریف

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً وَّسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه۔ یہ درود شریف ایک سو بار جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جائے۔ یہ درود شریف حصولِ عظیم و منافع کثیر کے لیے مجرب ہے۔

پنج گنج صغیر

(۱) بعد از نماز فجر یَا عَزِیْزُ یَا اَللّٰہُ ، سو مرتبہ

(۲) بعد از نماز ظہر یَا کَرِیْمُ یَا اَللّٰہُ ، سو مرتبہ

(۳) بعد از نماز عصر یَا جَبَّارُ یَا اَللّٰہُ ، سو مرتبہ

(۴) بعد از نماز مغرب یَا سَتَّارُ یَا اَللّٰہُ ، سو مرتبہ

ہر فرض نماز کے بعد کا وظیفہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا نماز کے بعد ان کلمات کا پڑھنے والا نامراد نہیں رہتا۔ (مسلم)

سبحٰن اللہ ۳۳ بار - اَلحَمدُ لِلّٰہ ۳۳ - اللہ اکبر ۳۴ بار

ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والے کے لیے حضور نے جنت کی بشارت دی ہے (بیہقی)

کتاب الصوم ــــ روزہ کے مسائل

۱. رمضان - رَمَض سے مشتق ہے۔ اس کے معنی جلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا اس لیے اس کا نام رمضان ہوگیا۔ حدیث میں آیا ہے حِیْنَ تَرْمَضُ الفِصَالُ یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ روزہ دار کے گناہ جل جاتے ہیں۔

روزہ کی تعریف

از روئے لغت صوم کے معنی امساک کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہ السلام کے متعلق فرمایا؛ اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ اس آیت میں صوم سے مراد محض بولنے سے رک جانا ہے اور عرف شرع میں روزہ یہ ہے کہ مسلمان بہ نیتِ عبادت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے اور جماع سے باز رکھے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ یہ تو نفس روزہ کی تعریف ہے، جس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے کچھ آداب بھی ہیں جن کا لحاظ روزہ میں مزید حسن پیدا کرتا ہے، اسی بنا پر صلحا و صوفیا نے روزہ کے تین درجے مقرر کیے ہیں۔

روزہ کے تین درجے

اوّل: عام لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا ترک کر دے۔

دوم: خاص لوگوں کا روزہ: وہ یہ ہے کہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور باقی عضا کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی تکمیل چھ چیزوں سے ہوتی۔

۱: آنکھ کو مذموم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو ذکرِ الٰہی سے غافل کرتی ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بری نظر شیطان کے زہر آلود تیروں سے ایک تیر ہے۔ پس جو بری نظر کو خوفِ الٰہی سے چھوڑے گا، تو اللہ تعالیٰ ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت قلب میں محسوس ہوگی۔

۲۔ زبان کو بکواس جھوٹ۔ غیبت۔ فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔ عہدِ نبوی میں عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں بھوک اور پیاس نے اس قدر ستایا کہ جان پر بن گئی۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیج کر روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ایک پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں نے کھایا ہے۔ اس کو اس پیالہ میں قے کر کے نکال دیں۔ چنانچہ ایک نے قے کی تو قے میں آدھا خالص تازہ خون تھا اور آدھا تازہ گوشت اور دوسری عورت کی قے میں بھی خون اور گوشت نکلا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہُوا تو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اپنے آپ کو بچایا، مگر اس کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے پاس جاکر بیٹھی اور دونوں نے مل کر لوگوں کی غیبت کی۔ کسی آدمی کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ یہ گوشت جو قے میں نکلا وہی غیبت ہے۔

۳۔ کان کو ہر ناجائز آواز کے سننے سے بچائے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو وہاں سے اُٹھ جائے۔ حدیث میں فرمایا غیبت کرنے والا اور سُننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

۴۔ بوقت افطار اتنا نہ کھائے کہ پیٹ تن جائے۔

۵۔ افطار کے بعد دل خوف اور اُمید کے درمیان رہے۔ کیا معلوم کہ اس کا روزہ قبول ہُوا، لیکن اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو۔

سوم۔ خاص الخاص حضرات کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ دل دنیوی خیالات سے پاک وصاف رہے۔ ہر لمحہ وہر آن خالقِ کائنات ہی کی طرف لو لگی رہے۔ ماسوائے اللہ کا خیال نہ آئے۔ اسی کے ذکر وفکر ومراقبہ میں دن اور رات گذر جائیں۔ ایسا روزہ انبیاء کرام اور صدیقین و مقربین کا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ ۔ دُنیا کی عمر ایک دن ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں۔

روزے کب اور کس طرح فرض ہوئے

نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ۱۰ شعبان المعظم ۲ھ میں اس مبارک مہینے کے روزے فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس کے بجائے ہر مہینہ میں تین یوم یعنی تیرھویں چودھویں پندرھویں کے روزے فرض ہوئے جنہیں ایام بیض کے روزے کہتے ہیں، پھر ان کے بجائے رمضان کے روزے فرض ہوئے، لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے فدیہ میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ادا کرے۔ پھر بھی روزہ رکھنا بہتر قرار دیا تھا۔ کچھ زمانے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا، مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہوتا۔ صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھانے پینے اور ہم بستر ہونے کی اجازت تھی۔ اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جاتا تو اب بھی یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بعد نماز عشا اپنے مکان پر پہنچے۔ خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور قویٰ میں انتشار پیدا ہوا۔ اہلیہ محترمہ سے ہم بستر ہو گئے۔ فارغ ہونے کے بعد عدول حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور روتے ہوئے بارگاہ شفیع المذنبین میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا۔ یہ سن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہوئے اور معذرت پیش کرنے لگے۔ جن سے اس قسم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پوری شب میں ہم بستر ہونا حلال فرما دیا گیا۔

قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ روزہ سے تھے۔ یہ مدینہ شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کچھ کھجوریں لے کر مکان پر آئے اور اہلیہ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹا لے لو۔ وہ بیچاری آٹا بدلنے گئیں۔ یہ بارے تھکے تھے ہی۔ بیٹھتے ہی فوراً آنکھ لگی اور سو گئے۔ جب وہ واپس آئیں، انہیں سوتا دیکھ کر افسوس کرنے لگیں اور کہا نامراد رہے۔ کسی طرح رات گذری، صبح ہوئی، مگر ان کی حالت درست رہی۔ جب دوپہر ہوئی تو بیہوش ہو گئے۔ رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور اس کے متعلقات کے احکام و مسائل، مطابق مذہب حنفی بطور خلاصہ پیش کر دیئے جائیں، تاکہ قارئین نفس مسائل سے یکجا مکمل طور پر واقف ہو جائیں۔

فضائل رمضان

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا۔ ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ہے (لیلۃ القدر) جو ہزار ماہ سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے قیام کو ثواب عظیم بنایا۔ جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا۔ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ ماہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا ہے۔ اس میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا اس ماہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ روزہ ڈھال ہے۔ لہٰذا روزہ دار کو چاہیئے کہ فحش بات نہ کرے۔ جہالت سے کام نہ لے کہ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا گالی دے تو وہ دو مرتبہ کہہ دے: "میں روزہ دار ہوں"۔ نیز فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار اپنا کھانا پینا اپنی خواہش سے میرے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ہے لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرماتے گا۔ غرضیکہ یہ ماہ برکتوں اور رحمتوں کا خزینہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی حرمت و عزت کو ملحوظ رکھیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام الٰہیہ کی پابندی کریں۔ دن میں تنور اور ہوٹل بند رکھیں۔ زیادہ وقت تلاوت قرآن، ذکر الٰہی اور درود شریف کے ورد میں گذاریں اور بحضور الٰہی خلوص قلب کے ساتھ ملک و ملت کی بھلائی اور اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگیں۔

رویتِ ہلال شریعت میں رویت ہلال کا اعتبار ہے جو واضح طور پر یا شرعی شہادت سے ثابت ہو۔ چاند دیکھنے کی شہادت شہر کے مقتدر عالم کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں یونہی ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے اور شرعی شہادت سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے تو رمضان کے ۳۰ دن پورے کر کے عید کریں۔ شک کا روزہ رکھنا گناہ ہے۔

مسائل سحری سحری کھانا سنت ہے اور باعثِ برکت۔ اگرچہ ایک لقمہ ہی کھائے۔ سحری میں تاخیر مستحب ہے، مگر اتنی نہیں کہ وقت میں شک ہو جائے۔ اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالت جنابت سحری کھا سکتا ہے۔ ویسے غسل جنابت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے۔ وضوء میں کلی ایسی کہ منہ کے ہر پرزہ پر پانی بہہ جائے اور ناک میں اس طرح پانی لینا جہاں نرم بانسہ ہے پانی پہنچ جائے۔ سنت مؤکدہ ہے۔ اور غسل جنابت میں فرض ہے۔ کلی اور ناک میں پانی نہ لیا جائے تو غسل ہی نہ ہوگا اس لیے روزہ دار کو غسل فرض میں اس احتیاط سے کلی کرنی چاہیئے کہ منہ کے ہر پرزہ پر پانی بہہ جائے مگر حلق سے نیچے نہ اترے اور ناک میں پانی اس احتیاط سے لیا جائے کہ نرم بانسہ دھل جائے اور پانی نہ حلق میں اترے، نہ دماغ میں چڑھے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً سحری کے وقت اٹھا اور نہانے کی حاجت تھی تو فی الحال خوب اچھی طرح کلی کرے، ناک میں پانی لے لے اب جب بحالتِ روزہ نہائے گا تو کلی و ناک میں پانی لینے کی دوبارہ ضرورت نہ رہے گی۔

ضروری مسئلہ سحری کھا کر سویا یا دن میں سویا۔ احتلام ہو گیا تو روزہ میں کچھ فساد نہیں آئے گا۔ غسل کر لے یونہی اپنی بیوی کا بحالتِ روزہ بوسہ لیا۔ حرج نہیں۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ بعض لوگ ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بحالتِ روزہ بیوی کو دیکھ کر انتشار ہو جاتا ہے اور مذی نکلتی ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی اور ودی وہ رطوبت ہے جو مذی کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوئی صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں

ہوتا۔ ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ استنجا کر کے وضو کر لیں۔

روزہ کی نیت

نیت کا وقت بعد غروبِ آفتاب سے ضحویٰ کبریٰ تک ہے۔ ہر روز کے لیے نیت لازم ہے۔ نیت زبان سے بہتر ہے اور نیت ضحویٰ کبریٰ سے پہلے کرے تو روزہ ہوگا۔

نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تعالیٰ مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ	میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لیے رکھوں گا۔

اگر نیت دن میں کرے تو یوں کہے

نَوَیْتُ اَنْ صَوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ	میں نے آج اس رمضان کا فرض روزہ اللہ کے لیے رکھا۔

سحری نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں گا

روزہ کی حقیقت

نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ۱۰ شعبان ۲ھ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ عرف شرع میں مسلمان کا بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا روزہ ہے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ رکھنے کے ساتھ ہر روزہ دار پر یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صرف کھانے پینے اور مباشرت ہی سے اجتناب نہ کرے بلکہ قول و فعل، لین دین اور دیگر معاملات میں بھی پرہیزی اختیار کرے جیسا کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ سے ظاہر ہے۔ روزہ کی حالت میں آدمی ہاتھ پاؤں کو کسی بھی بُرے کام کے لیے حرکت نہ دے۔ گالی گلوچ غیبت جیسی خرافات زبان پر نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے۔ اس کی آنکھ بھی غیر شرعی کام کی طرف نہ اٹھے۔ بلکہ انسان تقویٰ کا عملی نمونہ بن جائے۔ اگر رمضان المبارک کے روزے ان قیود شرائط کو مدِ نظر رکھ کر پورے کیے جائیں تو اختتامِ رمضان پر تقویٰ و پرہیز گاری کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر

جب آدمی ایسا بیمار ہو کر روزہ رکھنے سے جان جانے یا مرض کے بڑھنے یا دیرپا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ جب صحت ہو جائے قضا کرے۔ ایسا بوڑھا کہ روز بروز کمزور ہو گا نہ اب روزہ رکھنے پر قادر اور نہ بظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا۔ ہر روز کے بدلے فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ بوڑھا شخص جو فدیہ دیتا رہا۔ پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ دیتا رہا۔ پھر روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ نفل ہو گا۔ اور روزہ کی قضا لازم ہے۔ جو ایسا مریض یا بوڑھا ہو کہ گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرے۔ جاڑوں میں رکھے۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت جب انہیں اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن قضا لازم ہے۔

روزہ توڑنا گناہ ہے

روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر ایسا بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان کے جانے کا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہو یا ایسی شدید پیاس لگی کہ مر جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت ہو جانے پر قضا لازم ہے: مسئلہ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر اور حیض و نفاس والی پر جب دن میں پاک ہوں۔ نابالغ پر جب دن میں بالغ ہو۔ مسافر پر جب دن میں مقیم ہو واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں: مسئلہ نابالغ جو بالغ ہوا کافر جو مسلمان ہوا ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں۔

روزہ کے مکروہات

کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چبانا کہ بایں طور کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ جھوٹ چغلی۔ غیبت۔ گالی گلوچ۔ کوسنا۔ ناحق ایذا دینا۔ بے ہودہ فضول بکنا۔ چیخنا چلانا۔ لڑنا۔ کسی بھی خلاف شرع کام میں مصروف ہونا یا منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل جانا۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے سے مبالغہ کرنا۔ یہ تمام امور مکروہات روزہ سے ہیں۔ اگرچہ ان باتوں کے ارتکاب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ تاہم جب آدمی روزہ رکھ رہا ہے جو ایک قسم کی مشقت

ہے، بھوک کی تکلیف اٹھا رہا ہے تو مذکور بالا چیزوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے تاکہ روزہ کے ثواب میں اضافہ ہو۔

ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا

بھول کر کھانا پینا، جماع کرنا، بلا اختیار گرد وغبار، دھواں، مکھی یا مچھر کا حلق میں چلا جانا بوقتِ غسل کان میں پانی کا پڑ جانا، خود بخود قے آجانا، خواہ منہ بھر کر ہو۔ آنکھ میں دوائی ڈالنا۔ دن میں سوتے ہوئے احتلام ہو جانا، دانتوں میں جو چیز رہ گئی چنے کی مقدار سے کم ہو اس کو نگل لینا، تل دانتوں میں رہ گیا، اس کو نگل لیا، بیوی کا بوسہ لیا، چھوا اور انزال نہ ہوا، ان سب صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا: مسئلہ بحالتِ روزہ سرمہ لگانا، سر اور بدن پر تیل ملنا، مسواک کرنا، خوشبو عطر وغیرہ سونگھنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ باتیں روزہ کو مکروہ نہیں کرتیں۔

روزہ کے مفسدات

کلی کرنے میں پانی حلق کے نیچے اتر گیا۔ ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک پڑھ گیا۔ قصداً منہ بھر کھانے۔ بیت یا خون کی قے، منہ بھر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل لی۔ چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا۔ ناک میں دوا سڑک لی۔ کان میں دوا یا تیل ڈالا۔ حقنہ لیا۔ صبح صادق کے قریب یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہونے پر یا یاد آنے پر الگ نہ ہوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے، بوسہ لینے، چھونے سے انزال ہو گیا۔ حقہ بیڑی، سگرٹ سگار وغیرہ پینے، پان کھانا اگرچہ پیک تھوک دے، حلق تک نہ جائے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے، دانتوں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا، اگر تھوک غالب ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہوگا۔ قصداً دھواں پہنچایا خواہ وہ کسی چیز کا ہو اگربتی سلگتی تھی اس کے دھوئیں کو ناک میں کھینچا۔ منہ میں رنگین ڈورا رکھا، تھوک رنگین ہو گیا، اس کو نگل لیا یا منہ میں نسوار لی ان صورتوں میں روزہ جاتا رہا۔ قضا لازم ہے۔ مسئلہ کان میں تیل ٹپکا دیا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوا لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکر، روئی، کاغذ گھاس، وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ کی

طرح رہا یا صبح کو نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھا لیا یا روزہ کی نیت کی تھی۔ مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولہ چلا گیا۔ بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا۔ ان صورتوں میں صرف روزہ کی قضا لازم ہے۔ کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن روزہ کی صورت میں نہ چاہیئے کہ تعریض علی الفساد ہے۔ ہاں اگر جوفِ دماغ یا جوف معدہ میں انجکشن سے دعا یا غذا پہنچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا یا جماع کیا۔ بھول کر کھا پی رہا تھا۔ روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا۔ صبح صادق ہونے پر منہ کا نوالہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قضا و کفارہ دونوں واجب ہو گئے اسی طرح جس کو حقہ کی عادت ہو اس نے بحالتِ روزہ حقہ سگریٹ پیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ کا فدیہ ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ باندی غلام آزاد کرنا (یہ یہاں کہاں) تو پے در پے ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر جو حاجتِ اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے۔ واجب ہے اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ ہے۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

افطار افطار میں جلدی سنت و موجب برکت ہے۔ غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ ابر میں جلدی نہ کی جائے۔ نماز سے پہلے افطار کریں۔ کھجور، چھوارے، یہ نہ ہوں تو پانی سے۔ ان تینوں سے سنت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ مرد جماعت کھانے کی وجہ سے نہ چھوڑیں۔ وقت افطار یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْ لِىْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ

مسائلِ تراویح ۲۰ رکعت تراویح ہر غیر معذور مرد و عورت کے لیے سنت ہے۔ مستورات

گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سُنت کفایہ ہے۔ نیت سُنتِ تراویح کریں
تراویح کا وقت فرض عشا کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر پڑھیں مسئلہ
ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا اور تسبیح و تہلیل یا درود شریف پڑھنا مستحب ہے
جامع الرموز میں تین بار اس تسبیح کا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوْتِ
سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ
الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔ مسئلہ تراویح کے
بعد لوگوں کو بیٹھنا ناگوار ہو تو نہ بیٹھیں۔ مسئلہ، تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت
کا ثواب مل جائے گا، مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔ مسئلہ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہویا
جماعتِ تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خوان متبع سُنت ہو اور ان وجوہ
سے مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے جائز ہے۔ مسئلہ امام محلہ بدعقیدہ ہو تو دوسری مسجد میں
جانا ضروری ہے۔ مسئلہ ایک امام کو دو مسجدوں میں پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ مسئلہ ایک
امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مسئلہ اگر کسی نے عشار کی نماز جماعت سے نہیں
پڑھی تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔

احکامِ اعتکاف

۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت موکدہ کفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی
اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک سُنت
کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ مسئلہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیئے جس میں پنج وقتہ نماز جماعت
سے ہوتی ہے۔ مسئلہ بعد نیت اعتکاف حد مسجد سے نکلنا۔ بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں
کے حرام ہے۔ مسئلہ انسانی حاجتیں۔ پیشاب پاخانہ اور نہانا ہے (اگر نہانے کی حاجت ہو)
اور استنجا کرنا اور وضو کرنا ہے۔ مسئلہ اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے

واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے مسئلہ اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعدہٗ چھ رکعت سنت پڑھے۔ بلا ضروریات مذکورہ معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے مگر جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں معتکف کو کھانا پینا سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا، مسائل دینی کا بیان کرنا، بزرگانِ دین انبیاء کرام کے حالات بیان کرنا۔ اگر ضرورت پڑے تو بغیر لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

لیلۃ القدر سال کی راتوں میں شب قدر افضل ترین ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خصوصی طور پر متوجہ نمائش ہوتی ہے تلاوت قرآن ذکرِ الٰہی، درود شریف کی کثرت کیجیے۔ جتنی توفیق ہو نفل پڑھے اور اس رات میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھے۔ جو کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ کو تعلیم فرمایا تھا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

جمعۃ الوداع

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جمعہ کا دن سیّد الایّام اور تمام دنوں سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص کا یہ دن سلامتی ورحمت اور عبادت وریاضت میں گذرا اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ بھر کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے گا ایک حدیث میں ہے اَلْجُمُعَۃُ عِیْدٌ لِلْمُؤْمِنِیْنَ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔ جمعے اور عید میں بہت سے امور مشترک ہیں۔ جمعے کے دن غسل کرنا، اُجلا لباس پہننا اور خوشبو لگانا سُنت ہے اور یہ چیزیں عید کے دن بھی مسنون ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں میں باجماعت دو دو رکعت ہیں دونوں میں اجتماعیت ہے اور خطبہ لازمی ہے۔ جمعے کی قضا ہے نہ عید کی اگر جماعت فوت ہو جائے تو تنہا آدمی جمعہ ادا نہیں کرسکتا جمعہ قضا ہو جائے تو ظہر پڑھی جائے۔ قرآن مجید میں جمعہ کے احکام سورہ جمعہ میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت آتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں وہ ساعت نمازِ عصر کے بعد آتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مغرب کی نماز کے انتظار میں لگا رہے، ذکر وفکر میں مشغول رہے اور اپنے مقصد کو پیشِ نظر رکھے، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اونٹ کے صدقہ کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ دوسرے نمبر پہ جانے والے کو گائے کے صدقہ کے برابر، تیسرے نمبر پہ جانے والے کو مینڈھے کے برابر، چوتھے نمبر جانے والے کو مرغی کے صدقہ کے برابر اور پانچویں نمبر پہ جانے والے کو ایک انڈے کے صدقے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی سننے کے لیے مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف جلدی جانے کا ثواب ہے اور نماز کا ثواب الگ ہے اور وہ بہت زیادہ ہے۔ ارشاد رسالت مآب ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے والے کے وہ تمام گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوتے ہیں بخش دیتے جاتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کسی بھی ہفتے کا ہو مومنوں کے لیے باعثِ برکت ورحمت اور موجب نجات و مغفرت ہے لیکن رمضان المبارک کا آخری جمعہ جو جمعۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ نور علی نور اور

قران السعدین ہے۔ جمعۃ الوداع مسلمانوں کی عظمت و شوکت ہے ہیبت و جلالت کا عظیم مظہر ہے۔ اس دن لوگ انبوہ جامع مساجد کی طرف اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ ایسے ہیں ملائکہ انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ جمعۃ الوداع کا یہ مبارک دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کا دن ہے۔ اس دن امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود اور عالم اسلام کے عزت و غلبہ کے لیے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

قضاء عمری

بعض لوگ اس دن قضاء عمری نام کی کوئی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عمر بھر کی قضائیں اس ایک ہی سجدے میں ادا ہو جاتی ہیں۔

عوام میں یہ خیال نا معلوم کیسے اور کہاں سے رواج پا گیا۔ بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعۃ الوداع کی قضاء عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لیے بہر حال ان فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔

عید کی سنتیں

غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عیدگاہ کو پیادہ پا جانا۔ ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا۔ عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا (اسی بنا پر ہمارے ملک میں سویاں مروج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنت بھی ادا ہو جائے) اور عید الضحیٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مُباجات اور مستحبات

صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا۔

عید کی نماز کا وقت

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدرِ نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازِ عیدین

عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل بالغ مقیم تندرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں

جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنت. دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور یہاں نماز کے بعد اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ نہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ لیا، دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی مگر یہ شخص گناہگار ہوا

کلمات تکبیر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

نویں ذالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز کے فوراً بعد یہی تکبیر ایکبار کہنا واجب اور تین بار کہنا افضل ہے. اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

ترکیب نمازِ عید الفطر

پہلے یوں نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کی طرف منہ کرکے پھر کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر پڑھکر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے. پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے. تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معہود ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جائے. بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے. تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پہنچے خواہ نہ پہنچے. بعد خطبہ دعا مانگیں. سلام، مصافحہ و معانقہ کریں۔

صدقہ فطر

ہر صاحبِ نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیر تین چھٹانک گندم واجب ہے، گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں. اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے (۲) نابالغ اور مجنوں مالکِ نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے. ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہوا اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۴) عورت مالکِ نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے (۵) صدقہ فطر فجر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر گیا اس سے صدقہ واجب نہیں۔ اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے (۶) روز عید سے پہلے بھی صدقہ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے

صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے (۷) مستحب یہ ہے کہ فطرانہ عیدگاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے

شوال کے روزے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر متواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

حمد و نعت

از۔ اعلیحضرت بریلویؒ قدس سرہ العزیز

اے خدا، اے مہرباں مولائے من
اے انیسِ خلوتِ شبہائے من
اے کریم و کارسازِ بے نیاز
دائم الاحسان شہ بندہ نواز
اے کہ نامت راحتِ جان و دلم
اے کہ فضلِ تو کفیلِ مشکلم
ما خطا آریم تو بخشش کنی
نعرۂ اِنّی غفورٌ مے زنی
اللہ اللہ زیں طرف جرم و خطا
اللہ اللہ زاں طرف رحم و عطا
اے خدا بہرِ جنابِ مصطفیٰ
چار یارِ پاک و آلِ باصفا
پُر کن از مقصد تہی دامانِ ما
از تو پذ رفتن زِ ما کردن دعا

مصطفیٰ نورِ جنابِ امرِ کن
آفتابِ برجِ علمِ من لدن
معدنِ اسرارِ علام الغیوب
برزخِ بحرین امکان و وجوب
بادشاہِ عرشیان و فرشیاں
جلوہ گاہِ آفتابِ کن فکاں
بندگانش حور و غلمان و ملک
چاکرانش سبز پوشانِ فلک
راحتِ دل قامتِ زیبائے او
ہر دو عالم والہ و شیدائے او
جانِ اسمٰعیل بر رُویش فدا
از دعا گویاں خلیل و مجتبےٰ
وصفِ او از قدرتِ انسان راست
حاش للہ ایں ہمہ تفہیم راست
در دو عالم نیست مثل آں شاہ را
در فضیلت بعدِ او در قربِ خدا

زکوٰۃ — اسلام کا ایک اہم رُکن

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ

جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہی فلاح پاتے ہیں

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت قطعی ہے۔ منکر کافر اور ادا نہ کرنے والا فاسق سخت گنہگار ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید میں تبیس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت اور ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ ۲ ہجری میں فرض ہوئی۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں بظاہر کمی محسوس ہوتی ہے، مگر حقیقت میں مال میں برکت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے تصریح کی ہے "یُرۡبِی الصَّدَقٰتِ" اور اللہ تعالیٰ سود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔ بعض درختوں میں کچھ شاخیں اور اجزاء فاسدہ ایسے ہوتے ہیں جو درخت کی اٹھان اور نشو و نما کو روک دیتے ہیں۔ ان فاسد اور نقصان دہ شاخوں کو درخت سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ تراشنے سے بظاہر درخت میں کمی آجاتی ہے، مگر ہر عاقل ہوشمند سمجھتا ہے کہ اس کانٹ چھانٹ سے درخت کو نشو و نما ملے گی۔ پھل اور پھول آئیں گے۔ یہ ہی کیفیت زکوٰۃ کی ہے کہ اس کی ادائیگی سے مال و دولت میں برکت ہوتی ہے اور آخرت میں ذخیرہ ——— قرآن مجید کی سورہ ——— جو لوگ سونا چاندی سنبھال کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ قیامت کے دن یہ سونا چاندی آتش جہنم میں تپا کر (زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کی) پیشانیاں اور پیٹھیں اس سے داغی جائیں گی ——— اس آیت میں "کنز" کا لفظ ہے۔ کنز اس مال کو کہتے ہیں جو جمع کر کے رکھا جائے خواہ سونا ہو یا چاندی یا کوئی اور چیز۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس و جابر و ابوہریرہ سے مرفوعاً

موقوف امر دی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں اگرچہ زمین میں دفن ہو (عینی شرح بخاری)

حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) زکوٰۃ کا مال جس مال میں ملا ہو گا اسے برباد کر دے گا (بزار) (۲) خشکی اور تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے (طبرانی) (۳) زکوٰۃ دینے سے اللہ تعالیٰ مال کا شر دور فرما دیتا ہے (حاکم) (۴) اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو (بزار) (۵) جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے (طبرانی) (۶) زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال قیامت کے دن گنجے اژدھے کی شکل بن کر اس کے گلے کا طوق ہو جائے گا (ابن ماجہ) (۷) وہ اژدھا اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا (بزار) (۸) وہ اژدھا اپنے پھن میں اس کا منہ لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں (بخاری) (۹) زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے قیامت کے دن جہنم کی گرم آگ، پتھر، تھوہر اور سخت کڑوی بدبودار جلتی ہوئی گھاس چوپایوں کی طرح چلتے چرتے ہوں گے۔ (بزار) (۱۰) زیور کی زکوٰۃ نہ دینے سے وہ زیور قیامت کے دن آگ کے کنگن بن جائیں گے (ترمذی) (۱۱) امیر المومنین امام اوّل خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر نے زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر افراد سے جہاد کا حکم دیا تھا (بخاری) ایک مسلمان کے لیے زکوٰۃ کی اہمیت کو جاننے کے لیے حضور کی مذکورہ بالا احادیث جن کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے) کافی ہیں اللہ مجھے اور آپ کو توفیقِ عمل کی نعمت سے نوازے۔ آمین۔

زکوٰۃ کے چند اہم اور ضروری مسائل

مندرجہ ذیل اشیاء پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ وہ لاکھوں کی مالیت کے ہوں۔

(۱) حاجت اصلیہ کی اشیاء جیسے پہننے اوڑھنے بچھانے کے مختلف قسم کے ملبوسات۔ کپڑے، قالین دری وغیرہ۔ گھر کا فرنیچر گھریلو استعمال کی۔ فرج۔ سلائی کی مشین۔ ایرکنڈیشنڈ۔ کولر وغیرہ غرضیکہ خانہ داری کا ہر قسم کا سامان۔ سواری کے جانور۔ سائیکل۔ موٹر سائیکل کار وغیرہ آلات حرب بندوق

پستول تلوار وغیرہ، پیشہ وروں لوہار، ترکھان غرضیکہ ہر پیشہ ور اور کاریگر کے ہر قسم کے اوزار آلات جیسے حکیم ڈاکٹر کے لیے طبی کتب، ایکسرے مشین جراحی کے ہر قسم کے اوزار اور وہ تمام آلات جو ڈاکٹر و حکیم عموماً اپنے کام کو انجام دینے کے لیے ضروری ہیں • کارخانہ خواہ کسی قسم کا ہو کے اوزار مشینری خراد بھٹی وغیرہ جس سے اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ جیسے خراد سے خراد ایک مشین سے دوسری مشین بنائی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

٢ مکانات۔ زمین۔ جائداد۔ موتی۔ ہیرے۔ جواہرات۔ قیمتی پتھر۔ زمرد۔ یاقوت۔ پکھراج۔ وغیرہ پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ جب کہ ان اشیائے مذکورہ بالا میں تجارت کی نیت نہ ہو

• کارخانہ کی مشینری وغیرہ آلات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ مگر مشینری سے جو مشینری یا آلات وغیرہ تجارت کے لیے بنائے جاتے ہیں اور وہ خام مال جو کارخانہ میں موجود ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے • اسی طرح زمین اور مکان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ مگر زمین یا مکان سے بطور کرایہ جو رقم حاصل ہو۔ اگر نصاب کو پہنچ جائے تو سال کے بعد زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح ہیرے جواہرات پر جو ذاتی طور پر رکھے ہیں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر تجارت کے لیے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے۔ غرضیکہ ہر وہ چیز خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو اور تجارت کی غرض سے ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ • اسی طرح زرعی زمین خواہ کتنی ہی مالیت کی ہو پر زکوٰۃ نہیں ہے مگر زمین کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے • کرایہ پر جو آلات دیئے جاتے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ مگر کرایہ کی آمدنی کی رقم نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے •

موٹر لاریاں ٹرک وغیرہ جو تجارت کی نیت سے نہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن موٹر لاری ٹرک وغیرہ سے جو آمدنی ہو رہی ہے اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

• سونا چاندی خواہ یونہی رکھا ہو یا بغرض تجارت ہو ہر حال بہر صورت اس پر زکوٰۃ واجب ہے

• سونے چاندی کے زیورات۔ سونے چاندی کے برتن سونے چاندی سے بنی ہوئی ہر قسم کی اشیاء خواہ تجارت کے لیے ہوں یا یونہی رکھ چھوڑے ہوں ان پر سال گذرنے کے بعد بہر حال

زکوٰۃ واجب ہے۔ ۰ نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں اور جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر سال کے اوّل آخر میں افاقہ ہوتا ہے اور باقی زمانہ جنون میں گذرتا ہے تو واجب ہے عالمگیری ردالمختار) نصاب کا مالک ہے، مگر اس پر قرض ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے ۰ وہ قرضہ جس کے ملنے کی امید ہے اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔ جس کو زکوٰۃ دیں اسے اس مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دینا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال کفن دفن مسجد کی تعمیر رفاہِ عامہ کے کاموں سرائے، کنواں، سبیل وغیرہ پر صرف نہیں کر سکتے ۰ زکوٰۃ دیتے وقت نیّت زکوٰۃ شرط ہے۔ اگر بغیر نیّت خیرات کرتا رہا تو وہ رقم زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی۔ زکوٰۃ کی رقم بطور قرض نہیں دے سکتے ۰ جو مستورات سونے چاندی کے زیورات یا مالِ تجارت یا نقد رقم کی مالک ہیں، اگرچہ بیوہ ہوں اگر وہ زیورات اور نقدی اور مالِ تجارت نصاب کو پہنچ جائے تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ شوہر پر لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے مال کی زکوٰۃ ادا کرے ۰ واضح ہو کہ شریعت نے ۷½ تولہ سونا اور ۵۲½ تولہ چاندی نصاب مقرر کی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس ۷½ تولہ سونا یا ۵۲½ تولہ چاندی ہو اس پر سال کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی واجب ہے اگر سونا چاندی نہیں ہے نقد رقم ہے یا مالِ تجارت ہے تو اگر نقد رقم یا مالِ تجارت ۵۲½ تولہ چاندی یا ۷½ تولہ سونے کی مالیت کا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے۔ ۰ کسی کے پاس سونا ہے اور چاندی بھی مگر دونوں میں سے کوئی بقدرِ نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کرکے ملائیں اگر ملانے اور قیمت لگانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں ورنہ زکوٰۃ ادا کریں اور سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کرتے وقت واجب ہے کہ وہ کریں جس میں نصاب پوری ہو اور فقیروں کو زیادہ نفع (درمختار ردالمختار) ۰ اگر کسی کے پاس سونا چاندی بقدر نصاب ہے تو اسی سونے چاندی کا چالیسواں حصہ بھی دے سکتا ہے۔ یا چالیسواں حصہ کی جو قیمت موجودہ بازار کے بھاؤ سے بنے وہ دے دے یا چالیسواں حصہ کی قیمت کا کپڑا یا کوئی اور چیز دینا چاہے تو وہ بھی دے سکتا ہے ۰ مالک نصاب سال پورا ہونے سے پیشتر بھی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے،

اسی طرح بنیتِ زکوٰۃ تھوڑا تھوڑا زکوٰۃ کی مد سے دیتا رہا۔ یہ بھی جائز ہے سال پورا ہونے پر حساب کرے۔ ٥ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے امتِ محمد مجھے اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے۔ قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ وخیرات وغیرہ میں افضل یہ ہے کہ اولاً اپنے عزیز واقربا کو دی جائے۔ صدقاتِ نافلہ ——— تو اپنے ہر عزیز اور رشتہ دار کو دے سکتے ہیں ——— البتہ زکوٰۃ وفطرانہ وصدقات واجبہ اپنے اصول وفروع ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ ہم جن کی اولاد ہیں یہ خود ہے اولاد اپنی اولاد بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔ نیز زکوٰۃ فطرہ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم حسب ذیل رشتہ داروں کو دی جا سکتی ہے (جبکہ وہ محتاج ہوں صاحبِ نصاب نہ ہوں) بلکہ ان رشتہ داروں کو دینا افضل وبہتر ہے۔ وہ رشتہ دار یہ ہیں۔ بھائی بہن۔ ان کی اولاد، چچا پھوپھی ان کی اولاد ماموں خالہ ان کی اولاد وغیرہ ——— بنی ہاشم کو مالِ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ نہیں دے سکتے۔ نہ غیر انہیں دے سکے نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ بنی ہاشم سے مراد حضرت علی وجعفر وعقیل اور حضرت عباس وحارث بن عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی اولادیں ہیں۔

چاندی کا نصاب

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں (بخاری) ایک اوقیہ کا وزن بحساب درہم چالیس درہم ہوئے تو چاندی کا نصاب بحساب درہم دوسو درہم ہوئے یعنی جس کے پاس دوسو درہم ہوں تو وہ ان میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے اور اگر ایک سو نوے ہوں تو کچھ نہیں۔ ایک اوقیہ ساڑھے دس تولہ کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ کا وزن ساڑھے باون تولہ ہوا۔ تو جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو سال کے گذر جانے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا۔

سونے کا نصاب

سونا کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولہ سونے

چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں۔ مثلاً ساڑھے سات تولہ سونا ہے تو اس کا چالیسواں حصہ سال گذر جانے کے بعد دینا واجب ہے۔

• زکوٰۃ میں سونے چاندی کے علاوہ دیگر اجناس و اسباب کا دینا جائز ہے۔ مثلاً کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہے تو سال گذر جانے کے بعد اس پر اس سونے کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہے تو دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ اسی سونے کا چالیسواں حصہ دے دے یا چالیسواں حصہ کی جو قیمت بنتی ہے وہ دیدے یا اس قیمت کے کپڑے یا کوئی چیز دیدے۔

جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام

واضح ہو کہ سائمہ وہ جانور ہے۔ جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گذر کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہے (۲) اگر چارہ وغیرہ گھر میں لاکر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے۔ تو اگرچہ چر کر گذر کرتا ہو وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ یونہی اگر گوشت کھانے کے لیے جانور پالا ہے تو بھی سائمہ نہیں اگرچہ جنگل میں چرتا ہو (۳) زکوٰۃ صرف بھیڑ دنبہ، گائے بھینس اور اونٹوں میں جبکہ وہ سائمہ ہوں واجب ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی جانور میں زکوٰۃ نہیں ہے (۴) اور جو جانور کہ تجارت کے ہیں۔ اگرچہ وہ سال کے اکثر حصہ میں چر کر گذر کرتا ہو سائمہ نہیں ہے اس کی زکوٰۃ قیمت لگاکر ادا کی جائے گی (۵) زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے (۶) بھینس گائے کے حکم میں ہے اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوٰۃ میں ملا دی جائیں گی۔ مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو کل ۳۰ ہوگئیں۔ زکوٰۃ واجب ہے گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ (۸) اسی طرح بھیڑ دنبہ بکری میں داخل ہے۔ ایک سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو تو دوسرے کو ملاکر پوری کریں۔ مثلاً کسی کے پاس ۱۰ بکریاں، ۱۰ بھیڑیں اور ۱۰ دنبے تو ان سب کو ملا دیا جائے گا کل ۴۰ ہو جائیں گی۔ زکوٰۃ واجب ہوگی (۹) زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا جانور وصول کیا جائے گا۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عمدہ عمدہ مال چن کر زکوٰۃ میں وصول کرے ہاں اگر تمام جانور ہی عمدہ ہوں تو وہی لیا جائے گا۔

اونٹ کی زکوٰۃ کا بیان

پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے۔ یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری دس ہوں تو دو بکری وعلیٰ ہذالقیاس ——— جب ۲۵ اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو دوسرے برس میں ہو ۳۵ تک یہی حکم ہے۔ پھر ۳۶ سے ۴۵ تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا ہو اور تیسرے برس میں ہو۔ ۴۶ سے ۶۰ تک میں حقہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ ۶۱ سے ۷۵ تک میں جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو ۷۶ سے ۹۰ تک میں دو بنت لبون ۹۱ سے ۱۲۰ تک میں دو حقہ ایک بکری اور ۱۳۰ میں دو حقہ ۲ بکریاں وعلیٰ ہذالقیاس۔ پھر ۱۵۰ میں تین حقہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا۔ یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور ۲۵ میں بنت مخاض۔ ۳۶ میں بنت لبون۔ ایک سو چھیاسی بلکہ ۱۹۵ تک کا حکم ہو گیا۔ یعنی اتنے میں تین حقے اور ایک بنت لبون پھر ۱۹۶ سے ۲۰۰ تک چار حقہ۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں پھر ۲۰۰ کے بعد وہی طریقہ برتیں جو ۱۵۰ کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری ۲۵ میں بنتِ مخاض ۳۶ میں بنت لبون۔ پھر ۴۶ سے ۲۵۰ تک پانچ حقہ۔

نوٹ: اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو۔ نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور چالیس میں تو ایک بکری۔ یہی حکم ۱۲۰ تک ہے۔ یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ۱۲۱ میں دو اور ۲۰۱ میں ۳ اور ۴۰۰ میں چار پھر ہر سو پر ایک۔ اور جو دو نصابوں کے درمیان ہے معاف ہے۔

زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کے احکام

قرآن مجید میں فرمایا: وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (انعام)

واضح ہو کہ اگر زمین۔ بارش یا چشمے وغیرہ کے پانی سے سیراب ہوتی ہو یعنی اس زمین کو پانی خرید کر جانور پر لاد کر، یا ٹیوب ویل یا کنویں سے پانی نکالکر سیراب نہ کیا جاتا ہو تو ایسی زمین کی کل پیداوار کا دسواں حصہ (زکوٰۃ) اداکرنی لازم ہے اور اگر زمین کو پانی خرید کر یا کنویں سے ٹیوب ویل سے سیراب کیا جاتا ہے تو ایسی زمین کی کل پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ اداکرنی واجب ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی یہ ہی تحقیق ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِیمَا سَقَتِ الْاَنْهَارُ وَالْغَیْمُ الْعُشْرُ وَفِیمَا سُقِیَ بِالسَّانِیَۃِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ (مسلم)	جس زمین کو نہریں یا بادل سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جو زمین رہٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی نکال کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(۱) عشر واجب ہونے کے لیے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں ہے۔ مجنون اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے (۲) عشر میں سال گذرنا بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے (۳) اس میں نصاب بھی شرط نہیں۔ اگر بالفرض ایک سیر بھی پیداوار ہو تو بھی عشر واجب ہے (۴) جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہو اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت ہل، بیل اور مزدوروں کی مزدوری یا حکومت وقت کے ٹیکس۔ محصول۔ مالگذاری کی رقوم یا بیج وغیرہ کی قیمت نکال کر عشر یا نصف عشر دیا جائے (۵) عشر اس وقت لیا جائے گا جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور ان کے برباد ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوں (۶) کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی یا سیلاب یا کسی آفت کی وجہ سے برباد ہو گئی تو عشر و خراج دونوں ساقط ہیں جبکہ کل پیداوار برباد ہو گئی ہو۔ اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر لیا جائے گا اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو تو اگر کھیتی کاٹنے کے بعد یا پھل توڑنے کے بعد کھیتی یا پھل وغیرہ ضائع ہو گئے تو عشر یا نصف عشر

ساقط نہ ہوگا (۷) گیہوں۔ جو جوار۔ دھان اور ہر قسم کے غلے اور السی۔ کسم۔ اخروٹ۔ بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی پھل گنا۔ خربوزہ۔ تربوز۔ بینگن۔ ککڑی اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے۔ تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ (۸) عشری زمین میں شہد پیدا ہو تو اس کا بھی عشر واجب ہے۔

کان اور دفینہ میں خمس لیا جائے گا

رکاز کا اطلاق[1] زمین میں دفن شدہ چیز پر آتا ہے خواہ وہ چیز کسی نے زمین میں دفن کی ہو جیسے لوگ چاندی سونے کو دفن کر دیتے ہیں یا وہ چیز زمین میں پیدا ہوتی ہو جیسے لوہا، پیتل۔ تانبا، سونا چاندی کی کان۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ کان سے لوہا، سیسہ سونا وغیرہ نکلے تو اس میں خمس ہے۔ یعنی بادشاہ اسلام پانچواں حصہ وصول کرے گا اور باقی پانے والے کا ہے خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا ذمی مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ اور وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکالی گئیں ہیں عشری ہوں یا خراجی یہ اس صورت میں ہے جبکہ زمین کسی کی مملوک نہ ہو مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر زمین کسی کی ملک ہے۔ تو کل مالکِ زمین کو دیا جائے گا خمس بھی نہیں لیا جائے گا۔ (۲) خمس مساکین کا حق ہے یعنی بادشاہ اسلام خمس وصول کرے گا اور مساکین پر خرچ کرے گا اور اگر دفینہ پانے والے نے خمس نکال کر بطور خود مساکین پر خرچ کر دیا تو بھی جائز ہے۔ بادشاہ اسلام کو خبر پہنچے تو اسے برقرار رکھے اور اس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر دفینہ پانے والا خود مسکین ہے تو بقدرِ حاجت اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اگر خمس نکالنے کے بعد باقی دو سو درہم کی قدر ہے تو خمس دفینہ پانے والا اپنے صرف میں نہیں لا سکتا کیونکہ اب وہ خود مسکین نہیں ہے بلکہ مالک نصاب (غنی) ہے ہاں اگر مدیون ہو کہ قرض نکالنے کے بعد دو سو درہم کی قدر باقی رہتا تو ایسی صورت میں خمس اپنے صرف میں لا سکتا ہے (۳) اگر ماں باپ یا اولاد جو مساکین ہیں ان کو خمس دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔

---

[1] دفینہ۔ معدن اور کنز متقابل ہیں۔ یعنی معدن وہ ہے جو زمین میں پیدا ہو اور کنز وہ ہے جو زمین میں دفن کیا جائے اور احناف کے نزدیک خواہ معدن ہو یا کنز دونوں میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا۔

(۴) مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہیں لیا جائے گا بلکہ کل مالک کو دیا جائے گا (۵) جس دفینہ میں اسلامی نشانؔ پایا جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار یا خانہ داری کے سامان وغیرہ تو وہ پڑے مال کی طرح ہے یعنی اس کا اعلان اتنے دنوں تک کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ اب اس کا تلاش کرنے والا نہ ملے گا، پھر مساکین کو دیدے یا خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے اور اگر اس میں کفر کی علامت ہو مثلاً بت کی تصویر ہو یا کافر بادشاہ کا نام لکھا ہو تو اس میں سے خمس لیا جائے گا۔ باقی پانے والے کو دیا جائے گا۔ (۵) اگر دفینہ کے سکہ پر کفر یا اسلام کی علامت نہیں ہے تو زمانہ کفر کا قرار دیکر اس سے خمس لیا جائے گا۔

مصارف زکوٰۃ مندرجہ ذیل اشخاص مستحق زکوٰۃ ہیں ان پر زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے۔

فقیر: یہ وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یعنی وہ شخص مالک نصاب نہ ہو۔

مسکین: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے لوگوں سے سوال کا محتاج ہو۔

ابن السبیل مسافر جس کے پاس راہ سفر میں مال نہ رہا۔ اگرچہ گھر میں موجود ہے وہ بقدر ضرورت مال زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

فی سبیل اللہ: یعنی راہ خدا میں صرف کرنا اس کی چند صورتیں ہیں مثلاً کوئی شخص حج کو جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس مال نہیں تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ مگر اس کو حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں یا طالب علم کہ علم دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے اسے بھی دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے۔ اسی طرح مدارس دینیہ بھی زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہیں۔

لہ یعنی دفینہ سے جو اشیا برآمد ہوتی ہیں ان میں کوئی ایسا نشان یا علامت ہو جس سے یہ واضح ہو کہ یہ اشیا کسی مسلمان نے دفن کی ہیں یا زمانہ اسلام کی ہیں جیسے جو سکے نکلے ہیں ان پر کلمہ لکھا ہو یا بادشاہ اسلام کا نام یا اسلامی حکومت کا نشان یا مہر ثبت ہو۔

ہر نیک بات میں زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے جب کہ بطور تملیک ہو کر بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی (در مختار)

ضروری مسئلہ بد مذہب بے دین فرقوں کے مدارس اور اشخاص کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہ ہوگی بلکہ انہیں دینا گناہ بھی ہے۔ اہلسنت والجماعت کو سنی حنفی صحیح العقیدہ دینی مدارس کو یا مستحق زکوٰۃ مسلمان ہی کو زکوٰۃ دینی چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بلے از انبیاء او بود مقصود
چو او آمد نبوت گشت مسدود

(عطارؒ)

لا نبیّ بعدی ز احسانِ خدا است
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است

حج — ایک عظیم و جلیل عبادت

حج مساواتِ اسلامی کا پیکر ہے جہاں امیر و غریب شاہ و گدا، جاہل و عالم بادشاہ اور رعایا ایک لباس، ایک صورت ایک ہی کیفیت سے ایک میدان میں بحضور رب العلمین حاضری دیتے ہیں۔ حج انسان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتا ہے۔ حج دل کو تمام کدورتوں اور عداوتوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ہے کیونکہ حاجی جب بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا قصد کرتا ہے تو سب سے بری الذمہ ہو کے جاتا ہے۔ حج کسبِ حلال کی طرف بھی آدمی کو متوجہ کرتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص مصارفِ حج میں مالِ حلال صرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حج زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت کا اقرار شر سے پرہیز اور خیر کی طرف متوجہ رہنے کا عزم ہے بلکہ یوں کہیے کہ حج کے بعد حاجی نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا بدر کے دن کے سوا عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان اور کسی دن ذلیل و رسوا اور غضب ناک نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں (موطا مالکؒ)

(۲) عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے جو انہوں نے مانگا وہ ہم نے قبول کیا۔ (مسلم) حج و عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے۔ سونے چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔ اور جو مسلمان اس دن (عرفہ) احرام کی حالت میں گذارتا ہے اس کا سورج ڈوبتا ہے تو اس کے گناہوں کو لے ڈوبتا ہے (نسائی و ترمذی) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حج مبرور کی جزا جنت ہے (موطا) عورتوں کا جہاد

حج ہے (احمد) حاجی اللہ کے مہمان ہیں (ابن ماجہ) طواف کعبہ مثل نماز ہے (ترمذی) حج گناہوں کا کفارہ ہے۔ (بخاری) افضل ترین عمل جہاد ہے۔ اس کے بعد حج مبرور (بخاری) کعبہ کے پچاس طواف کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا (ترمذی) حج اور عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کر دیتے ہیں۔ جیسے بھٹی لوہے چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے (ترمذی) رمضان میں عمرہ کرنا حضور کے ہمراہ حج کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری) حجرِ اسود کا بوسہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ عرفہ کے دن عام بخشش ہوتی ہے (مشکوٰۃ) جس نے بلا کسی عذر شرعی حج نہ کیا اور بغیر حج کے مرگیا تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر (ترمذی) اس لیے جب حج فرض ہو جائے تو اس میں تاخیر کرنا حرام و گناہ ہے۔ حج کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے۔

حج اور اس کے فرائض و واجبات اور سنتیں

(۱) حج نویں ذالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا نام ہے۔ اس کا وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔ ۹ھ میں فرض ہوا عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ دکھاوے کے لیے حج کرنا یا مال حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینی ضروری ہے اس کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ سے جبکہ وہ اس کی خدمت کے محتاج ہوں۔ ماں باپ نہ ہو تو دادا دادی کا بھی یہی حکم ہے، یہ حکم حج فرض کے لیے ہے اور اگر حج نفل ہو تو مطلقاً والدین کی اطاعت کرے وہ اجازت دیں تو جائے ورنہ نہیں۔

۲۔ جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا۔ یعنی اسی سال میں جائے اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ گیا تو فاسق ہے مگر جب بھی کرے گا ادا ہی ہے قضا نہیں۔ اگر کسی زمانہ میں حکومت وقت کی طرف سے پابندیاں ہوں کہ وہ شرائط جب تک پورے نہ ہو جائیں اس وقت تک حکومت حج کے لیے نہیں جانے دیتی تو ایسی صورت میں جس پر حج فرض ہو گیا ہے۔ وہ کوشش کرتا رہے اس پر بھی اگر حکومت وقت کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔ تو اس کا

وبال حکومت پر ہے۔

حج واجب ہونے کی شرائط

حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں ہوتا۔

(۱) مسلمان ہونا (۲) حج کی فرضیت کا علم ہونا یعنی دارالحرب میں ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام میں فرض ہے۔ اور دارالاسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو فرض ہو جائے گا کہ دارالاسلام فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا مجنون پر فرض نہیں (۵) آزاد ہونا غلام پر فرض نہیں (۶) بدن کی سلامتی یعنی تندرست ہو کہ حج کو جا سکے۔ لفظاً سلامت ہوں۔ اپاہج، اکھیارا ہو۔ مفلوج اپاہج۔ نابینا۔ بوڑھا کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکے ان پر حج فرض نہیں۔ اندھے پر بھی واجب نہیں۔ اگرچہ ہاتھ پکڑ کر چلنے والا اسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اٹھا کر حج کر لیا تو صحیح ہے۔ حج فرض ادا ہو گیا (۷) سفر خرچ اور سواری پر قدرت ہو۔ اس قدرت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے پاس رہنے کے مکان۔ لباس۔ خدام گھر کا سامان سواری کا جانور۔ پیشہ کے اوزار خانہ داری کے سامان اور جو اس پر قرض ہے ان سب سے زائد اتنا مال ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک دوران سفر میں ضروریات خورد و نوش کے لیے کفایت کرے اور جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ ہے انہیں واپسی تک خرچ دے سکے۔

شرائط حج

(۱) امن۔ یعنی راہ میں بسلامتی سفر کرنا۔ غالب گمان ہو تو حج فرض ہو گا ورنہ نہیں (۲) عورت کے لیے جب مکہ تک جانے کے لیے تین دن یا زیادہ کی مسافت طے کرنی ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا ایسے محرم کا ہونا جس سے اس کا نکاح ہمیشہ کو حرام ہو۔ شرط ہے خواہ عورت جوان ہو یا بوڑھی بغیر شوہر یا ایسے محرم کی ہمراہی کے لیے سفر جائز نہیں اور یہ میسر نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں (۳) نیز عورت کے لیے موت یا طلاق

کی عدت میں نہ ہونا بھی شرط ہے۔ تو اگر عورت عدت میں ہے تو نہ جائے۔ عدت ختم ہو جانے پر جائے (۴) قید میں نہ ہو اور بادشاہ اگر حج کے جانے سے روکتا ہو تو یہ بھی عذر ہے

صحتِ ادا کے شرائط

صحت ادا کی نو شرطیں ہیں اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں۔ (۱) مسلمان ہونا۔ کافر نے حج کیا تو نہ ہوا (۲) احرام بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) زمان۔ یعنی حج کے لیے جو زمانہ مقرر ہے اس سے قبل افعال حج نہیں ہو سکتے۔ مثلاً طواف قدوم وسعی حج کے مہینوں سے قبل نہیں ہو سکتے۔ اور وقوف عرفہ نویں ذالحجہ کی زوال سے قبل یا دسویں ذالحجہ کی صبح ہونے کے بعد نہیں ہو سکتا اور طواف زیارت دسویں ذالحجہ سے قبل نہیں ہو سکتا (۴) مکان یعنی طواف کی جگہ مسجد الحرام ہے۔ اور وقوف کے لیے عرفات اور مزدلفہ کنکری مارنے کے لیے منیٰ۔ قربانی کے لیے حرم۔ یعنی جس فعل کے لیے جو جگہ مقرر ہے وہ وہیں ہوگا۔ (۵) تمیز (۶) عقل یعنی جس میں تمیز نہ ہو۔ جیسے ناسمجھ بچہ۔ یا جس میں عقل نہ ہو۔ جیسے مجنوں تو یہ خود وہ افعال نہیں کر سکتے۔ جن میں نیت کی ضرورت ہے مثلاً احرام یا طواف بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور کرے اور جس فعل میں نیت شرط نہیں۔ جیسے وقوف عرفہ وہ خود کر سکتے ہیں (۷) فرائض حج کا بجا لانا مگر جب کہ عذر ہو (۸) احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا۔ اگر ہو گا حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا۔ لہٰذا اگر اس سال حج فوت ہو گیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور سال آئندہ جدید احرام سے حج کرے اور اگر احرام نہ کھولا بلکہ اسی احرام سے حج کیا تو حج نہ ہوا۔

حج کے فرائض

حج میں یہ امور فرض ہیں (۱) احرام۔ یہ شرط ہے (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے (طواف اور وقوف رکن ہیں (۴) نیت (۵) ترتیب۔ یعنی پہلے احرام باندھنا۔ پھر وقوف پھر طواف (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا۔ یعنی وقوف اس وقت ہوتا جو اوپر مذکور ہوا۔ اس کے بعد طواف اس کا وقت وقوف

کے بعد سے آخر عمر تک ہے (۲) مکان یعنی وقوف زمین عرفات میں ہونا سواء عرفہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

حج کے واجبات

واجبات حج یہ ہیں (۱) میقات سے احرام باندھنا۔ یعنی میقات سے احرام باندھنا۔ یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گذرنا۔ اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے (۲) صفا و مروا کے درمیان دوڑنا۔ اس کو سعی کہتے ہیں (۳) سعی کو صفا سے شروع کرنا۔ اگر مروہ سے شروع کی تو پہلا پھیرا شمار نہ ہوگا دوبارہ کرے (۴) اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا۔ سعی کا طواف معتدبہ کے بعد یعنی کم سے کم چار پھیروں کے بعد ہونا (۵) دن میں وقوف کیا۔ تو اتنی دیر وقوف کرے کہ آفتاب ڈوب جائے۔ اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں، مگر یہ اس واجب کا تارک ہوا کہ غروب تک وقوف کرتا (۶) وقوف میں رات کا کچھ جزآ جانا (۷) عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا (۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا (۹) مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں آکر وقتِ عشاء میں پڑھنا (۱۰) تینوں جمرہ دن پر دسویں گیارہویں۔ بارہویں۔ تینوں دن کنکریاں مارنا۔ یعنی دسویں کو صرف جمرۃ العقبہ پر اور گیارہویں بارہویں کو تینوں پر رمی کرنا (۱۱) جمرہ عقبہ کی رمی پہلے دن حلق سے پہلے ہونا (۱۲) ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا (۱۳) سر منڈانا یا بال کترانا (۱۴) اور اس کا ایام نحر اور (۱۵) حرم شریف میں ہونا (۱۶) قران و تمتع والے کو قربانی کرنا (۱۷) اور اس قربانی کا حرم اور ایام نحر میں ہونا (۱۸) طواف افاضہ[1] کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا (۱۹) طواف حطیم کے باہر سے ہونا (۲۰) دہنی طرف سے

---

[1] طواف افاضہ عرفات سے واپسی کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں اور اسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں

حـ جیسے باپ بیٹا۔ بھائی وغیرہ یا رضاعی بھائی باپ بیٹا وغیرہ خسر۔ شوہر کا بیٹا۔ یہ ہوں تو ان کا عورت کے ساتھ ہونا شرط ہے۔ یہ نہ ہوں تو پھر عورت کو سفر نا جائز اور اس پر حج فرض نہیں۔ بہت عورتیں اس مسئلہ کا خیال نہیں کرتیں اور غیر محرم کے ساتھ یا اکیلی حج کو چلی جاتی ہیں۔ یہ گناہ ہے۔ گو کہ حج ان کا ہو جائے گا۔

طواف کرنا، یعنی کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو (۲۱) عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا لازم ہے (۲۲) طواف کرنے میں نجاست حکمیہ سے پاک ہونا یعنی جنب و بے وضو نہ ہونا۔ اگر بحالت جنابت یا بے وضو طواف کیا تو اعادہ کرے (۲۳) طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا (۲۴) طواف کے بعد نماز پڑھنا، لیکن اگر نہیں پڑھی تو دم واجب نہ ہوگا (۲۵) کنکریاں مارنے اور ذبح اور سر منڈانے اور طواف میں ترتیب کا ہونا۔ یعنی پہلے کنکریاں پھینکے۔ پھر غیر مفرد قربانی کرے۔ پھر سر منڈائے۔ پھر طواف کرے (۲۶) طواف صَدر یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کے لیے رخصت کا طواف کرنا (۲۷) وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے تک جماع نہ ہونا (۲۸) احرام کے ممنوعات مثلاً سلا کپڑا پہننے اور منہ یا سر چھپانے سے بچنا۔

واضح ہو کہ واجب ترک کے دم لازم آتا ہے۔ خواہ قصداً ترک کیا ہو یا سہواً خطا کے طور پر ہو یا نسیان کے البتہ واجب کے ترک سے حج باطل نہ ہوگا۔

حج کی سنتیں

(۱) طواف قدوم یعنی میقات کے باہر سے آنے والا۔ مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر سب سے پہلا جو طواف کرے اسے طواف قدوم کہتے ہیں۔ طوافِ قدوم مفرد۔ اور قارن کے لیے سنت ہے متمتع کے لیے نہیں (۲) طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا (۳) طوافِ قدوم یا طوافِ فرض میں رمل کرنا (۴) صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا (۵) امام کا مکہ میں ساتویں ذالحجہ کو (۶) عرفات میں نویں کو (۷) منیٰ میں گیارھویں کو خطبہ پڑھنا (۸) آٹھویں کی فجر کے بعد مکہ سے روانہ ہونا کہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں [1] (۹) نویں رات منیٰ میں گذارنا (۱۰) آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا (۱۱) وقوف عرفہ کے لیے غسل کرنا (۱۲) عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات کو رہنا (۱۳) اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلا جانا (۱۴) دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں ان کو منیٰ میں گذارنا

---

[1] طواف زیارت کے اکثر حصہ سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایام نحر کے غیر میں بھی ہو سکتے ہیں۔

اور اگر تیرھویں رات کو بھی منیٰ میں رہا تو بارھویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہنا (۱۵) ابطح یعنی وادی محصب میں اترنا اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو۔

سفرِ حج کے آداب و سُنن

عازمِ حج کو والدین سے اجازت لینا چاہیئے۔ اگر والدین اس کی خدمت کے محتاج ہیں تو حج کو نہ جائے۔ قرض خواہ سے بھی اجازت لینی چاہیئے اور تمام گناہوں سے بصدق دل توبہ کرے۔ اہل حقوق کے جن حقوق کی ادا ممکن ہو انہیں ادا کرے ورنہ معاف کرائے جو عبادتیں ترک ہوئی ہیں ان کی قضا کرے۔ اپنی تقصیروں پر نادم ہو۔ آئندہ کے لیے اتباعِ شرع کا پختہ ارادہ کرے۔ اس سفر سے رضائے الٰہی مقصود ہو۔ نمود، نمائش فخر وغیرہ کے خیالات سے دل پاک رکھے۔ توشہ مال حلال سے ہو فراخدلی سے خرچ کرے۔ ہمراہیوں کی مدد کرے۔ فقیروں کو صدقہ دے۔ کئی شخص ہمراہ ہوں تو ایک کو سردار بنا لیا جائے۔ روانگی کے وقت عزیزوں دوستوں سے ملنا اور ان سے قصور معاف کرانا اور اپنے لیے دعائے برکت کی درخواست کرنا اور ان کے جان و مال و تندرستی، عافیت، عزت، اولاد کو خدا کے سپرد کرنا چاہیئے۔ سفر کا لباس پہن کر گھر میں چار رکعت نفل الحمد اور قل کے ساتھ پڑھے جبکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ سفر کو روانہ ہوتے وقت کچھ صدقہ کرے۔

۲: سفر کے لیے روز پنجشنبہ یا دوشنبہ یا جمعہ بہتر ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج وداع میں پنجشنبہ کو روانہ ہوئے۔ سفر میں باطہارت رہنے کا اہتمام رکھیں۔ زبان کی حفاظت کریں۔ ایسی بات نہ کہیں جس میں کراہت تنزیہی ہو۔ بے فائدہ مباح باتوں سے بھی تا بمقدور بچیں۔ اکثر اوقات مشغولِ ذکر رہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھنے کا معمول ہو اس سے رخصت ہوں۔ وقت مکروہ نہ ہو تو اس میں دو رکعت بھی سورۂ اخلاص سے پڑھیں پھر دعا مانگیں۔

اس سفر میں کوشش کریں کہ عالم دین اور صلحاء کا ساتھ ہو۔ جو نصیحت کرتے اور تلقین صبر فرماتے اور حج و زیارت کا شوق زیادہ کرتے اور مناسک و زیارت کی فضیلت و برکت ذہن نشین کرتے اور علمی و دینی مدد دیں پہنچاتے رہیں۔ مکان سے خوش و خرم برآمد ہوں۔ دل میں

خوف الٰہی رہے۔ غصہ۔ بدخلقی سے اجتناب کرے۔ جس قدر ہو سکے دوسروں کو مدد دیں۔ حمالوں (قلیوں) پر ان کی طاقت سے زیادہ بار نہ رکھیں۔ اس سفر کو چلتے وقت تارک الدنیا کی طرح روانہ ہوں

احرام کا طریقہ

احرام کا طریقہ یہ ہے کہ عازم حج مسواک کریں وضو کریں۔ خوب مل کر نہائیں۔ حتیٰ کہ حیض ونفاس والی اور بچے بھی نہائیں صرف وضو کر لینا بھی کافی ہے اور با طہارت احرام باندھیں (۲) مرد چاہیں تو سر مونڈ ڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھا کر کے خوشبودار تیل ڈالیں (۳) غسل سے قبل ناخن کترائیں خط بنوائیں موئے بغل وزیر ناف دور کریں (۴) بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں۔

اگر خوشبو ایسی ہے کہ اس کا جرم باقی رہے گا۔ جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں پر نہ لگائیں (۶) مرد سلے کپڑے اور موزے ——— اتار دیں۔ ایک چادر اوڑھیں ایک تہمند باندھیں یہ چادریں نئی اور سپید ہوں تو بہتر ہے۔ ورنہ دھلی ہوئی بھی کام آسکتی ہیں (۷) جب میقات آئے اور وقت مکروہ نہ ہو۔ تو دو رکعت بنیت احرام پڑھیں۔

حج تین طرح کا ہوتا ہے

اوّل یہ کہ صرف حج کی نیت سے احرام باندھے اسے اِفراد اور حاجی کو مفرد کہتے ہیں **دوم** یہ کہ میقات سے صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھے اور مکہ معظمہ میں عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دے (حلال ہو جائے) پھر مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع اور حاجی کو متمتع کہتے ہیں **سوم** یہ کہ میقات سے حج وعمرہ دونوں کی نیت کرے اور دونو کا احرام ایک دفعہ باندھے یہ سب سے افضل ہے اسے قران کہتے ہیں اور حاجی کو قارن۔ (۱) تو اگر مفرد ہے تو احرام کی دو رکعت کے سلام کے بعد یہ کہے اِنّی اُرِیدُ الحج فَیَسِّرہ لی وتقبلہ منی نَوَیتُ الحج وَاحرمتُ مخلصاً للّٰہ تعالیٰ اور متمتع یہ کہے۔ اَللّٰھُمّ اِنّی ارید العمرۃ فَیَسِّرھا لی وتقبلہا منی نویتُ العمرہ احرمتُ بہا مخلصاً لِلّٰہ تعالیٰ اور قارن یہ کہے۔ اَللّٰھم اِنّی اُرِیدُ الحجّ والعمرۃَ فیسّرھما لی وتقبّلھما منی نویت العمرۃ والحج ——— مخلصاً لِلّٰہ تعالیٰ۔ پھر بہ نیت حج تلبیہ پڑھے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لاشریکَ لکَ اِنّ الحمدَ والنعمۃَ لکَ والملکَ

لاشریک لک۔ شروع میں تین مرتبہ لبیک کہے۔ بعد لبیک درود شریف پڑھے اور آہستہ دعا مانگے۔ لبیک کی کثرت کرے اور بلند آواز سے کہے۔ فرض نمازوں کے بعد اور سواروں پیادوں سے ملتے وقت۔ بلندی پر چڑھتے اور پستی پر اترتے اور سحر کو اور خواب سے بیدار ہوتے وقت اور ہر مرتبہ سوار ہوتے ——— اور اترتے وقت لبیک پڑھا کرے۔

فائدہ: احرام کے لیے ایک مرتبہ زبان سے کہنا ضروری ہے۔ اگر اس کی جگہ سبحان اللہ یا الحمد للہ یا کوئی اور ذکر الٰہی کیا اور احرام کی نیت کی تو احرام ہو گیا مگر سنت لبیک کہنا ہی ہے۔ نیز احرام کے لیے نیت شرط ہے۔ اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہوا۔ اسی طرح تنہا نیت بھی کافی نہیں۔ جب تک کہ لبیک یا اس کا قائمقام کوئی اور لفظ نہ ہو (۲) احرام کے وقت لبیک کہے تو اس کے ساتھ ہی نیت بھی ہو۔ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ دل میں ارادہ نہ ہو تو احرام درست نہیں ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ زبان سے بھی کہے مثلاً قران میں لبیک بالعمرۃ والحج اور تمتع میں لبیک بالعمرۃ اور افراد میں لبیک بالحج کہے۔

وہ امور جو احرام میں حرام ہیں

جب بہ نیت احرام لبیک کہہ لیا تو اب آدمی محرم ہو گیا۔ اب یہ کام حرام ہو گئے (۱) عورت سے صحبت (۲) بوسہ مساس گلے لگانا۔ جبکہ یہ باتیں بشہوت ہوں (۳) عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا (۴) فحش وگناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے (۵) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا (۶) جنگل کا شکار اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا۔ بندوق یا بارود یا اس کو ذبح کرنے کو چھری دینا اس کے انڈے توڑنا پر اکھیڑنا پاؤں یا بازو توڑنا دودھ دوہنا۔ اس کا گوشت یا انڈے پکانا بھوننا۔ بیچنا خریدنا کھانا (۷) اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا اپنا کتروانا۔ سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا (۸) منہ یا سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا (۹) سلا کپڑا پہننا (۱۰) خوشبو بدن بالوں یا کپڑوں میں لگانا (۱۱) ملاگیری یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے ہوئے کپڑے پہننا جبکہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں (۱۲) خالص خوشبو مثلاً مشک و عنبر

زعفران جاوتری لونگ الائچی۔ دارچینی۔ زنجبیل وغیرہ کھانا یا ایسی خوشبو کا انچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مشک عنبر زعفران وغیرہ (۱۳) سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار چیز یا کسی دوائی سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں (۱۴) وسمہ مہندی کا خضاب لگانا (۱۵) زیتون۔ یا تل کا تیل۔ اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن پر لگانا (۱۶) کسی کا سر مونڈنا (۱۷) جوں مارنا۔ پھینکنا۔ کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔ غرض کہ جوں کے ہلاک کرنے کا کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا۔ یہ سب باتیں بحالت احرام حرام ہیں۔

احرام میں یہ امور مکروہ ہیں

بحالتِ احرام مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں۔ (۱) بدن کا میل چھڑانا (۲) بدن کو کھلی یا صابن وغیرہ سے دھونا (۳) کنگھی کرنا۔ اس طرح کھلانا کہ بال ٹوٹنے یا جوں کے گرنے کا اندیشہ ہو (۴) انگرکھا۔ جبہ۔ کرتا۔ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا (۵) خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا پہننا یا اوڑھنا جبکہ وہ کپڑا خوشبو دے رہا ہے (۶) قصداً خوشبو سونگھنا۔ اگرچہ خوشبودار پھل یا پتا ہو جیسے لیمو۔ نارنگی۔ پودینہ۔ عطر دانہ یا عطر فروش کی دوکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ خوشبو سے دماغ معطر ہوگا۔ سر یا منہ پر پٹی باندھنا (۷) خلاف کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف سر یا منہ سے لگے (۸) ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا (۸) کوئی ایسی چیز کھانا پینا۔ جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ بو زائل ہو گئی ہو (۹) بے سلا ہوا کپڑا۔ رفو کیا ہوا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔ (۱۰) تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھے لیٹنا (۱۱) مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے (۱۲) بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر باندھا ہو (۱۳) بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا (۱۴) سنگار کرنا (۱۵) چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا جیسے گانٹھ باندھتے ہیں اس طرح یا کسی اور طرح پر جبکہ سر کھلا ہو بحالت احرام مکروہ ہے ورنہ حرام اسی طرح تہبند کے دونوں کناروں پر گرہ دینا یا تہبند باندھ کر کمر بند یا رسی سے کسنا۔ یہ تمام باتیں بحالت احرام مکروہ ہیں۔

یہ امور احرام میں جائز ہیں

(۱) کمر میں ہمیانی باندھنا (۲) ہتھیار باندھنا (۳) بے میل چھڑائے حمام کرنا پانی میں غوطہ لگانا (۴) کپڑے دھونا جبکہ جوں مارنے کی غرض سے نہ ہو (۵) مسواک کرنا۔ کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا یا چھتری لگانا (۶) انگوٹھی پہننا (۷) بے خوشبو کا سرمہ لگانا (۸) داڑھی اکھاڑنا اور بڑے بڑے ناخنوں کو جدا کر دینا۔ (۹) پھنسی توڑ دینا۔ فصد۔ بغیر بال مونڈھے پچھنے کرانا (۱۰) سر یا بدن اس طرح آہستہ کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے (۱۱) احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا (۱۲) پالتو جانور داونٹ گائے بکری مرغی وغیرہ ذبح کرنا۔ پکانا کھانا، اس کا دودھ دوہنا اس کے انڈے توڑنا بھوننا کھانا (۱۳) کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا (۱۴) بیرون حرم کی گھاس اکھاڑنا درخت کاٹنا وغیرہ (۱۵) چیل کوا۔ چوہا چھپکلی سانپ۔ بچھو۔ کھٹمل مچھر۔ پسو۔ مکھی وغیرہ خبیث و موذی جانوروں کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو (۱۵) منہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا (۱۶) سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا (۱۷) کان کپڑے سے چھپانا (۱۸) سر پر سینی یا بوری اٹھانا (۱۹) جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا۔ (۲۰) گھی۔ چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام کدو۔ کاہو کا تیل کہ خوشبو دار نہ ہو بالوں یا بدن پر لگانا (۲۱) خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو۔ مگر کسم یا کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے (۲۲) آئینہ دیکھنا (۲۳) نکاح کرنا یہ سب باتیں احرام میں جائز ہیں۔

فائدہ: ان سب مسائل میں مرد و عورت برابر ہیں، مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں۔ سر چھپانا بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں سر چھپانا فرض ہے۔ دستانے۔ موزے سلے کپڑے پہننا۔ واضح ہو کہ جو باتیں بحالت احرام ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں۔ مگر ان پر جرمانہ مقرر ہے۔ ہر طرح دینا آئے گا۔ اگرچہ وہ باتیں بے مقصد ہوں یا جبراً سوتے میں ہوں۔

روضہ اقدس کی زیارت قریب بواجب ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور

کی زیارت افضل الاعمال سے اور قبولِ حج و سعادتِ دینی و دنیوی کے لیے ایک عظیم وسیلہ ہے۔ حضرت امام المتقین سید المحدثین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مت کہو کہ میں نے حضور کی قبر کی زیارت کی بلکہ یہ کہو کہ میں نے حضور کی زیارت کی ہے

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

حج تو فرض ہے ہی مگر حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور خاص طور پر حضور کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنا مستحب بلکہ قریب بواجب ہے اور حج کے موقع پر بلا عذر حضور کے دربار میں حاضری نہ دینا سخت محرومی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی (دار قطنی)

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔ (ابن عدی)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (بیہقی)

جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے کسی اور حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ میں اس کا شفیع بنوں۔ (طبرانی کبیر)

حضور کے روضہ اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ (وفی روایۃ ابو ہریرۃ) وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ (بخاری)

نے فرمایا میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ بہشت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے (اور روایتِ ابو ہریرہ میں اتنا اور ہے) میرا منبر میرے حوض پر ہے

حدیث ہٰذا میں بیت سے مراد قبر ہی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک آپ کے مسکونہ مکان میں ہے۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ کے حجرۂ مبارک میں

ظاہر حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر قطعۂ زمین واقعی بہشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جیسے حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے سے ایک یاقوت ہے۔ چنانچہ جمہور علماء کی یہ ہی رائے ہے اور یہ ہی صحیح ہے۔

ومنبری علی حوضی کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کے اسی منبر کو بعینہٖ دوبارہ جنت میں حوض کوثر پر نصب فرما دے گا اور یہ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں (مرقات)

حج بدل کے احکام

جو شخص خود عاجز ہو تو دوسرا اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے جس کی شرائط یہ ہیں (۱) جو حج بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو۔ اگر فرض نہ تھا اور حج بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوا (۲) جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ عاجز ہو یعنی وہ خود حج نہ ادا کر سکتا ہو۔ اگر اس قابل ہو کہ خود کر سکتا ہے تو اس کی طرف سے نہیں ہو سکتا (۳) وقت حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے۔ اگر درمیان میں اس قابل ہو گیا کہ خود حج کرے تو پہلے جو حج کیا جا چکا ہے وہ ناکافی ہے (۴) جس کی طرف سے حج کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہو سکتا (۵) حج کے مصارف اس کے مال سے ہوں جس کی طرف حج کیا جائے۔ (۶) جس کو حکم دیا وہی کرے۔ دوسرے سے اس نے حج کرایا تو نہ ہوگا

جب یہ سب شرطیں پائی جائیں تو جس کی طرف سے حج کیا گیا اس کا فرض ادا ہوا۔ اور یہ حج کرنے والا بھی ثواب پائے گا۔ مگر اس کا حج فرض ادا نہ ہوگا (۱۲) بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا نے خود نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔

اسلامی تقریبات

ملی و قومی تقریبات منانے کا طریقہ زمانۂ قدیم سے جاری ہے۔ اقوام عالم ان تقاریب کو بڑے ذوق و شوق سے مناتی ہیں۔ ان سے قومی کا اجتماعی احساس بیدار ہوتا ہے۔ معلومات میں وسعت خیالات میں پختگی عمل میں تیزی نصب العین میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے دنیا کی ہر قوم کسی نہ کسی رنگ میں تقاریب کا اہتمام کرتی ہے مگر ان کی تقاریب کسی اخلاقی ضابطہ کی پابند نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مذہب یا نظریہ کی وہ حامل ہیں۔ اس میں تقاریب منانے کے لیے کسی قاعدہ کی ہدایت موجود نہیں ہے لیکن اسلام چونکہ دین کامل ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے تقاریب مناتے وقت ان ضابطوں اور قاعدوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے جو اسلام نے مقرر کیے ہیں۔ وہ مقصد کے حصول کے لیے جو تقریب مناتے ہیں اس میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتے جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہو۔ کتاب مجید میں فرمایا گیا:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (اعراف)	اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ تمہارا بھلا ہو۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد منانے سے فلاح حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فلاح اسی صورت میں حاصل ہوگی جب کہ یاد کی مجالس حدودِ شریعت کے اندر ہوں۔ کھیل کود۔ لہو لعب تکبر و غرور، فحاشی و عریانی نمائش محض، بے مقصد اور خلاف شرع امور سے خالی ہوں۔

بعض لوگ ان تقاریب کو جو مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں (مثلاً عید میلاد النبی بزرگان دین کے اعراس فاتحہ نذر و نیاز۔ تیجہ و چہلم کو) ناجائز قرار دیتے ہیں اور اس معاملہ میں کفر و شرک تک کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض ہے ہر وہ تقریب جو کسی مقصد صحیح کے لیے منعقد کی جائے جائز ہے فرض واجب نہیں ہے اور کسی بھی رواج یافتہ تقریب یا مجلس کو حرام و ناجائز و بدعت قرار دینے کے لیے دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ محض اپنی رائے سے بدعت و حرام کا فتویٰ دینا بہت بڑی زیادتی ہے۔

گیارہویں۔ بزرگوں کے اعراس تیجہ، چہلم دراصل ایصالِ ثواب کی مجالس ہیں اور تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ خواہ ان کا نام کچھ رکھ لیا جائے۔ ان مجالس میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے ذکر ہوتا ہے۔ علماء کرام مختلف اسلامی موضوعات پر وعظ کرتے ہیں۔ وفات شدہ مسلمان کی روح کو ثواب پہنچایا جاتا ہے اور بطور صدقہ نافلہ حسب توفیق کھانا و پھل وغیرہ حاضرین میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس نوع کی مجالس کی اصل صرف ایصالِ ثواب ہے اور اس کا جواز و ثبوت قرآن و حدیث سے واضح ہے۔ اسی طرح عید میلاد النبی حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت اور آپ کی تعلیمات کی تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے۔ یونہی یومِ صدیقِ اکبر، یوم فاروق اعظم، یومِ عثمان غنی، یومِ علی مرتضیٰ، یوم امامِ اعظم ابو حنیفہ، مشاہیر اسلام کی یاد کی تقاریب ہیں۔ ان کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ان بزرگانِ قوم کی بصیرت، اخلاق، تعلیم اور ان کے دینی و ملی کارناموں سے مسلمانوں کو روشناس کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں ان کی پیروی اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا احساس پیدا ہو۔ یہی حال تاریخی واقعات پر مشتمل تقاریب کا ہے۔ جس سے اسلاف کے دینی و ملی کارناموں کی یاد تازہ کرائی جاتی ہے۔ اب ان مروجہ مراسم و تقاریب کے متعلق یہ کہنا کہ چونکہ دن مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے اور چونکہ عہدِ نبوی و عہدِ صحابہ میں ان تقاریب کا سراغ نہیں ملتا اور چونکہ ان تقاریب کو فرض و واجب کا درجہ دیا جاتا ہے اس لیے یہ حرام و ناجائز و بدعت ہیں۔ محض ضد اور سخن پروری ہی ہے حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان بھی ان مراسم کو فرض و واجب نہیں سمجھتا۔ اور نہ دن مقرر کرنے کو ضروری و لازمی جانتا ہے اور نہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مہینہ کی ۱۱ تاریخ ہی کو حضور غوث پاک کو ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے کسی اور تاریخ کو نہیں ہو سکتا اور نہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی ختم پڑھنے سے ایصالِ ثواب ہو گا۔ اگر ناجائز ہونے کی یہ ہی دلیل ہے تو میں عرض کروں گا کہ بھائیو کھانا پیٹھ کے پیچھے رکھ لیا کرو تاکہ یہ نزاع تو ختم ہو۔ رہا عہدِ صحابہ و عہدِ نبوی میں ان تقاریب کا ذکر نہ ہونا تو حق یہ ہے کہ ان کی اصل اور بنیاد تو عہدِ نبوی اور صحابہ میں مل جائے گی البتہ نام اور کیفیت کا بیشک ذکر نہیں مل سکتا۔ مگر ان تمام امور سے قطع نظر کہنا تو یہ ہے کہ یہ اصول سرے سے ہے ہی غلط کہ جس عمل یا رسم کا ذکر عہدِ نبوی و صحابہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے؟ بلکہ صحیح اصول یہ ہے جو عمل بھی قرآن و حدیث کے خلاف ہو یا قرآن و حدیث نے اس کی ممانعت کی ہو

وہ ناجائز و بدعت ہے۔ رہے وہ اعمال و افعال جو شریعت کے خلاف نہ ہوں اور قرآن و حدیث نے نہ توان کو منع کیا اور نہ ان کے کرنے کا حکم دیا، ایسے تمام اعمال و افعال جائز و مباح ہیں اور ان کو حرام و بدعت قرار دینا سخت زیادتی بلکہ شریعت پر افترا کرنے کے مترادف ہے۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

ماہِ نور ربیع اول شریف میں حضور نبی اکرم رسول محترم نورِ مجسم واقفِ اسرار لوح قلم و امام المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین، اکرم الاولین و آخرین سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہزار جاہ و جلال اپنے قدم میمنت لزوم سے اس خاکدان عالم کو منور و مشرف فرمایا۔ اس لیے یہ ماہ مبارک دُنیائے اسلام میں شروع ہی سے محبوب محترم چلا آرہا ہے۔ اور ہر دَور میں اکابر اسلام جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عظمت و احتشام سے مناتے اور اس کی فضیلت و برکت سے فیض یاب ہوتے رہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور پروردگار عالم کی عظیم ترین نعمت ہے۔ نعمت الٰہی کا ذکر اور اس پر شکر اور اس کی یادگار قائم کرنا، خوشی منانا کتاب و سُنت سے واضح و ثابت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ؕ	ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن اور

جب وہ میدانِ حشر سے اٹھیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ کا بیان ہے۔

مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ میری پیدائش کے دن اور میرے وصال کے دن اور جب مَیں میدانِ حشر میں اٹھوں گا ——— یوم پیدائش، یوم وصال، یوم حشر و نشر کو قرآن مجید میں ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا ہے:

وذکّرھم بایّام اللّٰہ	کہ ایام اللہ کو یاد دلاتے رہو۔

یقیناً اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ نیز ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔	جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں۔ پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تصدیق فرمائیں ان

باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں۔ تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب پیغمبروں نے عرض کیا، ہم نے اقرار کیا، تو فرمایا ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہ ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھرے وہی لوگ بے حکم ہیں (پارہ ۳، رکوع ۱۶)

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین	تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب

یہ پہلی مجلس میلاد مجلس انبیاء کرام علیہم السلام ہے جس میں ذکر میلاد فرمانے والا اللہ تعالیٰ سننے اور عہد فرمانے والے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ اس کے بعد ہر زمانے میں، ہر قرن میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰت والسلام از حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تا حضرت ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت داؤد و سلیمان علیہ السلام اپنے اپنے زمانہ میں مجلس میلاد ترتیب دیتے رہے اور اپنی امتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ آرائی کی بشارت دیتے رہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد	میں بشارت دیتا ہوں اس رسول (محمد) کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے

والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم

آیت: ان الذین بدلو نعمۃ اللہ کفراً کی تفسیر میں حضرت سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

واما بنعمة ربك فحدث | اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو

حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سب نعمتوں سے افضل واعلیٰ و برتر و بالا نعمت اور تمام نعمتوں کی جان ہے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیر کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا،

اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اُن سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات بخشی اور ہم تعظیماً اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

کہ ہم موسیٰ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

غور کیجئے۔ جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی۔ بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں اور حضور بھی اس کی عملی طور پر تائید و توثیق فرمائیں تو جس دن رہبر عالم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے۔ اس کی یاد منانا کیوں کر بدعت ہو سکتا ہے۔

حُضور نے خود اپنا میلاد بیان فرمایا :

اے جابر رضی اللہ عنہ تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے سب سے پہلے ——— پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میں دعائے ابراہیم ہوں۔ میں بشارت عیسیٰ ہوں، میں اپنی ماں کا خواب ہوں۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دیکھا۔ جب آپ پیدا ہوئے ایک نور چمکا جس

سے شام کے محل نظر آئے (زرقانی ج ا صـــ۱۱۶)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضور صلی علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ایک نور ایسا ظاہر ہوا کہ مشرق و مغرب تک روشنی ہوگئی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خداوند تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت ساتھ لے جاؤ اور ایک نورانی جھنڈا بیت المعمور کی چھت پر، ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دو اور اعلان کر دو کہ خدا کا آخری نبی پیدا ہونے والا ہے اور جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ جنت کے دروازے کھول دو اور جہنم کے دروازے بند کر دو۔ فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔ (مواہب۔ خصائص کبریٰ وغیرہ)

خانہ کعبہ کا اظہارِ عقیدت

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا میں شبِ ولادت کعبہ کے پاس تھا۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقامِ ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کو گرا اور کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر محمد مصطفےٰ ——— تحقیق اب میرے رب نے مجھے بتوں کی نجاستوں سے بچا لیا اور مشرکوں کو پلیدیوں سے پاک فرما دیا۔ (مدارج النبوہ جلد ۲ صـــ۱۷)

ابلیس کی پریشانی

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ خصائص کبریٰ جلد ا صـــ۵۱ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو ساری زمین نور سے چمک گئی اور ابلیس بولا۔ آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اب ہمارا کام مشکل ہوگیا حضور کی ولادت کے وقت ابلیس غمگین و پریشان آواز کے ساتھ رو دیا اور جب ارادہ بد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا چاہا تو حضرت جبریل نے اس کو ایک ایسی ٹھوکر لگائی وہ عدن میں جا گرا (سیرت حبیبیہ جلد ا صـــ۶۵)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان آیت کریمہ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں:

کہ میلاد کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعظیم ہے۔ جب کہ وہ منکرات سے خالی ہو۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ (روح البیان)

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

در نیجا سند لیست مراہل موالید راکہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمایند۔

اس میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شب میلاد خوشیاں مناتے اور مال لٹاتے ہیں

(مدارج النبوۃ دوم ص ۲۶)

مولود شریف کے خواص و برکات میں سے ایک یہ بھی مجرب چیز ہے کہ اس (میلاد شریف) سے سال بھر امن و امان قائم رہتا اور میلاد کرنے والے کی حاجتیں، مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس شخص پر جو مولد مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عید منائے۔ تاکہ جن (بدبخت) لوگوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور بدعقیدگی کی بیماری ہے۔ ان کے لیے شدت کی بیماری ہو۔ (ماثبت بالسنۃ)

محفل میلاد میں انوار کی بارش

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقیدہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن حضور کے مولد میں حاضر تھا۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے اور معجزے آپ کی ولادت کے وقت اور بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے دیکھا؛ یکبارگی انوار ظاہر ہوئے۔

پس میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا یہ انوار ملائکہ کے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار انوارِ رحمت سے ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ علیہ مکتوبات میں میلاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد

کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے

ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است | نعت شریف اور فضائل بیان کرنے میں
کیا مضائقہ ہے (مکتوبات ج ۳ ص ۱۱۶/۱۶۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

کہ میرے والد ماجد نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد شریف کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا تو وہی لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے روبرو پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔ (دار الثمین فی المبشراۃ النبی الامین ص ۸)

- راس المحدثین حضرت مولانا عبد العزیز شاہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:۔

"کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں ایک ذکر وفات شریف، دوسری ذکر شہادت حسین ہوتی ہیں۔ سینکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں۔ درود شریف و قرآن پڑھا جاتا ہے۔ وعظ ہوتا ہے۔ پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھلایا جاتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر کبھی نہ کرتا۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول)

- حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:۔

"اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵)

- یہی حاجی امداد اللہ صاحب شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں:۔

"اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے"۔ (شمائم امدادیہ ص ۸۸)۔

- محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت

جواز موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقتِ قیام کے اعتقادِ تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔"

(شمائم امدادیہ ص ۹۳)

• نیز فرماتے ہیں "اگر کسی امر میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام مولود شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم و عالمیان روحی فداہ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ و امداد المشتاق)

• مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

"حق آنست کہ نفسِ ذکرِ ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور و فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بر روح پرفتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است (شفاء السائل)

اور یہ حق ہے کہ حضور کی ولادت کے ذکر کرنے میں اور فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح پرفتوح کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔

• حضرت شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ ہر جمعہ کی شب کو چند من چاول پکا کر بارگاہِ رسالت میں میں نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔ لطف یہ کہ چاول کے ہر دانے پر تین مرتبہ قل ہو اللہ شریف پڑھا ہوتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مولد میں ہر روز ایک ہزار تنکہ (ایک بڑا پیمانہ) زیادہ کرتے رہتے، حتیٰ کہ بارہ ربیع الاول شریف کو بارہ ہزار تنکہ چاول پکاتے تھے۔ (اخبار الاخیار شریف)

اہل مکہ شریف کی میلاد شریف سے عقیدت

علامہ احمد عابدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف (جائے ولادت) میں حاضر ہوتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے

ہیں۔ (جواہر البحار ص ۱۱۲۲)

تمام اہلِ اسلام کا عمل

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:۔ ہمیشہ اہلِ اسلام تمام علاقوں اور بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں (سیرت حلبیہ ص ۸۰)

• علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرت حلبیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

بے شک عمل مولد کے لیے ابنِ حجر نے سنّت سے اصل نکالی ہے اور اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی، ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعت مذمومہ ہے اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے زمانے میں۔

غرض کہ حضور کی ولادت باسعادت کی تقریب کی دھوم دھام، شان و شوکت سے منانا جائز ہے۔ اور عید میلاد النبی کی تقریب تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ حتیٰ کہ میلاد کی خوشی سے ابولہب تک کو فیض پہنچا ہے۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو سخت عذاب میں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ عذاب میں مبتلا رہتا ہے، لیکن پیر کے روز کچھ عذاب میں کمی ہوتی ہے اور جس انگلی کے اشارے سے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ اسی انگلی سے پانی میسر آتا ہے جس سے پیاس بجھتی ہے (بخاری و سیرت حلبیہ وغیرہ)

عید الضحیٰ

عید الضحیٰ کی قربانی ایک ایسی عبادت ہے جو عہدِ نبوی سے آج تک بلا اختلاف مسلمان ادا کرتے چلے آئے ہیں۔ صرف منکرینِ سُنت کا ایک ٹولہ اس عبادت کو فضول قرار دیتا ہے۔ ورنہ روئے زمین کے مسلمان عید الضحیٰ کی قربانی کے وجوب کے قائل ہیں۔ دین اسلام کا مقصد وحید یہی ہے کہ توحید خالص کا قیام ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآنی ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین بتوں کے لیے رکوع اور سجدہ اور قربانی کرتے ہیں اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ یہ سب کام صرف خدا کے لیے کریں۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ مشرکین جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر نہ کسی کو اس پر سوار ہونے دیتے ہیں اور نہ ان کا گوشت کھانے دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم ہوا تم قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔

فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ مشرکین اپنے جانوروں کو بتوں کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور مسلمان ان پر صرف خدا کا نام لیں: فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔ قرآن نے تصریح کی کہ اللہ تمہاری قربانی کے گوشت کا محتاج نہیں اور اس کے حضور قربانی کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا ہے بلکہ تمہاری خالص نیت پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ دیکھتا ہے کہ کون ان کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

قربانی ہر امت میں جاری رہی ہے

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اُمت کو قربانی کا حکم دیا ہے اور اسے عبادت قرار دیا ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (الحج)

ہم نے ہر امت کے لیے عبادت کا طریقہ مقرر کر دیا کہ وہ جانوروں کو اللہ کا نام لے کر ذبح کریں جو ان کو بخشے گئے ہیں۔

جب قربانی کا عبادت ہونا قرآن سے واضح ہے اور اللہ نے ہر امت کو قربانی کا حکم دیا ہے تو اللہ کے حکم میں تغیر و تبدل کا حق کس کو کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر ایک قربانی ہی پر منکرینِ حدیث کا نزلہ کیوں گرتا ہے۔ حج کو بھی یہ کہہ کر ختم کیا جا سکتا ہے کہ لاکھوں روپے ہر سال حج کی ادائیگی پر خرچ ہوتے ہیں اس رقم سے محتاج خانے بنا دینے چاہئیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ قربانی حج کے موقع پر صرف مکہ ہی میں ہو سکتی ہے غلط ہے۔ کیونکہ حج کے موقع پر جو قربانی دی جاتی ہے وہ مناسکِ حج سے متعلق ہے اور قرآن نے حج کی قربانی کو ھدی سے موسوم کیا ہے اور اس کا الگ آیت میں حکم دیا ہے۔ حج کی قربانی بے شک مکہ کے ساتھ خاص ہے، لیکن عید الضحیٰ کی قربانی ہر مالک نصاب پر واجب ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ حضور یہ قربانی کیا ہے۔ حضور نے جواب دیا سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ (ابن ماجہ) ابن کثیر ص۲۲۱: تمہارے باپ ابراہیم کی سُنت ہے۔

- عید کے دن سب سے پہلا کام نماز کے بعد قربانی ہے۔ جس نے نماز کے بعد قربانی کی، اس نے ہماری سنت کو پا لیا۔ (بخاری)

• دسویں ذی الحجہ میں ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے. قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل بارگاہِ الٰہی میں قبول کر پہنچ جاتا ہے. لہٰذا قربانی خوش دلی سے کرو۔

• جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ دے، ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

ابو امامہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں قربانی کے جانور خوب کھلا پلا کر موٹا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا بھی یہی قاعدہ تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو ہی مینڈھوں کی قربانی کیا کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیا کرتے تھے اور پھر حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ حضورِ اکرم مدینہ میں دس سال مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے ہر سال قربانی کی۔ (مشکوٰۃ۔ ترمذی)

حضرت علی بن حسین کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم بقرعید کے دن دو مینڈھے خریدتے تھے۔ خوب موٹے تازے بڑے سینگوں والے۔ چت کبرے۔ پھر جب آپ نماز پڑھ چکتے اور خطبہ سے فارغ ہو جاتے تو آپ اس کو ذبح فرماتے تھے۔ (مسند احمد)

حضور علیہ السلام دس سال مدینہ میں جلوہ فرما رہے۔ آپ نے قربانی دی اگر قربانی مکہ کے ساتھ خاص ہوتی تو مدینہ میں حضور قربانی کیوں دیتے؟ ایک مسلمان کے لیے تو حضورِ اکرم کے حکم کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر بقرعید کی قربانی کا اسلام میں کوئی ثبوت نہ ہوتا تو عہدِ رسالت سے لے کر آج تک کے مسلمان نسلاً بعد نسلاً اس کو کیسے اختیار کرتے چلے آتے۔ اُمتِ نبویہ کا اس پر متواتر عمل بھی قربانی کی مشروعیت کی بڑی دلیل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے مسائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے

عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔ ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا شبِ قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

قرآن مجید سورۂ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔ خصوصاً نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا، ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول ہونا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیر تشریق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک جماعتِ مسجد کے بعد ہر مکلف مرد پر ایک مرتبہ تکبیر مذکورہ پڑھنا واجب ہے۔ امام بھول جائے تو مقتدی یاد دلائیں۔

ترکیب نمازِ عید

عید الضحیٰ کے روز یہ چیزیں مسنون ہیں۔ صبح سویرے اٹھنا۔ غسل و مسواک کرنا۔ پاک و صاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ عید گاہ کو جاتے ہوئے تکبیر مذکورۃ الصدور بآوازِ بلند پڑھنا۔ نمازِ عید دو رکعت ہیں مثل دوسری نمازوں کے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم پڑھنے کے بعد تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرات کے بعد رکوع سے پہلے ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا چاہیئے۔

قربانی

قربانی ایک اہم عبادت ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔
حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال تک مدینہ طیبہ میں قیام

فرمایا، ہر سال برابر قربانی کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لیے مخصوص نہیں ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحقیق شرائط واجب ہے۔ (ترمذی)

قربانی کس پر واجب ہے

قربانی ہر مسلمان مرد وعورت عاقل بالغ پر واجب ہے جسکی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا —— یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں۔

یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ (شامی) قربانی کے معاملہ میں سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں، بچہ اور مجنوں کی۔ ملک میں اگر اتنا مال بھی ہو تو اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔ اسی طرح جو شخص شرعی قاعدہ کے مطابق مسافر ہو اس پر بھی قربانی لازم نہیں (شامی) جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی۔

قربانی کے دن

قربانی صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے دنوں میں قربانی نہیں قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں اور بارھویں تاریخیں ہیں۔ ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے۔ البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے

قربانی کے بدلے صدقہ وخیرات

اگر قربانی کے دن گذر گئے۔ ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہیں کر سکا تو قربانی کی قیمت کا فقرا و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ لیکن قربانی کے دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہو گا۔ ہمیشہ گناہ رہے گا۔ کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے۔ جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی صدقہ وخیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر تعامل صحابہ کرام اس پر شاہد ہے۔

قربانی کا وقت

جن بستیوں، شہروں میں نمازِ جمعہ و عیدین جائز ہے۔ وہاں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس کو دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے۔ البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نمازِ عید کا وقت گذر جانے کے بعد قربانی درست ہے (درِ مختار) قربانی رات کو بھی جائز ہے۔ مکروہ اس صورت میں ہے کہ اندھیرے میں صحیح طریقہ پر ذبح نہ ہو سکے۔

قربانی کے جانور

بکرا، دُنبہ، بھیڑ کی ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔ گائے بھینس، بیل، اونٹ، سات افراد حصہ دار ہو سکتے ہیں بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی۔ کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔ بکرا۔ بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے اور چھ ماہ کا دُنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کر دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ گائے بھینس دو سال کی۔ اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم کے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

- اگر جانوروں کو فروخت کرنے والا عمر پوری بتاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد جائز ہے۔
- جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے۔ تو اس کی قربانی درست نہیں (شامی)
- خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)
- اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ جا سکے۔ اس کی قربانی بھی جائز نہیں (شامی)
- جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں (شامی درمختار) اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔
- اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا۔ پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا

غنی صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اس کے لیے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔ اور اگر یہ شخص غنی صاحبِ نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی دے۔ (درمختار)

قربانی کا مسنون طریقہ

اپنی قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا۔ اگر نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے۔ مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی رہنا افضل ہے۔

مسئلہ :۔ قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے۔ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہُ اکبر کہنا ضروری ہے۔ سُنت ہے کہ جب جانور کو ذبح کرنے کے لیے روبقبلہ لٹائے تو یہ دُعا پڑھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

قربانی کا گوشت

جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے۔ اندازہ سے تقسیم نہ کریں (۲) افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حِصے کر کے ایک حِصہ اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے۔ ایک حصہ احباب و اعزا میں تقسیم کرے۔ جس کے عیال زیادہ ہوں وہ سارا گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے (۳) ذبح کرنے والے کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں اُجرت علیحدہ ہونی چاہیئے۔

قربانی کی کھال

(۱) قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلّٰے بنالیا جائے یا چمڑے کی کوئی چیز ڈول وغیرہ بنوالیا جائے۔ یہ جائز ہے لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں۔ بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قربانی کی کھال کو فروخت

گرنا بدوں نیت صدقہ کے جائز نہیں (عالمگیری)

۲۔ کسی کام کی اجرت میں قربانی کی کھال دینا درست نہیں۔

۳۔ مدارس اسلامیہ کے نادار اور غریب طلبا کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی،

چند اہم مسائل

(۱) مسافر پر قربانی اگرچہ واجب نہیں، مگر نفل کے طور پر اگر دے دے تو ثواب پائے گا۔

۲۔ نابالغ پر نہ خود قربانی واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے باپ یا رشتہ دار پر واجب ہے۔ بیوی اگر صاحب نصاب ہے تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہے۔

۳۔ اور شوہر اپنی بیوی سے اجازت لے کر اپنی قربانی کے علاوہ اس کی طرف سے بھی قربانی کر دے تو جائز ہے۔

۴۔ شہریوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نمازِ عید کے بعد قربانی کریں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز اور خطبہ کے بعد قربانی دیں، لیکن اگر کسی نے نماز کے بعد اور خطبہ سے پہلے قربانی دی تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ شہر میں متعدد جگہ نماز ہوتی ہے۔ تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے۔

۶۔ قربانی کرنے کے وقت اگر جانور اچھلا کودا اور اب جانور میں عیب پیدا ہو گیا تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۷۔ قربانی کا جانور مر گیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

۸۔ اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا۔ اب پہلا جانور بھی مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے قربانی کر دے لیکن فقیر پر یہ واجب ہے کہ دونوں کی قربانی دے۔

۹۔ سات آدمیوں نے گائے کی قربانی میں حصہ لیا۔ ان میں ایک کا انتقال ہو گیا اور اس کے ورثا نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور مرحوم کی طرف سے قربانی کرو۔

انہوں نے کر دی تو سب کی جائز ہو گئی اور اگر اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر شرکا نے قربانی کر دی تو کسی کی نہ ہوئی۔

۱۰۔ قربانی کا گوشت کافر اور بد مذہب کو نہ دیا جائے اسی طرح عیسائی اور بھنگی کو بھی نہ دیا جائے۔

۱۱۔ جس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اگر اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا اور وہ گم ہو گیا تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں ہے۔

۱۲۔ قصائی کو قربانی کی کھال اجرت میں دینا جائز نہیں۔ گاؤں میں مولوی کو ذبح کرائی کی اُجرت میں دل وغیرہ دیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے

۱۳۔ امام مسجد کو کھال امامت کے عوض دینا بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر امام مسجد کو امامت کی اجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی اللہ واسطے کھال وغیرہ دے تو جائز ہے۔

۱۴۔ ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال یا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور سے نفع حاصل کرنا مثلاً سواری کرنا، بوجھ لادنا یا اجرت پر دینا منع ہے۔ اگر قربانی کے جانور کی اون کاٹ لی تو اس کو صدقہ کر دے۔

۱۵۔ قربانی کے جانور کے اگر بچہ پیدا ہو جائے تو اس کو بھی ذبح کر دے اور اگر مردہ ہے تو اس کو پھینک دے خواہ کیسا بھی گنہ گار مسلمان ہو۔ اگر اس کو شریک کر کے قربانی کی تو جائز ہو جائے گی۔

محرم کی دس تاریخ

کو مندرجہ ذیل اہم واقعات رونپذیر ہوتے ہیں۔

- زمین وآسمان کی پیدائش یوم عاشورہ میں ہوئی۔
- سب سے پہلے بارش اسی دن ہوئی۔
- حضرت آدم کی توبہ اسی دن قبول ہوئی۔
- نوح علیہ السلام کی کشتی نے اسی دن طوفان سے نجات پائی۔
- حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان علیا کی رفعت اسی دن حاصل ہوئی۔
- حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نارِ نمرود اسی دن گل و گلزار بنی۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت اسی دن عطا ہوئی اور اللہ نے آپ سے کلام فرمایا۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لشکرِ فرعون پر اسی دن فتح یابی ہوئی اور فرعون غرقِ نیل ہُوا۔
- حتیٰ کہ صفحۂ قلب سے نہ مٹنے والا واقعۂ کربلا بھی اسی یومِ عاشورہ میں ہُوا

دس محرم کا روزہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا دس محرم کا روزہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سال گذشتہ کے گناہ معاف فرما دے۔ (مسلم) یہ نفلی روزہ ہے رکھو تو ثواب نہ رکھو تو گناہ نہیں۔

صدقات وخیرات

دس محرم کو صدقہ خیرات کرنا باعثِ برکت ہے۔ خصوصاً حضرت امام حسین وشہدائے کربلا کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی۔ فاتحہ۔ غربا میں کھانا وغیرہ جو میسر ہو تقسیم کرنا۔ شربت یا پانی کی سبیل لگانا جائز ومباح ہے۔

حضرت امام حسین کی مجلس

یعنی کربلا کے صحیح واقعات بیان کرنے کے لیے وعظ کی مجلس قائم کرنا جائز ہے —— لیکن شیعہ حضرات کی مجالس گھوڑا وتعزیہ میں شرکت گھوڑے پر چڑھاوا چڑھانا تعزیہ کو امام حسین کی جلوہ گاہ سمجھ کر اس پر ہار پھول ڈالنا اس لکڑی وپنی وغیرہ سے بنے ہوئے تعزیہ سے منت ماننا۔ اس کی تعظیم کرنا۔ جزع فزع واویلا کرنا۔ سینہ ماتھا کوٹنا، بال نوچنا منہ پر طمانچے مارنا۔ دس محرم کو خاص سوگ کے لیے کالے کپڑے پہننا امام حسین کا فقیر بننا۔ گھوڑے کے نیچے سے مستورات کا گذارنا تاکہ اولاد ہو تعزیہ وگھوڑے سے مرادیں مانگنا۔ اس قسم کی تمام باتیں قرآن وسُنت کی روشنی میں غلط اور ناجائز ہیں۔ سُنی مسلمانوں کو بہر حال ان خلافِ شرح باتوں سے بچنا لازم وضروری ہے۔ سُنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی مستورات کو ان جاہلانہ افعال وعقائد سے روکیں۔ اکثر شہادت نامے غلط مبالغہ انگیز، عقل شکن صحیح وغلط واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کو پڑھنا سُننا بہت غیر مناسب ہے۔

دس محرم کو اپنے اہل وعیال

پر کھانے پینے پہننے کی اشیاء پر معمول سے زیادہ خرچ کیا جائے تو تمام سال رزق میں وسعت ترقی برکت

اور فراخی رہتی ہے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے عاشورہ کے دن اپنے کنبہ والوں پر خرچ کرنے میں وسعت کی۔ اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال فراخی وسعت فرمائے گا۔ (مسلم)

حضرت سفیان فرماتے ہیں۔ ہم نے اس کا تجربہ کیا۔ حضور نے جیسا فرمایا ویسی ہی سال بھر برکت رہی۔

محرم کے مہینہ میں شادی بیاہ

کو بعض لوگ منحوس وناجائز وحرام سمجھتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ ہاں حرام وناجائز عقیدہ نہ رکھتے ہوئے ماہ محرم میں بیاہ شادی کی رسوم نہ ادا کی جائیں تو حرج نہیں۔

سید الشہدا امام حسین

شہزادۂ کونین سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ، لقب سبطِ رسول ہے۔ آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی حضور نے جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند فرمایا۔ حضور کو آپ کے ساتھ کمال الفت ومحبت تھی۔ حضور فرمایا کرتے تھے حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے اور ان سے عداوت مجھ سے عداوت رکھنا ہے۔

ہم شکل نبی

سیدنا حسن علیہ السلام سینہ سے لے کر سر تک اور سید الشہدا امام حسین علیہ السلام پاؤں سے لے کر سینہ تک بالکل حضور سرورِ کائنات علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ خود صحابہ کرام کا بیان ہے کہ جب آنکھیں سید المرسلین علیہ السلام کے لیے ترس جاتیں تو ہم حسن وحسین کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیتے تھے۔ جب آپ نے بُرجِ فاطمہ سے نزولِ اجلال فرمایا تو جبریلِ امین تہنیتِ ولادت کے ساتھ تعزیت بھی لائے۔ اس وقت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم امام حسین کے گلے نازنین کو چوم رہے تھے۔ جبریل نے عرض کی سرکار اسی بوسہ گاہ پر خنجر چلے گا اور یہ گلِ نبوت راہِ خدا میں شہید ہوگا۔ جب سیدنا امام حسین پیدا ہوئے تو حضرت اسمار نے آپ کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر آغوشِ سرور میں دیا۔ آپ نے فرمایا زرد کپڑے میں ان کو نہ لپیٹا کرو۔ فوراً سفید کپڑا تبدیل کر دیا حضور

علیہ السلام نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ فرمایا علی اس نونہال کا کیا نام رکھا۔ عرض کی سرکار آپ کے ہوتے ہوئے کیا نام رکھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے بھی وحی کا انتظار ہے۔

اتنے میں ملکوتیوں کا سردار مقربین کا شہنشاہ جبریل ایک پارچہ ریشمی پر آپ کا نام منقش لائے اور زمینِ ادب چوم کر عرض کی۔ سرکار! گلشن فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے اس پھول کا نام سیدنا ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام پر رکھیے۔ چنانچہ اس مقدس پھول کا نام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا گیا۔

آپ کی ولادت کے ساتھ آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ ام الفضل کہتی ہیں ایک دفعہ میں نے امام حسین کو حضور علیہ السلام کی گود میں دیا تو کیا دیکھتی ہوں چشمِ نبوت سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ حضور پر قربان، یہ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے خبر سنائی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی اور جبریل میرے پاس حسین کے مقتل کی مٹی بھی لائے تھے۔ (بیہقی)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب حسین سے بہت محبت تھی۔ ہر روز انہیں دیکھتے، سینہ سے لگاتے۔ پیار کرتے چومتے اور گود میں لے کر انہیں سونگھتے اور فرماتے یہ میرے پھول ہیں۔ حضور ان کی خاطر منبر سے اتر آتے ان کے لیے سجدہ لمبا کر دیتے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گلی سے گزرے۔ ملاحظہ فرمایا کہ بچے کھیل رہے ہیں آپ نے ایک بچہ کو گود میں لے کر پیار کیا۔ صحابہ نے عرض کی حضور اس بچہ میں کیا خصوصیت ہے۔ فرمایا ایک دن میں نے اس بچہ کو اپنے لختِ جگر نورِ نظر حسین کی خاک پا کو آنکھوں سے لگاتے دیکھا تھا۔ اس لیے اس بچہ سے مجھے خاص محبت ہے میں اس کی اور اس کے والدین کی شفاعت فرماؤں گا۔

ایک مرتبہ دونوں بھائی کشتی کر رہے تھے اور حضور دونوں کی کشتی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ بوقت ملاحظہ یہ فرماتے جا رہے تھے۔ حسین! حسن کو اس طرح پکڑو۔ سیدہ فاطمہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہانے عرض کی۔

حضور آپ حسین سے فرما رہے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ حسین سے جبریل یہ ہی کہہ رہے ہیں۔

حضرتِ امام حسین عابد و زاہد تھے۔ پورا پورا دن اور ساری ساری راتیں نماز میں گذار دیتے۔ آپ دن رات میں ہزار ہزار رکعت ادا کرتے تھے۔ ذکر و عبادت خداوندی کا یہ ذوق مدینہ سے کوفہ تک کے اس سفر میں بھی نہ بھولا جو سفرِ کربلا سے موسوم ہے اور جو آپ کی عمر کا آخری سفر تھا۔ ۲۸ رجب کو جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ وہاں رات کا ایک حصہ دعا و مناجات میں گذارا۔ ۹ محرم ۶۱ھ کو جب آپ نے لشکرِ اشقیائے سے ایک رات کی مہلت لے لی۔ بس یہ رات نمازوں دعاؤں اور مناجاتوں میں گذری۔ جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے درمیان خیمہ سے روشنی پھوٹتی دیکھی۔ جھانک کر دیکھا کہ امام کے سامنے قرآن کھلا ہوا ہے۔ تلاوت فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

اسوہ حسین

امام حسین سیدنا امام حسن کا بے حد احترام کرتے تھے ایک مرتبہ دونوں بھائیوں میں شکر رنجی ہوگئی۔ ایک آدھ دن ہی گذرا تھا کہ امام حسین مضطرب ہوئے۔ چاہا کہ بھائی کے حضور حاضر ہو کر صلح کر لیں۔ لیکن ایک حدیث یاد آ جانے کی وجہ سے رک گئے اور امام حسن کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آج آپ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر مجھے نانا جان کی یہ حدیث یاد آگئی کہ جو صلح میں پہل کرے گا وہ جنت میں پہلے داخل ہوگا اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جنت میں آپ سے پہلے جاؤں گا۔ اس لیے آپ خود میرے ہاں تشریف لے آئیے۔ یہ سن کر امام حسن بھائی کے گھر آئے اور دونوں شیر و شکر ہو گئے۔

یزید

یزید بن معاویہ وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیتِ کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے۔ جس پر ہر زمانہ میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور حشر تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ یہ بد باطن و سیاہ دل، ننگ خاندان ۲۵ھ

میں امیر معاویہؓ کے گھر پیدا ہوا۔ نہایت بدصورت۔ بدخلق۔ فاسق۔ شرابی۔ بدکار۔ ظالم بے ادب اور گستاخ تھا۔ جب امیر معاویہؓ نے وفات پائی تو یہ کور باطن باپ کی وصیتوں کو فراموش کرکے تختِ سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اور جس اسلام نے جابرانہ بادشاہت اور ملوکیت کے تصور کو ہمیشہ کے لیے ختم کرکے خداترسی عبادت اور خدمتِ خلق کو ایک حکمران کا معیار قرار دیا تھا۔ یزید نے اسی اسلام کے نام پر حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنت کی بجائے قیصر و کسریٰ کی سُنت کو تازہ کرکے جابرانہ ملوکیت کو پھر سے زندہ کیا۔ اسلامی رُوح کو کچل کر اسے بادشاہت کا کفن پہنایا۔ حریت و جمہوریت کا گلا گھونٹ کر ظلم و استبداد اور جبر و قہر کی بنیاد پر بدترین شخصی حکومت کی عمارت کھڑی کی اور اس پر ستم یہ کہ حضرت امام حسین کو اپنی بیعت پر مجبور کیا۔

اگر امام یزید کی بیعت فرما لیتے تو یزید آپ کی قدر و منزلت کرتا بلکہ آپ کو بہت سے دنیاوی فوائد بھی حاصل ہو جاتے۔ مگر دین کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور یزید کی بدکاری کے جواز کے لیے امام کی بیعت سند بن جاتی۔ اس لئے آپ نے جان کو خطرہ میں ڈال دیا۔ سر دے دیا مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دی۔ سیدنا امام حسین نے اس موقع پر جب کہ جان کا خطرہ تھا۔ تقیہ سے کام نہیں لیا۔ حالانکہ تقیہ کے لیے اس سے بہتر وقت اور کونسا ہو سکتا تھا۔ امام چاہتے تو بطورِ تقیہ وقتی طور پر بیعت کرکے سکھ چین کی زندگی بسر فرماتے ــــ مگر آپ کا وجود تو رہتی دُنیا تک کے لیے روشنی کا مینار تھا۔ امام نے اپنے عمل سے یہ بتایا کہ جان دے دو مگر راہِ حق میں بطور تقیہ باطل کے سامنے مت جھکو۔

کوفیوں کے خطوط

سیدنا امام حسین علیہ السلام کربلا کیوں تشریف لے گئے؟ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ اقتدار کے خواہش مند تھے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہلِ کوفہ امیر معاویہؓ کے زمانہ ہی میں آپ کو درخواستیں بھیج رہے تھے لیکن اس وقت آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب امیر معاویہؓ کی وفات اور یزید کی جابرانہ تخت نشینی کے بعد اہلِ عراق کی جماعتوں نے متفق ہو کر عرضیاں بھیجیں جن میں اپنی نیازمندی اور جذبات و عقیدت کا اظہار تھا اور یزید کے ظلم و ستم کا تذکرہ جب التجا ناموں کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہنچ گئی تب جا کر

حضرت امام نے کوفہ کو قصد فرمایا۔

یزید کی بادشاہت جبر واکراہ پر مشتمل تھی۔ اس کی حکومت دین کے لیے خطرہ تھی اور اس پر مزید یہ کہ قوم بھی فاسق وظالم کی بیعت پر راضی نہ تھی اور حضرت امام حسین (جو خلافت کا استحقاق رکھتے تھے) خدمت میں درخواستِ بیعت پیش کردی تو ایسی صورت میں امام اگر ان کی درخواست کو قبول نہ فرماتے تو امام کے پاس بارگاہِ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا کیا جواب ہوتا کہ ہم نے تو یزید کے فسق سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرلی ورنہ اگر امام ہماری دست گیری فرماتے تو ہم ان کی بیعت کر لیتے۔ یہ ہی مسئلہ حضرت امام حسین کو درپیش تھا اور جس کا حل یہ ہی تھا کہ آپ کوفیوں کی درخواست کو قبول فرمالیں۔

حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں۔ ایک روز دوپہر کو حضور علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ دیکھا کہ —— گیسوئے معطر کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ دست اقدس میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر بے چین ہوگیا۔ عرض کی آقا قربانت شوم یہ کیا ہے۔ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں کا خون۔ میں آج صبح سے اسے اٹھا رہا ہوں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ یہ تاریخ اور وقت یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اسی وقت شہید ہوئے تھے۔ (بیہقی)

حضرت ام سلمٰی کہتی ہیں میں نے سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ریش مبارک پر گرد وغبار ہے۔ عرض کیا۔ جان کنیزاں نثارِ تو باد۔ سرکار کیا حال ہے۔ فرمایا ابھی حسین کے مقتل میں گیا تھا۔

پھر رنج کرنے والوں میں انسان ہی نہیں بلکہ سارا عالم اس حادثہ جانکاہ سے متاثر ہے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جس روز امام شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا۔ پانی کے مٹکے خون سے بھرے ہوئے پائے گئے۔ پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ شہادت کے بعد تین روز کامل اندھیرا رہا۔ سات روز تک آسمان سے خون برسا۔ جس کے اثر سے دیواریں، عمارتیں رنگین ہوگئیں

اور جو کپڑا اس خون سے رنگین ہُوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ (ابو نعیم۔ بیہقی)

دس محرم ۶۱ھ جمعہ کا دن شہادت

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کا دن تھا۔ سب جاں نثار ایک ایک کرکے اسلام کی عظمت اور اسلامی اقدار کی حفاظت کے لیے اپنی جانیں نثار کر چکے مگر سیاہ دلانِ باطل کسی طرح حق قبول کرنے اور خونِ ناحق و ظلم بے نہایت سے باز رہنے پر مائل نہ ہوئے تو شہزادۂ کونین سیدنا امام حسین میدان میں گامزن ہوئے۔ یعنی ؎

عشرے کی سحر حضرت کے لیے پیغام شہادت لائی ہے
جتنے تھے ستارے ڈوب چکے اب چاند کی باری آئی ہے

ایک نورانی جسم تھا جو شبیہِ رسول تھا۔ ایک پیشانی مصفا تھی جو بوسہ گاہِ رسول تھی۔ ایک پیکرِ نورانی تھا جو خاتونِ جنت کا لختِ جگر اور مولائے کائناتِ علی مرتضیٰ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔ یعنی ایک طرف نور تھا حق تھا اور دوسری طرف ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان کا سیلابِ عظیم تھا۔ امام گھوڑے پر سوار دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ یکایک باطل نے مجتمع ہوکر تیروں کی بارش شروع کر دی اور امام کی جبینِ پرضیا گھائل ہوگئی۔ امام کو چکر آیا۔ گھوڑے سے نیچے آئے۔ اب نامرادانِ سیاہ باطن نے نیزہ پر رکھ لیا نورانی پیکر خون میں نہا گیا۔ امامت کا دُرِ شہوار زمین پر جلوہ فرما ہوا۔ دس محرم جمعہ کے دن چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر مبارک میں امام نے رحلت فرمائی اور سرِ اقدس آپ کی والدہ ماجدہ جناب خاتونِ جنت سیدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرہؓ کے پہلو میں مدفون ہُوا۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

غرضیکہ تیرہ سو برس گذر گئے مگر خونِ حسین کی رنگینی میں فرق نہیں آیا ہے۔ وہ تو کوئی شقی ازلی ہی ہوگا۔ جو شہادتِ حسین علیہ السلام پر خوشی منائے گا اور یزید کے جبر و استبداد کی داستان سن کر اس کا دل مضطرب و پریشان نہ ہو۔ مگر اظہارِ غم کے کچھ قواعد و ضوابط ہیں اور یہ قواعد وہی ہیں جو سید الشہدا

کی بے مثال قربانی صبر و استقلال اور استقامت علی الحق سے اخذ ہوتے ہیں۔

اہل سنت محبتِ اہلِ بیت کو ایمان بلکہ ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔ ہماری آنکھیں بھی واقعاتِ شہادت کو سُن کر روتی ہیں۔ دل بے قرار ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم اظہارِ رنج و غم کے ان طریقوں کو نہیں اختیار کرتے جو زمانۂ جاہلیت میں مروج تھے اور جن سے خود سید الشہداء نے منع فرمایا ہے۔ ہم شہادتِ اعظم سے حق و صداقت اور استقامت علی الحق کا سبق حاصل کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ اسوۂ حسینی کو اپنائیں اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف آواز اٹھا کر سنتِ حسینی کو زندہ کریں۔

عید معراج النبی

۲۷ رجب کو حضور علیہ السلام کو حریمِ حق میں رسائی کا شرف حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تمام آیات ساری کائنات جنت و دوزخ عرش و کرسی لوح و قلم سب کا مشاہدہ کرایا۔ یہ دن حضور کے عروج شرف اور مرتبہ و مقام کی بلندی کا دن ہے۔ اس لیے اگر اس دن خوشی منائی جائے، ذکرِ معراج کی مجلس قائم کی جائے اور حضور کی روح اقدس کو ایصال ثواب کے لیے غرباء میں کھانا تقسیم کیا جائے۔ قرآن پڑھا جائے۔ درود شریف کا ورد کیا جائے تو یہ سب باتیں جائز و مباح ہیں۔ بعض مسلمان شب معراج اپنے گھروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ مسجدیں سجائی جاتی ہیں اس میں بھی حرج نہیں کہ یہ سب کچھ حضور کی شان و عظمت کے اظہار کے لیے کیا جاتا ہے۔ کسی بھی مباح و جائز کام کو بدعت قرار دینے کے لیے دلیلِ شرعی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ فقہ اسلامی کا ضابطہ یہی ہے کہ اصل تمام اشیاء میں اباحت (جائز ہونا) ہے۔

شب برات

شعبان کے مہینہ کی پندرہویں رات نہایت مقدس اور متبرک رات ہے۔ بس رات کو عبادت ذکر و فکر قرآن مجید کی تلاوت۔ درود شریف کا ورد اور جس قدر خوش دلی کے ساتھ نوافل پڑھ سکیں پڑھیں ـــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ شعبان کی پندرھویں رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ لہٰذا اس شب مبارک میں ذکرِ الٰہی۔ نوافل۔ کلمہ شریف۔ تلاوتِ قرآن۔ درود شریف کثرت سے پڑھنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

روزہ حضور علیہ السلام نے فرمایا شعبان کی پندرہویں شب کو قیام نفل پڑھو اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو۔ اس روز قبرستان جاکر اپنے عزیزوں اور عام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام اس شب قبرستان تشریف لے جاتے اور مسلمانوں کی مغفرت کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

ایصال ثواب اسی طرح اموات کے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکاکر تقسیم کرنا، غریبوں کی امداد و اعانت یا قرآن پڑھ کر ان کی روح کو بخشنا بھی جائز ہے۔

حلوہ حلوہ لچی پکانے کا عام رواج ہے، لیکن اس کو ضروری نہیں سمجھنا چاہیئے۔

آتش بازی ایک نہایت فضول رسم ہے اس سے خود کو اور اپنے بچوں کو بچانا چاہیئے، ہر سال لاکھوں روپے آتش بازی کی نذر کر دیئے جاتے ہیں۔ بچے زخمی ہوتے ہیں بعض اوقات مکانات جل جاتے ہیں۔ سخت نقصان ہوتا ہے۔ راہ چلتی مستورات پر پٹاخے چھوڑے جاتے ہیں جو نہایت شرمناک حرکت ہے۔ غرضیکہ آتش بازی ایک فضول رسم اور ناجائز و ممنوع ہے۔ مسلمانوں کا یہ مذہبی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ بچوں کو آتش بازی کے سامان کی جگہ کام کی چیزیں خرید کر دیں انہیں سمجھائیں، پیار و محبت سے اس فضول خرچی سے روکیں۔

لیلۃ القدر سال کی راتوں میں شب قدر افضل ترین ہے۔ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر متوجہ نمائش ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن، ذکر الٰہی درود شریف کی کثرت کیجئے، جتنی توفیق ہو نفل پڑھے اور اس رات میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھے جو کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ کو تعلیم فرمایا تھا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

لیلۃ القدر نہایت ہی مقدس اور بابرکت رات ہے۔ اس رات میں فرشتے اترتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں برکتیں نازل فرماتا ہے اور مانگنے والوں کو جو مانگیں عطا فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر کا مفصل بیان کتاب الصوم میں آرہا ہے۔

غیر ضروری کو ضروری سمجھنا متعدد ایسے جائز کام ہیں جن کو کرنا باعث برکت ہے اور بہت

کام ایسے ہیں جو جائز ہیں جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ بعض متشدد اور خانہ ساز تقویٰ کے مریض۔ افراد کسی مستحب کام کے نہ کرنے والے پر اعتراض و تنقید کرتے نظر آتے ہیں اور کسی مستحب کام کے کرنے کی تلقین و تبلیغ کے معاملہ میں سخت غلو و تشدد سے کام لیتے ہیں۔ ایسے خطیب، واعظ اور علماء در اصل مغز شریعت سے ناواقف ہیں۔ فقہا احناف یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی امر مستحب کو فرض وواجب کا درجہ دے تو جان لو کہ اس پر شیطان کا داؤ چل گیا۔ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب کو ضروری سمجھے اور رخصت پر عمل نہ کرے، تو شیطان کا داؤ اس پر چل گیا (کہ شیطان نے اسے گمراہ کر دیا) جب کسی مستحب کو ضروری سمجھنے کا یہ حکم ہے تو اندازہ لگاؤ کسی بدعت یا منکر کو ضروری سمجھنے والے کا کیا حال ہوگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔ یعنی اس بات کو ضروری نہ سمجھے کہ امام کے لیے سلام کے بعد داہنی طرف بیٹھنا ہی ضروری ہے[۱] کیونکہ میں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف بیٹھتے ہوئے بھی دیکھا ہے مطلب یہ ہے کہ بعد از سلام امام کو دہنے طرف بیٹھنے کو ضروری و لازمی سمجھنا زیادتی ہے، لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جیسے کسی جائز یا مستحب کام کو فرض وواجب کا درجہ دے دینا غلط ہے اسی طرح کسی جائز و مستحب کام کے کرنے والے کو محض اس بدگمانی کی بنا پر روکنا اور اس پر نکیر کرنا کہ وہ اس جائز یا مستحب کام کو ضروری لازمی سمجھ کر ہی کر رہا ہے۔ یہ بھی زیادتی ہے —— بعض لوگ مسلمانوں میں رائج بعض امور کو جو فی نفسہٖ جائز یا مستحب ہیں اس بنیاد پر روکتے اور بدعت ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ کام مسلمان فرض یا واجب سمجھ کر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا رواج ہے۔ نماز کے کھڑے ہونے کی اطلاع دینے کے لیے درود و سلام پڑھنے کا رواج ہے۔ یا نماز کے بعد ذکر بالجہر کا رواج ہے —— اب ان جائز افعال کو

---

[۱] لا یجعلن احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری حقا

محض اس بدگمانی کی بنیاد پر بدعت قرار دینا کہ لوگ انہیں فرض و واجب سمجھ کر کرتے ہیں۔ یہ دراصل نیت پر حملہ اور نیت پر فتویٰ ہے اور —— فتویٰ ظاہر پر ہوتا ہے اور یہ بات واقعے کے بھی خلاف ہے کہ مسلمان مذکورہ بالا امور کو فرض و واجب کا درجہ دیتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی واضح طور پر اپنے اس خیال کا اظہار کرے کہ میرے نزدیک کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا۔ نماز کے بعد ذکر بالجہر یا بوقتِ اذان درود و سلام پڑھنا فرض واجب و ضروری ہے تو بے شک یہ نظریہ قابلِ تردید و اصلاح ہے۔ لیکن جو لوگ صرف جواز کے قائل ہوں۔ ان امور کو فرض و واجب نہ سمجھیں۔ ایسے افراد کو بدعتی قرار دینا حق و صداقت کا خون کرنا ہے۔

بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت

کے لیے دور دراز سے سفر کرنا اور صاحبِ مزار کی روحانیت سے برکت حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں مزاراتِ اولیا کی زیارت کی نیت سے سفر کی ممانعت نہیں آئی۔ بخاری شریف کی حدیث جس میں حضور نے فرمایا کجاوے نہ کسے جائیں (سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف مسجدِ حرام۔ مسجدِ اقصےٰ اور میری مسجد —— تو اس حدیث سے مزاراتِ اولیاء کی زیارت کو ناجائز قرار دینے کا استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا صحیح مفہوم صرف اس قدر ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے[1] لہٰذا ان تین مسجدوں کے علاوہ دنیا کی کسی بھی مسجد کی طرف اس نیت اور عقیدہ سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ملے گا۔ یہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے اس کی تائید مسند احمد کی حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلٰی مَسْجِدٍ یُصَلّٰی فِیْهِ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِد	سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی طرف تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے مگر تین مسجدوں کی طرف

---

[1] حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر اور مسجدِ نبوی و مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

اس حدیث میں مسجد کا لفظ موجود ہے جس سے واضح ہوا کہ دنیا کی کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب یکساں ہے اور حدیث میں ممانعت اس امر کی ہے کہ کسی مسجد کی طرف (مسجد حرام، نبوی اور بیت المقدس کے سوا) اس عقیدہ و نیت کے ساتھ سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ملے گا۔ یہ ناجائز ہے لیکن کسی بزرگ کے مزار کی زیارت اور حصول برکت کے لیے وہاں کا سفر کرنا نہ یہ ممنوع ہے اور نہ ہی حدیث میں اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

عرس بزرگان دین

یعنی بزرگان دین کے یوم وفات پر انہیں ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی، نعت خوانی، وعظ کی مجلس، کھانے و شیرینی پر فاتحہ دینا جائز و مباح ہے۔ فرض و واجب نہیں اس طرح عرس کے موقع پر مزار کو سجانے روشنی کرنے چادر پھول وغیرہ ڈالنے میں بھی حرج نہیں کہ یہ کام اس بزرگ کی عظمت کے اظہار کے لیے کیے جاتے ہیں۔ خلافِ شرع کام ہر حال اور ہر جگہ ممنوع ہیں اور بزرگوں کے مزارات کے پاس خلاف شرع کام کرنا اور بھی زیادہ برے ہیں فقہہ حنفی کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہدار کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے۔ خلفاء راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ انصارِ صحابہ کا بھی یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر جمع ہوتے۔ قرآن پڑھتے (شرح الصدور ص۱۳۰)

حضرت علی دو بکریاں قربانی دیتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے عید اضحی کی قربانی کی اور دوسری حضور کے ایصالِ ثواب کے لیے (ترمذی) حضور علیہ السلام بھی دو جانور ذبح فرماتے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسری امت کے ان لوگوں کی طرف سے بوجہ غربت قربانی نہ دے سکیں (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اپنے والد کے انتقال پر تیسرے دن فاتحہ دی۔ فرماتے ہیں ہجوم حساب سے باہر تھا۔ اکیاسی کلام اللہ پڑھے گئے اور کلمہ شریف کا تو کوئی شمار نہیں (ملفوظات عزیزی ص۳)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث فتاویٰ عزیزی ص۴۵ پر لکھتے ہیں:

بہت لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں۔ شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کر دیں (عرس کی یہ قسم) گو حضورِ اکرم و خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں سے

وفات شدہ افراد کو فائدہ پہنچتا ہے۔ آج کل بعض لوگ عرس کی مجالس کو یہ کہکر بدعت قرار دیتے ہیں کہ عرس کرنے والے عرس کو واجب سمجھتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ ہر سال اپنے والد کا عرس کیا کرتے تھے۔ اس پر مولوی عبدالحکیم ملتانی نے یہی اعتراض کیا۔ شاہ صاحب نے زبدۃ النصاح فی مسائل الذبائح میں یہ جواب دیا کہ:

یہ طعن لوگوں کے حالات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا کوئی فرض نہیں جانتا۔ ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصالِ ثواب و تلاوتِ قرآن اور تقسیم شرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا۔ اجماعِ علمائے سے امرِ مستحسن ہے۔ عرس کا دن اس لیے مقرر کیا گیا کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ دار العمل سے دار الثواب کی طرف ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جائے۔ موجبِ فلاح و نجات ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:۔

"فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔"

علامہ علی قاریؒ شرح شفا میں ایک واقع نقل فرماتے ہیں کہ:

حضرت عارف باللہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث پہنچی

مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ غُفِرَ وَکُنْتُ ذَکَرْتُ ھٰذَا الْعَدَدَ وَمَاعَیَّنْتُہٗ

کہ جس نے کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھا تو وہ بخش دیا جائے گا تو میں نے ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا لیکن اس کا ثواب کسی کو بخشا نہ تھا۔

تو میں ایک دعوت میں ایک جوان کے ساتھ شریک ہوا (جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صاحبِ کشف ہے) جب کھانا سامنے آیا تو وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اس جوان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں اپنے والدین کو عذاب میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں

ستر ہزار بار کلمہ شریف کا ثواب اس نوجوان کے والدین کو بخش دیا اَب وُہ نوجوان ہنسنے لگا۔ مَیں نے اس سے ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا،

اُرْتَفِعَ عَنْهُمَا الْعَذَابُ | (اب) میرے والدین سے عذاب اٹھا لیا گیا ہے۔

حضرت ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور کی مذکورہ بالا حدیث کا عملی مظاہرہ اس نوجوان کے کشف سے جانا اور مجھ پر اس نوجوان کا صاحبِ کشف ہونا اس حدیث سے واضح ہوا۔ شرح شفا ج ۲ صفحہ ۳۹۹

فقہاء احناف نے تصریح کی ہے

کہ اہلِ سنت جماعت کے نزدیک آدمی اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے وہ نیک عمل خواہ نماز ہو یا روزہ۔ حج یا صدقہ یا ان کے علاوہ کوئی نیک عمل (جیسے قرآن۔ ذکرِ الٰہی۔ درود شریف۔ کلمہ شریف وغیرہ) تو یہ نیک عمل میّت کو پہنچے گا اور نفع دے گا۔ اس پر اجماع ہے کہ دعا میّت کو نفع دیتی ہے۔

اور جو کوئی اپنے عمل کا ثواب کسی فوت شدہ کو پہنچائے گا وُہ اس کا ثواب اس کو پہنچے گا مگر اس کے اپنے اجر سے کچھ کم نہ ہو گا۔[۱]

گیارھویں

دراصل حضور سیدنا غوثِ اعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے عرس (ایصالِ ثواب) کا نام ہے۔ جو فاتحہ آپ کی روح مبارک کو ثواب پہنچانے کے لیے دی جائے عرفِ عوام میں گیارھویں کے نام سے موسوم ہے جو دلائل اور عرس اور ایصالِ ثواب کے ہیں وہی دلائل گیارھویں کے جواز کے ہیں۔ نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ بعض لوگ گیارھویں کو بدعت و حرام کہتے ہیں یہ سخت زیادتی اور شریعت پر افترا ہے کچھ لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا حضور نے یا صحابہ کرام نے گیارھویں دی تھی۔ یہ سوال ایسا ہی لچر ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ حضور اور صحابہ کرام نے یوم اقبال یوم قائدِ اعظم یوم پاکستان منایا تھا اور اس دن ملک میں عام تعطیل کا حکم دیا تھا۔

---

[۱] شامی ص ۳ ج ۲ ہدایہ۔ شامی ج ۲ صفحہ ۲۴۲ شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۸ شرح عقائد صفحہ ۲۴ طحاوی صفحہ ۳۶۳

نوٹ: ان مسائل کی مزید توضیح کے لیے مصنف کی تالیف۔ جواہر پارے۔ برکاتِ شریعت کا مطالعہ کیجیے۔

ما اھل بہ لغیر اللہ

بعض لوگ یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ جو جانور کسی بزرگ کے نام پر کیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ فرمایا، ۔ما اھل بہ لغیر اللہ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا یہ کھانا گیارہویں کا ہے۔ تو اس کا مطلب صرف ہوتا ہے کہ اس بکرے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے گا اور اس کے گوشت کو حضور غوث پاک کی روح کو ایصال ثواب کے لیے پکا کر تقسیم کیا جائے گا۔ اس میں کوئی خلاف شریعت بات نہیں ہے۔ رہی آیت تو اس کا مطلب جو تمام مفسرین نے بیان کیا ہے صرف یہ ہے کہ بوقت ذبح (بسم اللہ اللہ اکبر) نہ کہا جائے۔ کسی بزرگ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جانور، اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حلال ہے اور بوقتِ ذبح اللہ کا نام قصداً نہ لیا جائے کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو حرام ہے۔ آیت کا گیارہویں کے بکرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

پیدائش سے ـــــ موت تک

انسان کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کا شاہکار ہے۔ انسان کچھ بھی نہیں ہے اور سب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سمجھنا کیسا کچھ مشکل ہے، مگر اس کی صناعی اور کاریگری کا پیکر جمیل انسان کو سمجھنا کیا آسان ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ناک کان آنکھ سننے سمجھنے دیکھنے کی قوتیں عقل و شعور کی دولت انسان کو عطا فرمائی ہے۔ دُنیا میں اربوں انسان ہیں، لیکن خالق کائنات کی مصوری کا کمال یہ ہے کہ ایک آدمی کی سیرت و صورت ناک نقشہ دوسرے سے مختلف ہے۔ ناک آنکھ کان تو ہے مگر دوسرے کی آنکھ ناک کان سے مختلف نوعیت اور کیفیت کے۔ انسان کو دل اور دماغ بھی دیا گیا ہے مگر ہر شخص کے قلب و دماغ کی بصیرت و بصارت، سیرت و کردار جدا جدا ہیں۔ انسان اللہ کی قدرت کا ایک ایسا شاہکار ہے جسے دیکھ کر اس کے بنانے والے خالق کی عظمت و کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِین۔ قرآن مجید میں انسان کے مدارج پیدائش کا ذکر آیا ہے۔

نطفہ۔ صاف شفاف پانی پھر علقہ خون کا لوتھڑا پھر مضغہ گوشت کا ٹکڑا پھر مخلقہ یعنی سالم الاعضاء بچہ ـــــ پھر طفل پھر صبی۔ اس نوع کے انقلابات سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے۔ قرآن نے مدارج پیدائش کو بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ جو قادر قدیر خدا ایک بے جان ننھی سی بوند کو اتنے انقلابات سے گذار کر جاندار آدمی بنا دیتا ہے وہ مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ فرما دے تو یہ بات اس کی قدرت سے کیا بعید ہے سبحان اللہ رب کائنات ایک بے جان ذرا سی چیز پر تصویر بناتا ہے جیسے چاہتا ہے پھر اس میں روح ڈالتا ہے اور اللہ ہی بڑی برکت والا ہے۔

اچھی باتوں کے لیے کہنا اور بُری باتوں سے روکنا

ہر مسلمان کا مذہبی و ملّی فرض ہے

تعلیم مصطفوی میں جماعت کے افراد پر حسبِ قوت وقدرت دوسرے افراد کی نگرانی فرض ہے۔ ہر مسلمان کا یہ مذہبی و ملّی فریضہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں خصوصاً اپنے زیرِ اثر رشتہ داروں اور ماتحتوں کی اصلاح ونگرانی کے فرض میں کوتاہی نہ کرے قرآن نے مسلمانوں کو خیرِ اُمت بہترین اُمت قرار دیتے ہوئے ان کا ممتاز وصف یہ بیان فرمایا ہے۔

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران)	وُہ اچھی بات کا حکم دیتے اور بُری بات سے روکتے ہیں۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلایا جائے. نصیحت خوش اسلوبی نرمی اور مصلحت کے ساتھ کی جائے. ایسا انداز نہ اختیار کیا جائے کہ سُننے والے میں ضد پیدا ہو بلکہ پیار و محبت کی فضا میں نصیحت و فہمائش کی جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحتوں کا نگران ہے اور قیامت کے دن اس نگرانی کی ادائیگی کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (مفہوم حدیث بخاری)

ہر مسلمان کو مبلغ ہونا چاہیے

عالم دین کی برتری اور فضیلت عابد پر اتنی ہے جیسے میری برتری تم میں سے کسی ادنیٰ پر۔

اللہ عزوجل رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے ساکنانِ زمین و آسمان یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں تک دعائے خیر کرتی ہیں اس شخص کے لیے جو لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے۔ (ترمذی عینی ج ۱)

اس میں کیا شک ہے عبادت گذار عبادت و ریاضت سے اپنے لیے سامانِ فلاح و

نجات مہیا کرتا ہے، مگر مبلغ اسلام معاشرہ میں پھیلی ہوئی تاریکی کو چھانٹتا ہے۔ اس کے چراغ علم سے بہتوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ جو نیک کام انفرادی طور پر کیے جائیں خواہ وہ اپنی مقدار اور ثواب کے اعتبار سے کیسے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں مگر ان سے بدرجہا بہتر وہ اعمال ہیں جن سے اجتماعی اور عمومی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ دین کی جو بات اسے صحیح طریقہ پر یاد ہو دوسروں کو بھی بتائے اور سنائے اور فی زمانہ اہلِ ثروت کے لیے تبلیغ دین میں حصہ لینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ دینی لٹریچر دینی کتابیں خود چھپوائیں۔ یا جو ادارہ شائع کر رہا ہے اس کی امداد و اعانت کریں تاکہ دین اسلام کے احکام و مسائل گھر گھر پہنچ جائیں۔ لوگ وعظ کی مجلسوں میں عدیم الفرصتی کی وجہ سے اور کچھ دین سے بے رغبتی کی وجہ سے نہیں آتے۔ لٹریچر جس کی میز پر بھی پہنچ گیا وقتِ فرصت میں بہرحال مطالعہ میں آجائیگا اور اس طرح دین کی تبلیغ ہوگی۔

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیکی کی طرف بلانے والے اس کی تحریک و ترغیب دینے والے اور نیکی کے لیے ذریعہ و وسیلہ بننے والے کو بھی اللہ عزوجل ایسا ہی اجر و ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ خود بھلائی کرنے والے کو عطا فرماتا ہے۔

حدیث "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ" کے چند اہم فوائد و مسائل

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی : الخ	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اعمال کا ثواب نیت سے ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو وہ نیت کرے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعمال خواہ وہ فرائض ہوں یا واجبات، مستحبات ہوں یا مباحات، ان کا ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ نیت صالح ہو۔ نیز یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس حدیث میں اعمال سے کوئی خاص عمل مراد نہیں ہے، لہٰذا اس میں وہ عمل بھی

داخل ہے جس کے متعلق شریعت نے نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اور نہ اس سے منع کیا ہے یعنی مباح
ثواب اس اصول کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر وُہ کام جو مباح ہو اور جس کے
کرنے پر ثواب بھی مقرر نہ ہو اگر اسی کام کو آدمی نیّتِ خیر کے ساتھ کرے تو وہ عبادت ہو
جائے گا اور اس کا ثواب ملے گا چنانچہ علامہ عینی علیہ الرحمہ اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

۱۔ وَفِيهِ الحَثُّ عَلٰى نِيَّةِ الخَيْرِ مُطْلَقًا وَاِنَّهٗ يُثَابُ عَلَى النِّيَّةِ (عینی جلد اوّل ص۳۶)	اس حدیث میں نیّتِ خیر کی ترغیب دی گئی ہے۔ مطلقاً۔ اور یہ کہ آدمی کو اس کے عمل کا ثواب نیت کی وجہ سے مل جائے گا۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے
جب ملائکہ بندوں کے اعمال آسمانوں پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْقِ تِلْكَ
الصَّحِيْفَةَ۔ اس صحیفہ کو پھینک دو۔ یعنی یہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ فرشتے عرض کریں
گے الٰہی اس بندے نے نیک کام کیے۔ ہم نے سُنے اور دیکھے اور لکھ لیے ان کو کیسے پھینک
دیں۔ حکم ہو گا لَمْ يُرِدْ بِهٖ وَجْهِيْ چونکہ اس بندے نے اس عمل کے ساتھ میری رضا کا
ارادہ نہیں کیا۔ اس لیے یہ میرے حضور میں مقبول نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے
فرشتے کو حکم ہو گا: اُكْتُبْ لِفُلَانٍ كَذَا وَكَذَا فلاں بندے کے اعمال نامہ میں فلاں فلاں
عمل لکھ لے۔ فرشتہ عرض کرے گا۔ الٰہی یہ کام تو اس نے کیا ہی نہیں؟ ارشاد ہو گا کہ گو وہ کر
نہیں سکا، مگر اس کا ارادہ اور نیّت تو اس کام کے کرنے کی تھی۔ دیکھئے نیت صالحہ سے عمل کے
بغیر ہی ثواب مل گیا اور بُری نیت سے کئے ہوئے اعمال ضائع ہو گئے۔

۳۔ حضرت رومی علیہ الرحمۃ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے مسجد کے پاس اپنا مکان
بنوایا اور مسجد کی طرف ایک کھڑکی رکھ لی۔ اس کے پیر نے پوچھا یہ کھڑکی کیوں رکھی ہے۔ جواب دیا
ہوا کے لیے۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ نیّت کرتا کہ کھڑکی اس لیے رکھتا ہوں تاکہ اذان کی آواز یا جماعت
کے کھڑے ہونے کا علم ہو جایا کرے تو ہوا تو خود بخود آ جایا کرتی اور تجھے تیری نیت کا ثواب ملتا۔

۴۔ غریب کی مدد کرنا کارِ ثواب ہے۔ قرآن و حدیث نے اس عمل پر ثواب مقرر کیا ہے۔ تو اب اگر کسی ایسے غریب کی مدد کرے جو اس کا رشتہ دار ہے اور نیت یہ کرے کہ غریب رشتہ دار کو دینے میں صلہ رحمی بھی ہے تو ایسی صورت میں تعددِ نیت کی وجہ سے دو ثواب مل جائیں گے۔ ایک صدقہ کا۔ دوسرا صلہ رحمی کا۔

۵۔ نماز پڑھنا کارِ ثواب ہے۔ لیکن آپ ایک ایسی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں جو ویران ہے اور آپ کی نیت ہے کہ اس ویران مسجد میں جب نماز پڑھوں گا تو میری وجہ سے اور لوگ بھی یہاں آئیں گے اور مسجد آباد ہو جائے گی۔ یہاں بھی تعددِ نیت کی وجہ سے ڈبل ثواب ملے گا۔ ایک نماز کا۔ دوسرے مسجد کو آباد کرنے کا۔

۶۔ مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے۔ اگر اس کے ساتھ اعتکاف کی نیت کرے تو ثواب اعتکاف مل جائے گا۔ پھر اعتکاف کے ساتھ یہ نیت بھی ہو کہ جماعت کا انتظار ہے تو بحکم حدیث جماعت کا منتظر نماز میں ہے نماز کا ثواب بھی ملے گا۔ پھر اس کے ساتھ یہ نیت کرے کہ جتنی دیر مسجد میں ٹھہروں گا۔ تمام اعضاء کی جملہ برائیوں سے حفاظت ہوگی۔ تو یہ ثواب بھی مل جائے گا۔ اسی طرح اس کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نیت کرے یا یہ نیت کرے مسجد میں علم کا افادہ یا استفادہ ہوگا یا کوئی دینی بھائی مل جائے گا۔ اس کی زیارت کروں گا۔ یا کوئی سلام کہے گا اس کو جواب دوں گا۔ کسی کو چھینک آئے گی تو یرحمك الله کہوں گا۔ الغرض جتنی نیتیں کرے گا سب کا ثواب مل جائے گا۔ دیکھئے کام ایک ہی ہے مگر نیتیں متعدد ہیں اور نیتوں کا الگ الگ ثواب مل رہا ہے کیونکہ حدیث بالا کے الفاظ لکل امرء مانوی کا یہ ہی مطلب ہے کہ جو نیت کرے گا وہی پائے گا۔

۷۔ ایک شخص اپنی ضرورت سے بازار جا رہا ہے۔ بازار جانا ایک مباح عمل ہے، لیکن اگر وہ اس میں یہ نیت کر لے کہ رستہ میں جو تکلیف دہ چیز ہوگی اس کو ہٹا دوں گا۔ سلام کی اشاعت کروں گا۔ کسی کو بُرا کام کرتے دیکھوں گا تو منع کر دوں گا۔ کسی مسلمان بھائی کو خوش کرنے

کے لیے مسکرادوں گا، جتنی نیتیں کرے گا سب کا الگ الگ ثواب مل جائے گا۔ اور یہ بار بار جانا کارِ ثواب ہو جائے گا۔ پھر لطف یہ کہ ارادہ تو ان امور کے کرنے کا کر لیا مگر کر نہ سکا تو بھی ثواب مل جائے گا اسی لیے حدیث میں فرمایا نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ اَبْلَغُ مِنْ عَمَلِہٖ کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے زیادہ معتبر ہے۔

۸۔ غرض کہ اس حدیث مبارکہ سے یہ اصول نکلتا ہے کہ ہر وہ کام جس کی ممانعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی جب وہ نیک نیتی سے کیا جائے تو وہ کام عبادت ہو جائے گا اور اس پر ثواب ملے گا۔

چنانچہ اس اصول کی روشنی میں اگر دیانتداری سے مسائل کی حیثیت دیکھی جائے تو بہت سے ایسے مسائل حل ہو جاتے ہیں جن میں آج بحث و مباحثہ، مکابرہ و مجادلہ کا بازار گرم ہے۔

۱۔ مثلاً مجلس میلاد کے قیام و اہتمام کو لیجئے۔ اگر نیت یہ ہے کہ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر ہو، آپ کے فضائل و مناقب بیان ہوں اور آپ کی سیرت مبارکہ قوم کے سامنے رکھی جائے تو اس حدیث کی رو سے جائز ہے اور کارِ ثواب ہے۔ اگر مجلس میلاد کے قیام کی غرض ریا و سمعہ ہو یا اس کو فرض و واجب سمجھ لیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ صرف ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو ہی یہ مجلس قائم ہو سکتی ہے اور دوسرے دنوں ذکرِ رسول ہو ہی نہیں سکتا، یہ نیت غلط ہے اس کی اصلاح کر دینی چاہیئے۔

۲۔ یا مثلاً میت کے تیسرے، ساتویں یا چالیسویں دن کھانا پکا کر مساکین کو کھلایا جاتے اور یہ نیت ہو کہ دن مقرر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مساکین جمع کر لیے جاتے ہیں، تو حدیث ہذا کی روشنی میں اس کے جواز میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اگر نیت یہ ہو کہ دن مقرر کر کے ہی فاتحہ دینے میں ثواب پہنچتا ہے ویسے نہیں یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا ضروری ہے تو اس کی اصلاح کر دینی چاہیئے اور بتا دینا چاہیئے کہ ثواب پہنچانے کے لیے دن مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔ جس روز بھی ایصالِ ثواب کیا جائے۔ کھانا پکا کر غربا میں تقسیم کیا جائے یا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت

کو پہنچایا جائے۔ ہر طرح جائز ہے۔ ہاں اگر ان قیود میں کوئی مصلحت ہو تو حرج نہیں۔ کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔

۳۔ اسی طرح میت کے دفن کے بعد لوگ جمع رہتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ بیکار بیٹھے رہنے اور فضول گفتگو کرنے سے بہتر ہے کہ کلمہ طیبہ جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ افضل الذکر یہ ہی ہے کہ پڑھتے رہیں، تو یقیناً موجب برکت ہے۔ پھر اگر بعض روایات کے مطابق ستر ہزار بار ہو جائے اور میت کو بخشا جائے تو امید مغفرت ہے، لہٰذا اس حدیث کی رو سے ضرور ان کو اجر ملے گا اور پھر وہ میت کو بخشیں گے تو ضرور میت کو پہنچے گا۔ کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور جب اعمال کا مدار نیت پر ہے تو اب مذکورہ بالا کام کرنے والوں کو جب کہ ان کی نیت حسن ہے بدعتی قرار دینا اور یہ کہنا کہ کیا یہ کام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کیسا فضول اعتراض ہے۔ بہر حال دیانت و امانت اور حق و انصاف کے ساتھ سوچا جائے تو اس قسم کے بہت سے مختلف فیہ مسائل اسی حدیث کی روشنی میں حل ہو جاتے ہیں۔

احسان بھی مومن کا ایک خاص وصف ہے

احسان بھی دراصل اسلام اور ایمان کی طرح دینی اور قرآنی اصطلاح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

- بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

ہاں جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور وہ محسن ہے (یعنی یہ وصف اس میں موجود ہے) تو اس کے رب کے پاس اجر ہے۔

- وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور اس سے اچھا دین اور کیا ہو سکتا ہے جس نے اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دیا اور وہ محسن ہے۔

معلوم ہوا کہ احسان قرآن پاک کی ایک خاص اصطلاح ہے اور یہ ایک خاص وصف ہے جو مومن مخلص میں پایا جاتا ہے جس سے عبادت میں حسن اور ثواب میں اضافہ ہوتا ہے یوں تو احسان کے معنی کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ہیں، لیکن حدیث میں جس احسان کا ذکر ہے

اس کی حقیقت خود زبانِ نبوت نے بیان فرمادی ہے۔ یعنی احسان یہ ہے کہ:

"خدا کی بندگی ایسے کی جائے کہ وُہ قہار و قدوس ذوالجلال والجبروت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اُور گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔"

اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ غلام ایک تو اپنے آقا کے احکام کی تعمیل اس وقت کرتا ہے جبکہ وُہ اس کے سامنے موجود ہو اور اس کو یقین ہو کہ وہ مجھے اچھی طرح دیکھ رہا۔ اور ایک رویّہ اس کا اس وقت ہوتا ہے جبکہ وُہ آقا کی غیر موجودگی میں کام کرتا ہے۔ عموماً ان دونوں وقتوں کے طرزِ عمل میں فرق ہوتا ہے اور عام طور پر جس خوش اسلوبی، محنت اور دیانت کے ساتھ وُہ آقا کی موجودگی میں کام کرتا ہے۔ مالک کی عدم موجودگی میں اس کا وہ حال نہیں ہوتا۔ تو یہی حال بندوں کا اپنے مالکِ حقیقی کے ساتھ ہے۔ جس وقت بندہ یہ محسوس کرے کہ میرا رب میری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، وہ حاضر و ناظر ہے، میرے ہر کام کی اس کو خبر ہے۔ اس تصور کے ساتھ جب بندہ عبادت کرتا ہے تو اس کی بندگی میں ایک خاص شانِ نیازمندی ہوگی جو اس وقت نہیں ہو سکتی۔ جبکہ بندہ کا دل اس احساس سے خالی ہو تو احسان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طریقہ سے کی جائے کہ گویا وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں اور وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احسان اور احتساب دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ احتساب کے معنی یہ ہیں کہ عمل میں خلوص انتہا کو پہنچ جائے اور ریا کا شائبہ بھی نہ رہے۔ اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جب کہ یہ یقین محکم ہر وقت قائم رہے کہ اس قادر و قدیر خدا سے ہماری کوئی حرکت پوشیدہ نہیں ہے اور جب اس تصور سے عمل کیا جائے تو یقیناً اس میں خلوص ہوگا۔

ہر عمل میں احسان ہے

پھر احسان کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں ہے کہ بس نماز کو پورے خضوع و خشوع سے ادا کر لیا جائے۔ بلکہ اس کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱۔ اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ	احسان یہ ہے کہ تم خدا سے اس طرح ڈرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو۔
۲۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ	احسان یہ ہے کہ تم ہر کام اللہ کے لیے اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احسان کا تعلق صرف نماز سے نہیں بلکہ تمام اعمال خیر سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت و بندگی اور اس کے ہر حکم کی اطاعت و فرمانبرداری اس طرح کی جائے اور اس کے مواخذہ سے اس طرح ڈرا جائے کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہے اور ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہی احسان ہے۔

اخلاص کا اخروی فائدہ

خلوص نیت کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندہ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا۔ اس کے داہنے ہاتھ اس کے نامہ اعمال میں حج، عمرہ، جہاد، زکوٰۃ، صدقہ ایسی نیکیاں لکھی ہوں گی۔ جنہیں دیکھ کر وہ دل میں کہے گا میں نے دنیا میں یہ نیکیاں نہیں کیں۔ میرے نامہ اعمال میں یہ کہاں سے آگئیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تو دنیا میں یہ آرزو کیا کرتا تھا کہ اگر مجھے زندگی ملی میرے پاس مال ہوا تو حج کروں گا زکوٰۃ دوں گا جہاد میں شریک ہوں گا۔ تو اگرچہ یہ کام نہیں کر سکا مگر تو اس نیت میں سچا تھا تو میں نے آج ان چیزوں کا ثواب تجھے عطا فرما دیا ——— اسی طرح جو نیکی خدا کی رضا کے لیے نہ کی جائے۔ ریا و سمعہ اور دکھاوے اور ناموری کی نیت سے کی جائے خواہ وہ کیسی ہی بڑی نیکی کیوں نہ ہو آخرت میں ایسی نیکی وبال جان بن جائے گی۔ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں عالم، زاہد، نمازی، متقی پرہیزگار پیش ہوں گے۔ سوال پر عرض کریں گے۔ الٰہی یہ نیکیاں ہم نے تیری رضا کے لیے کیں تھیں دلوں کا حال جاننے والا رب العلمین فرمائے گا۔ نہیں شہرت و ناموری کے لیے تم نے یہ نیک کام کئے تھے اور وہ دنیا میں تم کو حاصل ہو گئی۔ اب ہمارے پاس تیرے لیے کوئی ثواب نہیں ہے۔
(مسلم)

چند بڑے گناہ جن سے ہر مسلمان کو بچنا ضروری ہے

گناہ کبیرہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ گناہ کبیرہ نو ہیں: (۱) شرک باللہ (۲) ناحق قتل کرنا (۳) آزاد مکلف مسلمان پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۴) زنا کرنا (۵) یتیم کا مال ناحق کھانا (۶) مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا (۷) جادو کرنا (۸) جہاد سے بلاوجہ شرعی بھاگ آنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں سود لینا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں چوری کرنا اور شراب پینا بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ابوطالب مکّی سے روایت ہے کہ گناہ کبیرہ سترہ ہیں۔ چار وہ جن کا تعلق دل سے ہوتا ہے (۱) شرک (۲) گناہوں پر اصرار (۳) اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جانا (۴) الامن مکرہ —— چار وہ ہیں جن کا تعلق زبان سے ہے: (۱) جھوٹی گواہی دینا (۲) عفیفہ کو تہمت لگانا (۳) جادو کرنا (۴) حرم میں گناہ کرنا —— تین وہ ہیں جن کا تعلق پیٹ سے ہے (۱) شراب پینا (۲) یتیم کا مال ناحق کھانا (۳) سود لینا —— دو وہ ہیں جن کا تعلق شرم گاہ سے ہے (۱) زنا (۲) لواطت —— ایک وہ ہے جس کا تعلق پاؤں سے (۱) بلاوجہ شرعی جہاد سے بھاگ جانا —— ایک وہ ہے جس کا تعلق تمام بدن سے ہے (۱) والدین کی نافرمانی کرنا —— دو وہ ہیں جن کا تعلق ہاتھ سے ہے (۱) ناحق قتل کرنا (۲) چوری کرنا

شرح عقائد صہ ۹۲ روایات میں جن گناہوں کو کبیرہ کہا گیا ہے یہ بطور حصر نہیں ہے۔ بطور مثال ہے یعنی مذکورہ بالا گناہوں کے علاوہ اور بھی بہت باتیں گناہ کبیرہ ہیں مثلاً بلا عذر شرعی نماز ترک کرنا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، مالدار ہو کر حج نہ کرنا، ظلم کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، دھوکہ دینا، گالی دینا، ڈاکہ ڈالنا، دو مسلمانوں میں لڑائی کرانا، عورتوں کا فحاشی و عریانی کو اختیار کرنا، نامحرم عورت پر بلا ضرورت شرعی نظر ڈالنا، سودا کم تولنا، حافظ قرآن اور عالم دین کی توہین کرنا، عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جانا، —— اپنی بیوی پر ظلم و ستم کرنا، سور کا گوشت کھانا، مسلمان والدین کو ناحق ستانا، بلاوجہ سچی گواہی چھپانا، قطع رحم کرنا، بلاوجہ مسلمان سے لڑتے رہنا، قرآن پاک کو

یاد کر کے بھلا دینا، کسی جاندار کو آگ میں جلانا، خاوند کی نافرمانی کرنا۔

بعض وہ کام جن کے کرنے پر وعید آئی ہے

سود لینا دینا۔ رشوت چوری خیانت۔ بددیانتی۔ چغلخوری۔ تکبر۔ شراب پینا۔ بنانا بیچنا۔ غیبت۔ بہتان۔ بدگمانی۔ جھوٹ۔ بخلی۔ حرص وطمع۔ بے ایمانی۔ ناپ تول میں کمی۔ بغض وکینہ۔ ظلم۔ رشتہ داروں سے بدسلوکی۔ بلاوجہ ہمسائے کو ستانے والا۔ احسان کر کے جتانے والا۔ ماں باپ کو ایذا دینے والا۔ اللہ و رسول پر جھوٹ باندھنے والا۔ قبروں کو سجدہ کرنے والا۔ بوقت مصیبت بال نوچنا۔ سینہ کوٹنا۔ رخسار پر طمانچے مارنا۔ ناشکری کے کلمات زبان پر لانا۔ دکھاوے (ریا) ناموری کے لیے نیک کام کرنا جھوٹی قسم کھانا ——— واضح رہے کہ جس کام کے ارتکاب پر قرآن وحدیث میں وعید آئی ہو اِسے گناہ کبیرہ کہتے ہیں اور جس پر وعید نہ آئی ہو اسے صغیرہ کہتے ہیں۔ گناہِ صغیرہ سے بھی بچنا چاہیئے مگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب سخت گناہ ہے۔ گناہِ کبیرہ کا مرتکب اگرچہ ایمان میں ضعف پاتا ہے، تاہم دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک گناہ کو گناہ جانے اور اس کے ارتکاب کو عقیدۃً حرام و ناجائز ہی جانے چند کبیرہ گناہوں کے مفاصد و انجام کی کیفیت یہ ہے۔

قتل ناحق

سورہ نسأ میں فرمایا جو کوئی مسلمان کو قصداً عمداً ناحق قتل کرے گا اس کا بدلا جہنم ہے۔ قاتل پر اس کا غضب اور لعنت ہے۔ قیامت کے دن سخت و شدید عذاب کا مستحق ہے۔ مسلمان کو قتل کرنا سخت گناہ اور بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دُنیا کا برباد ہو جانا اللہ کے نزدیک قتل مسلم سے ہلکا ہے۔ مسلمان کے خون کی حرمت وعزت کعبہ سے زیادہ ہے۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ آج کل معمولی بات پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر دیتا ہے؟ اللہ کے غضب ولعنت سے نہیں ڈرتا حالانکہ یہ معمولی گناہ نہیں ہے۔ اتنا سنگین گناہ ہے کہ قرآن نے اس کی سزا میں خالداً فیھا تک کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یعنی ناحق قتل کرنے والا جہنم میں ایک طول وطویل عرصہ تک سزا پاتا رہے گا۔

زنا بہت بڑا گناہ ہے

حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی قوتِ شہوانی کی تسکین کے لیے حد مقرر فرمائی ہے۔ اب جو اس حد سے آگے بڑھتا ہے وہ فحشا اور فاحشہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ قرآن نے مسلمان کی نشان یہ بتائی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہ کی نگہبانی کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (مومنون - ۱) قرآن نے زنا کا نام ہی فاحشہ امر قبیح رکھا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ (اسرائیل - ۴) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا وہ قحط میں اور جس میں رشوت جاری ہوگی وہ بزدلی کے مرض میں گرفتار ہو جائے گی (ترمذی) جس بستی میں زنا و سود کا کاروبار ہو اس بستی کے لیے عذابِ الٰہی حلال ہو جاتا ہے۔ تین شخصوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ پاک کرے گا۔ نہ ان کی طرف نظرِ رحمت سے دیکھے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زانی جھوٹ بولنے والا بادشاہ فقیر متکبر (مسلم ونسائی) ساتوں آسمان اور زمین بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں زانیوں کی شرمگاہ کی بدبو جہنموں کو ایذا کا باعث ہوگی (بزار) شرک کے بعد اولاد کو فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل کرنا۔ اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا بہت بڑا گناہ ہے (بخاری و مسلم) چھ باتوں کو عملی طور پر قبول کرو۔ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ بات کرو تو سچی۔ وعدہ کرو تو پورا کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ نگاہوں کو نیچی رکھو۔ برائی سے ہاتھ روکو (احمد)

زنا کی سزا

زنا کا شرعی ثبوت ہو جانے پر شادی شدہ شخص کو سنگسار کرنا زنا کی حد ہے۔ اور غیر شادی شدہ کی سزا سو درے کوڑے ہیں جیسے جیلخانہ میں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ حد اس سزا کو کہتے ہیں جس کی مقدار قرآن حدیث نے مقرر کر دی ہے۔ حد قائم کرنا بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے۔ زانی پر حد اس وقت لگائی جائے گی جب کہ چار مسلمان بالکل واضح صاف وصریح الفاظ میں ایک ہی مجلس میں لفظِ زنا کے ساتھ شہادت ادا کریں۔ عورتوں کی گواہی اس معاملہ میں نہیں مانی جاتی۔ یا خود زنا کرنے والا قاضی کی عدالت میں چار بار چار پیشیوں میں صاف و صریح لفظوں میں زنا کا اقرار کر لے۔ قاضی ہر بار اس کے اقرار کو رد کر دے گا اور یہ کہے گا نہیں تو نے

زنا نہیں کیا محض چھوایا یا بوسہ لیا ہوگا، لیکن جب چوتھی پیشی پر بھی قاضی کے سامنے اپنے اقرار پر بالکل واضح طور پر قائم رہے تو پھر حد لگائی جائے گی —— زنا کا اسلامی عدالت میں اس کے تمام ضابطوں کے ساتھ ثابت کرنا بہت مشکل کام ہے۔ جس کی تفصیل اسی کتاب کے دوسرے حصے میں ذکر کی جائے گی۔

عمل قوم لوط

گناہ کبیرہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس جرم کے مرتکب فاعل و مفعول کو قتل کردو (ترمذی) اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے حیا نہیں فرماتا۔ جو عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے ملعون ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے گا (ترمذی)

قوم لوط کا عمل کرنے پر حضرت علی نے دونوں کو جلا دیا۔ حضرت ابوبکر نے دونوں پر دیوار گرا دی۔ قوم لوط کا عمل انتہائی ذلیل اور کمینہ حرکت ہے اور طبی لحاظ سے بھی سخت نقصان دہ ہے۔ جو نوجوان اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں جوش میں ہوش کھو دیتے ہیں مگر پھر سخت پچھتاتے ہیں۔ انہیں مختلف قسم کی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ تپ دق ہو جاتی ہے۔ بیوی کے کام کے نہیں رہتے۔ منہ چھپاتے پھرتے ہیں مگر اب تیر زرہ سے نکل چکا ہوتا ہے اس لیے ندامت و پچھتانے اور کف افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

جوا اور شراب خوری

شراب پینا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن نے خمر و جوا، سٹہ ریس اور جوئے کے تمام اقسام کو انتہائی خبیث فعل قرار دیا ہے اور شیطانی کام جوا و شراب کی آمدنی حرام ہے۔ شراب خوری اور جوئے بازی آدمی کو ظالم، بد خلق۔ بے شرم بے حیا بناتی ہے۔ اخلاقی قدروں سے محروم کر دیتی ہے۔ نماز اور نیکی سے روکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے دُنیا میں شراب پی آخرت میں شراب طہور سے محروم رہے گا (ترمذی) شراب پینے پلانے بیچنے، خریدنے۔ نچوڑنے لیجانے اور جس کے پاس لے جائے اس پر خدا لعنت کرتا ہے (ابوداؤد) حضور نے ہر نشہ والی چیز کے استعمال سے منع فرمایا (ابوداؤد) ہر پینے والی چیز جو نشہ لائے حرام ہے (بخاری) حضور نے فرمایا میری اُمت کے کچھ لوگ نام بدل کر شراب استعمال کریں گے —— چرس بھنگ افیون تاڑی چانڈو مارفیا اور اسی قسم کی تمام نشہ آور اشیاء سخت مضر صحت ہیں۔ نوجوان جوانی کے جوش

اور غلط اور آزاد منش دوستوں کی صحبت میں نشہ کے عادی ہو جاتے ہیں، مگر جب یہ نشہ والی چیزیں صحت برباد کر دیتی ہیں تو پھر پچھتاتے ہیں۔ اس لیے ابتدا سے ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ عام حالات میں دوا کے طور پر بھی شراب (خمر) کا استعمال حرام و ناجائز ہے۔

نیک شادی شدہ عورت پر تہمت لگانا

اس کی عزت پر حرف رکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس میں جو برائی نہیں اس کی نسبت اس کی طرف کرنا بہتان ہے۔ قرآن نے جھوٹی تہمت لگانے والے کو فاسق کہا ہے (نور) اور جو جھوٹی تہمت کا مرتکب ہو اور شرعی گواہی پیش نہ کر سکے اس پر حد ہے۔

حدِ قذف زنا کی تہمت کی سزا

(۱) کسی مسلمان مرد عورت پر زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ زنا کی تہمت لگانے والا اگر ثابت نہ کر سکے تو اسی کوڑے حد ہے۔ زنا کا ثبوت دو مردوں کی گواہی یا اس کے اقرار سے ہوگا عورتوں کی گواہی اس معاملہ میں بیکار ہے۔ تہمت لگانے والے پر حد واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔ اول جس پر تہمت لگائی وہ مسلمان عاقل بالغ آزاد پارسا ہو اور تہمت لگانے والے کا لڑکا پوتا یا گونگا یا خصی نہ ہو۔ دوم صاف و صریح لفظ (زنا) سے تہمت لگائی ہو۔ سوم یہ کہ جس پر تہمت لگائی ہے وہ قاضی کی عدالت میں مطالبہ کرے تو حد لگائی جائے گی ورنہ نہیں —— جب زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ زنا کے پیش کر دیئے یا خود اس نے چار بار زنا کرنے کا اقرار کر لیا تو اس پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور تہمت لگانے والا بری ہو جائے گا اور اگر تہمت لگانے والا ثبوت شرعی نہ پیش کر سکا تو پھر اس کو اسی کوڑوں کی حد لگائی جائے گی —— کسی عفیفہ پارسا عورت کو رنڈی یا کسبی کہا تو یہ قذف ہے اور ایسا کہنے والے پر اسی کوڑے حد ہے۔

۲. زنا کے علاوہ کسی اور گناہ کی تہمت لگائی یا لواطت کی تہمت لگائی تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، ثابت نہ کر سکا تو قاضی جو چاہیے مناسب سزا دے گا۔ یعنی اس معاملہ میں حد نہیں ہے تعزیر ہے۔

سودی کاروبار

کرنے والوں کے لیے قرآن وحدیث میں سخت وشدید وعید آئی ہے سود حرام قطعی ہے۔ اس کو حلال جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور سودی لین دین کرنا گناہ کبیرہ ہے ـــــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ سود کا گناہ باسٹھ حصے ہے۔ ان میں سے کم یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے زنا کرے (مسلم) سود لینے والے۔ دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے اور گواہوں پر اللہ کی لعنت ہے (ترمذی) سود کا ایک درہم جس کو کوئی کھائے چھتیس مرتبہ زنا سے بھی سخت ہے (احمد) قیامت کے دن سود خور کا پیٹ سانپوں سے بھرا ہوا ایک کمرہ کی طرح ہوگا۔ (ابن ماجہ) قرآن مجید میں:

سودی کاروبار نہ چھوڑنے والوں کو اللہ ورسول کی طرف سے جنگ کا چیلنج دیا گیا ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے اپنے تمام سودی مطالبے ترک کر دیئے اور یہ کہتے ہوئے تائب ہوئے کہ اللہ ورسول سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب۔

قرض لے کر ادا نہ کرنا

یہ مرض عام ہو گیا ہے لوگ ضرورت کے وقت قرض لیتے ہیں اور ادا نہیں کرتے جائداد کرایہ پر حاصل کرتے ہیں مگر کرایہ نہیں دیتے یہ فعل شریعت کی نظر میں سخت برا اور گناہِ کبیرہ ہے۔ مزدور سے کام لینے میں اور اجرت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کر دو (بخاری)

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس ہستی مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر کوئی شخص (تین بار) راہ خدا میں شہید کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو جبتک قرض ادا نہ کر دے جنت میں نہ جائے گا (احمد) جس شخص پر قرض ہوتا تھا حضور اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ قرضدار اگر تنگدست ہے تو اسے معاف کر دینا یا مہلت دینا بہت ثواب کا کام ہے تنگدست کو مہلت دینے والا قیامت کے دن اللہ کے خاص سایہ رحمت میں ہوگا، لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ ہماری حالت یہ ہے۔ قرض کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتے ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت پوری کردینے کا جو جذبہ ایک مسلمان میں ہونا چاہیئے وہ سرد پڑ رہا ہے اور جو لوگ کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنے کی بطور قرض طاقت رکھتے ہیں وہ بھی اس کارِ خیر سے ہاتھ روک لیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں قرض دے کر وصولی تو جب ہوگی ہوگی پریشانی ذہنی کوفت اور بلاوجہ کی دشمنی سے دوچار ہونا پڑے گا ——— بہر حال جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و ثواب چاہتے ہیں انہیں بہر حال نیکی کرنی چاہیئے۔ ایسے پر آشوب دور میں نیکی کرنا نیکی کا بہت ہی اونچا درجہ ہے۔

والدین کی نافرمانی کرنا

ان کی بے عزتی کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ ہمارے معاشرہ میں آج کل والدین کی عزت و احترام جیسا کہ چاہیئے نہیں کیا جاتا۔ مغربی تہذیب و تمدن نے اس معاملہ میں بہت زیادہ برا اثر ڈالا ہے۔ بہر حال قرآن و حدیث نے والدین کی عزت و احترام سے متعلق جو ہدایات دیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو ماں باپ کے آرام و آسائش کے لیے وصیت کرو۔ والدین کی ضروریات زندگی پورا کرو۔ والدین کے کے لیے میراث میں چھٹا حصّہ دو۔ اللہ کی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ نیک برتاؤ فرض ہے۔ والدین انتقال کر جائیں تو اُن کے لیے دعائے مغفرت کرو۔ والدین کا شکر ادا کرو (سورہ بقرہ نوح نمل عنکبوت لقمان احقاف مریم ابراہیم۔ بنی اسرائیل نساء) حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ محبوب ترین عمل نماز کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ والدہ کا حق باپ سے زیادہ (تین گنا) ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ماں کے قدم چومنا جنت کی چوکھٹ چومنے کی طرح ہے۔ والدین جنت کا دروازہ ہیں۔ والدہ کے قدموں میں جنت ہے۔ والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا حج مقبول کے برابر ثواب ہے۔ والدین کی اطاعت دخول جنت کا سبب ہے۔ جس کے والدین ضرورتمند ہوں اسے جہاد میں شرکت جائز نہیں۔ والدہ اور خالہ کی خدمت سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ والدین کے دوست و احباب کی بھی تعظیم کرو۔ والدین اگر مشرک ہو تو بھی ان کے ساتھ تہذیب سے پیش آؤ۔ والدین کو گالی دینا حتیٰ کہ اف کہنا بھی حرام ہے۔ والدین کے احسان کا بدلہ چکانا ناممکن ہے (ترمذی مسلم ابن ماجہ ابوداؤد

نسائی بیہقی بخاری مشکوٰۃ) ——— خوب یاد رکھیے۔ ماں باپ کی بے حرمتی و بے عزتی کا نتیجہ اسی دُنیا میں نکل آتا ہے۔ اولاد اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتی ہے جو انہوں نے والدین کے ساتھ کیا تھا گو اس کا احساس نہ کیا جائے مگر بات یہ ہی صحیح ہے کہ والدین کو ایذا پہنچانے والا نامراد ہی رہتا ہے۔

اطاعت والدین حدود شریعت کے اندر ہوگی

اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم کریں جو شریعت کے خلاف ہو یا جس سے اللہ کے یا اس کے بندوں کے حقوق تلف ہوں وہاں ان کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر وہ کوئی خلافِ شرع حکم دیں تو انہیں نرمی کے ساتھ کہہ دیا جائے کہ حضور چونکہ یہ بات خلاف شرع ہے لہٰذا تعمیل نہیں کر سکتا۔

سب سے زیادہ سلوک کے مستحق ماں باپ ہیں

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کر۔ اگر وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف بھی مت کہو۔ نہ ان کو جھڑکو۔ ان سے نرمی و ادب سے بات کرو۔ ان کے لیے اطاعت کا بازو محبت سے جھکا دو۔ اور اُن کے لیے بارگاہِ الٰہی میں رحمت کی دعا کرو (بنی اسرائیل ۳) فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرو۔ فللوالدین والاقربین۔ (بقرہ ۲۶)

صدقات وخیرات اپنے رشتہ داروں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے

فَلِلوَالِدَینِ وَالاقربین (بقرہ)	جو چیز تم خرچ کرو۔ وہ ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ پر (پہلے خرچ کرو۔

صدقات وخیرات ——— اور زکوٰۃ فطرانہ (جبکہ وہ مستحق ہوں) عزیز و اقارب کو دینا زیادہ ثواب ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے مجھے اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف قیامت کے دن نظر

(رحمت) نہیں فرمائے گا۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ فطرانہ ماں باپ دادا۔ دادی۔ نانا، نانی اپنی اولاد پوتا پوتی۔ نواسا نواسی اگرچہ وہ محتاج ہوں نہیں دے سکتے۔ ویدی تو ادا نہ ہوگی۔ اپنے اصول و فروع کو صدقات واجبہ نہیں دے سکتے۔

چغلخوری

حضور علیہ السلام ایک دفعہ ایک قبر سے گذرے فرمایا چغلی کھانے کے جرم میں اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے (بخاری) چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ چغلخوری ایک ایسی فتنہ پردازی ہے جس کے نتائج بعض اوقات نہایت خطرناک صورت میں ظاہر ہوتے ہیں قتل و خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

غیبت و بدگوئی

بھی گناہ کبیرہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کی اس بات کا ذکر کرو جسے وہ ناپسند کرے (ابوداؤد) قرآن نے غیبت ایسے جرم کی سنگینیت کو مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ لوگ تو شدتِ غم میں مردہ بھائی کی لاش کا چہرہ دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، مگر جو مردہ بھائی کی لاش کا گوشت نوچ کھاتا ہے (غیبت کرتا ہے) اس کی سنگدلی اور قساوت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ غیبت کے معنی یہ ہیں کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا پسند نہ کرے) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا قرآن مجید میں حکم دیا گیا

لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا	تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

رشک جائز ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی میں کسی نعمت کو دیکھ کر اللہ سے دعا کرنا کہ الٰہی مجھے اس نعمت کی مثل عطا فرما۔ یا کسی نیک صالح کو نیکی کرتے دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ الٰہی مجھے بھی نیک کاموں کی توفیق عطا فرما یہ جائز ہے۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۲ باتیں ایسی ہیں جن میں رشک کیا جا سکتا ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی اور وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دین کی دولت عطا فرمائی اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے (بخاری) رشک نیک باتوں پر کرنا چاہیے۔

بری باتوں اور گناہوں پر رشک کرنا مذموم ہے۔

قطع رحم گناہ کبیرہ ہے قرآن مجید اور حدیث رسول نے صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کو واجب قرار دیا ہے اور قطع رحم کو حرام و گناہ کبیرہ رشتہ کے درجات میں تفاوت ہے۔ اس لیے سب سے پہلے والدین پھر دادا دادی نانا نانی شوہر زوجہ بیٹی پوتی بہن وغیرہ۔ ان کے بعد بقیہ رشتہ دار علی قدر مراتب صلہ رحم کے مستحق ہیں۔ باپ کے بعد دادا۔ اور بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہے۔ چچا بھی باپ کی جگہ اور خالہ ماں کی جگہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ رشتہ والوں سے نیک سلوک کرنے سے عمر میں برکت رزق میں زیادتی۔ اور بری موت سے نجات ملتی ہے (حاکم) رشتہ عرش الٰہی سے لپٹ کر یہ کہتا ہے جو اسے ملائے گا اللہ اسے ملائے گا جو اسے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا۔ (بخاری) رشتہ کاٹنے والا جنت سے محروم ہے (بخاری) دنیا و آخرت میں بہترین اخلاق یہ ہے کہ تم اس کو ملاؤ جو تمہیں جدا کرے جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو (حاکم) صلہ رحمی یہ ہے کہ رشتہ داروں کو ہدیہ یا تحفہ دیا جائے۔ حسب طاقت ان کی امداد و اعانت ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آیا جائے۔ ان سے ملاقات کی جائے۔ خط و کتابت رکھی جائے۔ غرضیکہ ہر وہ اچھا فعل جس سے باہمی محبت و الفت بڑھے صلہ رحمی ہے بہتر یہ ہے کہ ملاقات ایک دن کرے دوسرے دن نہ جائے۔ اس طرح محبت و الفت زیادہ ہوتی ہے۔ فی زمانہ دینی تعلیم سے بے خبری کی وجہ سے اگرچہ اس قسم کے کردار کا مظاہرہ کرنا مشکل ہو گیا ہے لیکن بایں ہمہ ہمارے مقدس رسول کی تعلیم یہ ہی ہے کہ اندھیروں میں چراغ جلاؤ۔ کوئی نیکی کا بدلہ کیا دیتا ہے اس سے بے نیاز ہو کر نیکی کرو۔

قسمیں کھانا قسم کھانا جائز ہے، مگر قسم کو تکیہ کلام بنا لینا خواہ بات سچی ہو یا جھوٹی بہت معیوب ہے۔ غیر خدا کی قسم قسم نہیں۔ قسم کے الفاظ یہ ہیں۔ خدا کی قسم۔ رحمٰن رحیم پروردگار، قرآن کی قسم —— اپنے خیال سے سچی قسم کھائی مگر حقیقت میں جھوٹی ہے۔ مثلاً کسی کے متعلق جانتا ہے کہ نہیں آیا۔ اس کے نہ آنے کی قسم کھالی۔ حقیقت میں وہ آگیا تھا تو اس بھول چوک

کی قسم کو یمینِ لغو کہتے ہیں۔ اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ لازم۔ ۲۔ آئندہ کے لیے قسم کھائی کہ خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا نہیں کروں گا اس کو یمینِ منعقدہ کہتے ہیں۔ اس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

قسم کا کفارہ

یا کپڑے پہنانا کفارہ ہے۔ دس مسکینوں کو صبح و شام کھلانا ضروری ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ جن کو صبح کھلایا شام کو بھی انہیں ہی کھلائے ——— جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مثلاً قرض ادا نہیں کیا اور یہ جانتا ہے۔

جھوٹی قسم گناہ کبیرہ ہے

اور پھر جھوٹی قسم کھاتا ہے کہ ادا کر دیا ہے اس کو یمینِ غموس کہتے ہیں، یہ گناہ کبیرہ ہے۔ توبہ و استغفار لازم و واجب ہے کفارہ لازم نہیں۔ یعنی جھوٹی قسم اتنا بڑا گناہ ہے کہ کفارہ سے اس کی تلافی نہیں ہوتی صرف صدق دل سے توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث میں جھوٹی قسم پر سخت وعید آئی ہے اور اسے منافقوں کا کردار قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو کسی مسلمان کے حق کو جھوٹی قسم سے لینا چاہے گا اللہ تعالیٰ اس پر آتش دوزخ واجب کر دے گا۔ (مسلم)

کاہن یا نجومی کی بات کو سچا ماننا کفر ہے

حدیث پاک میں فرمایا کاہن یا نجومی جو غیب جاننے کا دعویٰ کرے، اس کی بات کو سچا ماننا کفر ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو عطا فرماتا ہے کاہن یا نجومی کو نہیں جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ جن میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

رحمتِ خداوندی سے مایوسی کفر ہے

جیسے اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے اسی طرح اس کے خوف سے بے نیاز ہونا کفر ہے۔ مسلمان نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے خواہ کیسا ہی گنہگار ہو اور نہ اللہ کے خوف سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس اور اس کے خوف سے بے نیاز صرف کافر ہوتا ہے۔ جو لوگ عذاب الٰہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں ان پر دنیا کی نعمت اور ناز و نعم کے دروازے اس لیے

کھل جاتے ہیں تاکہ وہ یادالہٰی سے غافل ہو جائیں پھر اچانک ان کی پکڑ ہوتی ہے۔ ایمان امید و خوف کے درمیان ہے۔ زندگی میں اس کا خوف ہونا چاہیئے اور رحلت کے وقت رحمتِ خداوندی کا امیدوار۔ اگر یہ معلوم ہو کہ جنت میں ایک ہی آدمی جائے گا۔ رحمتِ الٰہی کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ امید رکھے میں ہی جنتی ہوں اور اگر سنے دوزخ میں ایک ہی شخص جائے گا تو اس سے ڈرے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوگا۔ الایمانَ بَینَ الخوف والرجا کا یہ ہی مطلب ہے۔

گناہ پر فخر کرنا شریعت کا مذاق اڑانا

شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا یعنی توہین کرنا اگرچہ اعتقاد اس کے خلاف ہی رکھے اور گناہ پر فخر کرنا حلال جاننا ہلکا سمجھنا بھی قریب بہ کفر ہے۔ احکام شریعت سے تمسخر و مذاق دراصل شریعت کے جھٹلانے اور انکار کرنے کی طرح ہے۔ اگر شیطان کے غلبہ کی وجہ سے گناہ ہو جائے تو اسے گناہ ہی سمجھنا چاہیئے۔ گناہ پر فخر و غرور اور اسے ہلکا نہ سمجھنا چاہیئے

نشہ کی حالت میں کفر

بکنے سے اگرچہ کافر نہیں ہوتا، مگر ہوش آنے کے بعد جب لوگ بتائیں تو توبہ و استغفار کرنی چاہیئے۔

چوری کرنا

چوری و زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضور رسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی زنا کرتا ہے، شراب پیتا ہے، چوری کرتا ہے اس وقت مومن نہیں رہتا۔ اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیتا ہے۔ پھر صدقِ دل سے توبہ کرلے تو نور ایمان واپس آجاتا ہے (بخاری و مسلم ترمذی) چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ مگر اس سزا کے لیے بہت اہم شرائط ہیں جس کی تفصیل اس کتاب کے حصہ دوم میں بیان ہوگی۔

کاروبار میں دھوکہ فریب کرنا

گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً	اے ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے مت کھاؤ۔ لیکن یہ کہ لین دین

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (۵) | ہو آپس کی خوشی سے۔

یہ آیت لین دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے لین دین کے ان طریقوں کو جو ایمانداری کے خلاف ہیں اور جن کی کوئی حد نہیں ہے۔ ایک لفظ باطل سے بیان کر دیا۔ یعنی کسی کی چیز خواہ دھوکہ و فریب ظلم و جور سے لی جائے یا چوری اور غصب، رشوت اور خیانت اور سود کے ذریعہ حاصل کی جائے غرضیکہ جس ناجائز طریقہ سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے بدترین قسم کا گناہِ کبیرہ ہے۔

اشیائے خوردنی میں ملاوٹ

بدترین کبیرہ گناہ ہے۔ اشیاء خوردنی میں ملاوٹ، دھوکہ، فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی دوائی کی بوتلوں پر جعلی لیبل لگا کر فروخت کرنا یہ سب خواہش نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ، تجارت میں فائدہ ہو یا نقصان، جھوٹ فریب اور دھوکہ کے ذریعہ حصول رزق حرام و ممنوع ہے۔ لہٰذا بندے کی بندگی اور فرمانبرداری کا سب سے زیادہ سخت امتحان معاملات و معاشرت کے احکام میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا:

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر ۱۱)	اور جو اپنے جی کی لالچ سے بچائے گئے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔
سورہ شمس میں فرمایا	
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (شمس)	مراد پا یا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو میلا اور گندہ کیا۔

مطلب یہ کہ یہ حرص و طمع کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو برائی اختیار کرنے حتیٰ کہ ایک کو دوسرے کی جان لینے تک پر ابھارتا ہے ——— ان آیات کی توضیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلوں کو برباد کیا۔ اسی نے ان کو آمادہ کیا کہ انہوں نے خون بہایا اور حرام کو حلال سمجھا" (مسلم) ——— نسائی کی حدیث میں فرمایا:

ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (نسائی)

ظاہر ہے کہ ایمان کامل کا نتیجہ صبر، توکل اور قناعت ہے اور حرص کا نتیجہ بے اطمینانی بے صبری اور ہوس ہے جو تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے ــــــ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

"انسان بوڑھا ہوتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں: جینے کی خواہش اور مال کی حرص"

کئی اصحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں وہ ان کو اتنا برباد نہیں کرتے جتنی کہ مال وجاہ کی حرص انسان کے دین وایمان کو برباد کر دیتی ہے" (ترمذی)

معاملہ کا راستباز ہی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے لیے اپنی مغفرت اور اجر عظیم کے وعدے کئے ہیں۔ ان میں اسلام وایمان اور خدا کی فرمانبرداری کے بعد پہلا درجہ سچوں اور ہر قسم کے معاملات میں راست بازوں ہی کا ہے۔ سورۂ احزاب میں فرمایا

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا	اور سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے۔ (احزاب ۵)

امانت میں خیانت

گناہ کبیرہ ہے۔ سورۂ نساء میں فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا	بیشک اللہ عزوجل تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا کرو۔

امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے جائداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے۔ کسی کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے متعلق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ وہنگامہ اور ملک کے وقار کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس

کر کے انجام دینا یہ بھی امانت ہے اگر کوئی کسی کا ۲ گھنٹہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ وقت چرا لیتا ہے۔ یا بے سبب سستی کرتا یا دیر سے آتا یا وقت سے پہلے چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔ یونہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت کے وقت مبیع کے عیب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔

ایک دن حضورؐ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ نمی و تری محسوس ہوئی۔ آپ نے دوکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا قصہ ہے اُوپر سے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیلا ہے۔ اس نے عرض کی کہ کچھ بوندیں پڑ گئی تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالا کہ خریدار تمہارے غلہ کے گیلے پن کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ (مسلم)	جو کوئی (کاروبار میں ایسا) دھوکہ کرے وہ میرا نہیں۔

جو مال و دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے وہ برکت سے خالی ہوگی اور اس کے بد اثرات اس دُنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیماری، پریشانی، ناگہانی آفتیں بے اطمینانی اور اور نالائق اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

روزِ حشر حقدار مدعی بن کر آئیں گے

آج کل کے بہت سے اچھے خاصے دیندار حلقوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت۔ قرض۔ نوکری اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے۔ کاروبار ان کے بھی پاک نہیں۔ واضح رہے کہ لین دین میں دھوکہ و خیانت اللہ کی نافرمانی اور بندے کی حق تلفی ہونے کی وجہ سے ڈبل جرم ہے۔

رہا یہ خیال کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی اُمید ہی ہے۔ قیامت کے دن جس بندہ

کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس سے بھی معافی حاصل کرلی جائے گی، تو اگرچہ اس کا امکان ہے، مگر کون کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کم حوصلہ ہیں وہ قیامت کے دن ضرور ہی معاف کریں گے، پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب وہ لوگ عرصاتِ محشر میں مقام حساب پر پہنچیں گے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے۔ جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو مدعی بن کر اللہ تعالیٰ سے انصاف کے طالب ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرمائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز روزہ صدقہ وخیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان مدعیوں کو دلوا دی جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان مدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لاد دیئے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈلوا دیئے جائیں گے۔

رشوت دینا لینا

گناہ کبیرہ ہے۔ رشوت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کی تکمیل کے لیے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے موافق کرے۔ قرآن نے اغراض باطلہ فاسدہ کے حصول کے لیے رشوت دینے کو یہودیوں کے جرائم میں سے ایک جرم شمار کیا ہے، وہ اپنے پیٹ کی خاطر اپنے علما کو اس لیے رشوتیں دیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف تورات میں ہیں۔ وہ عام لوگوں کو نہ بتائیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا:

اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ	یہ یہود اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں

اس کے بعد قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ یہود کی اس خصلت کو نہ اپنائیں۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:۔

وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ۔	اے ایمان والو۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ اور نہ مال کو حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

۲۔ اگر جان و مال اور آبرو (جو ناحق ضائع ہو رہی ہو) یا کسی کے ذمہ اپنا حق ہے جو بغیر رشوت حصول نہ ہوگا، تو ایسی صورت میں رشوت دے سکتے ہیں، مگر لینے والا بہر حال گنہگار و ظالم قرار پائے گا۔ اس کو حقدار کے حق کی ادائیگی کے لیے رشوت لینا سخت گناہ ہے۔ اس صورت میں بھی رشوت دینے سے بچا جائے اور صبر و شکر سے کام لیا جائے تو یہ بھی نیکی کا اعلیٰ کردار ہے۔

قطع تعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ (دنیاوی رنجش کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرے، جب دونوں ملیں تو ایک ادھر منہ پھیر لے اور دوسرا ادھر تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں۔ اگر تین دن گذر گئے تو ملاقات کرے سلام کرے۔ اگر دوسرا جواب دے دے راضی ہو جائے تو ثواب میں دونوں شریک ہوں گے اور اگر دوسرے نے جواب نہ دیا۔ راضی نہ ہوا تو وہ گناہگار رہے گا۔ پہلا گناہ سے نکل جائے گا (مسلم بخاری ابوداؤد) الغرض کسی مسلمان سے دنیاوی رنجش کی بنا پر تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔

بغض و حسد ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے بغض و حسد رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شعبان کی پندرھویں تاریخ کو توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ مگر دنیا کی وجہ سے بغض و حسد رکھنے والے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے (بیہقی) حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حسد ایمان کو ایسا بگاڑتا ہے جیسے ایلوا شہد کو کڑوا کر دیتا ہے (دیلمی ابن ماجہ) حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص میں خوبی دیکھی کہ وہ خوشحال و خوش خصال ہے۔ اب دل میں یہ آرزو کرتا ہے یہ نعمت اسے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔

تعزیر کے معنی وہ برے کام جن کے ارتکاب پر قرآن و حدیث نے سزا مقرر نہیں کی بلکہ (قاضی) کی رائے پر چھوڑا ہے کہ جیسا مناسب سمجھے سزا دے اسے تعزیر کہتے ہیں قاضی بطور تعزیر مندرجہ ذیل سزا دے سکتا ہے۔ قید۔ کوڑے مگر کم سے کم تین زیادہ سے زیادہ ۳۹۔

گوشمالی۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ ترش روئی۔ ملزم کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھنا۔ تعزیر بالمال جرمانہ لینا جائز نہیں مندرجہ جرموں پر قاضی تعزیر کر سکتا ہے۔

وہ جرائم جن کا مرتکب مستحق تعزیر ہے

شراب بیچنے والا۔ نوحہ ماتم کرنے والا بلا عذر شرعی رمضان کے روزے نہ رکھنے والا۔ نابالغ بچی کو بھگا کر کسی سے اس کا نکاح کر دینے والا۔ چوپایہ کے ساتھ برا فعل کرنے والا۔ کسی مسلمان کو تھپڑ مارنے والا۔ برسر بازار پگڑی ٹوپی اتارنے والا۔ مسلمان کو فاسق فاجر خبیث۔ لوطی۔ سود خوار شراب خوار۔ خائن۔ دیوث[1]۔ مخنث۔ بھڑوا۔ حرام زادہ ولد الحرام۔ پلید۔ سفلہ۔ کمین جواری۔ کافر۔ منافق۔ زندیق۔ یہودی۔ نصرانی کافر کا بچہ۔ نصرانی کا بچہ کہنے والا (جب کہ وہ شخص ایسا نہ ہو جیسا اس نے کہا) سوئر کتا۔ گدھا۔ بیل۔ بندر۔ الو کہنے والا مستحق تعزیر ہے۔ جب کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو تعزیر قاضی کا کام ہے۔ جس کو گالی وغیرہ دی ہے وہ اگر معاف کر دے تو تعزیر ساقط ہو جائے گی ——— فی زمانہ اخلاق ایسے بگڑ گئے ہیں کہ بات بات پر ہنسی مذاق میں گالی گلوچ اور بد کلامی کو برا نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے (بخاری)

قانون شرعی کو اپنے ہاتھ میں لینا

ممنوع ہے۔ سزا دینا قاضی و حاکم کا کام ہے جب کہ مقدمہ اس کی عدالت میں پہنچے۔ البتہ چند صورتیں ایسی ہیں کہ خود سزا دے سکتا ہے۔ مثلاً (۱) اگر عورت کو کسی نے زبردستی پکڑا کسی طرح نہیں چھوڑتا۔ آبرو جانے کا خطرہ ہے تو عورت سے ہو سکے تو قتل کر سکتی ہے۔ چور ڈاکو کو چوری کرتے دیکھا چلانے شور کرنے مار پیٹ سے بھی باز نہیں آتا تو قتل کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں قاتل پر نہ قصاص ہے نہ گناہ ——— لیکن یہ اختیار اس کو اس وقت تک ہے جب مذکورہ بالا فعل میں مبتلا دیکھے اور قتل کر دے۔ لیکن فعل کر لینے کے بعد اب اسے سزا دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اب تو مقدمہ عدالت میں جائے گا اور حاکم سزا دے گا۔

---

[1] نوٹ: دیوث وہ شخص ہے جو اپنی بیوی، ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے بدکاری کرائے۔ یا ایسی بدکاری پر حتی المقدور روک ٹوک نہ کرے۔ بلکہ فحاشی و عریانی کی کھلی چھٹی دیدے۔

ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے یعنی کھانے پینے اور عام ضرورت کی چیزوں کو ذخیرہ کرکے رکھنا کہ جب گران ہو گی فروخت کروں گا سخت ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو چالیس روز تک احتکار کرے اللہ تعالیٰ اسے جزام اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی اس پر لعنت۔ ایسے شخص کے نہ نفل قبول نہ فرض۔ احتکار اسی صورت میں ہوگا جبکہ ضروری اشیا کا روکنا۔ ذخیرہ کرنا، وہاں رہنے والوں کے لیے مضر ہو۔ حکومت اسلامی ہو تو قاضی شرع حکم دے گا کہ اپنے گھر والوں کے لائق غلّہ رکھ لے باقی فروخت کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو قاضی شرع بالجبر فروخت کردے گا اور احتکار کرنے والے کو مناسب سزا بھی دے گا (ہدایہ) حاکم وقت کو قحط کا خطرہ ہو تو احتکار کرنے والے کا غلہ بالجبر لے کر عوام میں تقسیم کردے گا۔ پھر جب ان کے پاس غلّہ آجائے تو جس شخص نے جتنا جتنا لیا ہے مالک کو واپس دینا ضروری ہوگا۔ اگر تاجر اشیائ کے نرخ بہت زیادہ کردیں تو حاکم شرع کو مناسب نرخ مقرر کرنا جائز ہے۔

کوئی چیز رہن رکھ کر اس سے نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ حدیث میں ہے۔

كل قرض جر به نفعا فهو ربوا	ہر وہ قرض جس سے نفع حاصل ہو وہ سود ہے

مذکورہ بالا صورت میں زمین کی پیداوار لینا مکروہ ہے۔ مرتہن کو چاہیئے کہ جس قدر پیداوار اس نے زمین سے حاصل کی ہے اس کی قیمت راہن کو واپس کردے۔ فتاویٰ امام غزی میں ہے۔

يكره للمرتهن ان تنتفع بالرهن وان اذن له الراهن	مرتہن کے لیے مکروہ ہے کہ رہن سے نفع حاصل کرے اگرچہ راہن اس کو اجازت دیدے۔

خودکشی حرام ہے اسے حلال سمجھنے والا کافر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر جان ختم کرتا ہے وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو شخص برچھے یا تیر سے اپنی جان لیتا ہے وہ جہنم میں بھی اسی طرح مارتا رہے گا۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے نے عدم صبر کا مظاہرہ کیا۔ یعنی خدا پر اپنی جان نہ چھوڑی اور یہ خیال کیا کہ وقت آنے سے پہلے ہی مر جاؤں۔ حالانکہ وقت سے پہلے کوئی نہیں مر سکتا۔ خودکشی کرنے والا بھی وقت معین پر ہی مرتا ہے اور اس کا مرنا اسی طرح مقدر ہوتا ہے جو شخص خودکشی کو حلال جانے وہ کافر ہے۔ خودکشی کو حرام جانتے ہوئے خودکشی کرنے والا سخت گنہگار ہے۔ مگر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ خودکشی بھی آج کل فیشن ہوگئی ہے۔ بعض نوجوان محض والدین پر رعب جمانے کے لیے ایسا فعل کرتے ہیں اور بعض مایوس ہو کر مگر یہ فعل ہے نہایت برا اور بزدلی اور حرام و ناجائز گناہ کبیرہ۔

ایک شخص کا جنازہ لایا گیا جس نے تیروں سے خودکشی کی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ لیکن صحابہ کو پڑھنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔ (بخاری) جس سے واضح ہوا کہ اگر قوم کا امام اور بزرگ کسی فاسق و فاجر کا اس لیے جنازہ نہ پڑھے کہ لوگوں کو عبرت ہو تو حرج نہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس شخص کی نماز جنازہ اسی لیے نہیں پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو احساس ہو کہ ایسے جرم کے مرتکب کا جنازہ حضور علیہ السلام کی شرکت کے شرف سے محروم ہو جاتا ہے۔

گھروں میں جاندار کی تصویر رکھنا بے برکتی کا سبب ہے

گھروں، مکانوں، دوکانوں میں جاندار کی تصویریں خصوصاً عورتوں کی ننگی اور فحش تصاویر آویزاں کرنے کا عام رواج ہے مگر بات یہی صحیح ہے کہ عمل ہمارا خواہ کچھ بھی ہو جاندار کی تصویریں بے برکتی کا سبب ہیں۔ ان کی جگہ حضور کا روضہ اقدس نعلین پاک وغیرہ متبرک چیزوں کے نقشہ آویزاں کرنا چاہیئے تاکہ برکت ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہوتی ہے۔ رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ جاندار کی تصویر بنانے والوں پر حدیث میں لعنت بھی آئی ہے ——— جانوروں کی کھال میں بھوسہ بھر کر سجاوٹ کے لیے رکھ سکتے۔ اگر جاندار کی تصویر فرش یا پا انداز میں ہو کہ اس پر چلیں پاؤں رکھیں تو یہ جائز ہے۔ اس صورت میں یہ کمرہ ملائکہ رحمت سے محروم نہیں رہے گا۔ کیونکہ تصویر موضع اہانت میں ہو تو جائز ہے۔

اسی طرح تصویر دار نوٹ، روپے پیسے رکھنا، بلکہ سنبھال کر اور نہایت احتیاط سے محفوظ مقام پر رکھنا یہ بھی بحالِ ضرورت جائز ہے۔ والضرورات تبیح المحظورات تصویر دار نوٹ اگرچہ بلا اہانت رکھا جاتا ہے، مگر ترک اہانت بوجہ تصویر نہیں بلکہ بسبب مال ہے۔ اگر نوٹ یا سکّہ پر تصویر نہ ہوتی۔ جب بھی وہ ایسے ہی احتیاط سے (بلا اہانت) رکھا جاتا (فافہم) اسی طرح تصویر دار اسٹامپ ڈاک کے ٹکٹ وغیرہ کا بضرورت رکھنا بھی جائز ہے۔

نکاح کرنا سُنت ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے وہ میری سُنت پر چلے اور میری سنت نکاح ہے (بیہقی) نکاح نظروں کو بھکنے سے روکتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے (بخاری) پارسائی کے ارادہ سے نکاح کرنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے (ترمذی) جب کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے افسوس اس نے اپنا دو تہائی دین بچالیا ـــــــ حرام سے بچنے۔ محبت و پیار کا معاشرہ قائم کرنے کے لیے نکاح کرنا مسنون اور ثواب ہے۔ باوجود وسعت کے نکاح نہ کرنا کوئی نیکی نہیں ـــــــ اعتدال کی حالت میں جب کہ مہر و نفقہ پر قدرت ہو نکاح کرنا سُنت موکدہ ہے۔ نکاح نہ کرنے پر اڑے رہنا گناہ ہے۔ غلبہ کی حالت میں کہ معاذ اللہ زنا میں ملوث ہو جائے گا یا بری نظر کو روکنے پر قادر نہ ہوگا تو نکاح کرنا واجب ہے۔ اگر یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے سے زنا واقع ہو جائے گا تو نکاح کرنا فرض ہے۔ نکاح اور اس کے حق و حقوق ادا کرنے اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا شریعت کی نظر میں نوافل میں مشغول رہنے سے افضل ہے۔ واضح رہے نکاح ہر صورت میں اسی وقت فرض و واجب ہو سکے گا جب کہ مہر و نفقہ کا مالک ہو ورنہ ترک نکاح پر گناہ نہ ہوگا۔

شادی بیاہ پر دف بجانا جائز ہے

شادی بیاہ کے موقع پر چھوٹی بچیاں دف یا مٹی کا گھڑا معمولی قسم کی ڈھولکی بجائیں۔ یا لوک گیت (جو کہ اخلاق کو خراب کرنے والے اشعار پر مشتمل نہ ہوں) گائیں یا معمول سے زیادہ بطورِ زینت روشنی کریں۔ خوشی و مسرت کا اظہار کریں جائز ہے۔ مگر کسی جائز کام میں بھی اسراف و تبذیر (فضول خرچی) رنڈیوں

کے ناچ وغیرہ یا ایسی ہنسی مذاق جو بچوں بچیوں جوانوں کے اخلاق کو خراب کریں ممنوع ہے۔

خوشی و مُسرت کا ضابطہ

خوشی و مسرت کے موقع پر بہت سی رسمیں جاری ہیں۔ ان کے متعلق شرعی قاعدہ یہ ہے جو رسوم قرآن و حدیث کے خلاف ہیں وہ ناجائز ہیں —— اور جو قرآن و حدیث کے خلاف نہیں جائز تو ہیں مگر ضروری و واجب نہیں کہ قرض لے کر زمین یا کوئی قیمتی چیز رہن رکھ کر ضرور ان کو ادا کیا جائے ورنہ برادری میں ناک کٹ جائے گی بنیاد پر جو کام کیا جائے گا بہر حال وہ نامناسب ہی ہوگا اور آدمی مشقت میں پڑ جائے گا لہذا چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا چاہیئے اور غیر ضروری اور غیر مناسب رسوم کو ترک کر دینا چاہیئے۔ مرد و عورت کو شادی کے موقع پر پھولوں کا سہرا اور ہار باندھنا جائز ہے۔

بیوی کیسی منتخب کی جائے

بیوی۔ باکرہ۔ بے بیاہی نیک سیرت۔ صالحہ دیندار صاحب جمال شریف منتخب کرنی چاہیئے۔ نکاح میں مال حسب و نسب۔ جمال اور دین و مذہب کا لحاظ رکھا جاتا ہے ان میں سے سب سے اہم دین و مذہب ہے۔ بدمذہب گمراہ عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح فاسقہ زانیہ —————— سے نکاح مناسب نہیں —— حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نیک عورت اچھا وسیع مکان اچھی سواری نیک بختی کی علامت ہے (احمد) نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں اور نیک بیوی وُہ ہے جو شوہر کی جائز بات مانے۔ اسے دیکھے تو خوش کر دے اگر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں باہر چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے (طبرانی)

شوہر کیسا ہو

تقریباً یہ ہی صفات شوہر میں بھی ہونی چاہیئے۔ بیوی پر زیادتی ظلم کرنا۔ یار دوستوں میں خرچ کرنا اور بیوی بچوں کا خیال نہ رکھنا۔ بیوی کو نہ آباد کرنا اور نہ طلاق دینا جیسا کہ فی زمانہ عام ہے اسے اپنی خریدی ہوئی لونڈی سمجھنا حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ مرد دیندار خوش خلق سخی ہونا چاہیئے۔

عورت و مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں

قرآن نے عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو

عورتوں کا لباس قرار دیا ہے (سورہ بقرہ) جس کا مطلب یہ ہے تم ان کی زینت ہو اور وہ تمہاری تم ان کی خوبصورتی ہو اور وہ تمہاری۔ ماں باپ اولاد کے بعد قریب ترین تعلقات کی فہرس میں میاں بیوی آتے ہیں۔ بحقوق انسانیت کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں، مگر عورت کی دیکھ بھال خبر گیری اس کے جائز مصارف کو پورا کرنے کا بوجھ اٹھانا عوث کی حفاظت و بچاؤ کی خاطر مرد کو جسمانی صلاحیتیں عورتوں سے زیادہ دی گئی ہیں۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

مرد عورتوں کے سربراہ ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر بزرگی دی ہے اس لیے کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں تو نیک بیبیاں فرمانبردار ہوتی ہیں اور غائبانہ شوہر کی نگہبانی کرتی ہیں (نساء ۴)

یعنی نیک بیبیاں شوہر کی غیر حاضری میں اپنی اور شوہر کی عزت اور مال کا خیال رکھتی ہیں۔ ان کی اللہ نے یہ ہی فطرت بنائی ہے۔ اب اگر کسی عورت سے اس کے خلاف ظہور میں آئے تو وہ فعل خلاف فطرت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیبیوں سے بہتر سلوک کرے۔ (ترمذی)

جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح

کر دینا۔ اسی طرح تعلیمیافتہ کو جاہل ان پڑھ کے پلے باندھ دینا بہت سی خرابیاں کو پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے مگر ہے بہت ہی نامناسب۔ نیز بالغ لڑکی کی اجازت و رضامندی نکاح کے لیے شرط ہے۔ اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر زبردستی نکاح کر دینا باطل اور گناہ ہے جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اُسے سرسری طور پر دیکھنے میں حرج نہیں۔

جس سے نکاح کرنا چاہے اُسے دیکھ سکتا ہے

دیکھنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک نظر دیکھ لے اور بس یہ نہیں جیسا کہ یورپ میں ہوتا ہے کہ نکاح سے قبل ہی تمام مراحل طے کر لیے جاتے ہیں۔

بابرکت نکاح

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نکاح پاکدامنی، صلہ رحمی اور پارسائی کی نیت سے ہو تو بابرکت ہے اور محض مال عورت کی عزت و وجاہت اور نسب کی بنا پر ہو تو برکت نہیں ہوتی ذلت محتاجی اور کینہ ہی آئے گی۔ (طبرانی)

مہر کم باندھنا

آج کل مہر کم باندھنے کا رواج ہے جو نامناسب ہے۔ حسب توفیق مہر کی

رقم خاطر خواہ ہونی چاہیئے۔ کم از کم مہر کی مقدار دس درہم ہے۔ یعنی ۲ تولے آٹھ ماشہ چاندی اس سے کم مہر جائز نہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ دونوں کی مرضی سے جس قدر باندھا جائے جائز ہے مہر عورت کا مرد پر قرض ہوتا ہے۔ جس ادائیگی واجب ہے۔ یہ سمجھنا کہ مہر کتنا ہی باندھ لو کون لیتا دیتا ہے یہ خیال بہت خراب ہے۔

جہیز

والدین حتی المقدور شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز دیں تو یہ ایک بہت مناسب رسم ہے۔ جہیز کو لعنت اور سماجی خرابی قرار دینا غلط ہے۔ ہاں اسراف و تبذیر فضول خرچی یا ناموری یا سودی قرض لے یا تکبر و غرور کے اظہار کے لیے جہیز کا انبار لگا دینا جائز نہیں ہے۔

عدت کے اندر پیغام نکاح دینا ممنوع ہے

جو عورت عدت گذار رہی ہو عدت کے اندر اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح عدت کے اندر صاف و صریح الفاظ میں اس کو نکاح کا پیغام دینا بھی ممنوع ہے لیکن پردہ کے ساتھ خواہش نکاح کا اظہار گناہ نہیں۔ مثلاً یہ کہے کہ تم بہت نیک عورت ہو۔ اپنا ارادہ دل ہی میں رکھے اور زبان سے اظہار نہ کرے۔ اشارہ کنایہ سے خواہش کا اظہار ہو۔

دعوت ولیمہ

سنت ہے اپنی بیوی کے پاس جو پہلی رات گذاری جاتے اور اس کی صبح کو جو دعوت کی جائے اسے ولیمہ کہتے ہیں۔ عزیز و اقارب دوست محلہ کے لوگ اور ہمسایوں کو اس میں دعوت دی جائے۔ اس دعوت میں فقرا کو بھی مدعو کیا جائے انہیں بھی مہمانوں کی طرح عزت کے ساتھ کھانا دیا جائے (مسلم) ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا کم از کم سُنت موکدہ ہے۔ بعض علماء وجوب کے قائل ہیں کیونکہ حضور نے فرمایا جس نے ولیمہ کی دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔ حضور نے سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینب کے نکاح پر کیا جس میں پوری بکری کا گوشت پکایا گیا (مسلم) اس ولیمہ میں حضور نے حاضرین کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی (بخاری) حضرت صفیہ کے ولیمہ میں کھجور اور پنیر پر دعوت کی گئی (بخاری) یا ستو اور کھجوریں تھیں (ترمذی)، بہر حال ولیمہ کی ضیافت حسبِ قوت وطاقت کرنا سُنت اور باعثِ

برکت ہے۔ اس کے لیے قرض لینا مناسب نہیں۔ جتنی اور جس قدر کی طاقت ہو اس کے مطابق کی جائے۔

میاں بیوی کے حقوق

کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل دو ارشادات کو سامنے رکھ لیجئے۔ حضور فرماتے ہیں۔ اگر غیر خدا کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اور بیوی کے حق کے متعلق فرمایا تم میں بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھی طرح پیش آئے۔ ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں اندازہ کر لیجئے۔ اسلام میاں بیوی میں محبّت و پیار کی کیسی فضا کو پسند کرتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالمعروف | مستورات سے اچھی معاشرت رکھو۔

اگر کسی کی دو چار بیویاں ہوں تو کھانے، پہننے۔ مکان۔ نان نفقہ وغیرہ سب میں عدل۔ برابری و مساوات شوہر پر لازم و واجب ہے۔

شوہر پر کیا واجب ہے

اپنی مالی حیثیت و وسعت کے مطابق شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو پکی پکائی روٹی۔ رہنے کے لیے علیحدہ کمرہ۔ پہننے کے لیے گرمی و سردی کے لحاظ سے کپڑے مہیا کرے۔ بچہ کی پیدائش پر جو اخراجات ہوں وہ بھی شوہر پر واجب ہیں۔ شوہر بیوی کے لیے خوشبو، سرمہ، مسی، مہندی، صابن۔ کنگھا تیل وغیرہ لائے تو عورت کو اس کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ شوہر کو خوش کرنے کے لیے صاف ستھرا رہنا۔ بناؤ سنگھار کرنا۔ عمدہ اور اچھے کپڑے پہننا بھی ضروری ہے۔ اور اس میں طرفین کا فائدہ ہے۔ شوہر جب عورت کو قریب آنے کے لیے کہے تو عورت کو بلا عذر انکار نہیں کرنا چاہیئے، مگر شوہر کو بھی اوّل آخر عورت کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

میاں بیوی میں کوئی پردہ نہیں

میاں بیوی میں کسی قسم کا پردہ نہیں۔ دونوں برہنہ نہا سکتے ہیں۔ ایک جگہ برہنہ رہ سکتے ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے ہر عضو کو چھو سکتے ہیں۔ بیوی کا پستان[1] منہ میں لینا گناہ نہیں جبکہ دودھ حلق میں نہ اترے

---

[1] لوگ اکثر یہ مسئلہ پوچھتے ہیں اسی بنا پر لکھا گیا؟

میاں بیوی ایک ہی بستر پر سو سکتے ہیں۔ مرد کے لیے ناف سے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک چھپانا ضروری ہے۔ مرد کو ران کا کھلا رکھنا ممنوع ہے۔ مسلمان دائی مل سکے تو کافرہ عورت سے بچہ جنانے کی خدمت ہرگز نہیں لینی چاہیئے۔ میاں بیوی جب ایک بستر پر سوئیں تو دس برس کے بچہ کو اپنے ساتھ نہ سلائیں۔

ماں باپ کے قدم چومنا — مرد اپنی والدہ کے پاؤں دبا سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنی والدہ کے قدم چومے تو الیسا ہے جیسے جنت کی چوکھٹ کو بوسہ دیا (رد مختار) محارم کے ساتھ سفر کرنا اور ایک کمرہ میں ہونا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

باپ یا بزرگ کا نام لیکر پکارنا ۱۔ باپ یا بزرگ کو یا بیوی کو شوہر کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے۔ (۲) بیوی بیہودہ بلکہ بدکار ہو تو شوہر پر واجب نہیں ہے کہ اسے ضرور طلاق دے دے۔ اصلاح کی کوشش ضرور کرے۔ اسی طرح شوہر اگر فاسق و فاجر ہو تو بیوی پر لازم نہیں کہ اس سے ضرور پیچھا چھڑائے۔ نرمی اور حکمت کے ساتھ نیکی کے راستہ پر لانے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے اور عزیزوں اور رشتہ داروں کا یہ فرض ہے کہ وہ میاں بیوی کے درمیان محبت والفت کی فضا پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

ساس و بہو ساس کو چاہیئے کہ وہ اپنی بہو کو اپنی بیٹی تصور کرے اور بہو کو چاہیئے کہ وہ ساس کی ماں کی طرح عزت کرے۔ طرفین کو عزیزوں کی طرف سے محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر پیار کی فضا کو خراب نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی ناگوار بات سامنے آجائے تو پہلے تحقیق کر لینی چاہیئے۔ بعض عزیز و اقربا رکو لڑانے اور ایک دوسرے سے بدظن کرنے کی عادت ہوتی ہے یہ حرام و گناہ ہے۔

بچہ کے پیدا ہوتے ہی اسے غسل دیا جائے بچہ پیدا ہوتے ہی اسے غسل دیا جائے، نال کاٹا جائے۔ جس قدر جلد ہو سکے اس کے داہنے کان میں آذان اور بائیں میں تکبیر کہی جائے۔ آذان خود بھی کہہ سکتے ہیں، تاہم کسی بزرگ متقی پرہیز گار سے یہ کام کرانا اور بھی باعث برکت ہے۔ حضور علیہ اسلام بچوں کو تحنیک فرمایا کرتے تھے۔ جس کسی کو بھی آپ اپنے عقیدہ

کے مطابق نیک صالح سمجھیں اس سے تحنیک (یعنی کھجور یا کوئی ایسی چیز وہ بزرگ چبا کر بچے کے تالو میں لگا دیں کیونکہ بچے کی پہلی گھٹی جو دی جائے وہ بھی اثر رکھتی ہے۔

لڑکی کی پیدائش پر غم کرنا

عام طور پر لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی پیدائش پر رنج منایا جاتا ہے۔ اگرچہ لڑکی کی ذمہ داری فی زمانہ زیادہ ہے اور کچھ مشکلات بھی ہیں، لیکن با ایں ہمہ لڑکی کی پیدائش کو برا سمجھنا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا۔ جب کافروں کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جائے تو مارے غصہ کے ان کا منہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔

اور اس سلسلہ میں بعض شوہر اور رشتہ کے لوگ لڑکی پیدا ہونے کی وجہ سے عورت پر ظلم کرتے ہیں اور اسے منحوس سمجھتے ہیں اور اچھے سلوک میں کمی کر دیتے ہیں یہ سخت ناجائز حرام اور ظلم عظیم ہے عورت کا اس میں کیا قصور۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ نے دو لڑکیاں دیں اور وہ ان کی خوش دلی کے ساتھ تربیت کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم کی آگ کے لیے روک ہو جائیں گی۔ (بخاری) جس نے اپنی دو لڑکیوں کی بہتر طریقہ سے پرورش کی تو وہ حضور علیہ السلام کے پاس ہوں گے جیسے دو انگلیاں قریب قریب ہوتی ہیں (مسلم)

۲- قرآن مجید نے تصریح کی ہے کہ کفار عموماً لڑکیوں کے وجود کو بلا و مصیبت سمجھتے تھے۔ بعض ظالم تو ان کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس لیے قرآن مجید میں فرمایا:

لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ (اسراء-۴)	اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے مار نہ ڈالا کرو۔

ہم ہی تم کو اور ان کو روزی دیتے ہیں۔ ان کا قتل کر دینا بے شبہ گناہ ہے — قرآن نے قتل اولاد کی ممانعت کو اتنی اہمیت دی ہے کہ شرک کی ممانعت کے پہلو بہ پہلو اس کا ذکر فرمایا ہے (انعام ۱۹۰)

دودھ پلانا

یہ فیشن ہو گیا ہے کہ مستورات اپنا دودھ بچے کو نہیں پلاتیں۔ ڈبہ وغیرہ کا دودھ دیتی ہیں عام خیال یہ ہے کہ دودھ پلانے سے عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ طبی لحاظ سے بھی یہ بات غلط ہے۔ دودھ پلانا ایک فطری چیز ہے اور ماں کے دودھ میں جو برکت و قوت ہوتی ہے

وہ کسی اور کے دُودھ میں نہیں ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ لڑکے کو دو سال ماں اپنا دودھ پلائے یہ بھی غلط ہے۔ قرآن مجید میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے دو سال دُودھ پلانے کی مدت مقرر کی ہے۔ یرضعن اولادھن حولین کاملین (سورۂ نساء) دو سال سے زیادہ دودھ پلانا ممنوع ہے۔

لڑکی کو میراث سے محروم کرنا

حرام ہے۔ قرآن مجید نے ایک مسلمان کی ساری اولاد لڑکے لڑکیاں وغیرہ کو میراث کا مستحق قرار دیا ہے۔ لڑکے کو لڑکی سے دُگنا ملتا ہے۔ لڑکیوں کو محروم کر دینا خالص ہندوؤں کا طریقہ ہے۔

بچہ کا نام رکھنا

زندہ بچے کا اچھا نام رکھا جائے۔ بُرے نام جیسے فرعون ہامان شداد پرویز نہ رکھے جائیں۔ اس طرح جو نام التباس پیدا کریں جیسے احمد نبی محمد نبی احمد رسول نبی الزماں غفور اللہ۔ غفور الدین۔ طٰہٰ۔ یٰسین نام رکھنا ممنوع ہیں کیونکہ غفور کے معنی مٹانے کے ہیں۔ طٰہٰ یٰسین۔ حروف مقطعات سے ہیں۔ غلام اللہ نام رکھنا بھی ٹھیک نہیں کہ غلام کے حقیقی معنی فرزند کے ہیں — سب سے بہتر سب سے پیارا سب سے اچھا نام وہ ہے جس میں محمد و احمد نام آجائے۔ حضور نے فرمایا جس کا نام میرے نام پر ہو وہ عذاب دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ جیسے محمد احمد۔ محمد حسین۔ احمد علی۔ محمد ارشاد۔ فواد احمد۔ عبد النبی۔ عبد الرسول۔ غلام صدیق۔ غلام فاروق۔ غلام عثمان۔ غلام علی۔ اس طرح محمد بخش احمد بخش۔ غلام غوث اور اسی قسم کے دوسرے نام جن میں کسی نبی یا ولی نام کے ساتھ (بخش) کا لفظ بڑھا دیا جائے۔ جائز ہے۔ بہر حال نام ایسا رکھنا چاہیے جس میں اچھے معنی پیدا ہوں۔ ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا۔ حضور نے اس کو بدل کر جمیلہ رکھ دیا تو اگر نام بُرا ہو تو اسے بدل کر اچھا نام رکھ لینا چاہیے۔ اسی طرح نام کو بگاڑنا بھی شریعت کی نظر میں اچھا نہیں۔ معراج الدین کو ماجا۔ سراج دین کو ساجا۔ یا بچوں کو پیار میں کہتے ہیں کبو۔ ببو۔ پپی وغیرہ بڑے ہو کر اسی نام سے پکارے جاتے ہیں۔ لڑکوں کا نام لڑکی جیسا اور عورتوں کا نام عورتوں جیسا رکھنا چاہیے۔ آج کل لباس کی وضع قطع سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ فلاں عورت ہے یا مرد۔ یہی حال ہم نے ناموں کا کر دیا ہے۔ نرگس خالص نسوانی نام ہے مگر مرد بھی نرگس بن گئے ہیں۔ نصرت۔ عشرت۔ نزہت۔ سرحت نسوانی نام ہیں۔ مگر مرد بھی رکھ

لیتے ہیں۔ جو نہایت غیر مناسب ہے۔ مرد کا نام ام کلثوم یا عائشہ یا حفصہ یا زہرہ رکھ دیا جائے تو بھلا تو نہیں لگتا۔

۲۔ بچہ مردہ پیدا ہو تو نام رکھنے کی ضرورت نہیں۔ بغیر نام رکھے دفن کر دیں زندہ پیدا ہو کر خدانخواستہ وفات پا جائے تو نام رکھا جائے گا۔

شام کے وقت بچوں کو باہر نہ نکالو

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب شام ہو جائے تو بچوں کو گھر سے نہ نکالو کہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں۔ جب ایک گھڑی رات گذر جائے تو پھر حرج نہیں۔

سوتے میں بچوں کی حفاظت کا طریقہ

حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں سے کہو کہ سوتے وقت سورہ کافرون پڑھ کر سوئیں ہر ایذا پہنچانے والی چیز سے محفوظ رہیں گے۔ اوّل تو بچوں کو یہ سورۃ یاد کرا دینی چاہیئے۔ بچہ بہت چھوٹا ہو تو والدین میں سے کوئی اس سورۃ کو پڑھ کر سوتے وقت بچہ پر دم کر دیں انشاء العزیز ہر شیطانی اثر وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ احد اور سورہ کفرون یعنی قل یا ایہا الکفرون قرآن کی سب سورتوں سے زیادہ شیطان پر بھاری اور سخت تر ہیں۔ سورہ اخلاص تہائی قرآن کے برابر اور سورہ کفرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

ساتویں دن عقیقہ

عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے۔ اگر ساتویں دن نہ کر سکیں، تو جب چاہیں کر سکتے ہیں سنّت ادا ہو جائے گی۔ تاریخ یاد نہ رہے تو دن کے حساب سے ساتویں دن کریں۔ مثلاً جمعہ کو پیدا ہو تو جمعرات کو، ہفتہ کو پیدا ہو تو جمعہ ساتواں دن ہو گا۔ پہلی صورت میں جس جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو عقیقہ کرے گا اس میں ساتواں دن ضرور آئے گا۔ لڑکے کے لیے دو بکرے اور لڑکی کے لیے (مادہ) ایک بکری ذبح کی جائے۔ گائے ذبح ہو تو لڑکے کے لیے دو حصے لڑکی کے لیے ایک حصہ کافی ہے۔ یعنی سات حصوں میں سے دو

دو حصے لڑکے کے لیے اور ایک حصہ لڑکی کے لیے کافی ہے۔ گائے کی قربانی ہوتی ——— اس میں عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے۔ عقیقہ کے جانور کی شرائط وہی ہیں جو قربانی کے جانور کی ہیں۔ یعنی بکرا بکری پورے ایک سال کا گائے پورے دو سال کی۔ اونٹ پانچ سال کامل کا سالم الاعضاء تندرست ہونا چاہیئے۔ بچہ کا سر مونڈنے کے بعد سر پر زعفران پیس کر لگا دینا بہتر ہے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں پر سے گوشت اتار لیا جائے۔ یہ بچہ کی سلامتی کی نیک فال ہے۔ گوشت کو جس طرح چاہیں پکا سکتے ہیں مگر میٹھا پکانا بچہ کے اخلاق اچھے ہونے کی فال ہے۔ سری پائے حجام کو ایک ران دائی کو۔ باقی گوشت کے تین حصے کریں۔ ایک فقراء کا ایک دوست واحباب کا ایک حصہ گھر والے کھائیں۔ عوام میں یہ مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ دادا دادی نانا نانی نہ کھائیں۔ یہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ عقیقہ کے جانور کی کھال کا وہی حکم ہے جو قربانی کی کھال کا ہے۔ لڑکے کے عقیقہ میں ایک مادہ بکری کی یا لڑکی کے عقیقہ میں بکرا کیا تو عقیقہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔ عقیقہ کے وقت دعا پڑھی جاتی ہے۔ اگر بغیر دعا بھی ذبح کر دیا تو عقیقہ ہو جائے گا۔

ختنہ سنت ہے اسلام کی بہت بڑی نشانی ہے۔ مسلم وغیر مسلم میں اس سے فرق وامتیاز ہوتا ہے۔ اسی لیے عرفِ عام میں اسے مسلمانی کہتے ہیں۔ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال تک ہے۔ ویسے ولادت سے ساتویں روز ختنہ کرنا جائز ہے۔ ایام زچگی میں ختنہ سے فارغ ہو جانے میں زیادہ سہولت ہے۔ بوڑھا آدمی مشرف بہ اسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی قوت نہیں وہ نہ کرائے۔ جوان آدمی اگر خود کر سکتا ہے یا کسی ڈاکٹرنی سے نکاح کیا اور وہ کر سکتی ہے تو کرالے ورنہ ضرورت نہیں۔ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے۔ پیدائشی طور پر نہ ہو تو ختنہ کی ضرورت نہیں۔

ایک ہندو سے جب مذہب کی حقانیت پر مناظرہ ہوا، تو ایک مسلمان عالم نے کہا مذہب وہ سچا ہے جس کی نشانی نہ مٹ سکے۔ صلیب۔ جینو۔ کرپان۔ جانگیہ۔ کڑا وغیرہ مٹایا ہٹایا جا سکتا ہے۔ مگر ختنہ باقی رہنے والی نشانی ہے۔ اس لیے اسلام سچا دین ہے۔

لڑکیوں کے کان چھدوانے جائز ہیں۔ حضور کے زمانہ میں بھی مستورات کان چھدواتی تھیں جس کا

سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مگر مردوں کو ناک کان چھدوانا ممنوع ہے۔

موئے زیر ناف دور کرنا سنت ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔ ختنہ کرنا۔ پاکی کے بال صاف کرنا۔ مونچھیں کم کرنا۔ ناخن ترشوانا۔ بغل کے بال اکھیڑنا۔ عورت و مرد کو ہر ہفتہ نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا۔ موئے زیر ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے۔ پندرھویں روز کرنا بھی جائز ہے۔ اور چالیس روز سے زائد گزار دینا ممنوع و مکروہ ہے۔ استرے یا بال صفا پوڈر وغیرہ سے موئے زیر ناف صاف کیے جا سکتے ہیں۔ ناخن بھی ہر ہفتہ یا پندرہ دن کے بعد تراشنے چاہئیں، چالیس روز سے زیادہ مدت گذار دینا ممنوع ہے۔

عورتوں کے سر کے بال

ان کی فطری زینت ہیں۔ انہیں منڈوانا ممنوع و ناجائز ہے۔ بوجہ مرض بال کاٹنے یا مونڈنے جائز ہیں۔ بال ناخن حیض کا لتہ اور خون کو زمین میں دفن کر دینا اچھا ہے۔ ہمارے معاشرے میں حیض کے کپڑے سڑک و گلی پر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

مصنوعی بال

مستورات کو نائلون یا اسی نوع کی کسی چیز کے بال، یا خنزیر کے سوا کسی بھی جانور کے بالوں کا اپنے بالوں سے ملانا جائز و مباح ہے۔ اون سوت یا اسی نوع کی کسی چیز کی چوٹی وغیرہ بنانا بھی جائز ہے۔ البتہ انسانی بالوں کا استعمال مطلقاً ممنوع و حرام ہے۔ انسانی بالوں کو اپنے بالوں میں ملانے والی عورت پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔

یکمشت ڈاڑھی

مردوں کو یکمشت داڑھی رکھنا سنت ہے منڈانا ممنوع ہے۔ جمعہ کے دن حجامت بنوانا ناخن ترشوانا۔ غسل کرنا۔ بدن کو پاک و صاف کرنا مستحب ہے۔ حضور نے مونچھوں کو کاٹنے اور ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ سر کے بال کے متعلق حضور علیہ السلام نے قزع کی ممانعت فرمائی ہے۔ قزع یہ ہے

سر متعدد جگہ سر کے بال مونڈنا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا۔ جس کو گل بنانا کہتے ہیں۔

مردوں کے بال

مردوں کو عورتوں کی طرح بال رکھنا ممنوع ہیں۔ بالوں میں بیچ میں سیدھی مانگ نکالنی سنت ہے اور ٹیڑھی مانگ انسان کو ٹیڑھا کر دیتی ہے۔ حضور کے بال کبھی نصف کان تک اور کبھی کان کی لو تک ہوتے تھے۔ یہ ہی مسنون ہیں۔

ابرو کے بال

آج کل عورتیں ابرو کے بال نچوا کر انہیں باریک بناتی ہیں۔ یہ ممنوع ہے۔ حضور نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ اسی طرح جسم کے کسی حصہ پر حروف و پھول وغیرہ گودنے مرد و عورت دونوں کے لیے ممنوع ہیں۔ عورتوں کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا جائز ہے۔ بھنوں اور آبرو کے بال نوچنا ازروئے طب بھی سخت نقصان دہ ہے۔ آنکھوں کی بینائی کمزور ہوتی ہے۔

زیب و زینت

عورتوں کے لیے زیب و زینت ضروری ہے۔ تاکہ خاوند خوش رہے۔ خاوند کو خوش رکھنے کی نیت سے زیب و زینت میں ثواب بھی ہے۔

بلوغ کا بیان

لڑکے کو سوتے میں یا بیداری میں احتلام ہو وہ بالغ ہو گیا۔ اگر انزال نہ ہو تو پورے پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر بالغ قرار پائے گا لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے مدت بارہ سال کی ہے۔ یعنی بارہ سال سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے تو اس کا قول نہ مانا جائے گا — لڑکی کا بلوغ احتلام حمل حیض آنے سے ہو گا۔ ان تینوں میں جو بات پائی جائے بالغ قرار دی جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ برس کی عمر نہ ہو جائے بالغ قرار نہیں پائے گی۔ کم سے کم لڑکی کا بلوغ نو سال کی عمر میں ہو سکتا ہے۔ اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو اس کا قول معتبر نہ ہو گا۔

حکمائے اسلام فرماتے ہیں بالغ ہونے کے بعد عقل میں بھی کمال پیدا ہوتا ہے اور عاقل وہ ہے جو حوادث روزگار سے عبرت حاصل کر کے دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے اپنی اصلاح جلد سے جلد کرلے۔

اسقاطِ حمل ناجائز و حرام و گناہ کبیرہ ہے

خواہ پیٹ میں بچے کے اعضاء بنے ہوں یا نہ بنے ہوں بعض محض حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے اور بعض اپنے فعل حرام کو چھپانے کے لیے مختلف طریقوں سے حمل ساقط کراتی ہیں یہ سخت و شدید گناہ کبیرہ ہے۔

نابالغ پر احکام شرع جاری نہیں ہوتے

نابالغ پر احکام شرع جاری نہیں ہوتے۔ اگر وہ کبھی روزہ نہ رکھے، نماز نہ پڑھے تو اسے گنہگار نہیں کہیں

گے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رفع القلم عن ثلثۃ الخ وعن الصبی حتی یحتلم ——— لیکن بایں ہمہ جب بچہ آٹھویں سال میں قدم رکھے تو ولی (باپ یا سربراہ) پر لازم ہے کہ اس کو نماز روزے کا حکم دے تاکہ اس کو عادت پڑے اور وہ عبادات سے مانوس ہو اور جب گیارھویں سال میں قدم رکھے تو ولی پر واجب ہے نماز روزہ ادا نہ کرنے پر مارے۔ مگر یہ مارنے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ نابالغ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور روزہ اس کی صحت کو مضر نہ ہو اور اگر ایسا کمزور ہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا یا روزہ اس کو ضرر دیتا ہے تو بچہ کو مار پیٹ کر روزہ رکھوانا جائز نہیں۔ (۲) اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو یہ ایسی زیادتی ہے جو شارع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے (۳) نابالغ اگر کوئی خلاف شرع کام کرے تو اس کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ اُسے روکیں (۴) نابالغ کی نماز روزہ کا ثواب والدین کو ملتا ہے۔

نابالغ کے تصرفات کا حکم

نابالغ نے اپنی عورت کو طلاق دی یا اپنا مال ہبہ یا صدقہ کر دیا بہت زیادہ نقصان کے ساتھ فروخت کر دیا۔ یا کوئی چیز عام رائج قیمت سے زیادہ دے کر خرید لی تو اس کے یہ سب تصرفات باطل ہیں (در مختار) جو مال اس نے ہبہ یا صدقہ کیا یا بیچا خریدا وہ ہبہ و بیع و صدقہ جائز نہیں قرار پائے گا ——— ہاں اگر نابالغ سمجھدار ہے خرید وفروخت کے کاروبار کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے تو اس صورت میں اس کی خرید وفروخت نافذ و جائز قرار پائے گی

برتھ کنٹرول

حق یہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنا ہے وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گا۔ یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیئے کہ اولاد زیادہ ہوگی تو رزق کہاں سے آئے گا۔ رازق حقیقی تو ایک اللہ ہے۔ عورت کمزور ہو حمل سے بیماری کا اندیشہ ہو یا اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی عقیدہ رکھتے ہوئے نیت کی درستگی کے ساتھ اسباب کو محض اسباب سمجھتے ہوئے برتھ کنٹرول کرے تو مباح ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ مانع حمل جو دوائیں اس وقت مل رہی ہیں وہ سب کی سب عورت کی صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔ ابھی تک مانع حمل بے ضرر دوائی ایجاد نہیں ہو سکی۔ نیز ان مانع حمل ادویہ و آلات نے فحاشی و عریانی و بدکاری کو بہت مدد پہنچائی ہے۔ اور اس کا پروپیگنڈا کچھ اس انداز سے کیا جا رہا ہے کہ ایک مومن مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک

پر جیسا کچھ اعتماد یقین، توکل اور اس کی حکمتوں پر اعتماد و یقین ہونا چاہیئے۔ اس میں کمی پیدا ہوتی ہے خدا کی طرف رجوع اور اس کے رزاق اور رب العلیمین ہونے کا عقیدہ مضمحل ہو رہا ہے۔ بہر حال خواہ کچھ بھی کرو، اسباب میں تاثیر اور بے تاثیری پیدا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے، بندہ اور اسباب کی کیا مجال کہ رب کائنات کی مرضی و ارادہ میں حائل ہو، خوب یاد رکھیے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چاہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ واللہ علی کل شئی قدیر۔

علاج اور توکل

علاج توکل کے منافی نہیں ہے، خدانخواستہ بیماری آگئی ہے تو اس کا علاج کرانا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی اور کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتا ہے۔

مریض سے پرہیز کرنا جائز ہے

بعض متعدی امراض میں مبتلا افراد سے عقیدہ کی درستی کے ساتھ پرہیز کرنا جائز ہے۔ عقیدہ کی درستی کا مطلب یہ ہے کہ موثر حقیقی اللہ ہی کو جانے، کسی بھی بیماری کا خود بخود متعدی ہونے کا خیال ذہن میں نہ لائے، جیسے بیمار دوا کرتا ہے تو عقیدہ یہ ہی ہوتا ہے کہ شافی مطلق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، دوا میں شفا کا اثر بھی اللہ ہی نے رکھا ہے۔ خود بخود دوا نہ موثر ہے اور نہ شافی عرب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بیماریاں خود بخود متعدی ہوتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اس عقیدہ کی تردید ان الفاظ سے کی لا عدوی کوئی بیماری دوسرے کو خود بخود مریض بنا دینے کی تاثیر نہیں رکھتی، ہاں بعض امراض میں —— اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کے جرثومے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جانے سے بیماری آجاتی ہے۔

کلمات کفریہ بکنے سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے

واضح ہو۔ اگر کوئی شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو قبول کرلے۔ عیسائی یہودی، سکھ ہندو یا مرزائی ہو جائے تو ایسا شخص مرتد ہے۔ قرآن نے مرتد کی سزا ابدی جہنم قرار دی ہے اور حدیث میں اس کی دنیاوی سزا قتل ہے۔ مگر یہ کام حاکم اسلام کا ہے۔ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔ پھر اگر صدق دل سے توبہ کرے اسلام لائے تو عورت کی رضامندی

سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ کافر و مرتد مرد کا کسی مسلمان عورت سے اور مسلمان عورت کا کسی مرتد کافر و مشرک مرد سے نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں، مرتد کا ذبیحہ مردار ہے اور اس کے لیے دعائے مغفرت حرام ہے اور کافر و مرتد کے لیے دعائے مغفرت اور اس کی نمازِ جنازہ جائز سمجھنا کفر ہے۔

مندرجہ ذیل کلمات زبان پر لانا کفر ہیں توبہ لازم و واجب ہے

گناہ و معصیت کو اسلام کہنا ۔ میں خدا کا حکم نہیں مانتا لیجاؤ اپنے خدا کو ۔ میں جہنم سے نہیں ڈرتا ۔ تجھ پر اور تیرے اسلام پر لعنت ۔ مجھے خدا نے شراب پینے کا حکم دیا ہے ۔ خدا انصاف نہیں کرتا ۔ اللہ ظالم ہے ۔ عورتوں پر تو خدا کو بھی قدرت نہیں ہے ۔ میں قرآن کو نہیں مانتا ۔ لیجاؤ اپنے قرآن کو ۔ نماز روزے کا مذاق اڑانا ۔ آذان کی آواز کو شور و غوغا کہنا ۔ قرآن مجید کی توہین کرنا ۔ توہین کی نیت سے قرآن کو اٹھا کر زمین پر پھینک دینا ۔ جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اسے عقیدۃً حلال جاننا ۔ انبیائے کرام کی ادنیٰ توہین کرنا ۔ قرآن مجید میں کمی و بیشی کا عقیدہ رکھنا ۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن سے کچھ آیات نکال دی گئی ہیں ۔ خلفاء راشدین یا حضور کے کسی بھی صحابی کو کافر و منافق کہنا ۔ حضور کے لیے بعض علم غیب کا بھی انکار کرنا ۔ کسی بھی فرشتہ کی توہین کرنا ۔ حضرت عائشہؓ کو زنا کی تہمت لگانا ۔ دعوئ نبوت کرنے والے کو نبی یا مسلمان ماننا ۔ مرزا قادیانی کو نبی یا مصلح یا مسلمان جاننا یہ سب کلمات کفریہ ہیں۔ ایسا کہنے اور عقیدہ رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہو جاتی ہے توبہ لازم و واجب ہے۔ توبہ کرلے تو عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو ہے

قرآن نے صاف و صریح طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ نکاح کو توڑنے کا حق صرف شوہر کو ہے۔ الذی بیدہ عقدۃ النکاح قرآن نے طلاق دینے کا فاعل بھی صرف مرد کو قرار دیا ہے۔ عورت مرد سے طلاق مانگ سکتی ہے مگر از خود جدا نہیں ہو سکتی۔ اگر مرد عورت کے حقوق ادا نہیں کرتا تو شرعی عدالت مرد کو حق ادا کرنے کا حکم دیتی ہے، مگر عدالت نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی۔ واضح رہے کہ طلاق کے لفظ میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے توڑنے کی تاثیر رکھی ہے۔ اس میں نیت شرط نہیں ہے۔ شوہر خواہ ہنسی مذاق

میں یا خواہ غصہ میں اپنی بیوی کو کہدے تجھے طلاق۔ تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ تنہائی میں بیٹھ کر اگر کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ بیوی کو اطلاع ہونا بھی طلاق واقع ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اگر طلاق دے دی اور بیوی کو اطلاع نہ ہوئی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ طلاق یک دم تین دے مثلاً یوں کہے تجھے تین طلاق۔ یا علیحدہ علیحدہ کر کے طلاق کا لفظ بولے یا لکھوائے۔ طلاق بہرحال واقع ہو جائے گی۔ تین طلاق یکدم دی جائیں یا علیحدہ علیحدہ حنفی مذہب میں واقع ہو جائے گی اور تین طلاق دینے کی صورت دوبارہ صلح یا نکاح نہیں ہو سکتا۔ عورت ہمیشہ کے لیے حرام قطعی ہو جاتی ہے۔

تفویض طلاق

یہ جائز ہے کہ عورت نکاح کے وقت خاوند کی رضا سے یہ شرط کرے کہ اگر تم نے میرے حقوق ادا نہ کیے تو مجھے تمہاری طرف سے اپنے نفس پر طلاق جاری کرنے کا حق ہوگا اس صورت میں جب وہ شرط پائی جائے گی۔ عورت اپنے اوپر شوہر کی طرف سے طلاق جاری کرنے کی حقدار ہوگی۔ آج کل عدالتوں میں حاکم نکاح فسخ کر دیتے ہیں اس طرح شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہی رہتی ہے۔ دوسری جگہ شرعاً اسے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

بلا وجہ طلاق دینا گناہ ہے

طلاق ایک نہایت ہی ناپسندیدہ فعل ہے اور بلا وجہ شرعی طلاق دینا گناہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے (ابوداؤد) اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ طلاق دراصل نہایت اشد ضرورت کے وقت استعمال کرنے کی چیز تھی جس کو عوام نے اب بلا ضرورت استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

تین طلاق ہرگز نہ دیجیے اس میں جانبین کا بھلا ہے

واضح رہے کہ طلاق کا لفظ استعمال کرنے میں نیت شرط نہیں ہے۔ ہنسی مذاق غصہ میں اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس طرح طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کو اس کی اطلاع بھی ضروری نہیں ہے۔ اطلاع ہو یا نہ ہو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۱) طلاق دینے میں جلدی نہ کی جائے۔ فریقین میں مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور دونوں

فریق کے عزیزاقرباوبزرگان خاندان اس فرض کو ادا کریں۔ پھر اگر صلح کی کوئی تدبیر کام ہی نہ دے تو پھر سوچ سمجھ کر اشد ضرورت کے وقت طلاق کو استعمال کیا جائے۔

۲۔ ظاہر ہے کہ طلاق کوئی تفریح یا لذت کی چیز نہیں۔ جو شخص طلاق دیتا ہے غصہ اور ناراضگی میں دیتا ہے، لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ طلاق دینے کے بعد خاوند کو افسوس ہوتا ہے اور فریقین میں صلح و آشتی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ تیر کمان سے نکل چکتا ہے اس لیے دونوں کو پچھتانا پڑتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے فریقین طلاق کے قانون اور اس کے اثرات سے عموماً ناواقف ہوتے ہیں وہ غصہ میں آ کر طلاق دے دیتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے اثرات کیا مرتب ہوں گے۔ اس لیے عوام کا یہ فرض ہے کہ ہر موقع پر طلاق دینے سے پہلے علماء سے مشورہ کر لیا کریں اور اسٹام فروش کی دکان پر جانے سے پہلے کسی عالم سے طلاق اور اس کے اثرات کو ضرور معلوم کر لیا کریں۔

۳۔ طلاق دینے کی اگر ضرورت پڑ جائے تو صرف ایک یا دو طلاق دیجئے تین طلاق ہرگز ہرگز نہ دیجئے۔ اشٹام فروش سے طلاق نامہ لکھوانا ہو تو اس کو ہدایت کیجئے کہ وہ صرف ایک یا دو طلاق لکھے اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ اگر بعد میں فریقین میں مصالحت کی کوئی شکل پیدا ہو جائے تو اس کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ یعنی اگر زید نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیں تو اب زید کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار ہے۔ یعنی زبان سے یہ کہے کہ رجوع کرتا ہوں یا فعل سے رجوع کرے اس صورت میں نکاح ثانی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

اور اگر عدت گذر گئی ہے تو اب عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے لیکن اگر تین طلاق دے دی گئی ہیں تو اب شوہر کو نہ رجوع کرنے کی اجازت ہے اور نہ بغیر حلالہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اب تو ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر عوام مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کریں تو ان کو بعد میں پچھتانے اور افسوس کرنے اور بہت سی الجھنوں سے نجات مل سکتی ہے۔

عدت کا بیان

(۱) جس عورت کو طلاق دی گئی۔ رجعی۔ بائن۔ یکدم تین طلاق دی گئیں، یا کسی طرح نکاح فسخ ہو گیا (تو ان صورتوں میں دخول ہو چکا یا خلوت

ہوتی ہو تو عدت پورے تین حیض ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا، یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ۔ واضح رہے کہ غیر مدخولہ کے لیے عدت نہیں ہے۔ یعنی جب شوہر طلاق دے دے تو وہ اس کے فوراً بعد کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے (۲) اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (۳) جس عورت کا شوہر مر گیا۔ اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور دسویں رات کا گزرنا ضروری ہے۔ موت کی عدت۔ عورت کو بہر صورت گذارنا ضروری ہے خواہ نکاح کے بعد شوہر عورت کے بالکل قریب نہ گیا ہو۔ کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً عدت کو واجب قرار دیا ہے۔ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (۴) اور جس عورت کو بوجہ نابالغی یا عمر درازی یا بڑھاپا حیض نہیں آتا، یا عمر کے حسابوں بالغ ہو چکی ہے، مگر ابھی حیض نہیں آیا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ـــــ : طلاق کی عدت وقت طلاق سے ہے اگرچہ عورت کو طلاق کا علم نہ ہو، حتیٰ کہ اگر تین حیض آنے کے بعد عورت کو طلاق کا علم ہوا تو عدت ختم ہو گئی (جوہرہ)

تربیت اولاد

حضور علیہ السلام نے ایک ہی جملہ میں حقوقِ اولاد کے متعلق تمام تفصیلات کو بیان فرما دیا ہے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا (ترمذی)	جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

٭ بچہ جب زبان کھولے تو اللہ اللہ پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے ٭ جب تمیز آئے، تو ادب سکھلائے، کھانے پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ان کے دل میں ڈالے کہ یہی اصل ایمان ہے۔ حضور کے آل و اصحاب اولیاء اللہ کی محبت و تعظیم کی تعلیم دے ٭ جب بچہ دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے ٭ اس عمر سے اپنے اور کسی کے ساتھ نہ سلائے۔ جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے

پاس رکھے۔ جب جوان ہو شادی کردے ٭ جب سفر سے آئے تو اُن کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے ٭ بیمار ہوں تو علاج کرے ٭ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے ٭ علم دین خصوصاً" وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد، اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا وغیرہ خوبیوں کے فضائل، حرص وطمع، حُبّ دُنیا حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم فحش، غیبت حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کا مطلب ان کی خرابیاں اور ان سے بچنے کی تلقین کرتا رہے۔ ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ٭ اُن کی دلجوئی دلداری۔ —— محافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے ٭ نیا میوہ نیا پھل پہلے اُنہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں، نئے کو نیا مناسب ہے ٭ کبھی کبھی حسب مقدور انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہو دیتا رہے ٭ بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی کرے جو پورا کر سکے۔ بُری مجلس بُرے دوستوں یاروں سے حکمت ونرمی کے ساتھ سمجھا کر بچائے ٭ چند بچے ہوں تو سب کو برابر دے۔ کسی غلطیات پر تنبیہ تو کرے مگر کوسنا نہ دے ٭ مارے تو مُنہ پر نہ مارے ٭ نیک صحیح العقیدہ استاد سے دینی تعلیم دلوائے قرآن پڑھ لینے کے بعد اس کی تلاوت کی تاکید کرتا رہے۔ کہنے میں احتیاط رکھے ٭ جو مانگے بردہ جو مناسب دے ٭ پیار میں نام کو مسخ نہ کرے کہ جو نام پڑھ گیا پھر مشکل سے چھوٹتا ہے ٭ ماں اگر خود دُودھ نہ پلا سکے تو نیک دایہ نمازی صالحہ، شریف القوم سے دو سال تک بچہ کو دُودھ پلوائے ٭ رذیل یا بدافعال عورت کے دوُدھ سے بچہ کو بچائے، کیونکہ دوُدھ طبیعت کو بدل دیتا ہے ٭ بچہ کا نفقہ ضروری اخراجات والد کے ذمہ واجب ہیں جن میں حضانت یعنی دایہ سے پرورش کرانا اور دودھ پلوانا بھی شامل ہے ٭ بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے (۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے۔ بلکہ اپنی خواہش کو اُن کی خواہش کا تابع رکھے۔ جس اچھی چیز کو اُن کا جی چاہے انہیں دے۔ اُن کی طفیل میں آپ بھی کھائے۔ زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے ٭ خدا تعالیٰ کی ان امانتوں کے ساتھ مہرو لطف، نرمی، محبت وپیار کا برتاؤ رکھے، انہیں پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے۔

لڑکی کے حقوق باپ کے لیے لازم ہے کہ لڑکی کی تعلیم وتربیت صحیح انداز سے کرے۔ سینا پرونا۔ کاتنا کھانا پکانا وغیرہ سکھائے۔ سورہ نور ترجمہ کے ساتھ پڑھائے ۰ اپنے گھر میں اُنہیں لباس وزیور سے آراستہ کرے۔ کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں ۰ جب مناسب رشتہ مل جائے تو نکاح میں دیر نہ کرے ۰ کسی فاسق فاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے ۰ فحش اور اخلاق خراب کرنے والی مجالس میں نہ جانے دے ۰ بیٹوں سے زیادہ ان کی دلجوئی اور خاطرداری رکھے کہ اُن کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے ۰ دینے میں انہیں اور بیٹوں کو کانٹے کے تول برابر رکھے ۰ جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔ نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے پاس سونے دے۔ اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے ۰ اخلاق خراب کرنے والی کتابوں کا مطالعہ نہ کرنے دے ۰ اکیلی گھر سے باہر نہ نکلنے دے ۰ شوہر کی اطاعت اور خانہ داری کی ذمہ داری سنبھالنے کے طریقے اور آداب سکھائے۔

عاق کرنا آج کل نافرمان اور آوارہ اولاد کو عاق کرنے کا طریقہ چلا ہے تو شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مرنے کے بعد نافرمان اولاد بھی بہر حال وارث بن کر اپنا حصہ لے گی۔ عاق کرنے سے نہ تو رشتہ ختم ہوتا ہے اور نہ ہی وراثت سے محرومی ہوتی ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر واقعی عیاش و بدمعاش اولاد کی اصلاح ناممکن ہوگئی ہے تو اپنی زندگی میں جس کو جو دینا چاہتا ہے رجسٹری کرا کر ان کے قبضہ میں دے دے تاکہ جائداد بے جا تصرف اور تباہی سے بچ جائے۔

کھانا کھانے اور پانی پینے کے آداب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں جو ہدایات دی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کھانا کھانے اور پانی پینے کوئی بھی نیک کام کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر بھول جاؤ دورانِ کھانا یاد آئے تو یوں کہو۔ بسم اللہ اولہ وآخرہ برکت واپس آجائے گی (ترمذی) داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ تین انگلیوں سے کھاؤ۔ کھانے اور پانی میں پھونک نہ مارو (طبرانی) مل اکٹھے ہو کر کھاؤ۔

اس میں برکت ہے تکیہ لگا کر، کھڑے ہو کر، لیٹ کر، ناچ کر، دوڑ کر نہ کھاؤ کہ صحت کے لیے مضر ہے۔ اپنے آگے سے کھاؤ، کھانا ضائع نہ کرو۔ گلاس میں سانس نہ لو تین سانس میں پانی پیو۔ بیٹھ کر کھاؤ پیو۔ حسب توفیق اچھی لذیذ مقوی غذا کھانا جائز ہے۔ قبل طعام اور بعد طعام ہاتھ گٹوں تک دھوؤ۔ یہ سب کام مستحب ہیں۔ حضور کا طریقہ سمجھ کر ان پر عمل کرنے میں ثواب ہے۔ عمل نہ کرے تو ثواب سے محروم ہے۔ گنہگار نہ ہوگا۔

آداب لباس

اچھا عمدہ قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔ جس کو خدا نے دیا ہے۔ اسے اچھے قیمتی کپڑے پہننے چاہئیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر بندے پر ظاہر ہو (ترمذی) مستورات کو ایسے باریک کپڑے پہن کر یا ایسے طرز و وضع کے کپڑے پہن کر غیر محرم کے سامنے جانا جس سے بدن ظاہر ہو منع ہے۔ حضرت اسماء باریک کپڑے پہن کر حضور نبوی حاضر ہوئیں۔ حضور نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دینا چاہیئے۔ سوائے منہ اور ہتھیلیوں کے۔

پاجامہ، تہبند یا شلوار کا ٹخنوں سے نیچا رکھنا

واضح ہو کہ یہ فعل نہ مطلقاً حرام و مکروہ ہے اور نہ مطلقاً مباح و جائز۔ دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس کے تین درجے ہیں۔ (اول) ازراہ تکبر و غرور تہبند یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچا رکھنا گناہ اور مکروہ تحریمہ ہے اور اس صورت میں نماز بھی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ یعنی اس نماز کا دوبارہ لوٹانا ضروری (دوم) اگر یہ فعل ازراہ تکبر و غرور نہ ہو تو مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی غایت اس کی خلاف اولیٰ اور اس صورت میں نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔ یعنی شلوار پاجامہ، پتلون تہبند کا ٹخنوں سے نیچے رکھنا اگر ازراہ تکبر و غرور نہ ہو محض سستی یا کاہلی یا محض فیشن و رواج (کہ آج کل لوگ عموماً اس میں مبتلا ہیں) کی بنا پر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگرچہ اس صورت میں گناہ نہیں مگر پرہیز بہتر و افضل (سوم) محض کسی عذر بیماری یا سردی کی وجہ سے پاجامہ یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچا رکھا جائے تو جائز و مباح ہے کچھ گناہ نہیں۔ مکروہ تنزیہیہ بھی نہیں اور اس صورت میں نماز بلا کراہت درست و جائز ہے۔

تکبر و غرور بہرحال ہر صورت میں ہر چیز میں حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

چاندی سونا پیتل تانبہ وغیرہ دھاتوں کے احکام و مسائل

سونے چاندی کے برتن میں کھانا، پینا۔ ان کی پیالیوں سے تیل لگانا، یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا۔ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا۔ ان کی سلائی سرمہ دانی سے سرمہ لگانا۔ ان کی قلم دوات سے لکھنا لوٹے یا طشت سے وضو کرنا۔ ان کی کرسی یا تخت وغیرہ پر بیٹھنا اور حقہ میں چاندی سونے کی منہال کا مُنہ سے استعمال چھڑی کی اوپر کی شام جو ہاتھ میں آتی ہے۔ مرد عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے مرد کو سونے کی انگوٹھی پہننا خالص سونے کی گھڑی سونے چاندی کی چین گھڑی میں لگانا ناجائز ہے

پیتل تانبے کے برتن

پیتل، تانبہ اسٹیل۔ بلور ہاتھی دانت لکڑی مٹی کے برتنوں میں کھانا پینا ان سے بنی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنا مثلاً کرسی تخت وغیرہ مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔

نوٹ: لوہے۔ اسٹیل تانبہ وغیرہ کی چین سے گھڑی کو کلائی پر باندھنا مرد کے لیے جائز ہے اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی نہیں ملتی۔

چاندی سونے کے استعمال کی بعض صورتیں جو مرد و عورت دونوں کیلئے جائز ہیں

چاندی سونے کے برتن یا کوئی اور چیز بطور سجاوٹ رکھنا، وہ کپڑا جس پر چاندی سونے کے پانی سے بیل بوٹے بنے ہوں۔ چاندی سونے سے ملمع کیے ہوئے برتنوں میں کھانا، مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔ لکڑی یا لوہے، پیتل تانبے کی کرسی یا تخت وغیرہ پر سونے چاندی کا کام ہو یا گھوڑے کی زین میں کام بنا ہوا ہو دونوں کے لیے جائز ہے۔ (۱) سونے چاندی کی گھنڈیاں (۲) سونے کا تکمہ (۳) انگوٹھی کے نگ میں سونے کی کیل (۴) سونے چاندی کے دندانے چاندی کی انگوٹھی میں (۵) سونے چاندی کے بٹن، اشٹنڈ وغیرہ مرد و عورت دونوں کو جائز ہیں (۶) مرد کو چاندی کی پیٹی باندھنا (۷) ہلتے دانتوں میں چاندی سونے کے تار باندھنا۔ ٹوٹے

ہوئے دانت کی جگہ چاندی سونے کے دانت لگانا امام محمد کے نزدیک جائز اور امام اعظم کے نزدیک صرف چاندی کا دانت جائز (۸) ایسے کپڑے پہننا مرد و عورت دونوں کے لیے جائز ہے جن پر سونے چاندی کے پانی سے لکھا ہو (۹) مجاہد کو سونے چاندی بلکہ ہر دھات پیتل تانبے لوہے اسٹیل وغیرہ سے بنی ہوئی زرہ، خود، دستانے اور جنگی ضرورت کی چیزیں پہننا جائز ہے (۱۰) چاندی سونے پیتل تانبے اسٹیل وغیرہ کا بطور دوا مرد و عورت کو کھانا جائز ہے (۱۱) شیروانی، چادر، لوئی، کمبل، صدری، کوٹ کرتا وغیرہ کے آنچلوں، دامنوں، گریبانوں، مونڈھوں، عمامہ کے پلوؤں وغیرہ پر سونے چاندی کا کام غرضیکہ کسی چیز میں کپڑے میں، کہیں کیسی ہی متفرق بوٹیاں، بیل، پھول، پتیاں ہوں، یہ سب جائز ہیں ۔ بشرطیکہ ان میں جو بوٹیاں یا بیل یا کام ہے، تنہا چار انگل کے عرض سے زائد نہ ہوں ۔۔۔ اگر کپڑے پر متفرق کام بیل بوٹیاں تنہا چار انگل کے عرض سے تو زائد نہ ہوں مگر متفرق کام (بیل بوٹا وغیرہ) ملا کر دیکھیں تو چار انگل سے بڑھ جائے تو اس کا کچھ ڈر نہیں جائز ہے کہ یہ بھی تابع قلیل ہے (۱۲) چاندی کی انگوٹھی ایک نگ کی وزن ساڑھے چار ماشہ مرد کو پہننا جائز ہے (۱۳) اگر چادر قمیص کرتا وغیرہ پر چاندی سونے کا کام چار انگل عرض تک ہو اس کا پہننا جائز ہے۔ یہ کام خواہ کسی نوعیت کیفیت کا ہو کپڑے کی بناوٹ میں ہو، یا بعد میں کلابتون کا مدانی وغیرہ کا ہو سب جائز ہے اس قاعدہ کے مطابق سونے چاندی کے پترے ٹکے ہوئے، ملبوسات جبکہ چار انگل عرض تک ہو۔ مرد و عورت دونوں کو جائز ہے (۱۴) اسی طرح چاندی سونے کے پترے جو متفرق طور پر کپڑے میں ٹانکے جائیں، ہر پترہ چار انگل عرض کا ہو، مگر ان متفرق پتروں کو ملائیں تو چار انگل سے زائد ہو جائیں تو بھی جائز (۱۵) چادر کرتا، قمیص وغیرہ میں چاندی سونے کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنی ہوں، ہر بوٹی چار انگل سے زائد نہ ہو مگر سب کو ملائیں تو چار انگل سے زائد ہو جائے جائز ہے۔

مستورات کو چاندی سونے کے زیورات اور ریشم کا استعمال جائز ہے

عورتوں کو سونے چاندی کا ہر قسم اور ہر نوع اور ہر طرز کا زیور پہننا جائز و مباح ہے۔ عورتوں کو بطور زیور چاندی سونے کے کڑے چوڑیاں خواہ وہ کسی نوعیت و شکل کی

ہوں۔ زنجیر یا چین کلائی میں پہننا یا گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ اسی طرح خالص سونے چاندی کی گھڑی بطور زیور پہننا۔ عام گھڑیوں میں سونے چاندی ریشم کی زنجیر لگا کر اپنے گلے میں لٹکانا۔ قمیض وغیرہ سے اٹکانا جائز ومباح ہے۔ ریشم کے ملبوسات مرد کو ممنوع ہیں اور مستورات کو خالص ریشم کے ملبوسات جائز ومباح ہیں (عالمگیری)

مستورات کو چاندی سونے کے زیورات کے سوا کسی اور دھات کے زیور پہننا جائز نہیں

پیتل تانبہ لوہا ایلومینیم، رولڈ گولڈ غرضیکہ تمام قسم کی دھاتوں کے زیورات وغیرہ مرد وعورت دونوں کو پہننا ناجائز ہے۔ انہیں پہن کر نماز پڑھی تو مکروہ تحریمہ ہوگی۔

مرد کو ریشم کا پہننا ممنوع ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا ریشم سونا مرد کے لیے حرام عورتوں کے لیے حلال ہے۔ مستورات کو ریشم کے ہر قسم ہر نوع کے لباس کا استعمال جائز ہے اور مردوں کو ریشم کا وہ کپڑا جس کا تانا بانا دونوں ریشم کے ہوں کا استعمال ممنوع ہے۔ مرد کے لیے ریشم کے ہر قسم کے ملبوسات ازار بند، لحاف، کمر کی پیٹی ٹوپی صدری کرتا، ریشم کے کپڑے کا تعویذ، عمامہ وغیرہ ممنوع ہے، لیکن مرد کے لیے ریشم کا پردہ ڈالنا۔ ریشم کی مچھر دانی۔ ریشم کا تکیہ بچھونا پر بیٹھنا۔ ریشم کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا۔ ریشم کا وہ کپڑا جس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا ریشم کا نہ ہو پہننا جائز ہے۔ البتہ مصنوعی ریشم کے ملبوسات مرد وعورت دونوں پہن سکتے ہیں۔

سلام کے مسائل سلام کی اہمیت

قرآن مجید میں فرمایا۔ جب تمہیں کوئی سلام کرے تو بہتر جواب دو۔ جب گھروں میں داخل ہو تو ان کے اہل کو سلام کرو۔ اسلام کرنا سنت ہے۔ اور جواب دینا واجب ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تم میں جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کو ملے تو سلام کہے جس مسلمان سے واقف ہو اسے اور جس سے واقف نہیں اسے بھی سلام کرو (بخاری) سوار پیادے کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ چھوٹا بڑے کو۔ گھر میں جاؤ تو وہاں جو (بیوی ہی ہو) تو اسے سلام کرو۔

سلام بات چیت کرنے سے پہلے کیا جائے۔ (ترمذی) مجلس میں پہنچنے کے بعد اور مجلس سے واپسی پر دونوں مواقع پر سلام کرے (ابوداؤد) بچوں کو سلام کرو (مسلم) چھوٹا بڑے کو۔ سوار پیدل کو۔ گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ اہل کتاب یہودی عیسائی سلام کریں تو جواب میں صرف وعلیکم کہیں (مسلم) راستہ کا حق یہ ہے۔ نظر نیچی رکھنا۔ تکلیف دہ چیز کو دور کرنا۔ سلام کا جواب دینا۔ اچھی بات کا حکم اور بری باتوں سے روکنا (مسلم) السلام علیکم کہنے والے کے دس نیکیاں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے والے کے لیے ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے والے کے لیے تیس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کے کہنے والے کے حق میں چالیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ابوداؤد) یہود و نصاریٰ سے تشبہ نہ کرو۔ یہود کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے (ترمذی) علیک السلام مت کہو، یہ مردوں کی تحیت ہے۔ بلکہ السلام علیک کہا کرو (ابوداؤد)

سلام کے ضروری مسائل

یہ اور اس مضمون کی احادیث سے فقہا نے جو مسائل اخذ کیے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔ سلام کرنے میں مسلم کی عزت و آبرو اور مال و جان کی حفاظت کی نیت کرے۔ ایک شخص کو اسلام کرے تو اس کے لیے بھی جمع کا لفظ استعمال کرے۔ یعنی السلام علیکم کہے۔ جواب دینے والا بھی وعلیکم السلام کہے۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ کا اضافہ بہتر ہے صرف علیکم یا علیک نہ کہا جائے۔ سلام کا جواب فوراً دینا واجب ہے۔ بلا عذر تاخیر کی تو گنہگار ہوگا اور یہ گناہ جواب دینے سے رفع نہ ہوگا۔ بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔ مجلس میں سے کسی ایک شخص کا جواب دے دینا اہل مجلس کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔ قاضی جب کہ عدالت میں اجلاس کر رہا ہو۔ اس کو کسی نے سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ جو شخص تلاوت میں یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار کر رہا ہو یا عالم دین وعظ کر رہا ہے یا تعلیم میں مشغول ہے۔ یا تقریر ہو رہی اور لوگ سن رہے ہیں۔ ان صورتوں میں سلام نہ کیا جائے۔ جو شخص پیشاب پاخانہ، کبوتر اڑانے یا گانے یا حمام یا غسل خانہ میں ننگا نہا رہا ہے۔ اس کو بھی سلام نہ کیا جائے۔ فاسق کو بھی سلام نہ کرے۔ گمراہ بے دین کو سلام کرنا گناہ ہے۔ کسی کا سلام پہنچانے کا وعدہ کر لیا ہے تو سلام پہنچانا واجب ہے۔ ہتھیلی یا انگلی کے

اشارے سے سلام کرنا ممنوع ہے، یونہی اشارہ سے جواب دینا بھی ناکافی ہے، منہ سے وعلیکم السلام کہنا واجب ہے۔ رکوع کی حد تک جھک کر سلام کرنا حرام ہے اور اس سے کم جھکنا مکروہ ہے۔ بندگی عرض ہے ان لفظوں سے سلام کرنا ناجائز ہے۔ آداب عرض ہے گو اس میں اتنی برائی نہیں، مگر سنت کے خلاف ہے۔ تسلیمات اور تسلیم اور سلام، یہ سلام ہی کے معنی میں ہے مگر السلام علیکم کہنا بہرحال افضل ہے۔ بچے جب سلام کریں تو عام طور پر جواب میں جیتے رہو کہا جاتا ہے، یہ ناکافی ہے۔ یہ جواب ایام جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے۔ اسی لیے اسلام نے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کا لفظ مقرر کیا ہے۔ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو جواب اس طرح دیا جائے علیک وعلیہ السلام۔ ——— خط میں سلام لکھا ہوتا ہے۔ اس کا ——— جواب دینا بھی واجب ہے اور جواب کی دو صورتیں ہیں یہ کہ زبان سے جواب دے یا دوسری صورت یہ ہے کہ اسلام کا جواب لکھ کر بھیج دے۔ مگر چونکہ جواب سلام فوراً دینا واجب ہے اور تحریری جواب میں بہرصورت تاخیر ہوتی ہے۔ اس لیے فوراً جواب دے دے تاکہ تاخیر سے گناہ نہ ہو۔ کافر کو سلام نہ کیا جائے۔ اگر وہ سلام کریں تو جواب میں صرف وعلیکم یا علیک کہا جائے اور بقصد تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کیا جائے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے (در مختار) اگر ایسی جگہ گذر ہو جہاں مسلم و کافر دونوں ہوں تو السلام علیکم کہے اور مسلمانوں کو سلام کا ارادہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ کہے ——— غیر مسلموں کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا تَبْدَءُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی بِالسَّلَامِ	یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو

ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب ہیں جب انہیں سلام کرنے کی ممانعت ہے تو غیر اہل کتاب کفار تو بدرجہ اولیٰ اس حکم میں شامل ہوں گے اسی طرح بدمذہب وبے دین خصوصاً جن کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ جب غیر مسلم ہمیں سلام کریں تو صرف وعلیک کہنے کی ہدایت دی گئی ہے اور یہ حکم کوئی تنگ نظری، تنگ دلی اور بداخلاقی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ انصاف و دیانت اور خلوص و للہیت کا آئینہ دار ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ السلام علیکم میں جس سلامتی کا ذکر ہے۔ وہ اس محدود پیمانے

کی سلامتی نہیں ہے۔ جو صرف دنیاوی عیش و آرام، امن وعافیت تک محدود ہو، بلکہ اس میں آخرت کی فلاح و نجات عافیت و خیریت بھی شامل ہے۔ یعنی السلام علیکم یا وعلیکم السلام کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ عزّ و جلّ تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں امن و عافیت عطا فرمائے۔ ظاہر ہے کہ جب اہل کفر کے لیے قرآنی تصریحات کے مطابق آخرت کی فلاح و نجات ہے ہی نہیں تو انہیں سلامتی کی دعا دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس سلامتی کے ہم اہل کفر کے لیے قائل ہی نہیں ہیں۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ قائل ہو جائیں تو مسلمان ہی نہیں رہ سکتے۔ اسی سلامتی کی دعا اگر ہم اہل کفر کو دے دیں تو یہ منافقانہ رواداری ہوگی، اور مسلمان منافقانہ رواداری کا قائل نہیں ہے اور اس کو شرافت و نجابت اور اخلاق کے خلاف سمجھتا ہے اس لیے ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں یعنی ان کو السلام علیکم نہ کہیں اور اگر وہ ہمیں سلام کریں تو ہم صرف وعلیک جواب میں کہہ دیں اور اس وعلیک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم پر سلامتی ہو، بلکہ "سلام" کو حذف کر دینے کے بعد وعلیک کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم پر بھی وہی کچھ ہو جس کے تم مستحق ہو۔ البتہ جہاں غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر رہنا پڑتا ہے یا ان کی حکومت ہوتی ہے اور ان سے ربط و ضبط ناگزیر ہوتا ہے۔ وہاں "آداب عرض" ہے ایسے جملے استعمال کر سکتے ہیں جن میں کوئی شرعی خرابی کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ لیکن السلام علیکم کے الفاظ بہر صورت نہیں کہیں گے۔ اسی طرح وہ الفاظ بھی استعمال نہیں کر سکتے جو غیر اسلامی ثقافت کا جز بن گئے ہیں۔ جیسے نمستے رام رام یا جے بھارت وغیرہ۔

کسی کے مکان میں جانے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے

جب کسی کے مکان پر جائے تو اندر جانے کی اجازت لے پھر سلام کرے، اس کے بعد بات چیت کرے۔ اگر صاحب خانہ اجازت نہ دے تو خوشی خوشی واپس ہو جاؤ۔ دل میں کدورت نہ لاؤ کہ ممکن ہے اسے فرصت نہ ہو یا کسی ضروری کام میں مشغول ہو۔

چھینک و جمائی

حضور علیہ السلام نے فرمایا چھینک آئے تو الحمد للہ کہو د معمول کے مطابق چھینک آنا صحت کی نشانی ہے۔ جمائی آئے تو حتی المقدور روکو، یہ سستی و کاہلی کی نشانی ہے جسے شیطان پسند کرتا ہے۔

حضور کی ہدایت یہ ہے کہ جمائی کو حتی المقدور روکے اور اس کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ جب جمائی آئے تو دل میں یہ خیال کرے کہ انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ اسی لیے کہ جمائی شیطان کی مداخلت سے آتی ہے اور انبیاء کرام اس چیز اور بات سے پاک ہوتے ہیں جس میں شیطان کا دخل ہو

بوقتِ مصیبت بے اختیار آنسو آجانا رحمت ہیں

بوقت مصیبت چلانا پیٹنا۔ بال منڈانا۔ کپڑے پھاڑنا واویلا کرنا منہ پر خاک ڈالنا۔ بازو پر سوگ کے لیے کالی پٹی باندھنا ممنوع وحرام ہے۔ لیکن رنج وغم کی وجہ سے جی بھر آئے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں تو یہ ایک فطری بات ہے۔ کیونکہ یہ آنسو ناشکری کے نہیں ہوتے۔ حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ کے سوال پر آپ نے فرمایا۔ یہ آنسو تو رحمت ہیں ——— اسی طرح اللہ کے خوف وخشیت سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا باعثِ ثواب ہے۔ خوفِ الٰہی سے آنسو جاری ہو جانے والے شخص کو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اپنے خاص سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

اجنبی عورت کی طرف دیکھنا

اجنبی عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔ مگر بلا ضرورت شرعی چھونا ممنوع ہے۔ بُری نظر سے کسی مسلمان عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ سخت ضرورت کے وقت ڈاکٹر وحکیم اجنبی عورت کو چھو سکتے ہیں۔ عورت کا عورت کو برہنہ دیکھنا ممنوع ہے۔ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یعنی تنہا ایک کمرہ میں رہنا ممنوع ہے کہ فتنہ کا خوف قوی ہے۔ سوتیلی لڑکی رضاعی بہن جب کہ جوان ہوں اور ساس کے ساتھ تنہائی میں ایک کمرہ میں ہونا ممنوع ہے۔ جب لڑکے لڑکی کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کو الگ الگ چارپائی پر سلانا چاہیے دو مرد یا دو عورتوں کا برہنہ ایک کپڑا اوڑھ کر لیٹنا ممنوع ہے۔

تاک جھانک

کسی کے گھر میں تاک جھانک ممنوع ہے۔ اور بری بات۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کسی کے گھر میں بلا اجازت جھانکے اور مالک مکان نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو نہ دیت ہے نہ قصاص (احمد ونسائی) اور اگر مکان ہی ایسا ہے جو پردہ دار نہیں اور گھر کی مستورات

پر نظر پڑ گئی تو اس کی خطا نہیں۔ خطا مالک مکان کی ہے کہ اس نے پردہ دار مکان کیوں نہیں بنوایا۔
(خلاصہ ترمذی)

نوٹ: والد کے چہرہ کی طرف کعبہ کی طرف۔ قرآن پاک کی طرف اور عالم باعمل کے چہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

کھیل کود تفریح وغیرہ

کی اسلام نے ممانعت نہیں کی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جائز تفریح اس طریقہ سے سر انجام دی جائے کہ فرائض میں کوتاہی یا قصان نہ ہو۔ تیر اندازی آلات حرب وضرب، جنگی ہتھیاروں کا چلانا سیکھنا۔ کبڈی کشتی۔ بیڈمنٹن۔ ہاکی، پیراکی وغیرہ کھیل جائز ہیں۔ بچوں کے لیے تعلیمی تاش جس سے جملے بناتے ہیں مفید تفریح ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تیر چلانا تیرنا اور گھوڑا سواری سیکھو اور سیکھاؤ۔

مسابقت یعنی کسی کام پر شرط لگانا جائز ہے

مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ چند اشخاص آپس میں طے کر لیں کہ کون آگے بڑھ جاتا ہے جو سبقت لے جائے گا اسے یہ دیا جائے گا۔ یہ مسابقت صرف تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ میں ہو سکتی ہے اور اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ صرف ایک جانب سے مال شرط ہو۔ مثلاً زید و بکر دونوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ اگر تمہارا گھوڑا آگے نکل گیا یا تیر نشانہ پر لگا تو تم کو سو روپے انعام دوں گا اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم سے کچھ نہ لوں گا۔ دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ تیسرا شخص ان دونوں سے یہ کہے کہ تم میں جو آگے نکل گیا اس کو میں سو روپے انعام دوں گا۔ مسابقت میں یہ بھی ضروری ہے کہ مسافت اتنی ہو جسے طے کر لیں۔ اور جتنے گھوڑے لیے جائیں وہ سب ایسے ہوں جن میں یہ احتمال ہو کہ ہر ایک آگے نکل جائے گا۔ اسی طرح تیر اندازی اور آدمیوں کی دوڑ میں بھی یہ ہی شرط ہے۔

۲: اگر دونوں جانب سے مال شرط ہو مثلاً زید بکر سے کہے کہ اگر تم آگے ہو گئے تو میں سو روپے دوں گا اور اگر میں آگے نکل گیا تو سو روپے تم سے لوں گا۔ یہ صورت جوئے کی ہے اور حرام و ناجائز ہے۔

۳: اگر سبقت لے جانے میں کوئی چیز مشروط نہ ہو تو پھر مسابقت ہر چیز میں ہو سکتی ہے۔

۴: سابق کے لیے جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے لیے حلال طیب ہے، مگر وہ اس کا مستحق نہیں یعنی اگر دوسرا نہ دے تو سابق قاضی کے ہاں دعویٰ کر کے جبراً وصول نہیں کر سکتا۔

۵: اگر مسابقت صرف لہو لعب کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تیراندازی اور گھوڑ دوڑ میں جو حصہ لیا تو اس سے مقصود لہو و لعب نہ تھا۔ بلکہ جہاد کے لیے تیاری تھی یعنی ایک قسم کی ریہرسل مشقیں تھیں۔

حرام و حلال جانور کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ ضابطہ یہ ہے وہ جانور جو کیلی والا ہو اور کیلی سے شکار بھی کرے، جیسے شیر، چیتا، ریچھ، لومڑی، بجو، کتا، بھگیاڑ۔ اسی طرح پنجہ والا پرندہ جو پنجے سے شکار کرے جیسے شکرا، باز، بہری، چیل، گدھ وغیرہ۔ حشرات الارض، سانپ، بچھو، چوہا، چھپکلی، گرگٹ، گھونس ——— مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی، مینڈک، کوا جو مردار کھاتا ہے۔ گدھا، خچر، کچھوا، دریا کے تمام جانور (مچھلی کے علاوہ) وہ مچھلی جو پانی سے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹ گئی یہ سب حرام ہیں۔

خنزیر کی ہر چیز کھال بال، ہڈی، گوشت تمام اجزاء حرام قطعی اور سخت نجس ہے جھینگا مچھلی مشکوک ہے۔ پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے، چڑیا، کبوتر، ہرن گورخر، نیل گائے، مرغابی، گائے، بھینس، دنبہ، بکری، طوطا، خرگوش، مور، اونٹ، بطخ، مرغی، ہدہد، بگلا، سارس، بیا حلال جانور ہیں۔

گرگٹ اور چھپکلی کو مار دینا چاہیے حضور علیہ السلام نے وزغ چھپکلی اور گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کے لیے کافروں نے جو آگ جلائی تھی۔ اسے یہ پھونکتے تھے۔

مکان میں پرند گھونسلہ بنالے تو اسے خراب نہ کیا جائے مکان میں پرند گھونسلہ بنالیں اور بچے بھی دے دیئے تو جب تک بچے بڑے ہو کر اڑ نہ جائیں اس وقت تک گھونسلہ کو بگاڑا نہ جائے۔

جانوروں کو لڑانا ممنوع ہے۔ مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے بھینسے وغیرہ جانوروں کو لڑانا منع ہے۔

جانبین سے شرط ہو تو جوا ہے۔ حرام ہے۔ جانوروں کو لڑانا۔ ان کو ایذا و تکلیف دینا ایک فضول رسم اور فضول خرچی ہے۔ باوقار قوم کی شان کے خلاف ہے۔

تاش شطرنج

اسی طرح شطرنج گنجفہ چوسر کھیلنا خطا ہے۔ اور جانبین سے شرط ہو تو جوا ہے حرام ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس قسم کے غلط کھیل کو دین انہماک سے مسلمانوں سے سلطنتیں چھن گئیں۔ لوگوں نے جائدادیں تباہ کر دیں۔ حتیٰ کہ اس کے چسکے نے بیوی بچوں تک کو گروی رکھنے بیچنے تک کے ذلیل فعل کا ارتکاب تک کرا دیا۔ کیرم بورڈ بغیر شرط کے کھیلنا جب کہ نماز و فرائض میں کوتاہی نہ ہو جائز ہے۔

جانور پالنا

شوقیہ طور پر جانور پالنا، کبوتر اور مختلف قسم کے پرند۔ طوطا۔ ہرن وغیرہ جائز ہے۔ مگر جانور پالا جائے تو اس کے حقوق بھی ادا کرنا فرض ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

جانوروں کے حقوق

ایک شخص اس لیے بخشا گیا کہ اس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا اور اس کی جان بچائی اور ایک شخص پر اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے بلی کو باندھا آزاد نہ چھوڑا اور وہ بھوکی سسک سسک کر مر گئی۔ ایک شخص نے بلا وجہ چیونٹی کو جلا دیا اس پر اس سے باز پرس ہوئی (بخاری)۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ جانور اگر رکھا ہے تو اس کے کھانے پینے رہنے کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے۔

جانور کو تکلیف دینا ناجائز ہے

ذبح کے بعد جانور جب بالکل ٹھنڈا ہو جائے پھر کھال اتاریں۔ جانور کے سامنے چھری تیز کرنا ایک جانور کے سامنے دوسرے کو ذبح کرنا اچھا نہیں۔ جانور کو تیز چھری سے ذبح کرنا چاہیئے۔

ذبح کا طریقہ

ذبح میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ حلقوم سانس کی رگ۔ مری کھانا پانی اترنے والی رگ و دجین۔ مذکورہ بالا رگوں کے ساتھ دو رگیں ہیں جن میں خون جاری ہوتا ہے ذبح کی ان چار رگوں میں تین کا کٹ جانا ضروری ہے۔ ورنہ جانور حلال نہ ہوگا۔ عورت مرد (بچہ جو ذبح کرنا جانتا ہو) ذبح کر سکتے ہیں۔ جانور کا منہ بوقت ذبح قبلہ رُخ کر دینا مستحب ہے۔ ذبح کرنے والے کا صحیح عقیدہ

ہونا ضروری ہے۔ ورنہ جانور حرام ہو جائے گا۔ بوقتِ ذبح بسم اللہ اکبر کہنا چاہیئے۔ اگر قصداً بسم اللہ نہ پڑھی جانور حرام ہے۔ بھول کر بسم اللہ نہ پڑھی تو جانور حلال ہے۔ بوقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ اللہ کے سوا کسی کا نام لیکر ذبح کیا جانور حرام ہے۔ ذبح کرنے والے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری و لازمی ہے۔ ذبح ہر اس چیز سے کر سکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے۔ دھار دار پتھر، کھپچی سے بھی ذبح کر سکتے ہیں، بندق کی گولی سے ذبح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ رگوں کو کاٹتی نہیں۔

جانور ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے بچہ برآمد ہوا

بکری یا گائے ذبح کی اس کے پیٹ میں بچہ نکلا اگر وہ زندہ ہے تو ذبح کر دیا جائے حلال ہو جائے گا۔ اگر مرا ہوا ہے تو حرام ہے۔ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کے بچہ کے لیے کافی نہیں (در مختار)

جانور ایسے ذبح کیا کہ سر الگ ہو گیا

جانور کو ذبح کیا اور چھری اس زور سے چلائی کہ سر علیحدہ ہو گیا۔ ایسا کرنا مکروہ ہے مگر جانور حلال ہو گیا۔

مچھلی ٹڈی بغیر ذبح کے حلال ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا دو مرے ہوئے جانور حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔ یعنی ان کو ذبح نہیں کیا جاتا۔ بغیر ذبح حلال ہے۔ اور دو خون یعنی تلی اور کلیجی حلال ہے۔

کونسی چیزوں کا بیچنا ممنوع وحرام ہے

پاخانہ۔ پیشاب۔ خون۔ شراب۔ مشترک چیز بلا اجازت شریک۔ مردار۔ انسان کے اعضاء۔ بال۔ ہڈی چربی وغیرہ زبردستی جبر سے خریدنا۔ شراب کے علاوہ دیگر اور نشہ آور چیزیں جو لوگوں کو نشہ پورے کرنے کے لیے فروخت کی جائیں جس سے صحت خراب ہوتی ہے اور بہت سی خرابیاں اور فتنے پیدا ہوتے ہیں ان تمام چیزوں کی خرید و فروخت حرام اور ممنوع ہے۔ البتہ گوبر کا بیچنا ممنوع نہیں۔ کھاد اور جلانے کے کام آتا ہے۔

مچھلی کے سوا پانی کے تمام

جانور مینڈک۔ کیکڑا وغیرہ حشرات الارض چوہا چھچھوندر۔ گھونس چھپکلی۔ گرگٹ گوہ۔ سانپ۔ بچھو۔ چیونٹی وغیرہ کی بیع ناجائز ہے۔

(فتح القدیر)

کتا، بلی، ہاتھی کی خرید و فروخت جائز ہے

اسی طرح چیتا، شکرا، بہری کی خرید و فروخت جائز ہے، خواہ شکاری ہوں یا نہ ہوں۔

پھلوں کو پختہ ہونے سے قبل بیچنا ممنوع ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا: لَا تَبِیْعُوا الثَّمْرَۃَ حَتّٰی یَبْدُوَ اِصْلَاحُھَا۔

پھل اس وقت تک نہ بیچو جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔

پختہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھل درخت پر نمودار ہو جائیں۔ یا سرخ زردی مائل ہو جائیں۔ جب پھل اس حالت میں ہو جاتے ہیں تو اب عموماً کسی آفت کی وجہ سے ان کا ضائع ہونا، خراب ہونا یا جھڑ جانے کا خطرہ نہیں رہتا۔ مطلب یہ ہے کہ درخت پر پھل کو پختہ ہو جانے کے بعد بیچنا جائز ہے۔ اس سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔ اب پھلوں کو درختوں پر اور کچی کھیتی جس میں غلّہ بھی تیار نہیں ہوا اس کے فروخت کی تین صورتیں ہیں۔

اوّل: کچی کھیتی بیچ دی کہ مشتری ابھی کاٹ لے گا یا اپنے جانوروں سے چرائے گا۔ یہ صورت جائز ہے۔

دوم: یہ کہ اس شرط پر خریدتا ہے کہ کھیتی کو تیار ہونے تک چھوڑ رکھے گا اور جب کھیتی تیار ہو جائے گی پھر کاٹے گا تو یہ صورت بیع فاسد کی ہے کیونکہ اس شرط میں مشتری کا نفع ہے۔

سوم: پھل اس وقت بیچ ڈالے کہ ابھی نمایاں بھی نہیں ہوئے ہیں تو یہ بیع باطل محض ہے۔ آج کل عام رواج ہے کہ باغات کو پھل نکلنے سے پہلے ہی بیچ دیتے ہیں۔ بلکہ کئی سال کے لیے پیشگی دیتے ہیں۔ یہ بیع باطل ہے کیونکہ کیا معلوم کہ پھل پیدا ہوں یا نہ ہوں۔

چہارم: اور اگر پھل ظاہر ہو گئے مگر ابھی کچے ہیں ان کو بیچ دیا تو یہ بیع جائز ہے، مگر مشتری پر درخت سے فوراً توڑ لینا ضروری ہے اور اگر شرط کر لی ہے کہ جب تک پھل تیار نہ ہوں گے درخت پر رہیں گے تو پھر بھی بیع فاسد ہے اور اگر بلا شرط خرید لیے یعنی پھل ظاہر ہو گئے اور خرید لیے اور یہ شرط نہیں کی کہ پھل تیار ہونے یعنی پکنے تک درخت پر رہیں گے اور بائع نے بعد بیع اجازت دے دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو اب کوئی حرج نہیں بیع جائز ہے۔ باغات اور کھیتی کو فروخت کرنے میں عام طور

پر لوگ ان مسائل کا خیال نہیں رکھتے

مردار جانور کے بال و پر و ہڈی کے احکام

مردار جانور وہ ہے جو اپنی طبعی موت مر جائے یا اسے بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح نہ کیا جائے یا پتھر سے مار دیا جائے یا کسی جانور نے اسے ہلاک کر دیا ہو۔ یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا ہو ـــــــــــــ

مردار کی کھال کو رنگنے سے پہلے بیچنا استعمال کرنا حرام ہے اور دباغت کے بعد جائز ہے۔ مردار کا پٹھا، بال ہڈی، چونچ، کھر، ناخن ان سب کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کام میں بھی لا سکتے ہیں۔ جبکہ اس پر گوشت اور چکنائی نہ ہو۔ ـــــــــــــ خنزیر کے تمام اجزا ناپاک و نجس ہیں۔ خنزیر کے بال اور کسی جزء کی بیع باطل ہے اور اس کی کھال و بال کسی صورت بھی استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ خنزیر کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا فانہ رجس خنزیر کے تمام اجزا نجس و ناپاک ہیں اسی طرح مردار کی چربی و گوشت کی خرید و فروخت حرام ہے۔

شکار جائز بھی ہے اور ناجائز بھی

ضرورت کے لیے شکار کرنا جائز ہے۔ شکار کا گوشت ضائع کر دینا ممنوع ہے۔ بعض شکاری محض تفریح طبع یا نشانہ بازی کے لیے جانور کو مار دیتے ہیں اور یونہی چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ گناہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے چڑیا یا کسی جانور کو ناحق مارا روزِ قیامت اس سے سوال ہوگا (نسائی) ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے ممنوع ہے۔

سدھائے ہوئے کتے سے شکار کے احکام

(۱) کلب معلّم اس کتے کو کہتے ہیں جو شکار کے لیے سدھا لیا جاتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ عام جانوروں کی طرح شکار پھاڑ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک کے لیے پکڑ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے عام درندوں کا پھاڑا ہوا جانور حرام ہے اور سدھائے ہوئے کتے کا شکار حلال ہے (۲) پھر چونکہ اس میں کتے کو مطلق رکھا گیا ہے اس لیے کسی بھی قسم و نسل کا کتا چاہے وہ اسود ہی کیوں نہ ہو جب اس کو سدھا لیا جائے تو اس کا شکار حلال ہے (لیکن امام مالک کے نزدیک کلب اسود کا شکار حلال نہیں ہے)

(۳) حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کتے کے ذریعہ شکار کرنے کے لیے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل کتا سدھایا ہوا ہو۔ دوم ارسال یعنی کتے نے خود بخود شکار نہ کیا ہو، بلکہ مالک کا اشارہ پاکر اس نے جانور کو پکڑا ہو۔ سوم یہ کہ بوقت ارسال بسم اللہ پڑھ لی ہو۔ چہارم یہ کہ کتے نے شکار کو مالک کے لیے پکڑا ہو اور اس میں سے خود نہ کھایا ہو۔ اگر خود اس نے شکار سے کھا لیا تو شکار حرام ہوگا۔ چنانچہ حدیث کے یہ لفظ اذا اکل فلا تاکل سے یہ بات بالکل صراحت کے ساتھ معلوم ہوئی ہے (۴) اگر بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھی، تو شکار حلال ہے اور اگر قصداً نہیں پڑھی تو حرام ہے۔ (۵) اگر سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑا اور دوسرا کتا بھی شکار کرنے میں شامل ہو گیا تو شکار حرام ہوگا کیونکہ شکاری نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی تھی نہ کہ دوسرے کتے پر (۶) یہ ہدایات قرآن پاک کی اس آیت سے ماخوذ ہیں۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۔	اور جو شکاری جانور تم نے سدھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دے اور اس پر اللہ کا نام لو۔

یہ آیت ابن حاتم اور حضرت زید بن مہلہل کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام حضور نے زید الخیر رکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعہ شکار کرتے ہیں کیا ہمارے لیے حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الف: جو شکاری جانور خواہ وہ درندوں میں سے ہوں جیسے کتا اور چیتا یا شکاری پرندوں سے ہوں۔ جیسے باز شاہین، شکرہ وغیرہ۔ جب ان کو اس طرح سدھا لیا جائے کہ جو شکار کریں اس میں سے نہ کھائیں اور جب شکاری ان کو چھوڑے تب شکار پر جائیں اور جب واپس بلائے واپس آجائیں۔ ایسے شکاری جانور کو معلّم کہتے ہیں۔ آیت سے جو مستفاد ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے کتا یا شکرہ وغیرہ کوئی شکاری جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے:

(۱) شکاری جانور مسلمان کا ہو اور سدھایا ہوا ہو (۲) اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو (۳) شکاری

جانور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر چھوڑا گیا ہو (۴) شکار اگر زندہ ملے تو اس کو زندہ ملے تو اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر لیا جائے۔ (۵) اگر زندہ نہ ملے تو اس کے بغیر ہی حلال ہے کیونکہ بوقت ارسال بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ لی گئی ہے۔

(ب) اور مندرجہ ذیل صورتوں میں شکار حرام ہوگا:۔

(۱) اگر شکاری جانور (معلم) سدھایا ہوا نہ ہو (۲) یا اس نے شکار کے زخم نہ کیا ہو۔ (۳) یا شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر نہ پڑھا ہو (۴) یا شکار زندہ ملا ہو اور اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح نہ کیا ہو (۵) یا معلم کے ساتھ غیر معلم شکار میں شریک ہو گیا ہو (۶) یا ایسا شکاری جانور شکار میں شریک ہو گیا ہو کہ جس کو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر نہ چھوڑا گیا ہو (۷) یا وہ شکاری جانور کسی مجوسی کافر کا ہو۔ ان سب صورتوں میں شکار حرام ہے۔

(ج) نیز یہی احکام تیر کے ساتھ شکار کے ہیں۔ یعنی اگر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر تیر شکار پر چھوڑا اور تیر سے شکار مجروح ہو کر گر پڑا اور مر گیا تو حلال ہے اور اگر مجروح ہو کر بھی زندہ رہا تو پھر اس کو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر دوبارہ ذبح کیا جائے گا اور اگر بوقت ارسال تیر پر بسم اللہ نہیں پڑھی یا تیر نے شکار کو زخم نہیں پہنچایا یا زندہ پانے کے بعد دوبارہ اس کو ذبح نہ کیا تو ان صورتوں میں تیر کا شکار بھی حرام ہوگا۔ نیز بندوق کو تیر پر قیاس نہ کیا جائے۔ بندوق کا شکار بغیر ذبح کے کسی حالت میں حلال نہیں

حفاظت کے لیے کُتا پالنا

جانور یا زراعت یا کھیتی یا مکان کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے کُتا پالنا جائز ہے اور یہ مقصد نہ ہو تو پالنا ناجائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے (بلا مقصد) کُتا پالا اس کے عمل (ثواب) میں ہر روز دو قیراط کم ہو جائیں گے۔ جس گھر میں کُتا یا تصویر ہو رحمت کے فرشتے نہیں آتے (بخاری و مسلم) جس صورت میں کتا پالنا جائز ہے اس میں بھی مکان کے اندر نہ رکھے۔ البتہ اگر چور یا دشمن کا خوف و اندیشہ ہو تو مکان کے اندر بھی رکھ سکتا ہے۔

(فتح القدیر)

نجاستوں، جانوروں کے پیشاب اور دیگر چیزوں کے پاک و ناپاک ہونے کا بیان

نجاستِ غلیظہ جو سخت ناپاک نجس ہو اور اس کا حکم بھی سخت ہے۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ بہتا خون، پیپ موتھ بھر قے۔ حیض و نفاس و استحاضہ کا خون۔ منی۔ ودی۔ مذی۔ دُکھتی آنکھ سے جو پانی بہے۔ دودھ پیتے لڑکی لڑکے کا پیشاب۔ شیر خوار بچہ نے دُودھ ڈال دیا اور وہ مُنہ بھر ہے۔ خشکی کے ہر جانور کا خون۔ مردار کا گوشت، چربی۔ حلال جانور جسے مجوسی۔ ہندو، سکھ، بت پرست یا مرتد نے ذبح کیا ہو۔ وہ جانور جو بغیر ذبح شرعی مر گیا ہو (مردار) حرام چوپائے جیسے کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا۔ گدھ، خچر، ہاتھی اور خنزیر کا پاخانہ پیشاب۔ گھوڑے کی لید۔ ہر حلال چوپایہ جیسے گائے بھینس کا گوبر۔ بکری اونٹ کی مینگنی اور وہ پرند جو اونچا نہ اڑے جیسے مرغی بطخ چھوٹی نسل کی ہو یا بڑی نسل کی۔ شراب (خمر) سانپ خواہ جنگلی ہو اس کا پاخانہ مینڈک کا گوشت جس میں بہتا خون، خنزیر کا گوشت ہڈی بال تمام اعضا، چھپکلی یا گرگٹ کا خون۔ ہاتھی کے سونڈ کی رطوبت۔ شیر، چیتے، کتے۔ درندوں کا لعاب۔ یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور قصداً پڑھی تو گنہگار ہوگا۔ اور اگر نجاست غلیظہ ایک درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمہ ہوگی۔ اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سُنّت ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی ہو گئی۔ مگر خلاف سُنّت ہے اس کو دوبارہ پڑھ لینا بہتر ہے۔

نوٹ: (۱) جس شیشی میں پیشاب یا خون۔ یا شراب ہے اس کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھی۔ نماز نہ ہوگی (۲) اگر ایسے انڈے کو جس کی زردی خون ہو چکی ہے جیب میں رکھ کر نماز پڑھی تو ہو جائے گی (۳) بھیگی ہوئی ناپاک زمین یا نجس بچھونے پر سوکھے ہوئے پاؤں رکھے اور پاؤں میں تری آ گئی تو نجس ہو گئے۔ اور اگر صرف سیل ہے تو نہیں (۴) بھیگے ہوئے پاؤں نجس زمین یا بچھونے پر رکھے تو ناپاک نہ ہوں گے۔

اگر چہ پاؤں کی تری کا اسپر دھبہ محسوس ہو اور اگر اس زمین یا بچھونے کو اتنی تری پہنچی کہ اس بچھونے یا زمین کی تری پاؤں کو لگی تو اب پاؤں نجس ہو جائیں گے۔

نجاست خفیفہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے جیسے گائے بکری وغیرہ کا پیشاب گھوڑے اور جس پرند کا گوشت حرام ہے خواہ شکاری ہو۔ جیسے کوا چیل شکرا باز کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کپڑے یا بدن کے جس حصہ پر لگی۔ اس کی چوتھائی سے کم ہے تو معاف ہے۔ نماز اس سے ہو جائے گی۔ اور اگر پوری چوتھائی حصہ پر ہے تو بے دھوئے نہیں ہوگی۔

مندرجہ ذیل جانوروں کا لعاب پسینا اور جھوٹا پاک ہے تمام حلال جانور جیسے گائے بھینس بکری، ہرن، دُنبہ، اونٹ تیتر بٹیر، کبوتر، چڑیا وغیرہ گھوڑا۔ تمام وہ جانور جو پانی میں رہتے ہیں، خواہ اُن کی پیدائش پانی کے باہر ہو۔

مندرجہ ذیل جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے سوئر۔ کتا۔ شیر۔ بھیڑیا۔ ہاتھی۔ گیدڑ اور دوسرے درندے وہ مرغی یا حلال جانور جسے غلیظ کھانے کی عادت ہو۔ بلی جبکہ اس نے چوہا کھایا اور فوراً برتن میں منہ ڈالدیا۔ اگر خوب زبان سے چاٹنے کے بعد کہ اس کے منہ میں چوہے کے خون وغیرہ کا اثر جاتا رہا۔ پھر برتن میں منہ ڈالا تو پاک ہے مگر مکروہ۔

مندرجہ ذیل جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی چوہا۔ سانپ چھپکلی اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا باز چیل کوا اور گدھے خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔ لیکن اگر اس کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا پاک ہے۔

نوٹ:۔ اچھا پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے۔ اگر اچھا پانی موجود نہیں ہے تو پھر مکروہ پانی سے وضو وغسل میں حرج نہیں۔

بعض جانور جن کی بیٹ وغیرہ اور بعض وہ چیزیں جو پاک ہیں (۱) بلغمی رطوبت جو ناک یا منہ سے نکلے اگر چہ پیٹ سے چڑھے (۲) چمگادڑ کی بیٹ اور پیشاب جو پرند اونچے اڑتے ہیں۔ جیسے کبوتر مینا۔ مرغابی قاز کی بیٹ (۳) مچھلی اور پانی کے

رہنے والے جانور کھٹمل مچھر کا خون۔ خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ۔(۴) پیشاب کی نہایت باریک چھینٹیں سوئی کے نوک برابر بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن پاک ہے (۵) وہ خون جو زخم سے بہا نہ ہو (۶) تلی کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا (۷) ناپاک چیز کا دھواں (۸) پاخانہ یا دیگر نجاست پر سے مکھیاں اڑکر جسم یا کپڑے پر بیٹھیں (۹) راستہ کی کیچڑ جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو۔ سڑک پر چھڑکاؤ کے پانی کی چھینٹیں (۱۰) کتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے۔ بشرطیکہ اس کے بدن پر کوئی اور نجاست نہ لگی ہو (۱۱) سوا سور کے تمام جانوروں کی وہ ہڈی جس پر مردار کی چکنائی باقی نہ ہو (۱۲) سور کے سوا تمام جانوروں کے بال دانت جیسے ہاتھی شیر وغیرہ کے (۱۳) عورت کے پیشاب کے مقام سے جو رطوبت نکلے۔ یہ سب پاک ہیں۔ بدن یا کپڑے کو لگ جائیں بدن یا کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

منی و ودی ناپاک ہے

اسی طرح بوقت شہوت جو رطوبت بھی نکلے۔ اگر کپڑے کو منی لگ جائے اور ابھی گیلی ہو تو دھونے سے ہی کپڑا پاک ہوگا اور اگر غلیظ ہو اور سوکھ جائے اور اس کو خوب اچھی طرح رگڑ ڈالا جائے کہ اس کے اجزا کپڑے سے جھڑ جائیں تو اس کپڑے کے ساتھ بغیر دھوئے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں اور کپڑا پاک ہو جائے گا۔

وضو و غسل کے پانی کا حکم

جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا پاک ہے۔ مگر اس پانی سے وضو غسل جائز نہیں۔ پانی سے بھرے ہوئے لوٹے حمام یا بالٹی میں بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا ناخن بقصد یا بلا قصد بغیر دھوئے ہوئے پڑ جائے تو اس پانی سے بھی وضو جائز نہیں۔ اسی طرح جس پر غسل فرض ہے اس کے جسم کا کوئی بے دھلا ہوا حصہ پانی سے چھو جائے تو اس پانی سے بھی وضو و غسل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر دھلا ہوا ہاتھ پانی سے چھو جائے تو اس پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔

جو پانی سورج کی گرمی سے گرم ہو جائے

اگرچہ پاک ہے مگر جب تک گرم ہے اس سے وضو و غسل نہ کیا جائے کیونکہ ایسے پانی کے استعمال میں برص کے مرض میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

۴۔ آدمی خواہ جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت اس کا جھوٹا پاک ہے۔ کافر کا بھی پاک ہے مگر اس سے بچنا چاہیئے۔

دورانِ بارش چھت پرنالہ وغیرہ کے پانی کا حکم

دوران بارش پرنالہ سے جو پانی گرے اگرچہ چھت پر نجاست ہو تو اگر پانی کے رنگ و بو مزا میں تبدیلی نہ ہو تو پاک ہے اور اگر بارش رُک گئی پانی بہنا موقوف ہو گیا تو اب ٹھہرا ہوا پانی جو چھت سے ٹپکے نجس ہے۔ اسی طرح دوران بارش نالیوں یا سٹرکوں کا پانی جب کہ اس کا رنگ و بو مزہ نہ بدلے پاک ہے۔

حرام جانور کا دُودھ نجس ہے

حرام جانور کا دُودھ نجس ہے۔ البتہ گھوڑی کا دُودھ پاک ہے مگر کھانا جائز نہیں۔ آدمی کی کھال یا کوئی عضو جسم سے جدا ہو کر اگرچہ ناخن برابر ہو پانی میں گر جائے۔ وہ پانی ناپاک ہے اور خود پانی میں ناخن گر جائے تو ناپاک نہیں۔

درم کا وزن اور اس کی پیمائش

نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہے جیسے پاخانہ لید گوبر تو درم کے برابر یا کم یا زیادہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وزن میں اس کے برابر یا کم یا زیادہ ہو درم کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے۔ اگر نجاست غلیظہ پتلی ہے جیسے آدمی کا پیشاب شراب تو درم سے مراد اس کا پھیلاؤ ہے جو تقریباً سابقہ چاندی کے روپے کے برابر ہے۔

ناپاک اشیاء کو پاک کرنے کا طریقہ

نجاست اگر دلدار ہے تو دھونے میں گنتی شرط نہیں ہے بلکہ اس نجاست کو پانی سے دور کرنا چاہیئے کہ اس کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔ خواہ یہ ایک بار دھونے سے ہو یا تین بار اور اگر نجاست پتلی ہے جیسے پیشاب وغیرہ تو تین بار دھونے اور تینوں بار نچوڑنے سے وہ چیز پاک ہو گی۔ ہر مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کر لینا چاہیئے۔ جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں جیسے چٹائی کمبل۔ قالین۔ مٹی کے کورے برتن۔ تخت لحاف گدا چمڑے کی بنی ہوئی چیزیں۔ غرض کہ ہر وہ چیز جو اپنے اندر نجاست کو جذب کر سکتی ہے اور نچوڑا اس کا

دشوار ہے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھو کر چھوڑ دیں۔ حتیٰ کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے تیسری بار میں وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ ہر مرتبہ دھونے کے بعد سکھانا ضروری نہیں ہے جو کپڑا اپنی نازکی کی بنا پر نچوڑنے کے قابل نہیں انہیں بھی اسی طرح پاک کیا جائے گا۔ ایسی چیزیں جن میں مسام نہیں ہوتے۔ نجاست اس میں بالکل جذب نہیں ہوتی۔ جیسے چینی پیتل۔ تانبے لوہے، اسٹیل کی اشیاء پالش کی ہوئی لکڑی روغن دار مٹی کے برتن آئینہ شیشہ وغیرہ صرف تین بار دھو لینے سے پاک ہو جائے گا۔

ناپاک گھی یا تیل کو پاک کرنے کا طریقہ

جمی ہوئی چیز جیسے شہد یا گھی وغیرہ میں اگر چوہا یا اس کی مثل کوئی جانور گر جائے تو اس کو نکال پھینک دیں اور آس پاس سے تھوڑا تھوڑا گھی جہاں تک اس کی نجاست سرایت کرنے کا ظن ہو پھینک دیں۔ باقی کا پاک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جمے ہونے کی وجہ سے نجاست سارے گھی میں سرایت نہیں کرے گی بلکہ صرف اس حصہ میں سرایت کرے گی جو اس سے ملا ہوا ہوگا۔ اس لیے آس پاس کے گھی کو نکال دینے سے باقی کا گھی پاک قرار پائے گا اور اگر گھی جما ہوا نہیں ہے تو پھر اسے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ناپاک گھی کو اتنے بڑے برتن میں کر دیں کہ اس کا کچھ حصہ خالی رہے۔ پھر پاک پانی یا اسی جنس کی پاک چیز اس برتن میں ڈالیں۔ حتیٰ کہ برتن کے منہ سے ابلنے لگے اور کناروں سے بہہ نکلے۔ جو گھی برتن کے کناروں سے بہے گا ناپاک ہے جو برتن کے اندر رہے گا وہ پاک ہو جائے گا۔ نیز اگر ناپاک گھی جم گیا ہے تو اسے پگلا کر اسی طرح پاک کر سکتے ہیں۔

نوٹ: جو گھی یا تیل ناپاک ہو اس کا کھانا ناجائز ہے۔ البتہ جلانے یا اسی نوع کے دوسرے کاموں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

کنواں پاک کرنے کا طریقہ

مندرجہ ذیل صورتوں میں کنویں کا کل پانی نکالا جائے گا۔

(۱) انسان یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون۔ شراب کا ایک قطرہ یا کوئی ایسی چیز جو نجس و ناپاک ہو۔ یا مرغی بطخ کی بیٹ یا جن چوپاؤں کا گوشت حرام ہے ان کا پاخانہ پیشاب۔ یا آدمی بکری کتا کوئی بھی خواہ۔ رکھنے والا جانور ان کے برابر ہو یا ان سے بڑا۔ یا مرغی بلی چوہا چھپکلی یا کوئی بھی خون رکھنے والا جانور کنویں میں گر کر مر کر پھول جائے یا یہ سب کنویں سے باہر مریں پھر کنویں میں گر جائیں۔ خنزیر کنویں میں گر جائے زندہ نکلے یا مردہ۔ چھپکلی یا چوہے کی دم کٹ کر کنویں میں گرے اگرچہ پھولی پھٹی نہ ہو۔ دو عدد بلیاں گر کر مر جائیں۔ یا کافر مردہ اگرچہ سو بار دھویا گیا ہو گر جائے۔ جوتا یا گیند وغیرہ گرے۔ جبکہ ان کا نجس و ناپاک ہونا بالیقین معلوم ہو۔ یا مردار کی ہڈی جس پر گوشت یا چکنائی لگی ہو یا سور کی ہڈی یا اس کا کوئی بھی جز یا چھ عدد چوہے گر کر مر جائیں یا کچہ بچہ یا جو بچہ مردہ پیدا ہو گر جائے۔

۲: چوہا چھچھوندر۔ چڑیا چھپکلی گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا جانور جو خون رکھتا ہے گر کر مر گیا۔ تو بیس ڈول سے تیس ڈول تک پانی نکالا جائے۔

۳: کبوتر مرغی بلی یا یکدم تین چار یا پانچ تک چوہے گر کر مر جائیں تو چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے۔

(۴) مندرجہ ذیل صورتوں میں کنواں پاک رہے گا۔ اگر مینگنیاں، گوبر اور لید اگرچہ ناپاک ہیں مگر گر جائیں تو ان کا قلیل معاف ہے۔ اڑنے والے حلال جانور کبوتر، چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند۔ چیل۔ شکرا باز کی بیٹ گر جائے۔ چوہے چمگادڑ کا پیشاب یا نجس غبار گرے۔ پانی کا جانور جو پانی ہی میں پیدا ہوتا ہے کنویں میں مر جائے یا مرا ہوا گر جائے اگرچہ پھول پھٹ گیا ہو۔ مرغی کا تازہ انڈا جس پر ہنوز رطوبت لگی ہو۔ بکری کا بچہ جو پیدا ہوتے ہی کنویں میں گرا مگر مرا نہیں۔ جس جانور میں خون نہیں

ہوتا۔ جیسے مچھر مکھی وغیرہ۔ گر جائیں تو کنواں پاک رہے گا۔

نوٹ: جس کنوئیں کا پانی نہ ٹوٹتا ہو تو اندازہ کر کے کہ اس میں اتنا پانی ہے کل پانی نکالا جائے گا۔ کل پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آخری ڈول ڈالیں تو آدھا بھی نہ بھرے۔ اس کی مٹی نکلنے کی ضرورت نہیں۔ دیوار رسی ڈول بھی پاک ہو گئے۔ ان کو دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں۔ جس چیز کی وجہ سے پانی نکالنے کا حکم ہے پہلے اس چیز کو نکال دیں اگر وہ اسی میں پڑی رہی تو کتنا ہی پانی نکالیں پاک نہ ہوگا۔ اگر وہ چیز گل سڑ کر پانی ہو گئی ہے تو صرف پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا

گری پڑی چیز اٹھا لینے کے احکام

(۱) ہر قسم کی گری پڑی چیز کا اٹھانا جائز ہے۔ مثلاً متاع، جانور بلکہ اونٹ وغیرہ، پڑا ہوا مال کہیں ملا اور یہ خیال ہو کہ میں اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گا تو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو تلاش نہ کر سکوں تو چھوڑ دینا بہتر ہے۔ اور اگر ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اٹھانا ناجائز ہے اور پڑا ہوا مال اپنے لیے اٹھانا حرام ہے۔ اگر یہ ظن غالب ہو کہ اگر نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی تو اٹھا لینا ضروری ہے۔

(۲) حدیث میں یہ آیا کہ لقطہ کی ایک سال تک تشہیر کی جائے۔ اٹھانے والے پر تشہیر کرنا لازم ہے۔ یعنی بازاروں اور شارع عام میں اور مساجد میں بہترین ذریعہ ریڈیو اور اخبارات ہیں۔ ان کے ذریعہ تشہیر کرائیے۔ تشہیر کی مدت میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اتنے زمانہ تک تشہیر کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔

(۳) لقطہ اٹھانے والے کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے۔ یعنی اٹھانے والے نے اس کی اپنے مال کی طرح حفاظت کی مگر اس کے باوجود تلف ہو گیا تو اس پر تاوان نہ ہوگا۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنا لیا ہو۔ اور اگر گواہ نہ کیا تو تلف ہونے کی صورت تاوان دینا پڑے گا۔ ہاں اگر وہاں کوئی نہ ہو۔ یا یہ اندیشہ ہو کہ گواہ بنائے گا تو ظالم چھین لے گا اور مالک تک نہ پہنچائے گا تو اس صورت میں تلف ہو جانے پر ضمان نہیں ہے۔

(۴) تشہیر کی مدت پوری ہو جانے کے بعد اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ یا تو لقطہ کی خود حفاظت کرے۔ تاآنکہ اس کا مالک مل جائے۔ یا کسی غریب و مسکین کو دے دے یا اگر خود غریب و نادار ہے تو اپنے کام میں لے آئے لیکن ان سب صورتوں میں جب بھی مالک آگیا اس کو اختیار ہے کہ یا تو صدقہ کو جائز کر دے۔ یا اگر وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اس کو لے لے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو تاوان لے لے۔

منت کا بیان

اگر کسی نے یہ منت مانی۔ اگر میرا لڑکا تندرست ہو گیا یا میرا فلاں کام بن گیا تو اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی خیرات کروں گا تو جب شرط پائی جائے اسے پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا یُوفُونَ بِالنَّذْرِ نیک لوگ وہ ہیں جو اپنی منت پوری کرتے ہیں۔ حج، عمرہ، نماز روزہ، خیرات، اعتکاف جس کی بھی منت مانی اس کو پورا کرنا ضروری ہے اس صورت میں کفارہ وغیرہ سے کام نہیں لیا جا سکتا —— اور اگر اس طرح منت مانی کہ اگر میں فلاں شخص کے گھر جاؤں یا فلاں سے کلام کروں۔ تو اگر اس کے گھر چلا گیا۔ اس سے کلام کر لیا تو اس صورت میں اختیار ہے کہ یا تو جتنے روزوں کی منت مانی تھی وہ رکھ لے یا روزوں کا کفارہ دیدے۔

ناجائز منت

علم و تعزیہ بنانے کی منت مانی۔ بعض عورتیں لڑکے کے کان چھدوانے یا چوٹیا رکھنے یا سونے چاندی یا پیتل کا کسی بزرگ کے نام پر کڑا پہنانے کی منت مانتی ہیں ایسی منت ناجائز ہے اور اس کا پورا کرنا لازم نہیں کیونکہ منت نیک کام کی ماننی چاہیئے۔ خلاف شرع کام کی نہیں۔

مسجد میں چراغ جلانے

کسی بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز دلانے یا مجلس میلاد کرنے کی منت مانی تو یہ نذر فقہی نہیں ہے مگر یہ کام منع نہیں جائز ہے۔ اس کو پورا کرے تو اچھا ہے۔ البتہ کوئی کام خلاف شرع نہ ہونا چاہیئے۔ بعض لوگ یوں منت مانتے ہیں کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو فلاں بزرگ کے مزار پر گھی کے چراغ جلاؤں گا یہ غلط اور لغو ہے۔ اتنا گھی جو ضائع کرتا ہے اسے اس بزرگ کے ایصال ثواب کے لیے کسی غریب و مستحق کو دے دینا چاہیئے۔ اسی طرح مزاروں پر مٹی کے گھوڑے چڑھانا۔ تاگے باندھنا اس قسم کی رسمیں بھی فضول ہیں۔

تعویذ گنڈا

آیاتِ قرآنیہ۔ اللہ کے اسماء اور حدیث میں مذکورہ دعاؤں یا ایسے جائز الفاظ یا لکیروں وغیرہ پر مشتمل تعویز بغرض شفاء وغیرہ گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ حدیث میں ممانعت اس تعویز کی آئی ہے کہ جس میں کوئی خلاف شرع لفظ ہو۔ اسی طرح بغرض شفا آیات قرآنیہ، اسماء الٰہی درود شریف اور دعائیں رکابی پر لکھ کر مریض کو پلانا بھی جائز ہے۔

نظر حق ہے

بچوں کو اور اشیاء کو نظر لگ جانا حق ہے۔ احادیث سے ثابت و واضح ہے۔ حدیث میں فرمایا جب اپنے یا کسی مسلمان بھائی کی چیز دیکھے اور پسند آئے۔ تو یہ کہے اللہ برکت دے یا ماشاء اللہ کہے تو نظر نہیں لگتی۔

اگر بچہ کو نظر لگ جائے تو سورہ فاتحہ اور چاروں قل پڑھ کر دم کریں۔ آیۃ الکرسی کا دم بھی فائدہ مند ہے۔ یونہی صدقہ و خیرات بھی بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ بچہ کی ٹھوڑی پر سرمہ کا کالا ٹیکہ لگا دینے سے بچہ نظر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا نظر کا لگنا حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر پر غالب آتی ہے تو وہ نظر ہے۔

نیک فالی اور بد فالی

حضور نے فرمایا فال اچھی چیز ہے اور فال یہ ہے کہ کہیں جاتے وقت یا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت کسی کی زبان سے اچھا کلمہ نکل گیا یہ فال حسن ہے اور بد فالی کوئی چیز نہیں۔ مثلاً بلی نے راستہ کاٹ دیا۔ الو بول اٹھا۔ یا اسی قسم کی باتیں جن سے بد فالی لی جاتی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بُرا شگون کسی کو واپس نہ کرے۔ یعنی کہیں جانے کا ارادہ ہے اتفاقاً ہاتھ سے گلاس گر کر ٹوٹ گیا اس سے بد فالی مراد لی تو ایسی صورت میں جہاں جانا ہے اللہ پر بھروسہ کر کے چلا جائے۔ بد فالی کی بناء پر کسی کام یا سفر سے رُک جانا ممنوع ہے

ماہِ صفر کو منحوس جاننا لغو ہے

ماہِ سفر کو بعض لوگ منحوس قرار دیتے ہیں۔ اس کی ابتدائی تیرہ تاریخوں (تیرہ تیزی) بہت منحوس مانی جاتی ہیں۔ اس طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بُرا جانتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ ہر مہینہ کی ۳ - ۱۳ - ۲۳ - ۸ - ۱۸ - ۲۸ کو منحوس سمجھتے ہیں۔ ان ایام میں بیاہ شادی سفر اور کپڑا کاٹنے اور سینے کو برا مانتے ہیں۔ یہ سب باتیں لغو اور خلاف شرع ہیں۔ نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں۔ اسی طرح نچھتروں کا حساب بھی غلط ہے۔

ہزاری وکھی روزہ ماہ رجب کی ۲۶ اور ۲۷ کے روزہ رکھنے کو ہزاری وکھی سے موسوم کرتے ہیں یعنی ۲۶ کے روزہ کے ثواب ہزار روزے کا اور ۲۷ کے روزہ کا ثواب ایک لاکھ روزے کا بتاتے ہیں تو ان روزوں کے رکھنے میں حرج نہیں باعثِ ثواب و خیر و برکت ہیں۔ مگر یہ جو ثواب کے متعلق مشہور ہے اس کا ثبوت نہیں۔

پریشان خواب دیکھنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نبوت کے اجزا میں سے سوائے مبشرات (بشارتوں) کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی اور مبشرات سچے خواب ہیں (بخاری) اگرچہ خواب کی پیدائش و رویت دونوں منجانب اللہ ہوتے ہیں لیکن اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت کی حیثیت رکھتا ہے تاکہ بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے تاکہ مسلمان پریشان ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤیَا یَکْرَھُھَا فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِہٖ ثَلَاثًا وَّلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ ثَلَاثًا وَّلْیَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِہٖ (مسلم)	شخص برا خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں طرف تھوکے اور شیطان سے اللہ کی پناہ چاہے اور اس کروٹ کو بدل ڈالے جس پر خواب دیکھنے کے وقت پڑا تھا۔

برے خواب سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہم کو قریب نہ آنے دیجئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیئے اور صدقہ کرنا چاہیئے۔ برے خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا چاہیئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب خدا کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ پسندیدہ اچھے خواب کی تعبیر اس شخص سے پوچھنی چاہیئے جس سے محبت واعتقاد ہو (نیک و صالح ہو) اگر برا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس خواب کے شر و فساد سے پناہ مانگے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کرے۔ اس طرح برے خواب کے بد نتائج سے انسان محفوظ ہو جائے گا (خلاصہ مفہوم حدیث بخاری و مسلم)

قمری مہینوں کے نام محرم الحرام۔ صفر المظفر۔ ربیع الاوّل، ربیع الثانی، جمادی الاوّل — جمادی الاخری، رجب المرجب، شعبان المعظم، رمضان المبارک۔ شوال المکرم۔ ذلیقعد۔ ذوالحجہ۔ مسلمانوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اسلامی مہینوں اور سن سے اپنا حساب کتاب جاری کیا کریں۔

حقوق وفرائض

حقوق وفرائض ہر انسان کے دوسرے انسان پر۔ بلکہ ہر انسان کا خود اپنی ذات بلکہ اپنے ایک ایک عضو کا حق ہے۔ اسی طرح جن چیزوں سے انسان کا تعلق ہے اور وہ ان سے نفع اٹھاتا ہے۔ ان کا بھی حق ہے۔ حتیٰ کہ آگ پانی مٹی جانور کا بھی حق ہے اسی لیے بلاوجہ و بلا ضرورت پانی ضائع کرنا یا کسی چیز کو فضول خرچ کرنا منع ہے —— حضور علیہ السلام نے فرمایا بیشک تیری جان تیرے بدن اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اپنے آپ کو قصداً مشقت و مصیبت میں مبتلا کرنا اسی لیے ممنوع ہے۔

محنت مزدوری ضروری ہے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لیے اپنے بیوی بچوں اور جن کا نفقہ آدمی پر واجب ہے کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے اور قرض کی ادائیگی کے لیے محنت مزدوری کرنا حلال روزی کمانا فرض ہے۔ جس کے پاس دن کے لیے کھانے کی چیز موجود ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ سائل و گداگر اس طرح بھیک مانگ کر جو دولت جمع کرتے ہیں وہ مالِ خبیث ہے۔

حقوق العباد کا درجہ اللہ کے حق سے بھی زیادہ ہے بندوں کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کی رو سے بندوں کا حق اللہ کے حق پر مقدم ہے۔ کیونکہ بندہ محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے۔

مثلاً اگر آدمی زنا کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے لیکن اگر کسی پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اس کی معافی قیامت کے دن اس وقت ہوگی جس پر ظلم کیا ہے یا جس کا حق مارا ہے معاف نہ کردے

جہاد فرض ہے

قرآن مجید نے یہ تصریح کی ہے کہ کفار مسلمانوں سے ہمیشہ عداوت رکھیں گے اور جہاں تک ان سے ممکن ہوگا مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ کفار کے شر و فساد سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا۔ جب جہاد کے شرائط پائے جائیں اور کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ حضور علیہ السلام نے فرمایا راہِ خدا میں ایک دن سرحد پر گھوڑا باندھنا دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ بلکہ ایک مہینہ کے روزے اور قیام سے بہتر ہے۔ فتنۂ قبر سے ایسا شخص محفوظ رہے گا۔ (بخاری مسلم) ——— قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ کی راہ میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاد کو منسوخ کہنا سخت گمراہی و بیدینی ہے۔ جیسے مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ اب کفار سے جہاد منسوخ ہوگیا ہے۔

مسلمانوں کے خون کی حرمت و عزت

حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی خطبہ کے چند کلمات طیبات جو آپ نے نبوت کے تیئیسویں سال منجانب اللہ تکمیل دین اسلام کا اعلان ہوجانے کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر عید الضحیٰ کے دن وادی منیٰ میں کم و بیش ایک لاکھ انسانوں کے مجمع میں ارشاد فرمائے حسب ذیل ہیں۔

فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا	بے شک تمہاری جان مال اور آبرو تم پر ایسی ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس شہر (سرزمین حرم) میں تمہارے لیے اس ماہ (حرم) میں اس (آج کے) دن کی حرمت

(مسلم) ہے ——— یعنی جس طرح تمہارے ذہنوں میں شہر (مکہ) اس مہینہ (حرم)

کا اور اس دن (یوم عید الضحیٰ) کا احترام مسلم ہے۔ اسی طرح اللہ کے دین اسلام میں مسلمانوں کی جان اور مال اور آبرو کا احترام اور قدر و قیمت مسلم ہے اور جس طرح ان تینوں چیزوں کے احترام کی حفاظت کو تم اپنا فرض سمجھتے ہو بالکل اسی طرح مسلمانوں کے ان تین قیمتی سرمایوں کی حفاظت کو تم اپنا فریضہ سمجھو، جیسے وُہ اللہ کی امانتیں ہیں اور جیسے ان تینوں چیزوں کی حرمتوں کا توڑنا اللہ کی امانت میں خیانت ہے ایسے ہی ان تینوں سرمایوں پر دست درازی اللہ کے دین میں خیانت ہے۔

مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کے تحفظ کی اہمیت بیان فرمانے کے بعد حضور نے فرمایا:۔

اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ | سنو جو شخص یہاں حاضر ہے اور یہ حکم سُن چکا ہے اس کا فرض ہے کہ جو لوگ اس وقت موجود نہیں، ان کو یعنی آنے والی نسلوں کو یہ پیغام پہنچا دے۔

اہل قرابت خصوصاً والدین اگر غریب ہوں تو انکی ضروریات پورا کرنا واجب ہے

قرآن مجید میں فرمایا:

(۱) قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (بقرہ) | فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے ہے۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَائِ ذِي الْقُرْبٰى (نحل) | بے شک اللہ انصاف اور حسن سلوک اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے۔

ذی القربیٰ سے وُہ لوگ مراد ہیں جن کا رشتہ ماں باپ کے ذریعہ ہو۔

(۱) ماں باپ کے قرابت دار جیسے نانا۔ نانی۔ ماموں۔ خالہ (۲) باپ کے قرابت دار جیسے دادا دادی۔ چچا۔ پھوپھی ۲۔ دونوں کے قرابت دار جیسے حقیقی بھائی۔ بہن ان میں جس کا رشتہ زیادہ زیادہ قوی ہوگا اس کا حق مقدم ہوگا۔ یہاں قرابت داروں کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ماں باپ کے بعد یہی لوگ نیک سلوک کے مستحق ہیں۔ قرابت داروں کے حقوق کی ادائگی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان

تمام محنتوں، زحمتوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کا جو آپ کو تبلیغ کے سلسلہ میں پیش آئیں اور اپنے اس احسان وکرم کا جو ہدایت و تعلیم اور اصلاح کے ذریعہ ہم پر فرمایا۔ معاوضہ اپنی اُمت سے یہ طلب فرمایا کہ رشتہ داروں اور قرابت مندوں کا حق ادا کرو۔

قُل لَّا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ)	تم فرماؤ۔ میں تم سے بجز اس کے کوئی مزدوری نہیں مانگتا کہ رشتہ داروں سے محبت پیار کرو

یتیم کی پرورش

وکمسن بچہ جو باپ کے سایہ رحمت سے محروم ہو جائے اِسے اپنی آغوش رحمت میں لینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یتیم کی حفاظت وتربیت کی تلقین کی گئی ہے اور اسپر ظلم وزیادتی کرنے۔ اس کے مال میں خیانت کرنے برباد کرنے ناحق اس کا مال کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ سورہ نساء میں مالدار متولی کو یتیموں کے جائداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کا معاوضہ قبول کرنے کو بھی غیر مناسب قرار دیا گیا ہے اور اگر متولی تنگدست ہو تو اسے منصفانہ طور پر معاوضہ لینے کی اجازت دی گئی ہے ——— حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یتیم کی پرورش کرے اور اس پر احسان کرے وہ دونوں جنت میں جائیں گے۔ یتیم کی پرورش کرنے والا میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ جو یتیم کے سر پر اللہ کی رضا کے لیے ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گذرے ہر بال کے عوض اس کے لیے نیکیاں ہیں۔ سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم پرورش پا رہا ہو۔ اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے بُرا سلوک اور اس پر ظلم کیا جا رہا ہو۔ جو شخص یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور جنت واجب کر دے گا۔ شرح سنہ بخاری ابن ماجہ ترمذی۔

ہمسایہ کا حق

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ جب وہ تم سے مدد چاہے مدد کرو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ محتاج ہو تو اس کی اعانت کرو۔ اسے خوشی پہنچے تو مبارکباد دو۔ مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو (بیہقی) وہ شخص مومن کامل نہیں جس کا پڑوسی اس کی زیادتیوں سے محفوظ نہ ہو (مسلم) اپنے پڑوسی کی عزت کرو (حاکم)

وہ شخص مومن کامل نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے (بیہقی) جو اللہ و رسول سے پیار و محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے پڑوسی کا حق ادا کرے (بیہقی) جو مسلمان روزِ جزا پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا دے۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جبرئیل امین مجھے پڑوسی کے متعلق متواتر وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ کہیں پڑوسی کو میراث میں حصہ دار نہ بنا دیا جائے۔ (بخاری) ان احادیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پڑوسی سے ہمارا سلوک کیسا ہونا چاہیئے۔

اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے

تمام حقوق و فرائض کی جزیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ تاہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادات جو اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہیں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اور ہمیں زندگی کیسے گذارنی چاہیئے

فضائل اخلاق

کامل ترین مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں جو اپنے اہل و عیال پر مہربان ہو (ترمذی) اللہ سے خوف۔ تقویٰ اور حسنِ خلق جنت میں جانے کی صفتیں ہیں۔ اللہ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے۔ صورتوں کو نہیں (مسلم) بردباری وقار سنجیدگی اللہ کو پسند ہیں (مسلم) اچھے خلق کا نام نیکی ہے (مسلم) قیامت کے دن مومن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار چیز اچھا خلق ہوگا (ترمذی) اچھے خلق والا وہ درجہ حاصل کر لیتا ہے جو نفلی عبادت و نفلی روزہ سے حاصل ہوتی ہے (ترمذی) قیامت کے دن وہ شخص مجھے پیارا اور میرے دربار میں مجھ سے قریب تر ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہوگا۔ مگر چبا چبا کر باتیں بنانے والا اپنی خوش گپی سے دوسروں کو تھکا دینے والا مجھے ناپسند اور میرے قرب سے دور ہوگا۔ (ترمذی)

نیکی میں جلدی

رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح فتنے اٹھیں گے۔ اس لیے نیک اعمال میں جلدی کرو (مسلم) جس نے کسی نیک کام کا آغاز کیا اس کو جو اس پر عمل کرے گا ثواب ملے گا۔ اس طرح جو کوئی بُرے کام کی ابتدا کرے گا تو اس کو اور جو اس پر عمل کرے گا گناہ ہوگا۔ (مسلم)

نماز وقت میں ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے (بخاری) پانچ چیزیں ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ بجالائے گا جنت میں جائے گا۔ پانچوں نمازوں کو اُن کی شرائط کے ساتھ ادا کرنا۔ روزہ رکھنا حج کرنا۔ زکوٰۃ خوش دلی سے ادا کرنا غسلِ جنابت بجالانا (طبرانی)

قیامت کے دن

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ۔ اسلام کی اشاعت غریبوں مسکینوں کو کھانے کھلانے اور رات کو نماز پڑھنے والوں کے درجات بڑھاتا ہے۔ قیامت کے دن سات شخص اللہ کے خاص سایہ رحمت میں ہوں گے۔

(۱) امام حاکم عدل کرنے والا (۲) وہ جوان جس کی جوانی عبادت میں گذرے (۳) وہ مسلمان جس کا دل مسجد سے لگا رہے (۴) جو اللہ کیلئے محبت اور اللہ ہی کے لیے دشمنی رکھے (۵) جسے کوئی صاحبِ جمال عورت بُرائی کے لیے بلائے اور وُہ کہدے مَیں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) جس نے صدقہ کو چھپا کر دیا (۷) وُہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور خوفِ الٰہی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ (مسلم)

راستہ کا حق

یہ ہے کہ نگاہیں نیچی رکھنا۔ سلام کا جواب دینا۔ بُرائی سے منع کرنا۔ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا۔ (بخاری)

سادہ زندگی

سادہ زندگی گذارنا ایمان ہے (ابوداؤد) گردوغبار سے اَٹے ہوئے۔ بال بکھرے ہوئے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے شخص کو دیکھ کر حضور نے فرمایا کیا اس کے پاس کنگھا نہیں کہ بال سنوار لے۔ صابون نہیں کہ کپڑے دھو لے۔ (مشکوٰۃ)

زبان کی حفاظت

حضور نے فرمایا جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔ (بخاری)

قناعت

وہ شخص خوش نصیب ہے جو اسلام لایا اور ضرورت بھر سامان رکھتا ہے اور جو کچھ اللہ نے دیا اس پر قانع ہے۔ (مسلم)

مہمان نوازی

جو شخص خدا و قیامت پر ایمان رکھتا ہے وُہ مہمان کی خاطر داری کرے (بخاری)

حق مہمان نوازی تین دن تک ہے۔ مہمان کو میزبان پر بوجھ نہیں بننا چاہیئے جو کچھ پیش کرے صبر و شکر کے ساتھ کھالینا چاہیئے۔ اعتراض اور طعن و تشنیع بُری بات ہے۔ صدقہ و خیرات بلا کو اس طرح بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو (بخاری)

ایثار و قربانی بیوہ اور غریب کے کام آنے والا خدا کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے (بخاری) جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف رہتا ہے تو خدا اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا۔ جو کسی کی مصیبت میں کام آئے گا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دُور فرمائے گا۔ (بخاری)

ظلم ظلم قیامت کے دن ظالم کے لیے سخت اندھیرا بنے گا (مشکوٰۃ) ظالم کے ہاتھوں کو ظلم سے روک کر اس کی مدد کرو اور مظلوم کی ظالم کے ظلم سے بچا کر ———— (مسلم) مسلمان وُہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچے (بخاری) آپس میں بغض حسد کینہ نہ رکھو بھائی بھائی ہو جاؤ (ابوداؤد) مسلمان پر لعنت کرنا (بلا وجہ شرعی) اس کو کافر کہنا اس کے قتل کے برابر ہے (بخاری)

مسلمان کا حق مارنا جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے گا خواہ درخت کی ایک شاخ ہی ہو اس کے لیے دوزخ واجب اور جنت حرام ہے (مسلم) مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس کے نقصان کو دور کرتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

تکبر غصہ جھوٹ متکبر جنت سے محروم رہے گا (ابوداؤد) پہلوان پچھاڑ دینے والا طاقت ور نہیں ہے۔ بلکہ طاقتور حقیقت میں وُہ ہے جو غصہ کے موقع پر اپنے اوپر قابو رکھتا ہے (بخاری) سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے کوئی بات کہو وہ اسے سچ سمجھے۔ حالانکہ جو بات اس سے تم نے کہی وہ جھوٹی تھی۔ (ابوداؤد)

بدزبانی غیبت بے جا حمایت فحش بات کہنے والا اور اس کی اشاعت کرنے والا دونوں

گناہ میں برابر ہیں (مشکوۃ) غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے کیونکہ آدمی گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کی معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے وہ معاف نہ کر دے (مشکوۃ) چغل خور جنت میں نہ جائے گا (بخاری) کسی کی ناجائز حمایت کرنی ایسے ہے کہ کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہے اور یہ اس کی دم پکڑے اور اس کے ساتھ ہی کنوئیں میں جا گرے (ابوداؤد)

عیب جوئی تجسس حسد

حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو (ابوداؤد) مسلمانوں کے بھیدوں کی ٹوہ لگاؤ گے تو یا تو ان کو برا کر دو گے یا برائی کے قریب کر دو گے (ابوداؤد) عیب جوئی ایسا گندہ لفظ ہے کہ اگر اسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو گندہ کر دے گا۔ (مشکواۃ)

دورخاپن منافقت

قیامت کے دن بدترین آدمی وہ ہو گا جو دنیا میں دو چہرے کے ساتھ ملتا ہے۔ کچھ لوگوں سے ایک چہرہ کے ساتھ دوسرے سے دوسرے چہرہ کے ساتھ (بخاری) منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات جھوٹی کرے۔ وعدہ خلافی کرے۔ امانت میں خیانت کرے۔

بدنگاہی

اچانک نگاہ کسی عورت پر پڑ جائے تو پھیر لو۔ دوسری نگاہ اس پر نہ ڈالو پہلی اچانک نگاہ تمہاری ہے دوسری تمہاری نہیں (شیطان کی ہے (ابوداؤد)

بلاضرورت سوال حرام ہے ایسے بھکاریوں کو بھیک دینا ممنوع ہے

بھیک مانگنا دراصل عزتِ نفس کے خلاف ہے، اسی لیے اسلام نے سخت ضرورت اور مفلسی کی حالت میں بقدرِ ضرورت سوال کی اجازت دی ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ بقدرِ ضرورت سوال کرنے کے بعد سوال کو پیشہ نہ بنایا جائے تو جو شخص دنیا میں بلاضرورت بھیک مانگ کر پیٹ بھرتا ہے وہ گویا اپنی عزت کو ختم کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کا چہرہ روزِ قیامت بے رونق اور گوشت سے خالی ہو گا (بخاری) پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دینا ممنوع ہے۔

علمائے کاروبار نہیں کرتے

وہ علمائے جنہوں نے اپنی ذات کو دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کر دیا ہے ان پر یہ اعتراض کہ یہ کاروبار نہیں کرتے درست نہیں، کیونکہ آدمی ایک ہی کام صحیح طریقہ پر کر سکتا ہے۔ اصحاب صفہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ یہ حضرات دین کے متعلم و مبلغ تھے۔ انہیں اس کام سے اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ کاروبار کریں حضور کے زمانہ میں ایسے علمائے و مبلغین کی بیت المال سے ضروریات پوری کی جاتی تھیں اگر اللہ توفیق دے اور قوم کی امداد و اعانت کا محتاج نہ ہو کر تبلیغ کے کام میں حصہ لے تو یہ نور وہ علی نور ہے۔

سفید پوش غیور آدمی کی اعانت کا بہت ثواب ہے

وہ لوگ جو گردش ایام کی وجہ سے فقرو فاقہ میں مبتلا ہیں غیور ایسے ہیں کہ سوال کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ یہ بظاہر سفید پوش ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں امداد کے مستحق۔ ان کی امداد و اعانت کا بڑا ثواب ہے۔ (بخاری)

مال و دولت کو ضائع کرنا حرام ہے

کسی بھی چیز کو بلا ضرورت ضائع کرنا منع ہے بیاہ شادی کے موقع پر کافی کھانا ضائع کر دیا جاتا ہے حضور نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری) کھانے پینے کی چیزوں کو جمع کر لینا حتی کہ وہ گل سڑ جائیں نہ اپنے کام آئیں۔ نہ دوسرے کے۔ کھانے پینے پہننے اوڑھنے وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) سے کام لینا۔ صدقہ و خیرات میں حصہ لینا اور قرض کی ادائگی کی فکر نہ کرنا۔ یار دوستوں میں دعوتیں اڑانا اور اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا نہ کرنا۔ دکھاوے نمائش کے لیے خوشی و مسرت کے موقع پر بے جا خرچ کرنا۔ نوٹ کے سگریٹ بنا کر پینا۔ پتنگ کے ساتھ نوٹ باندھ کر اڑانا وغیرہ یہ سب مال ضائع کرنے کی صورتیں ہیں اور ناجائز و گناہ۔

دولت مندی کی بیماریاں

اسلام فرد کو اس کے فطری حقوق سے محروم نہیں کرتا۔ اسی لیے اس نے دولت کمانے سرمایہ جمع کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی مگر طبقاتی کشمکش کو روکنے اور دولت مندی میں توازن و اعتدال پیدا کرنے اور اس کی خرابیوں اور فتنوں

سے آدمی کو محفوظ رکھنے کے لیے کچھ ضابطے قاعدے مقرر کر دیئے ہیں جن کی پابندی ہر مسلمان کے لیے

لازم و واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (نساء)	اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

(۱) اس آیت میں لین دین کے ان تمام طریقوں کو جو ایمان و دیانت کے خلاف ہیں دھوکہ فریب خیانت ظلم زبردستی لوٹ مار۔ چوری جوا، سود کی ممانعت فرمادی۔

(۲) وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ سے یہ واضح کر دیا کہ اصل مالک تو اللہ ہے اور یہ مال و دولت اس کے پاس بطور امانت ہے۔ لہٰذا اس کو اصل مالک کے حکم کے مطابق صرف کرنا چاہیئے۔

(۳) جو لوگ اپنے سرمایہ اور دولت سے حق داروں کا حق ادا نہیں کرتے اور چاندی سونے کو ذخیرہ کرتے رہتے ہیں ان کے متعلق فرمایا: وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ط (سورہ توبہ) جو لوگ سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے ان کو سخت دردناک عذاب کی بشارت دو۔

قرآن نے حکم دیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا	اے رسول ان کے مالوں میں سے صدقہ و زکوٰۃ وصول کرو

اسی آیت کی بنا پر حضور علیہ السلام نے زکوٰۃ کی شرح مقرر فرمائی۔

(۴) جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو سال گذر جانے کے بعد کل مال و دولت، نقد و جنس، زیورات۔ دکان کا مال وغیرہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کی جانی فرض عین ہے۔

(۵) زمین میں جو کچھ پیدا ہو گندم، ترکاری پھل حتیٰ کہ گھاس پھونس چارہ سب میں زکوٰۃ واجب ہے۔ زمین بارش کے پانی سے ندی نالے سے یعنی ایسے پانی سے سیراب ہو تو پھر کل

پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر پانی ڈول چرسے سے نکال کر یا پانی خرید کر زمین سیراب ہو تو پھر کل پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ دینی واجب ہے۔ گائے بھینس تیس عدد تک ہو جائیں تو ایک بچھڑا سال بھر کا اور جب بکریاں پوری چالیس ہو جائیں تو ایک عدد بکری زکوٰۃ دینی واجب ہے۔ زکوٰۃ کے مکمل مسائل اسی کتاب کے کتاب الزکوٰۃ کے دوسرے حصہ میں ذکر ہوں گے۔

دولت مندوں کے اخلاقی فرائض

اس کے علاوہ دولت مندوں پر یہ اخلاقی فرض عائد کیا کہ وہ اپنے مال کا کچھ حصہ رفاہِ عامہ کے کاموں اور حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنے پر صرف کریں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم کیا خیرات دیں۔ ارشاد ہوا۔ قُلِ الْعَفْوَ (سورہ بقرہ) تمہاری ضرورت سے جو بچ رہے۔ اس کو خیرات کر دو۔ یتیموں مسکینوں کو جھڑکنے اور ہاتھ پھیلانے والے کو سختی سے واپس کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ	تم یتیم کو نہ دبایا کرو اور نہ مانگنے والے کو جھڑکو۔

یہ حکم بھی دیا گیا کہ اگر تم کسی حاجت مند کی مدد کرو تو اس پر احسان مت دھرو کہ وہ شرمندہ ہو، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو کسی حاجت مند کی اعانت کی توفیق عطا فرمائی۔

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (سورہ بقرہ ۳۰)	تم اپنی خیرات کو احسان جتا کر یا طعنہ دے کر برباد نہ کرو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُن مسلمانوں کی مدح کی ہے جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود تکلیف اُٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے تھے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (سورہ دہر)	اور وہ اپنی حاجت کے باوجود اپنا کھانا مسکین یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں
وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ	اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح

كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورۂ حشر) | دیتے ہیں اگرچہ وہ خود حاجت مند ہیں

قرآن نے یہ بھی تصریح کی جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کروگے تو اس سے تمہارا مال کم نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور عطا فرمائے گا۔

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْئٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ	اور جو تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے

غرضکہ اسلام نے دولت مندوں کا یہ اخلاقی و انسانی فرض قرار دیا ہے کہ وہ غریبوں کی حاجتوں کی امداد و اعانت سے دریغ نہ کریں اور رفاہ عامہ کے کاموں میں دل کھول کر حصہ لیں۔

قارون کا واقعہ قرآن مجید میں قارون کے واقعہ کو بیان کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے سرمایہ داری بُری چیز نہیں ہے۔ سرمایہ پرستی بُری ہے۔ سرمایہ پرستی یہ ہی ہے کہ وہ دولت کے نشہ میں مخمور ہو کر تکبر و غرور کرنے لگے اپنے سے کم تر مسلمانوں کو ذلیل سمجھے اور یہ ذہن بنالے کہ جو مال و دولت مجھے حاصل ہوا ہے، اس میں اللہ کے فضل و کرم کا دخل نہیں ہے یہ تو میری ذاتی کوشش و قابلیت اور کمالِ علم و دانش کا نتیجہ ہے۔ جب قارون کو جناب موسیٰ نے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو اس نے یہ ہی کہا تھا۔

اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ | یہ دولت و ثروت صرف مرے علم و ہنر اور قابلیت کا نتیجہ ہے۔

گویا قارون میں سرمایہ پرستی کا مرض پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ و ہدایت سے ناراض ہو کر آپ پر جھوٹی تہمت بھی دھر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مع اپنی دولت کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون کا یہ واقعہ دولت مندوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اسے بڑے خزائن کا مالک بنا دیا تھا کہ جس کی صرف کنجیاں اٹھانے کے لیے ایک قوت والی جماعت کی ضرورت ہوتی تھی، مگر سرمایہ پرستی نے اسے اتنا سرکش اور مغرور بنا دیا کہ قہر الٰہی کی نذر ہو گیا۔ قرآن نے قارون صفت لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ غربت کی حالت میں وہ

دعا کرتے ہیں کہ اگر ہمیں اللہ نے دولت دی تو ہم ضرور صدقہ و خیرات دیں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکو کاروں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے ان پر فضل کیا تو بخیل ہو گئے

بَخِلُوا وَتَوَلَّوا وَّهُمْ مُّعْرِضُونَ۔ (سورہ)	اللہ کے احکام سے پشت پھیر کر اعتراض کرنے لگے۔

حضور علیہ السلام نے امت کی تعلیم کے لیے ہر نماز کے بعد یہ دعا کثرت سے مانگی ہے اور ہر مسلمان کو یہ دعا مانگنی چاہیے

اَعُوذُ بِکَ مِن شَرِّ فِتْنَةِ الغِنیٰ وَمِن شَرِّ فِتْنَةِ الفَقرِ (بخاری)	الٰہی میں دولت کے فتنہ (سرمایہ پرستی) سے اور محتاجی کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں

رزقِ حلال کی اہمیت

ہر وہ چیز جس سے فائدہ حاصل کرنے پر انسان قادر ہو اس کو رزق کہتے ہیں۔ رزقِ حلال وہ ہے جسے شریعت اسلامیہ جائز قرار دے۔ غذا کو انسانی اعمال و اخلاق میں کافی دخل ہے۔ جیسے پھلوں کا خوش ذائقہ اور بد ذائقہ ہونا تخم سے متعلق ہے۔ جیسا تخم ہوگا پھل بھی ویسے ہی ہوں گے۔ اس طرح حرام و ناجائز غذا سے دل میں بے حیائی و بزدلی اور برے اخلاق پیدا ہوں گے اور اعضاء برائی کو اختیار کرینگے اور حلال غذا سے قلب میں حیا، شجاعت انکساری اور اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور اعضاء سے اعمالِ صالحہ صادر ہوں گے۔

بیماری سے دفن تک کے احکام و مسائل

بیماری کو عام طور پر ایک مصیبت سمجھا جاتا ہے۔ مگر حقیقتہً یہ ایک نعمت ہے۔ مسلمانوں پر مصیبتیں اور بلائیں مختلف رنگوں میں دو وجہ سے آتی ہیں۔ نیک اور صالح افراد بیمار ہوتے ہیں مصیبتوں میں گرفتار ہوتے ہیں تو صبر و شکر کے ساتھ اس کو برداشت کرتے ہیں۔ اس لیے نیک مسلمانوں کو جو تکالیف پہنچتی ہیں، مگر دنیا و آخرت میں ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے انبیاء و اولیا کو سخت مصائب اٹھانے پڑے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا کہ ہم اپنے بندوں کو ڈر بھوک مال و جان اور اولاد میں نقصان سے ضرور آزماتے ہیں۔

یہ بندے صبر و شکر کے ساتھ ان مصیبتوں کو برداشت کر لیتے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ برکت و رحمت نازل فرماتا ہے۔ (بقرہ)

متعدد حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو جو تکلیف اذیت غم و رنج پہنچتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا	بیشک مصیبت کے ساتھ آسانی بھی ہے

سبھی مسلمانوں پر مصیبت ان کے ــــ گناہوں کی وجہ سے آتی ہے تاکہ وہ ہوش میں آجائیں۔

مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَاللّٰہُ یَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ۔	تمہیں تمہارے اعمال کی وجہ ہی سے مصیبت پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو بہت سی برائیاں معاف فرما دیتا ہے۔

پھر اگر وہ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے سبب ان کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ مرض جو ایک مصیبت ہے۔ جب نیک آدمی بیمار ہوتا ہے تو اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور جب بدکار بیمار ہوتا

ہے تو اس کے گناہ دھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الحکیم مطلق ہے۔ مرض اور صحت دونوں ہی اس کی حکیمانہ شان کے مظہر ہیں۔

موت کی دعا کرنا ممنوع ہے

کسی دنیوی تکلیف، تنگدستی، دشمن کا خوف مال کے تلف ہونے ضائع ہو جانے کے اندیشہ کیوجہ سے اللہ تعالیٰ سے موت مانگنا مکروہ ہے (۲) زلزلہ کے وقت مکان سے باہر آ جانا جائز ہے۔ جہاں طاعون یا کوئی وبائی بیماری پھیلی ہو وہاں نہ جانا چاہیئے۔

عیادت

مریض کی بیمار پرسی کو عیادت کہتے ہیں۔ یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ــــ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کا جواب دینا۔ عیادت حضور علیہ السلام کی سنت بھی ہے۔ حضور علیہ السلام جب کسی مریض کی عیادت تو فرماتے۔ کوئی حرج کی بات نہیں یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے والا ہے لَابَاسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے فرشتے اس کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں۔ وہ جہنم سے دور ہو جاتا ہے جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں غوطے لگاتا ہے۔ (ابو داؤد و ترمذی)

عیادت سے مسلمانوں میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ بیمار کا دل نرم ہوتا ہے۔ اس حالت میں جب کوئی اس کی مزاج پرسی کرتا ہے تو اس کو ڈھارس بندھتی ہے۔ حدیث و آثار میں عیادت کے متعلق یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اس کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھو (یہ اس صورت میں جبکہ مریض کو کسی کا بیٹھنا ناگوار ہو یا کسی کا زیادہ دیر بیٹھنا طبی ضابطہ کے مطابق مریض کے لیے نقصان دہ ہو۔ اس طرح مریض کے پاس شور نہ مچایا جائے۔ اور اس کے مرض کے مہلک ہونے کا اسے احساس نہ دلایا جائے۔ بلکہ اسے تسلی و تشفی دی جائے۔ اور اس کی صحت کے لیے دعا کی جائے۔

حضور علیہ السلام نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کسی مسلمان کو دیکھ کر اس لیے مسکرا دینا کہ تمہاری

مسکراہٹ سے اس کا دل خوش ہو جائے گا۔ صدقہ (عبادت) ہے۔ (بخاری)

موت

موت سے کسی کو مفر نہیں۔ اس کا ایک دن مقرر ہے۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے موت کا اگر وقت آ ہی گیا ہے تو کوئی چیز اس سے بچا نہیں سکتی۔ قرآن مجید میں فرمایا:

تم جہاں ہو موت تمہیں پا لے گی۔

وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ	اگرچہ مضبوط قلعہ میں بند ہو جاؤ

حضور نے فرمایا موت کو زیادہ یاد رکھو۔ موت کو یاد رکھنے سے معاشرہ میں توازن پیدا ہوتا ہے اور موت کو بھول جانے سے انسان برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔

تلقین

جب کسی مسلمان پر موت کے آثار نمودار ہوں تو حضور نے فرمایا اس کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھو تاکہ وہ بھی پڑھ لے۔ نزع میں سختی دیکھیں تو سورہ یٰسین و سورہ رعد پڑھیں۔ سُنت یہ ہے کہ اسے دہنی کروٹ لٹا کر منہ قبلہ کی طرف کر دیں اور جب تک روح پرواز نہ کر جائے اس کے سامنے کلمہ پڑھتے رہیں۔ جب روح پرواز کر جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر باندھ دیں۔ تاکہ منہ کھلا نہ رہے۔ آنکھیں بند کر دیں۔ انگلیاں ہاتھ پاؤں سیدھی کر دیں۔ لاش کو کپڑے سے اچھی طرح ڈھانپ دیں اور جلد سے جلد غسل وکفن کا انتظام کریں [1]

غسل

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کام کر لیا تو سب بری ہو گئے۔

---

[1] مرنے والے کے ذمہ قرض وغیرہ ہو تو جلد سے جلد ادا کر دیں۔ حضور نے فرمایا مرنے والا قرض دار ہو تو اس کی روح معلق رہتی ہے۔ جب تک قرض اتار نہ دیا جائے۔ اگر مرنے والے نے مال نہ چھوڑا ہو عزیز و دوست احباب آپس میں رقم جمع کر کے قرض اتار دیں یا قرضے والوں سے معاف کرانے کی کوشش کریں۔ میت کے پاس قرآن کی تلاوت کلمہ طیبہ درود شریف اور دیگر ذکر و اذکار جائز ہیں بلکہ مناسب ہیں۔

غسل کا طریقہ

تو اگر بغیر غسل کے دفن کر دیا گیا تو سب مسلمان گناہ گار ہوں گے اور اگر چند لوگوں نے غسل دے دیا تو سب لوگوں کی طرف سے فرض ادا ہوگیا۔

نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس تختے وغیرہ پر غسل دینا ہو اس کو پہلے صاف کر کے اس کے چاروں طرف کوئی خوشبو سلگا دی جائے پھر میت کو اس پر لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے ڈھک دیں۔ پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے۔ پھر منہ کہنیوں تک ہاتھ، سر کا مسح اور ٹخنوں تک پیر دھوئے جائیں۔ یعنی وضو کے فرض ادا کیے جائیں۔ کلی وغیرہ نہیں کرائی جائے گی۔ ہاں بھیگی ہوئی روئی سے دانت وغیرہ اور ناک صاف کر دی جائے گی۔ داڑھی اور سر کے بالوں کو پہلے صابن یا کسی دوسری چیز سے دھوئیں۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالیں پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالیں۔ اتنا پانی ڈالا جائے کہ جسم کا ہر حصہ تر ہو جائے۔ پھر میت کی پیٹھ پر سہارا دے کر اٹھائیں اور پیٹ پر ہاتھ پھیریں تاکہ اگر کچھ پیٹ میں ہو تو نکل جائے اور جو کچھ گندگی نکلے اس کو صفائی سے دھو ڈالیں۔ وضو اور غسل دوبارہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی ڈال کر جسم کو نرمی کے ساتھ کپڑے سے پونچھیں۔ غسل کا پانی معمولی گرم ہونا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی چیز ڈال کر اس کو خوب پکا لیں جس سے بدن زائد صاف ہو۔ نہلانے کی جگہ پر پردہ ڈال دیا جائے اور وہاں غسل دینے وا۔ ۔ اور اس کی مدد کرنے والوں کے علاوہ کوئی نہ ہو اور یہ لوگ بھی جسم کے پوشیدہ حصوں پر بلا ضرورت نظر نہ ڈالیں۔ نہلانے والا خود پاک و صاف ہونا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ میت کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو۔ نہلانے والے پر یہ ذمہ داری ہے کہ اگر وہ مردے کی کوئی خوبی یا کمال دیکھے۔ مثلاً میت کا چہرہ چمکنے لگا، یا جسم سے خوشبو آئے تو اس کو ظاہر کر دے۔ لیکن اگر کوئی عیب کی بات دیکھے جیسے کسی کا منہ سیاہ ہوگیا یا جسم سے بدبو آنے لگی تو انہیں ظاہر نہ کرے اس سے مردے کے عزیزوں کو دکھ ہوگا۔ نہلانے کی جگہ خوشبو وغیرہ سلگانے میں کوئی حرج نہیں۔ مردے کے بالوں میں کنگھا کرنا کسی جگہ کے بال یا ناخن کاٹنا جائز نہیں۔ مرد میت کو مرد نہلائے اور عورت کو عورت نہلائے۔ کفن دینے سے پہلے دونوں ہاتھ سیدھے کر دیئے جائیں۔ ہاتھ سینے کے اوپر یا ناف کے اوپر رکھنا

جائز نہیں۔ اگر کسی مرد کو غسل دینے والا سوائے اس کی بیوی کے کوئی نہ ہو تو بیوی غسل دے سکتی ہے لیکن اگر مردہ عورت کو غسل دینے والا سوائے شوہر کے کوئی نہ ہو تو شوہر غسل نہیں دے سکتا۔ اس صورت میں مردہ عورت کو تیمم کرا کے بغیر غسل کے ہی دفن کر دیا جائے گا۔ شوہر اپنی بیوی کو نہ غسل دے سکتا ہے اور نہ چھو سکتا ہے۔ ہاں اس کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ اس کے جنازے کو کندھا لگا سکتا ہے۔ اس کو قبر میں اتار سکتا ہے اور عورت اپنے شوہر کو غسل بھی دے سکتی ہے اور چھو بھی سکتی ہے۔

کفن

مردے کو کفن دینا بھی فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لیے تین کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار اور قمیص۔ عورت کے لیے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار۔ قمیض۔ اوڑھنی اور سینہ بند۔ لفافہ یعنی چادر، مردے کے قد سے اتنی لمبی ہو کہ دونوں طرف باندھی جا سکے۔ ازار قد کے برابر ہو۔ قمیض آگے پیچھے دونوں طرف سے برابر گھٹنوں کے نیچے تک ہو۔ اوڑھنی تین، تین گز اور سینہ بند پستان سے ران تک بہتر یہ ہے کہ کفن کا کپڑا سفید ہو اور اتنا عمدہ ہو کہ اس کی قیمت اتنی ہو کہ جتنی قیمت کے کپڑے مردہ اپنی زندگی میں اہم موقعوں پر پہنا کرتا تھا۔ نبی اکرم علیہ السلام کا کفن بھی سفید تھا اور آپ نے اچھا کفن دینے کا حکم دیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا،

اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ،	جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو عمدہ کفن دینا چاہیئے۔

کفن میں برکت

کفن میں برکت کے لیے بزرگوں کا استعمال شدہ کپڑا یا تبرکات شامل کر دینا جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کی والدہ کو اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا اور کچھ دیر خود ان کی قبر میں جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا اپنی قمیص اس لیے پہنائی کہ ان کو جنت کا لباس ملے اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ قبر کی تنگی دور ہو (دیلمی) ایک شخص نے حضور کا تہمند مبارک حضور سے مانگ لیا اور کہا حضور کا تہمند میں نے اس لیے حاصل کیا تاکہ یہ میرا کفن ہو (بخاری)

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد اس کا جسم کسی کپڑے سے خشک کر دیا جائے تاکہ کفن نہ بھیگے۔ کفن پر خوشبو

لگائی جائے پہلے لفافہ (بڑی چادر) بچھائی جائے۔ اس پر تہبند اور قمیض (کفنی) کا ایک حصہ بچھایا جائے اس پر میت کو رکھ کر پہلے کفنی پہنائیں اور میت کے جسم پر خوشبو مل دی جائے اور سجدے کے حصوں پر کافور ملا جائے۔ پھر تہبند اور اس کے بعد لفافہ لپیٹ دیں۔ پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے اور لفافہ کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیا جائے۔ عورت کو کفن پہنا کر اس کے بالوں کو سینے کے دونوں طرف ڈال دیا جائے اور اوڑھنی پیٹھ کے نیچے سے لا کر سر کے اوپر سے منہ پر نقاب کی طرح ڈال دی جائے سینہ بند سب کپڑوں کے اوپر پستان کے اوپر سے ران تک لا کر باندھ دیا جائے۔ کفن کو کسی جگہ سے سیا نہیں جائے گا۔ قمیض میں نہ آستین لگائی جائے گی اور نہ چاک وغیرہ بلکہ ایک چادر کی طرح ہوگی۔ جس کو درمیان سے پھاڑ دیا جائے گا تا کہ گلے کے اندر آ سکے۔ کفن پر خاک شفا (حضور علیہ السلام کے روضۂ مبارک کی مٹی) یا انگلی کے اشارے سے کلمہ طیبہ لکھنے وغیرہ کا طریقہ بعض جگہ رائج ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی برکت سے ضرور میت کو فائدہ ہوگا۔

غسل و کفن کے بعد جس قدر جلد ہو سکے نماز جنازہ اور دفن کا انتظام کیا جائے۔ دفن میں دیر کرنا بہت نامناسب ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

جنازے کو تیز لے جاؤ کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو اور اگر وہ برا ہے تو بری چیز ہے۔

جنازہ اٹھانا، نماز جنازہ میں شریک ہونا اور جنازے کے ساتھ چلنا یہ سب کام عبادت ہیں اگر جنازہ کسی متقی یا عالم دین کا ہو تو ان کاموں کا ثواب نفلی نماز سے بھی زیادہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا۔	جو کوئی جنازے کے پیچھے چلا اور اس کو تین مرتبہ اٹھایا تو میت کا اس پر جو کچھ حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔

جنازہ اٹھانے کا طریقہ

جنازہ اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی چاروں طرف سے

اپنے کاندھوں پر اٹھائیں اور دوسرے اس طرح کاندھا لگاتے رہیں کہ جنازے کے داہنے سرہانے پھر داہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے اور بائیں پائنتی اور ہر مرتبہ کم از کم دس قدم میت کو لے کر چلے اس طرح کل چالیس قدم ہو جائیں گے۔ جنازے کو بلا ضرورت سواری پر لے جانا یا شریک ہونے والوں کو سواری پر جانا مکروہ ہے۔ ہاں اگر قبرستان دور ہو کہ لوگ اتنی دور چل نہ سکتے ہوں تو سواری پر جنازہ لیجانا اور اس میں شریک ہونے والوں کا سواری پر جانا جائز ہے۔ جنازہ لے کر نہ زائد تیز چلنا چاہیئے نہ بالکل آہستہ۔ درمیانی چال چلنا چاہیئے۔ عورتوں کا جنازہ میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ جنازے میں شریک ہونے والوں کو نہ تو دُنیا کی باتیں کرنا چاہیئے نہ آپس میں کسی بات پر ہنسنا چاہیئے۔ بہتر یہ ہے کہ موت کا خیال کر کے دل میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتے اور شریعت کی پابندی کا ارادہ کرتے چلیں۔ زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن یا کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھتے جائیں۔ اگر جنازے کے ساتھ بلند آواز سے درود شریف، نعتیں، یا صلوٰۃ پڑھتے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جنازے کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ سگریٹ وغیرہ پیتے چلنا بھی ادب کے خلاف ہے۔ جنازہ جب تک نہ رکھا جائے اس وقت تک بیٹھنا مکروہ ہے اور جب رکھ دیا جائے تو کھڑے ہونے سے افضل بیٹھنا ہے۔

جنازہ کی صفیں

جنازہ کی کم از کم تین یا پانچ یا سات صفیں بنائی جائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس مسلمان کے جنازہ کی تین صفیں نمازِ جنازہ پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

نمازِ جنازہ کے بعد اہم مسائل

ہر مسلمان خواہ وہ نیک صالح متقی پرہیزگار ہو یا فاسق فاجر شرابی زانی سود خور غرضیکہ کیسا ہی گنہگار ہو خواہ وہ خودکشی کر کے مرا ہو مگر شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو ان سب کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر چند مسلمان آدمی بھی پڑھ لیں تو سب بری الذمہ ہو گئے۔ ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

اس کے لیے جماعت شرط نہیں ایک آدمی بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو گیا۔ اس کے دو رکن ہیں۔ چار بار تکبیر کہنا۔ کھڑے ہو کر پڑھنا اور اس کی تین سنتیں ہیں۔ اللہ کی حمد و ثنا کرنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود پڑھنا۔ میت کے لیے دعا کرنا۔ میت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مرگیا۔ جو مرا ہوا پیدا ہوا اس کی نماز نہیں۔ نیز میت کا سامنے ہونا ضروری ہے۔ غائب کی نماز نہیں۔ اگر کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کے لیے ایک ہی کافی ہے۔ سب کی نیت کرلے اور علیحدہ علیحدہ افضل ہے۔ جنازہ کو کاندھا دینا عبادت اور بہت اجر و ثواب ہے۔ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے۔ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور بلا حائل بدن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

- نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنا جیسا کہ آج کل رواج ہے: منع ہے
- بحری جہاز میں انتقال ہوا ہے اور کنارہ زمین قریب نہیں ہے تو غسل وکفن وجنازہ پڑھکر سمندر میں ڈبو دیں۔
- اچانک موت آجانے کو بُرا سمجھنا غلط ہے۔ اچانک موت مومن کے لیے راحت اور فاسق کے لیے افسوسناک ہے۔ (عینی ج ۴ ص ۲۴۰)
- اگر اچانک انتقال ہوا ہے تو جب تک موت کا یقین نہ ہو جائے۔ کفن دفن ملتوی رکھیں۔
- حادثہ یا کسی اور وجہ سے ..... مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل وکفن دیں گے نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور نماز کے بعد باقی ٹکڑا بھی ملا تو اس پر دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھیں گے اور اگر آدھا دھڑ ملا اور اس پر سر بھی ہے تو کفن وغسل اور جنازہ پڑھیں گے اور اگر سر نہ ملے یا طول میں سر سے پاؤں تک دہنا یا بایاں ایک جانب کا حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل ہے نہ کفن نہ نماز بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کہ دفن کر دیں گے۔ کسی وجہ سے کوئی عضو جسم سے کاٹ دیا جائے جیسے ڈاکٹر آپریشن کے ذریعہ ہاتھ یا پاؤں یا کوئی عضو کاٹ دیں تو اس عضو کو دفن کر دینا مناسب ہے اس عضو کے لیے غسل وکفن ونماز جنازہ نہیں ہے
- مردہ ملا اگر کسی بھی علامت یا وضع قطع سے اس کا مسلمان ہونا واضح ہو غسل وکفن دفن کریں گے ورنہ نہیں۔
- مردہ کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال ادھڑے گی تو بغیر ہاتھ لگائے اس پر پانی بہا دیں گے یہ ہی اس کا غسل ہے۔

صرف اس مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی جو زندہ پیدا ہوا اور پھر مر گیا۔ بچہ اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا۔ غسل و کفن و جنازہ پڑھیں گے۔ اگر پیدا ہی مردہ ہوا تو اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کے لیے غسل و کفن اور نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

• میت کو نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا اور مٹی دے دی گئی تو قبر پر نماز پڑھیں جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو اور اگر مٹی نہیں دی ہے تو قبر سے نکال کر جنازہ پڑھ کر دفن کریں۔

• کنویں میں گر کر مر گیا یا کسی ٹیلہ یا مکان میں دب کر مر گیا اور نکالا نہ جا سکا تو اس جگہ اس کی نماز پڑھیں۔

• دریا میں ڈوب کر مر گیا اور لاش نہ مل سکی تو اس کی نماز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔

• اگر کوئی ایسی جگہ مر جائے جہاں غسل کے لیے تلاش کے باوجود پانی نہ ملے تو مردے کو تیمم کرا کر دفن کر دیا جائے اور اگر دفن سے قبل پانی مل جائے تو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھی جائے۔

• مسجد میں نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جا سکتی۔ خواہ مردہ و نمازی مسجد کے اندر ہوں یا مردہ مسجد سے باہر اور نمازی مسجد کے اندر ہر صورت جائز نہیں۔

• زندگی میں اپنے لیے قبر کی جگہ مقرر کر لینا یا کفن کا کپڑا خرید کر رکھ لینا جائز ہے لیکن قبر کھدوا کر بنوا لینا بہتر نہیں کسی بزرگ کے جوار میں دفن ہونے کی خواہش و وصیت کرنا جائز ہے۔

• جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہو گیا۔ اگر جمعہ سے قبل غسل کفن و نماز ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں۔ اس خیال سے روک لینا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ نماز میں شریک ہو گا، مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

• مستحب یہ ہے میت کے سینہ کے سامنے امام کھڑا ہو۔ اور میت دور نہ ہو۔

• جماعت تیار ہو تو فرض و سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں۔ نمازِ عید کے وقت جنازہ آیا تو پہلے عید کی نماز پڑھیں۔ پھر جنازہ۔ پھر خطبہ (درمختار جوہرہ) بلا ضرورت ایک قبر میں ایک سے زیادہ کا دفن کرنا جائز نہیں۔

قبر سے متعلق مسائل

قبر میں میت کا داہنی کروٹ منہ کر دیں۔ کفن کی بندش کھول

دیں۔ لحد کو کچی اینٹوں سے اور بضرورت تختوں سے بند کردیں۔ اس کے بعد سرہانے کی طرف سے کم از کم تین مرتبہ مٹی ڈالی جائے۔ پہلی مرتبہ کہا جائے۔

وَمِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ	(اس مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا)
دوسری مرتبہ: وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ	(اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے)
تیسری مرتبہ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى	(اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)

مٹی وہی ڈالی جائے جو قبر سے نکلی تھی — دفن سے پہلے میت کا منہ دکھانا بھی جائز ہے، مگر عورت کا منہ عورتیں دیکھیں یا وہ مرد جن سے اس کا نکاح جائز نہ تھا جیسے بھائی باپ بیٹا وغیرہ، غیر مردوں کو اس کا منہ دیکھنا جائز نہیں۔

طریقہ نماز

پہلے نیت کرکے امام و مقتدی کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء پڑھیں وَتَعَالٰى جَدُّكَ کے بعد وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ پڑھیں۔ پھر بغیر ہاتھ اٹھائے دوسری تکبیر کہیں اور درود شریف پڑھیں اور اس طرح تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لیے دعا پڑھیں چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے سلام پھیر دیں، مقتدی تکبیر آہستہ سے کہے اور امام بلند آواز

بالغ مرد و عورت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ط (ترجمہ) الٰہی بخشدے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر غائب کو اور ہمارے ہر چھوٹے کو اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔

نابالغ لڑکے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ

ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط (ترجمہ) الٰہی اس (لڑکے) کو ہمارے لیے آگے پہنچ کر سامان کرنیوالا بنادے اور اس کو ہمارے لیے اجر (کا موجب) اور وقت پر کام آنیوالا بنادے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

نابالغ لڑکی کی دعا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ط (ترجمہ) الٰہی اس (لڑکی) کو ہمارے لیے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لیے اجر (کی موجب) اور وقت پر کام آنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لیے سفارش کرنے والی بنادے اور جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

دُعا کے بعد چوتھی تکبیر کہکر دونوں طرف سلام پھیر دیں اور صفیں توڑ کر دعا مانگیں۔

دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کا اوّل و آخر۔ سرہانے الم سے مفلحون تک اور پائینتی آمن الرسول سے ختم سورت پڑھنا (جوہرہ) دفن کے بعد اتنی دیر تک ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے مستحب ہے (جوہرہ) اتنی دیر ٹھہرنے میں میت کو انس ہوگا نکرین کے جواب دینے میں وحشت نہ ہوگی۔ اس دوران ٹھہرنے والے تلاوتِ قرآن۔ درود شریف اور میت کے لیے دُعا و استغفار کرتے رہیں۔ قبر کے قریب کھڑے ہو کر آذان دینا بھی باعث برکت ہے۔

دعا بعد نماز جنازہ جائز ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے خالص دعا مانگو۔ حضور نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ پر بعد از نماز جنازہ دعا فرمائی (مواہب لدنیہ ج ۲) نیز متعدد احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے دفن میت کے بعد فرمایا اپنے مسلمان بھائی کے لیے دعا کرو۔ کیونکہ قبر میں اس سے سوال ہونے والا ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنا پھول ڈالنا جائز ہے قبر بنانے کے بعد اس پر پانی چھڑکنا جائز ہے۔ حضور نے حضرت سعد بن معاذ کو دفن کرنے

کے بعد ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور حضور کی اسی سنت کے مطابق حضرت بلال ابن رباح رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے دفن ہو جانے کے بعد آپ کی قبر پر بھی پانی چھڑکا۔ قبر پر کسی درخت کا پودا لگا دینا یا پھول وغیرہ ڈالنا بھی سنت ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور ان کی تسبیح سے مردے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم علیہ السلام دو قبروں سے گذرے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ ان مردوں پر اس وقت عذاب ہو رہا ہے۔ کیونکہ

ایک لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ | پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

اور دوسرا

کَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ | چغلی کھاتا تھا۔

پھر حضور علیہ السلام نے ایک تر شاخ لی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کے سوال پر آپ نے فرمایا:

لَعَلَّہٗ اَنْ یُخَفِّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا | جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ انکی (تسبیح) کی وجہ سے ان کے عذاب کو کم کر دے گا۔

قبر کو پختہ بنانا

قبر کا پختہ بنانا جائز ہے لیکن صرف اوپر کا حصہ اندر سے قبر کا کوئی حصہ پختہ نہ کیا جائے۔ قبر کے سرہانے نام کا کتبہ لگانا تاکہ دوست واحباب فاتحہ کے وقت قبر کو پہنچان سکیں جائز ہے۔ علماء صلحاء اولیاء بزرگانِ دین کی قبروں پر قبہ بنانا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ بزرگ کی قبر ہے اسی طرح ان کی قبروں کے قریب عمارت بنانا تاکہ فاتحہ پڑھنے آئیں تو انہیں آرام ملے یا قبر کے قریب مسجد بنانا تاکہ جو لوگ اس میں نماز ذکر تلاوت کریں اس کا ثواب میت کو پہنچے جائز ہے۔

تعزیت بھی سنت ہے

صبر و شکر کی تلقین اور میت کے گھر والوں سے ہمدردی کے لیے ان کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنے کو تعزیت کہتے ہیں۔ یہ سنت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت و تعزیت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے

کرامت کا جوڑا پہنائے گا (ابن ماجہ) لیکن تعزیت کا وقت صرف تین دن ہے۔ تین دن گذر جانے کے بعد تعزیت مکروہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ان کا غم تازہ ہوگا۔ تعزیت کرنے والوں کو میت کے گھر زیادہ دیر نہیں رکنا چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ زیادہ اجتماع کی صورت میں غم زدہ گھر والوں کو کرسیوں اور شامیانوں کے انتظام کی زحمت اٹھانی پڑے اور اہل میت کو یہ زحمت دینا روحِ تعزیت کے خلاف ہے۔

• میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور میت کے گھر والوں کو اصرار کر کے کھلائیں۔ یہ کھانا اسی مقدار میں بھیجا جائے جو صرف گھر والوں کے لیے کافی ہو اور دوسروں کو یہ کھانا کھانا منع ہے۔ عزیز رشتہ دار تین دن تک میت کے گھر والوں کو کھانا بھیجیں تو بھی حرج نہیں۔

شہید کو غسل نہ دیا جائے نمازِ جنازہ پڑھی جائے

اصطلاحِ فقہ میں شہید اس مسلمان عاقل بالغ طاہر کو کہتے ہیں جو بطورِ ظلم کسی آلۂ جارح سے قتل کیا گیا ہو اور نفسِ قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو اور دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔ شہید کا حکم یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے۔ شہید کے بدن پر جو چیزیں از قسم کفن نہ ہوں اتار لی جائیں۔ مثلاً ہتھیار ٹوپی وغیرہ۔

• شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

• حضور علیہ السلام نے شہدائے اُحد کے حق میں فرمایا کہ ان کو غسل نہ دو۔ ان کا خون قیامت کے دن مشک کی طرح خوشبو دے گا (مسندِ احمد) اس حدیث سے غسل نہ دینے کی حکمت معلوم ہوگئی۔

شہید غیر فقہی

واضح ہو کہ احادیث صحیح میں آیا ہے کہ طاعون۔ ڈوب کر۔ ذات الجنب۔ پیٹ کی بیماری۔ جل کر۔ دیوار کے نیچے آ کر مسافرت کی حالت۔ بخار۔ سل کی بیماری۔ درندہ کے حملہ۔ طلب علم دین۔ مال جان آبرو کی حفاظت میں قتل ہو گیا یا مر گیا شہید ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہے

ان حالات میں مرنے والوں کو اللہ تعالیٰ شہادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا ان افراد کو غسل و کفن دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

سوگ کے مسائل

حضرت زینب فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس عورت کا خدا اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اس کے لیے کسی میت پر خاوند کے علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ منانا حلال نہیں ہے۔ ہاں خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ منا سکتی ہے (بخاری) تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ مرد کو سوگ کے لیے سیاہ کپڑے پہننا منع ہے۔ میت کے گھر والوں کو تین دن اپنے گھر میں اس لیے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے۔ لیکن مکان کے دروازہ یا شارع عام پر دریاں وغیرہ بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔

عورت کے لیے سوگ واجب ہے

شوہر کے مرجانے پر عورت کے لیے چار مہینہ دس دن تک سوگ کرنا واجب ہے۔ حتیٰ کہ اگر مرنے والے یا طلاق دینے والے نے سوگ نہ کرنے کی وصیت کر دی۔ یا منع کر دیا تو بھی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے۔ کسی قریبی رشتہ دار کے مرنے پر عورت صرف تین دن سوگ کر سکتی ہے۔ عورت شوہر کے مرنے کے غم میں تین دن تک سیاہ کپڑے پہن سکتی ہے۔

حدیث میں تحد کا لفظ ہے جس کے معنیٰ زینت کو ترک کرنے یعنی ہر قسم کے زیور چاندی، سونے جواہر وغیرہ کے اور ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور بدن یا کپڑوں پر خوشبو استعمال نہ کرے نہ تیل استعمال کرے اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو۔ جیسے روغن زیتون اور سرمہ لگانا، کنگا کرنا، مہندی لگانا اور زعفران یا کسم یا گیرو کا رنگا ہوا یا سرخ رنگ کا کپڑا پہننا منع ہے۔

سوگ والی عورت کو عذر کی وجہ سے تیل لگانا، سرمہ استعمال کرنا کنگھی کرنا جائز ہے۔ مثلاً آنکھیں آگئیں یا ان میں درد ہے یا تیل نہ لگانے سے سر میں درد ہو جاتا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ یونہی سخت خارش ہے یا ریشمی کپڑے کے سوا اس کے پاس کوئی اور کپڑا نہیں ہے تو اسے پہن سکتی ہے۔ آنکھ میں بیماری ہے تو سیاہ سرمہ اس وقت لگا سکتی ہے جب کہ سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر رات میں لگانا کافی ہے

تو دن میں لگانا جائز نہیں ہے۔

میت پر نوحہ حرام ہے

نوحہ بلند آواز سے چیخ چیخ کر رونا۔ میت کے اوصاف میں مبالغہ کرنا۔ مصیبت کے وقت سر پر مٹی ڈالنا۔ کپڑے پھاڑنا رخسار پیٹنا۔ سینہ کوبی کرنا۔ ناشکری کے کلمات زبان پر لانا، ران پر ہاتھ مارنا ممنوع ہے۔ حضور نے فرمایا جو مصیبت کے وقت چہرہ پیٹے گریبان چاک کرے وہ ہم سے نہیں (بخاری) وہ جو حدیث میں آیا ہے۔ میت پر نوحہ کرنے سے اس کو عذاب ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ مرنے والے نے نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو۔ ورنہ صرف نوحہ کرنے والے گنہگار ہوں گے۔

حضور نے فرمایا رو پیٹ کر صبر کرنا صبر نہیں۔ صبر تو یہ ہے کہ جو ابتدا ہی میں کیا جائے (بخاری) البتہ بوقتِ مصیبت بے اختیار آنسو آجائیں۔ دل رنج وغم میں ڈوب جائے یا بے اختیار چیخ نکل جائے تو ایک فطری چیز ہے یہ ممنوع نہیں ——— حضور کے نواسے کو بحالتِ نزع بحضورِ نبوی پیش کیا گیا اور جب حضور کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور یہ کیا؟ فرمایا یہ تو رحمت ہیں۔ (بخاری)

مصیبت میں صبر کرے تو دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک مصیبت کا دوسرے صبر کا، لیکن بین کرنے اور جزع فزع سے دونوں ثوابوں سے محرومی ہو جاتی ہے۔

وفات شدہ مسلمان کی برائی کرنا جائز نہیں

حضور علیہ السلام نے فرمایا موفات شدہ افراد کو برا مت کہو۔ انہوں نے جیسے کام کیے وہ اس کا بدلہ پا چکے (بخاری) اموات سے مراد امواتِ مسلمین ہیں۔ روایتِ ابنِ عمر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم (ترمذی)	اپنے فوت شدہ مسلمانوں کے محاسن بیان کرو۔ ان کی برائیاں بیان نہ کرو۔

اس سے واضح ہوا کہ فوت شدہ مسلمانوں کی عیب جوئی کرنا ٹھیک نہیں اور نہ اس سے کوئی

فائدہ ہی ہے۔ فوت شدہ مسلمانوں نے جو نیک یا بد کام کیے۔ اس کی جزا یا سزا اللہ کے اختیار میں ہے انہوں نے جیسا کیا ویسا پائیں گے۔ پھر یہ عیب جوئی اس کے عزیز واقربا کو بُری لگے گی اور اس طرح فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ البتہ کفار و مشرکین اور بد مذہبوں کے عقائد و نظریات کی تردید کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے دین کی حفاظت مقصود ہے۔ قرآن مجید میں ابولہب کے متعلق فرمایا کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

دفن کے بعد میت کو نکالنا ممنوع و ناجائز ہے

امانت کے طور پر دفن کرنا اور پھر میت کو دوسری جگہ دفن کرنا ممنوع ہے۔

خواہ مخواہ منہ دیکھنے کے لیے قبر کھولنا مسلمانوں کی قبروں کو مسمار کرنا منع ہے ٭ اگر کسی کی زمین میں اس کی بلا اجازت دفن کر دیا اور وہ کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔ یا قبر کے سیلاب میں بہہ جانے کا خطرہ درپیش ہو تو صرف اس صورت میں میت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کر سکتے ہیں۔ قبر کو سجدہ کرنا ان کو پوجنا۔ یا قبر کو قبلہ سمجھ کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے۔ حدیث میں یہود پر اسی بنا پر لعنت آئی ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔ (بخاری)

قبر کی زیارت کو جانا

قبر پر جا کر مردوں کے لیے فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا بھی سُنت ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ	کہ قبروں کی زیارت کرو کیونکہ قبروں کو دیکھنے سے موت یاد آتی ہے۔

۲ میں نے تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، لیکن اب اجازت ہے قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ (قبروں پر جانے سے) دنیا میں پرہیز گاری اور آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور مردوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے، یہ بھی ثابت ہے آپ اپنی والدہ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے اور اکثر جنت البقیع جا کر مردوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ قبرستان میں داخل ہو کر پہلے مردوں کو سلام کرنا چاہیئے

کیونکہ مردے باہر والوں کو دیکھتے اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ اگر سلام اس طرح کیا جائے تو بہتر ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔	اے قبر والو تم پر سلامتی ہو اللہ ہمارے اور تمہارے گناہ معاف فرمائے۔ تم ہم سے آگے چلے گئے

اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

قبرستان جانے کے لیے ہفتہ کے چار دن بہتر ہیں۔ پیر، جمعرات، جمعہ، ہفتہ۔ ان دنوں کے علاوہ شب برات، شبِ قدر، عید الفطر، عید الضحٰی، عید میلاد النبی اور تمام اہم موقعوں پر قبرستان جانا باعثِ ثواب ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھکر اس کا ثواب اموات کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ مردوں کی تعداد کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے۔ سورہ یٰسین پڑھکر ثواب پہنچایا جائے تو عذابِ قبر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ والدین کی قبر پر سورہ یٰسین پڑھکر ثواب پہنچایا جائے تو یہ باعثِ مغفرت ہے۔ حلبی ج ۱ صفحہ ۵۸۷۔

حضور نے فرمایا جو اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ میں زیارت کرے۔ اس کی بخشش کی جائے گی اور وہ نیکیوں میں لکھا جائے گا۔ (بیہقی) ایک حدیث میں فرمایا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو (ترمذی) یہ وعید ان عورتوں کے لیے ہے جو بے حجاب و بے نقاب جاتی ہیں اور وہاں جا کر خلاف شرع کام کرتی ہیں۔ ورنہ حدیث میں مرد و عورت سب کے زیارتِ قبور کی تلقین کی گئی ہے لیکن بایں ہمہ فی زمانہ مستورات کو قبروں پر جانا ممنوع ہے کیونکہ ان کے جانے سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اور عموماً عورتیں قبورِ صالحین کی زیارت کے آداب کا خیال نہیں رکھتیں اور بہت سی ناجائز اور لغو حرکتیں کرتی ہیں۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ عوام کو زیارتِ قبور کے آداب سے واقف کرائیں۔ زیارت قبور مسنون ہے۔ ہفتہ میں ایک دن یا جمعہ یا جمعرات کو زیارت کرے۔ زیارت قبور کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو کر نے

سے نہ آنے کہ میت کے لیے باعثِ تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے۔

قبروں کو سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

قبر کو بوسہ دینا اور طوافِ تعظیمی عوام کے لیے ممنوع ہے اور سجدہ تعظیمی حرام اور سخت گناہ ہے۔

• قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے۔ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے • قبر پر سے تر گھاس نہ نوچی جائے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔

میت کے ساتھ کھانا لے جانا فضول ہے

میت کے ساتھ کھانا لے جانا فضول ہے۔ مقصد تو میت کو ثواب پہنچانا ہے اور یہ میت کی طرف سے تصدق کرنے سے ہو جاتا ہے (۲) قبر کے اوپر عرق گلاب وغیرہ چھڑکنا فضول اور اور مال ضائع کرنا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ جتنی رقم کا عرق گلاب وغیرہ ڈالتا ہے وہ رقم فقراء میں میت کے ایصالِ ثواب کے لیے تقسیم کر دی جاتی تاکہ میت کو اس کا ثواب پہنچتا۔ (۳) میت کی مغفرت کے لیے دعا کرنا ہر وقت جائز ہے اور چالیس قدم کی خصوصیت بلا وجہ ہے۔

میت کے گھر کا کھانا ناجائز و ممنوع ہے

دیہات اور خصوصاً برادری والوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے۔ تو میت کے روز وفات سے عزیز و اقارب دوست و احباب اس کے یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی دوسرے تیسرے دن واپس ہوتے ہیں اور بعض چالیسویں تک قیام کرتے ہیں اور اس مدت میں ان عزیز و اقارب کے قیام و طعام کا انتظام و اہتمام اہلِ میت کو کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اہلِ میت صرفِ کثیر کے زیرِ بار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات قرض لے کر عزیزوں کے مصارفِ قیام و طعام پورا کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو برادری میں مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ ناک کٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ رسم ناجائز و ممنوع ہے متعدد احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہوتی ہے۔ ہمارے حنفی فقہاء نے تصریح کی ہے۔

اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور بدعتِ شنیعہ ہے۔ (فتح القدیر)

فقہِ حنفی کی معتبر کتب مراقی الفلاح خلاصہ سراجیہ ظہیریہ تاتارخانیہ عالمگیری وغیرہ میں بھی اس ضیافت کو ناجائز لکھا ہے۔

اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی جائز نہیں ہے۔

اتنی بات درست ہے کہ تعزیت کے لیے تین دن بیٹھ سکتے ہیں جب کہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلّف فرش بچھانا اور میت والوں کی طرف سے کھانے کا اہتمام کرنا جامع امور میں ہے۔ اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع ہے اور اس کا کھانا بھی منع ہے۔

پھر اگر یہ ضیافت وارثوں کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر کی جائے تو اور بھی زیادہ امرِ سخت اور شدید حرام ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا الخ بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔ بلا شبہ وُہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وارثوں میں یتیم۔ اور نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں مذکورہ بالا ضیافت یتیموں کے مال کو ظلم وجور سے کھانا اور برباد کرنا ہے اور یہ حرام و ناجائز ہے۔

ایصالِ ثواب کا ممنوع طریقہ

اسی طرح میت کے لیے ایصالِ ثواب تیجہ دسواں چالیسواں وغیرہ اگر میت کے ترکہ سے کیا جائے اور ورثہ میں نابالغ بھی ہوں تو سخت حرام ہے۔ اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں اور ان سے اجازت بھی نہ لی جائے تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے میت کے چھوڑے ہوئے ترکہ (مال سے) ایصالِ ثواب کیا جائے۔ یا جو بالغ موجود ہیں وہ اپنے حصہ کی رقم سے یا اپنی ذاتی کمائی سے ایصالِ ثواب کریں تو بلاشک وشبہ جائز ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: ان اتخذ للمیت طعامًا للفقراء کان حسنًا الا ان تکون فی الورثۃ صغیرۃ فلا یتخذ ذالک من الترکۃ۔ اور ہندیہ خانیہ تتارخانیہ میں ہے اِنِ اتَّخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا اذکانت الورثۃ بالغین فان کانت فی الورثۃ صغیرٌ لم یتخذوا ذالک من الترکۃ منہ۔

ایصالِ ثواب جائز و مستحب ہے

قرآن مجید۔ درود شریف۔ کلمہ طیبہ۔ یا کسی بھی نیک عمل فرض و نفل نماز روزہ حج وغیرہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اسے بدعت کہنا سخت زیادتی ہے۔ زندہ جو بھی نیک کام مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کریں۔ غریبوں یتیموں مسکینوں کی امداد و اعانت کریں۔ دینی مدرسہ کے طلباء کو کھانا کھلائیں۔ صدقہ و خیرات کریں مسجد بنائیں۔ رفاعِ عامہ کے کام کریں۔ سب کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور انہیں فائدہ ہوتا ہے۔ یہ تیجہ، سوئم، بیسواں، چالیسواں سب ایصالِ ثواب ہی کی شکلیں ہیں۔ یہ دن قرآن کی تلاوت۔ غریبوں کی امداد و اعانت کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ دن مقرر کرنا جائز ہے۔ اسے بدعت کہنا غلط ہے۔ ہاں ان دنوں کی پابندی کو فرض یا واجب ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بھی ہرگز ضروری نہیں ہے کہ طاقت نہ ہو تو قرض وغیرہ لے کر چالیسواں وغیرہ ضرور کیا جائے۔ حسبِ توفیق تیجہ دسواں چالیسواں کرنے میں حرج نہیں۔ اگر کھانا وغیرہ کے تقسیم کی طاقت نہ ہو تو کلمہ درود تلاوتِ قرآن کر کے مردے کو ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ نیز ایصالِ ثواب محض نمائش نام و نمود کی بجائے اچھی نیت اور ثواب پہنچانے کی نیت سے کرنا چاہیئے۔ کھانا سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا جائز ہے۔ اگر کھانا سامنے نہ بھی رکھا جائے تو بھی جائز ہے۔ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کو فرض و واجب نہیں سمجھنا چاہیئے۔ تیجہ۔ دسواں، چالیسواں برسی فاتحہ نیاز عرس وغیرہ کا کھانا بہتر و افضل یہ ہے کہ غرباء کو کھلایا جائے۔ لیکن چونکہ یہ صدقہ نافلہ ہے۔ اس لیے غریب و امیر عزیز رشتہ دار اور خود بھی کھا سکتا ہے البتہ صدقاتِ واجبہ زکوٰۃ فطرانہ اور جو نذر اللہ تعالیٰ کے لیے مانی جائے وہ خالص غرباء (جو مالک نصاب نہ ہوں) کا حق ہے۔ امیر جو کہ مالک نصاب ہے اور خود اس کو استعمال میں نہیں لا سکتا۔

میت ایصالِ ثواب کا انتظار کرتی ہے

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا	مردہ قبر میں اس ڈوبے ہوئے
كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ فَيَنْتَظِرُ	کی طرح ہوتا ہے جو اپنی جان
دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ	بچانے کے لیے مدد چاہتا ہے.
اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ	اسی طرح مردہ عذاب سے بچنے

کے لیے اپنے ماں باپ، بھائی یا دوست وغیرہ کی دعا کا انتظار کرتا ہے۔

فَاِذَا الْحَقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ	تو جب اسے یہ دعا پہنچتی ہے تو
اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا	وہ اس کو دنیا اور اس کی تمام
وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ	نعمتوں سے زیادہ پسند آتی ہے
عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ	اور بے شک اللہ تعالیٰ قبر کے مردوں
اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ	کے سامنے زمین والوں کی دعائیں پہاڑوں

کی طرح پیش فرماتا ہے (یعنی مردوں کو زندوں کی نیکیوں کا بہت زائد ثواب عطا فرماتا ہے)

وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى	اور بے شک مردوں کے لیے زندہ کا تحفہ
الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ	ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَرْفَعُ	بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک
الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ	بندے کا مقام بلند فرما دیتا ہے
فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَنّٰى	تو بندہ پوچھتا ہے اے اللہ مجھے
لِيْ هٰذِهِ . فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ	یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالیٰ فرماتا
وَلَدِكَ لَكَ	ہے تیری اولاد کے تیرے لیے مغفرت

کی دعا کرنے کی وجہ سے۔

ان حدیثوں سے واضح ہے کہ مردہ قبر میں انتظار کرتا ہے کہ کب اس کے عزیز رشتے دار اس کو نیکی کا ثواب پہنچائیں۔

قرآن مجید میں فرمایا	وَالذین جاءُ وا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

ترجمہ: جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے، ہماری مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے (اور وفات پا چکے)

خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھم اغفر لاھل بقیع الغرقد — الٰہی بقیع غرقد کے رہنے والوں کی مغفرت فرما دے

اسی طرح نماز جنازہ میں حضور علیہ السلام نے یہ تعلیم دی کہ میت کے لئے اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا کے الفاظ کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ اسی طرح ہر نیک عمل کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے والد کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیا نیکی کر سکتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ نیکی کر سکتے ہو۔

ان تصلّی لھما مع صلاتک وان تصوم لھما مع صیامک وان تصدق عنھما مع صدقتک (دار قطنی)	کہ ان کے ایصال ثواب کی نیت سے اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھ لو اور روزہ کے ساتھ روزہ اور صدقہ کے ساتھ ان کے نام پر بھی صدقہ دے دو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ اگر ہم اپنے وفات شدہ افراد کے ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ دیں یا حج کریں تو ان کو پہنچے گا۔
حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔

نعم ولیفرحون کما یفرحون	ہاں ثواب پہنچے گا اور تمہارے صدقہ سے میت ایسے

میت ایصالِ ثواب کا انتظار کرتی ہے

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ فَيَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ

مردہ قبر میں اس ڈوبے ہوئے کی طرح ہوتا ہے جو اپنی جان بچانے کے لیے مدد چاہتا ہے۔ اسی طرح مردہ عذاب سے بچنے کے لیے اپنے ماں باپ، بھائی یا دوست وغیرہ کی دعا کا انتظار کرتا ہے۔

فَإِذَا الْحِقَتْهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ

تو جب اسے یہ دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے زیادہ پسند آتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ قبر کے مردوں کے سامنے زمین والوں کی دعائیں پہاڑوں کی طرح پیش فرماتا ہے (یعنی مردوں کو زندوں کی نیکیوں کا بہت زائد ثواب عطا فرماتا ہے)۔

وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ

اور بے شک مردوں کے لیے زندہ کا تحفہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنَّى لِي هٰذِهِ۔ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ

بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا مقام بلند فرما دیتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے اے اللہ مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیری اولاد کے تیرے لیے مغفرت

کی دعا کرنے کی وجہ سے۔

ان حدیثوں سے واضح ہے کہ مردہ قبر میں انتظار کرتا ہے کہ کب اس کے عزیز رشتے دار اس کو نیکی کا ثواب پہنچائیں۔

قرآن مجید میں فرمایا | وَالذین جاءو امن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

ترجمہ: جو ان کے بعد آئے وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے، ہماری مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لائے (اور وفات پا چکے)

خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھم اغفر لاھل بقیع الغرقد — الٰہی بقیع غرقد کے رہنے والوں کی مغفرت فرما دے

اسی طرح نماز جنازہ میں حضور علیہ السلام نے یہ تعلیم دی کہ میّت کے لئے اللّٰھم اغفر لحینا ومیتنا کے الفاظ کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ اسی طرح ہر نیک عمل کا ثواب میّت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے والد کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کیا نیکی کر سکتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ نیکی کر سکتے ہو۔

ان تصلی لھما مع صلاتک
وان تصوم لھما مع صیامک
وان تصدق عنھما مع صدقتک
(دار قطنی)

کہ ان کے ایصال ثواب کی نیت سے اپنی نماز کے ساتھ نماز پڑھ لو اور روزہ کے ساتھ روزہ اور صدقہ کے ساتھ ان کے نام پر بھی صدقہ دے دو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ اگر ہم اپنے وفات شدہ افراد کے ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ دیں یا حج کریں تو ان کو پہنچے گا۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔

نعم ولیفرحون کما یفرحون — ہاں ثواب پہنچے گا اور تمہارے صدقہ سے میّت ایسے

احدكم بالطبق اذا اهدى اليه ۔ (کتاب القاضی الامام ابوالحسین)

خوش ہوں گی. جیسے تم کو کوئی ایک طشت کھانا وغیرہ ہدیہ میں دے۔

حضرت سعد نے عرض کی میں اپنی والدہ کے ایصالِ ثواب کے لیے غلام آزاد کروں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! اور بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک صاحب نے عرض کی حضور! میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے تو میں صدقہ کروں تو ان کو نفع ہوگا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوجعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی ذاتِ پاک کو ایصالِ ثواب کے لیے غلام آزاد فرمایا کرتے۔ (عینی جلد ا ص ۸۷۶)

ختم شریف کا طریقہ

اگرچہ ایصالِ ثواب تو صرف نیّت کرنے سے ہو جاتا ہے۔ تاہم بزرگوں نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ جب قرآن مجید کلمہ طیبہ درود شریف وغیرہ پڑھ لیا جائے یا کھانا وغیرہ تیار ہو جائے تو کھانا سامنے رکھ کر

اعوذ باللہ ۔ بسم اللہ ۔ اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ قُلْ یاایھا الکفرون ۔ قل ھو اللہ (تین مرتبہ) قُلْ اعوذ برب النّاس ۔ الحمد للہ ۔ الٓمّٓ سے مفلحون تک

پڑھنے کے بعد یہ آیتیں پڑھی جائیں۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ و پھر آیت درود (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ) پڑھ کر درود شریف پڑھا جائے۔ اور پھر اس آیت کو پڑھ کر فاتحہ ختم کی جائے اور دعا کرلی جائے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ط

دُعا ــــ اور ــــ اُس کے آداب

فضائلِ دُعا ــــــــــ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے،

اور فرماتا ہے:۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ، "مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا"

تیسری جگہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے۔ ذلیل ہوکر۔

یہاں عبادت سے مراد دُعا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل ارشاد فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں یعنی جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں ایسا ہی کرتا ہوں وَاَنَا مَعَہٗ اِذَا دَعَانِیْ اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔

۲۔ حدیث شریف۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں؛ اے فرزند آدم توجب تک مجھ سے دعا کرتا اور میرا امیدوار رہے گا میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا ہوں گا"

۳۔ حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔ دُعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نُور۔

۴۔ حدیث: رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بلا اترتی ہے پھر دعا اس سے جا ملتی ہے تو دونو کشتی لڑتی رہتی ہیں قیامت تک یعنی دعا اس بلا کو اترنے نہیں دیتی۔

۵۔ حدیث: آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے۔

۶۔ حدیثِ قدسی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھ سے دعا نہ مانگے میں اس پر غضب فرماؤں گا۔ وَالعیاذ باللہ تعالیٰ

آدابِ دُعا جس قدر ہیں سب اسبابِ اجابت ہیں۔ انشاء اللہ العزیز ان کا اجتماع موردِ اجابت ہوتا ہے بلکہ بعض مثلاً حضورِ قلب اور اپنے آقا و مولےٰ پر درود و سلام۔

(۱) دل کو حتی الامکان خیالاتِ غیر سے پاک کرے کیونکہ اللہ عزوجل کا خاص محلِ نظر دل ہے جیسا کہ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَبْدَانِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔

(۲)(۳)(۴)۔ بدن و لباس مکان طاہر و پاک و لطیف ہوں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو دوست رکھتا ہے

(۵) جن کے حقوق اس کے ذمے ہوں ادا کرے یا ان سے معاف کرائے۔ خلقِ خدا کے حقوق غصب کر کے دعا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اس حالت میں بادشاہ کے حضور بھیک مانگنے جائے کہ لوگ اسے چاروں طرف سے چمٹے ہوئے ہوں اور داد فریاد کرتے ہوں کہ مجھے گالی دی مجھے مارا پیٹا۔ مجھ سے میرا حق چھینا۔ غور کرے کہ اس کا یہ حال قابلِ عطا و نوال ہے یا لائقِ سزا و نکال۔

(۶) کھانے پینے۔ لباس و کسب میں حرام سے اجتناب کرے کہ حرام خور اور حرام کار کی دعا اکثر رد ہوتی ہے۔

(۷) دعا سے پہلے گذشتہ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ نیک چلنی کا عہد کرے کہ نافرمانی پر قائم رہ کر عطا مانگنا بے حیائی ہے۔

(۸)(۹)(۱۰)۔ بوقتِ دعا باوضو۔ قبلہ رو مؤدب دو زانو بیٹھ کر یا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔ بہ نیتِ شکر توفیقِ دعا

والتجا الی اللہ سجدہ کرے کہ یہ صورت سب سے زیادہ قربِ رب کی ہے۔

(۱۱) دل میں خشوع و خضوع ہو اور نگاہ نیچے رکھے۔

(۱۲) اول و آخر حمدِ الٰہی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی حمد کو دوست رکھنے والا نہیں۔ تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا ہے اور بے شمار عطا فرماتا ہے حمد کا مختصر و جامع کلمہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اِلَّا كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اور اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِمَّا نَقُوْلُ ہے یوں ہی اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا یُّوَافِیْ نِعَمَكَ وَیُكَافِیْ مَزِیْدَ كَرَمِكَ۔ یہ سب احادیث میں وارد ہیں۔

(۱۳) اوّل و آخر اپنے آقا و مولا اور ان کے آل و اصحاب پر درود کا تحفہ بھیجے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور پروردگارِ عالم اس سے بالا و بالاتر ہے کہ اوّل و آخر کو قبول فرما کر وسط کو رد کر دے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان روکی جاتی ہے جب تک تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام نہ بھیجے بلند نہیں ہونے پاتی گویا کہ دعا طائر ہے اور درود و سلام اس کے پر کہ اس کے بغیر اڑ نہیں سکتی۔

(۱۴) اب کہ دعا مانگنے کا وقت آیا۔ تصورِ عظمتِ جلالِ الٰہی میں ڈوب جائے اگر اس مبارک تصور نے وہ غلبہ کیا کہ زبان بند ہو گئی۔ تو سبحان اللہ یہ خاموشی ہزار عرض سے زیادہ کام دے گی ورنہ اس قدر تو ضرور ہو گا کہ حیا و ادب و خضوع و خشوع ہو گا کہ یہی روحِ دعا ہے کہ اس کے بغیر دعا تنِ بے جان ہے اور تنِ بے جان سے امید حماقت و جہالت۔

(۱۵) شروع میں اللہ عزّوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔ آقا و مولیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص تین بار کہتا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ مانگ ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہوا پانچ بار یَا رَبَّنَا کہنا بھی نہایت مؤثر اور موجبِ قبولیت ہے۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات اور اس کی کتابوں ملائکہ اور انبیاءِ کرام خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز اس کے اولیاء و اصفیاء بالتخصیص حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے توسل سے مانگے کہ محبوبانِ خدا کے وسیلے سے دعا قبول ہوتی ہے۔

(۱۷) بکمالِ ادب ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر سینے یا شانوں یا چہرے کے بالمقابل لائے۔ یہاں تک کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو اور ہتھیلیاں پھیلا رکھے۔

(۱۸) نہایت نرم و پست الفاظ میں دعا کرے اور بار بار تکرار کرے کیونکہ تکرارِ سوال۔ صدقِ طلب پر دلیل ہے اور طاق مرتبہ ہو۔

(۱۹) آنسو ٹپکانے میں کوشش کرے اگرچہ ایک ہی قطرہ ہو کہ دلیلِ اجابت ہے۔ رونا نہ آئے تو رونے جیسا منہ بنالے۔

(۲۰) دعا میں تمام مسلمان مردوں۔ عورتوں۔ حاضر و غائب۔ زندہ و مردہ کو شریک کرے۔ خصوصاً والدین جسمانی و روحانی کو جو موجب حیات ظاہری و باطنی ہیں۔

فوائدِ دعا

اوّل عابدوں کے گروہ میں داخل ہونا ہے کہ دعا فی نفسہٖ عبادت بلکہ سرِ عبادت۔

دوم اپنے عجز و احتیاج کا اقرار اور مولیٰ کے کرم و قدرت کا اعتراف کرنا ہے۔

سوم۔ حکمِ شرع پر عمل کہ نہ مانگنے پر غضبِ الٰہی کی وعید آئی ہے۔

چہارم۔ اتباعِ سنت ہے کہ حضورِ اقدس اکثر دعا مانگتے اور دوسروں کو بھی تاکید فرماتے۔

پنجم: دفعِ بلا و حصولِ مدعا کہ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "آدمی جب مانگتا ہے تو میں دیتا ہوں" حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ دعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں۔ یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے یا اس کیلئے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ اپنے اس ثواب کو دیکھے گا جو دعا قبول نہ ہونے کی بنا پر اس کے لئے جمع ہوا تو وہ تمنا

کرے گا کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ بہر حال دعا میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قبولیت دعا

دعا عبادت کا مغز ہے۔ اللہ تعالیٰ مانگنے، عاجزی کرنے سے خوش ہوتا ہے بندے کی عبدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے مانگتا رہے۔ اُدْعُونِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ تم دعا مانگو میں اسے قبول کروں گا (سورہ) قبولیت دعا کی شرطوں میں سب سے اہم حضورِ قلب اور رزقِ حلال ہے۔ تاہم دعا ہر حال میں کرنی چاہیئے۔ جو دعا قبول نہیں ہوتی تو یہ بھی اللہ کا احسان ہے کیونکہ بندہ جو مانگتا ہے وہ اس کو اس لیے نہیں دیا جاتا کہ وہ چیز اس کے حق میں علمِ الٰہی میں بہتر نہیں ہوتی یا پھر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ جو بہتر ہو وہ عطا فرما دیتا ہے۔ —— کافر کی دعا قبول نہیں ہوتی گمراہ کی دنیا کے کاموں کے لیے دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔ مظلوم خواہ کافر ہو یا مسلم اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لیے حدیث میں فرمایا، مظلوم کی بددعا سے بچو۔ اس کے اور خدا کے درمیان پردہ نہیں ہوتا۔

دعا بلا کو دور کرتی ہے اور صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کو بجھاتا ہے۔ زندوں کی دعاؤں اور ہر نیک عمل سے وفات شدہ لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس مسلمان کی نمازہ جنازہ ۴۰ مسلمان ادا کریں اس کی بخشش کے لیے دعا کریں وہ بخشا جاتا ہے۔

خوشحالی میں دُعا

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ
مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ
نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ
يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ
(زمر۔ پ ۲۳)

جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے۔ اسی کی طرف جھکا ہوا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس سے نعمت دی، تو بھول جاتا ہے جس کے لیے پہلے پکارتا تھا اور اللہ تعالیٰ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے۔

مصیبت میں اللہ کو یاد رکھنا اور چین و آرام کے زمانہ میں بھول جانا آداب بندگی کے خلاف ہے بندہ جس طرح مصیبت میں اللہ کا محتاج ہے اسی طرح امن چین کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے عام طور پر ہمارا طریق یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تو لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں۔ نمازیوں سے مسجدیں بھر جاتی ہیں۔ آیت کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں اور جب مصیبت ٹل جائے تو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ہدایت یہ ہے کہ خوشحالی میں بھی دعا کرو۔ کیونکہ جب بندہ آرام و چین کے دور میں اللہ کو یاد رکھتا ہے اور اس سے دعائیں مانگتا رہتا ہے تو مصیبت آنے پر جو دعا کرتا ہے۔ وہ بھی قبول کی جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

من سرہ ان یستجیب اللہ لہٗ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء (ترمذی)

جسے یہ بات اچھی لگے کہ سختیوں کے وقت اللہ اس کی دعا قبول کرے، اُسے چاہیئے کہ امن چین کے زمانہ میں دعا کی کثرت کرے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نحن عبید محمد صلی اللہ علیہ وسلم

*

صدیقِ اکبر — خاص اس سابقِ سیرِ قربِ خدا — اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا — عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل — ثانیِ اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقین سیّد المتقین

*

چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

فاروقِ اعظم — وہ عمر جن کے اعدا پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارقِ حق و باطل امام الہدےٰ — تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ہمزبانِ نبی

جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

عثمانِ غنی — زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود — دولتِ جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام

درِ منشور قرآں کی سلکِ بہی — زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ

*

حلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

علی مرتضیٰ — مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعیں — ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن — پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ماحیِ رفض و تفضیل و نصب و خروج

حامیِ دین و سنّت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ

صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
۱ شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
۲ اس خدا دادِ شوکت پہ لاکھوں سلام

شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
۳ نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
۴ چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
۵ ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
۶ نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
۷ اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ان کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود
۸ ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس
۹ اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
۱۰ بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
۱۱ اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

از اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ العزیز